کسرِ صلیب

عیسائیّت کے رَدّ میں
حضرت مسیح موعود علیہ السّلام بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے
بیان فرمودہ
پُرشوکت دلائل و براہین

ازقلم
عطاء المجیب صاحب راشد ایم۔اے شاہد
مربّی انچارج جماعت ہائے احمدیہ انگلستان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پیش لفظ

اللہ تعالیٰ کا بے حد احسان ہے کہ اس کی دی ہوئی توفیق سے زیرِ نظر تصنیف افادۂ عام کیلئے شائع کی جا رہی ہے۔ اس کا مختصر تعارف یہ ہے کہ جب خاکسار نے جامعہ احمدیہ سے شاہد کا امتحان پاس کیا تو اس غرض سے ایک مقالہ سپردِ قلم کرنے کا موقع ملا جس کا موضوع تھا:۔

"حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کا علمِ کلام - (عیسائیت کے ردّ میں)"

اس میں علم کلام کی تفصیلی بحث کے بعد ان دلائل کو ایک خاص ترتیب سے پیش کیا گیا ہے جو سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عیسائیت کے ردّ میں بیان فرمائے ہیں۔

الحمد للہ کہ مقالہ کے ہر دو نگران علمائے کرام یعنی میرے والد محترم، خالدِ احمدیت حضرت مولانا ابو العطاء صاحب جالندھری اور حضرت قاضی محمد نذیر صاحب فاضل نے مقالہ کو بالاستیعاب مطالعہ کرنے کے بعد عمدہ آراء کا اظہار فرمایا۔ مزید برآں چند سال قبل حضرت ملک سیف الرحمٰن صاحب مفتی سلسلہ نے بھی لندن میں اس کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد اپنی قیمتی رائے تحریر فرمائی۔ یہ تینوں مؤقر آراء (جو اس کتاب میں شامل ہیں) جب سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمتِ اقدس میں پیش ہوئیں تو حضور انور نے از راہ شفقت ارشاد فرمایا کہ یہ مقالہ فوری طور پر شائع کروایا جائے نیز اس کا انگریزی، عربی اور ترکی زبانوں میں ترجمہ بھی کروایا جائے۔

حضور انور کے ارشادِ مبارک کی تعمیل میں اور حضور ہی کی نظرِ التفات کی برکت سے اب یہ مقالہ "کسرِ صلیب" کے مختصر نام سے کتابی شکل میں شائع ہو رہا ہے۔

ہر چیز کا ایک اندازہ مقدر ہے اور ہر کام اپنے وقت پر ہی پورا ہوتا ہے یہ مقالہ ۱۹۶۹ء میں لکھا گیا لیکن اس کی اشاعت کا عملی کام ۱۹۹۱ء سے پہلے نہ ہو سکا۔ تاخیر تو ہوئی لیکن اس میں ایک عجیب توارد کا پہلو یہ ہے کہ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۱۸۹۰ء کے آخر میں دعویٰ مسیحیت فرمایا اور اس دعویٰ کی عملاً اشاعت اور تشہیر ۱۸۹۱ء میں

ہوئی۔ اس لحاظ سے پورے ایک سَو سال کے بعد ۱۹۹۱ء میں ہی اس مقالہ کی اشاعت کی صورت پیدا ہوئی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

دسمبر ۱۹۹۱ء میں قادیان دارالامان میں منعقد ہونے والے سویں جلسہ سالانہ میں شمولیّت کی توفیق اور سعادت اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی۔ تاریخ احمدیت کا یہی وہ تاریخی اور تاریخ ساز جلسہ ہے جس میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے شمولیّت فرمائی اور اس طرح یہ جلسہ دائمی مرکز احمدیت میں منعقد ہونے والا پہلا جلسہ تھا جس میں ۴۵ سال کے وقفہ کے بعد خلیفۃ المسیح کی شمولیت ہوئی۔ یہ جلسہ تاریخ احمدیت میں سنگِ میل کا حکم رکھتا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ بے شمار خدائی اعجازات کا پیش خیمہ ثابت ہوگا۔

اِسی مبارک موقع پر یہ خوشکن اطلاع ملی کہ کتاب "کسرِ صلیب" ان دنوں زیرِ طباعت ہے چنانچہ اس کے تعارف کے طور پر یہ مختصر پیش لفظ لکھ رہا ہوں تا کہ یہ بھی کتاب میں شامل ہو سکے۔

آج یکم جنوری ۱۹۹۲ء ہے اور مَیں یہ سطور قادیان دارالامان کی مقدس بستی میں "بیت الفکر" میں دُعا کرنے کے بعد وہاں بیٹھے ہُوئے لکھ رہا ہوں۔ یہ وہ مقدس جگہ ہے جس میں میرے آقا سیّدنا حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے براہین احمدیہ تالیف فرمائی اور تصنیف کے دیگر امور سرانجام دیئے۔ خدا کرے کہ اس مقدس جگہ کی برکت اور نیک تاثیر سے میرے ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں بھی اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل سے برکت اور نیک تاثیر پیدا فرما دے اور اس کتاب کا مطالعہ قارئین کے لئے ہدایت اور ازدیادِ علم کا موجب ہو۔ میری دلی دُعا ہے کہ یہ حقیر کوشش اللہ تعالیٰ کے حضور شرفِ قبولیّت پا جائے۔ اور آخرت میں سرخروئی کا موجب ہو۔ آمین

خاکسار

ادنیٰ ترین خادمِ احمدیت

عطاء المجیب راشد

بیت الفکر قادیان

یکم جنوری ۱۹۹۲ء

فہرست ابواب

کتاب کے متعلق علمائے سلسلہ کی آراء

باب اوّل	علمِ کلام (عمومی)	ص ۵
باب دوم	حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا علمِ کلام	ص ۲۵
باب سوم	توحید کے حق میں دلائل	ص ۱۰۷
باب چہارم	تثلیث کی تردید	ص ۱۲۳
باب پنجم	الوہیتِ مسیح کی تردید	ص ۱۶۳
باب ششم	تردیدِ کفّارہ	ص ۲۴۷
باب ہفتم	حضرت مسیح علیہ السلام کی صلیبی موت کی تردید	ص ۳۳۱
باب ہشتم	اختتامیہ	ص ۴۳۰
	کتابیات	ص ۴۳۷

اس کتاب کے

متعلق

تین جیّد علمائے سلسلہ

کی

مؤقر آراء

- محترم مولانا ابو العطاء صاحب جالندھری خالدِ احمدیت
- محترم قاضی محمد نذیر صاحب فاضل لائل پوری
- محترم ملک سیف الرحمٰن صاحب فاضل

نگران مقالہ ہذا

محترم جناب مولانا ابو العطاء صاحب فاضل جالندھری

کی

رائے

"خاکسار نے یہ مقالہ لفظاً لفظاً پڑھا ہے۔ اس بارے میں مقالہ نگار کو پہلے ھدایات بھی دی گئیں۔ میں نہایت خوشی اور مسرت سے اپنی اس رائے کا اظہار کرتا ہوں کہ عزیز عطاء المجیب صاحب راشد ایم اے نے نہایت محنت سے یہ مقالہ مرتب کیا ہے۔ انہوں نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی جملہ کتب کو اس سلسلہ میں بغور مطالعہ کیا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ملفوظات کو پڑھا ہے اور نہایت عمدہ ترتیب کے ساتھ اپنے مقالہ کو مرتب کیا ہے۔ جزاہ اللہ خیر الجزاء۔

مضمون کی ترتیب ابواب کے لحاظ سے قائم کی گئی ہے۔ ہر باب کو پڑھنے سے پوری وضاحت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے عزیز موصوف کے بیان میں کافی زور ہے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پیش کردہ اقتباسات کو پڑھ کر تو وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ مقالہ کا طرز استدلال نہایت واضح اور ٹھوس ہے۔

میری رائے

میں یہ مقالہ نہایت کامیاب اور مدلل ہے اس کا کوئی حصہ تشنہ نہیں ہے۔ الحمد للہ۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مقالہ نگار کو اعلیٰ خدمات دینیہ کی توفیق بخشے اور ہمیشہ اپنے افضال و برکات سے نوازتا رہے۔ اللھم آمین یا رب العالمین۔

ابوالعطاء جالندھری

21/4-78

نگران مقالہ ھذا

محترم جناب قاضی محمد نذیر صاحب فاضل لائلپوری

کی

رائے

مَیں نے یہ مقالہ بالاستیعاب پڑھا ہے :-

۱ - مقالہ نگار نے اس مقالہ کے لکھنے میں محنت شاقہ سے کام لیا ہے

۲ - حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علم کلام کی نمایاں شان ظاہر کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بے شمار حوالہ جات کسرِ صلیب کے بارہ میں مقالہ میں جمع کر دیئے ہیں -

۳ - مقالہ نگار کے اپنے قلم میں بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے کافی زور ہے -

۴ - ترتیب کے لحاظ سے بھی مضمون نہایت مربوط ہے - چنانچہ :-

ا - علم کلام کی تعریف اس میں اختلاف درج کر کے پھر صحیح اور معقول تعریف کی نشاندہی کی ہے -

ب - پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علم کلام کی نمایاں خصوصیات بھی بتائی ہیں -

ج - اس کے بعد توحید الٰہی کا ثبوت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حوالہ جات سے پیش کیا ہے -

د - ازاں بعد تثلیث کی تردید میں حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے پُرزور دلائل پیش کئے ہیں -

ہ - بعد ازاں الوہیت مسیح کی تردید پر ایک عمدہ مضمون لکھا ہے جس میں جا بجا حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے پیش کردہ دلائل کو نمایاں کیا ہے اور اس بارہ میں حضور کے بہت سے اقتباسات درج کئے ہیں -

و - ازاں بعد عیسائی کفارہ کی تعریف اور اسلامی کفارات سے اس کا فرق اور امتیاز نمایاں کیا ہے -

ز - پھر عیسائی کفارہ کی تردید میں ۳۵ دلائل لکھے ہیں۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے کلام سے اقتباسات پیش کرکے ساتھ اُن کے ماخذ درج کئے ہیں ۔

ح - آخر میں حضرت مسیحؑ کی صلیبی موت کی تردید اور اُن کی کشمیر کی طرف ہجرت پر ایک مبسوط مضمون لکھا ہے۔ جس میں کسرِ صلیب کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلام سے پُرزور دلائل پیش کئے ہیں ۔

ان خوبیوں کے علاوہ عیسائیوں کے ضروری برمحل حوالہ جات سے بھی اپنے مضمون کو مزیّن کیا ہے ۔

ط - آخر میں مقالہ نگار نے اپنے سارے مقالہ کے ابواب کا خود ہی خلاصہ بھی درج کردیا ہے ۔

مقالہ نگار کی محنتِ شاقہ قابلِ داد ہے ۔ اور مجھے اُمید ہے کہ مقالہ نگار صاحب سلسلہ احمدیہ میں ایک اچھے مصنّف کی حیثیت حاصل کریں گے ۔ خدا تعالیٰ ان کی عمر صحت اور علم میں برکت دے ۔ مجھے ان کا مقالہ دیکھ کر ان سے جو اُمید وابستہ ہے وہ خدا کرے کہ پوری ہو۔ آمین ۔

اللہ دتہ نذیر

23-1-69

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

عزیز محترم عطاء المجیب صاحب راشد انچارج مبلغ یو کے و امام مسجد لندن!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

خاکسار نے آپ کے مقالہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا علم کلام (عیسائیت کے رد میں) کا مطالعہ کیا ہے۔ ماشاء اللہ بڑا جامع اور موضوع سے پورا پورا انصاف کرنے والا مقالہ ہے۔ بڑی جامعیت کے ساتھ کاسرِ صلیب سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس عظیم دینی اور علمی کارنامہ کا خلاصہ پیش کیا گیا ہے۔ اس کے مطالعہ سے حضور علیہ السلام کی اس سلسلہ میں مساعی جمیلہ کا بڑی عمدگی سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

خاکسار کی رائے میں اس کی اشاعت بہتوں کی ہدایت کا موجب ہو گی۔ انشاء اللہ۔ اس مقالہ کی اشاعت ایک خاص کارنامہ ہو گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ والسلام

خاکسار

ملک سیف الرحمٰن 22/8/88

نزیل لندن

"علم کلام اس فن کا نام ہے جس میں مخالفین مذہب کے اعتراضات اور شکوک و شبہات کا جواب دیا جاتا اور عقائد حقہ کو عقلی و نقلی دلیلوں سے ثابت کیا جاتا ہے۔"
(سید سلیمان ندوی)

باب اوّل

عِلمِ کلام

(عمومی)

- عِلمِ کلام کی تعریف
- عِلمِ کلام کی مختصر تاریخ
- نئے عِلمِ کلام کی ضرورت

"ہر طرف سے صدائیں آرہی ہیں کہ پھر ایک نئے علم کلام کی ضرورت ہے۔ اس ضرورت کو سب نے تسلیم کر لیا ہے۔"
(شبلی نعمانی) ______________

علم کلام کی تعریف

علم کے معنے جاننے معلوم کرنے اور دریافت کرنے کے ہیں۔ نیز علم سے مراد دانش، دانائی واقفیت اور آگاہی بھی ہیں[۱]۔ اور کلام کے لغوی معنے بات یا بات کرنے کے ہیں۔ کلام کے معنے اُردو لغت میں سخن، بات اور گفتگو کے کئے گئے ہیں[۲]۔ المنجد میں الکلام کے لغوی معنے القول درج کئے گئے ہیں[۳]۔

اصطلاحی طور پر علم اور کلام کے الفاظ مرکب صورت میں علم کلام کی شکل میں استعمال ہوتے ہیں تو اس سے ایک خاص علم مراد ہوتا ہے جس کی مختلف تعریفات کی گئی ہیں۔

۱۔ جامع اللغات میں لکھا ہے:-

"علم کلام: وہ علم جس کے ذریعے سے عقائد کو عقلی دلیلوں کے ساتھ ثابت کرتے ہیں"۔[۴]

۲۔ غیاث اللغات میں لکھا ہے:-

"کلام۔ وکلام علمی ست کہ درآں مسائل نقلی را بدلائل عقلی ثابت کنند"۔[۵]

یعنی علم کلام ایک ایسا علم ہے جس میں نقلی علوم کو عقلی دلائل کے ذریعے ثابت کیا جاتا ہے۔

۳۔ المنجد میں لکھا ہے:-

"علم الکلام: علم من العلوم الشرعیة المدونة یبحث عن ذات اللہ تعالیٰ وصفاته واحوال الممکنات من المبدأ والمعاد علی قانون الاسلام"۔[۶]

یعنی علم کلام رائج علوم شرعیہ میں سے ایک علم ہے جس میں خداتعالیٰ کی ذات، صفات اور موجودات کے احوال (یعنی آغاز و انجام) پر قانون اسلامی کی رو سے بحث کی جاتی ہے۔

۱:۔ فیروز اللغات اُردو جامع ص۹۴۰۔

۲:۔ فیروز اللغات اُردو جامع ص۹۳۹۔

۳:۔ المنجد ص۶۹۵۔

۴:۔ جامع اللغات ص۱۲۹۔

۵:۔ غیاث اللغات ص۳۶۴۔

۶:۔ المنجد ص۶۹۵۔

۴ - فیروز اللغات میں متکلم کے معنوں کے ضمن میں لکھا ہے کہ :-

"متکلم - وہ لوگ جو مذہبی امور عقلی دلائل سے ثابت کرتے ہیں۔ علم کلام کا ماہر"۔ ؎۱

گویا علم کلام کی تعریف یہ بنتی ہے کہ وہ علم جس میں مذہبی امور عقلی دلائل سے ثابت کئے جاتے ہیں۔ 7

۵ - شرح عقائد میں لکھا ہے :-

"معرفة العقائد عن ادلتها التفصيلة"۔ ؎۲

۶ - شرح فقہ اکبر میں علم کلام کی یہ تعریف درج ہے :-

"العلم بالعقايد الدينية عن الادلة اليقينية"۔ ؎۳

۷ - کتاب "علم الکلام" از مولانا محمد ادریس کاندھلوی میں علم کلام کی کوئی باقاعدہ تعریف تو نہیں مل سکی۔ البتہ اس کتاب کی ابتداء میں "تعارف" کے زیر عنوان کتاب کے ناشرین کی طرف سے ایک نوٹ کے ضمن میں لکھا ہے کہ :-

"یہ مجموعہ عقاید اسلامیہ کی تحقیق میں ہے۔ تحقیق عقاید میں سلف کے مسلک کو ملحوظ رکھا ہے نہ کہ متاخرین کے دلائل عقلیہ اور نقلیہ سے اس کے ہر مسئلہ کو مبرہن کیا گیا ہے اور جدید شبہات کا بھی کافی اور شافی جواب دیا ہے۔ یہود اور نصاریٰ اور آریہ اور نیچریہ کے اصول کا ابطال کیا ہے"۔ ؎۴

اس بیان سے علم کلام کی تعریف پر بھی روشنی پڑتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ علم کلام وہ علم ہے جس میں اپنے عقاید دینیہ کے اثبات کے لئے دلائل عقلیہ اور نقلیہ بیان کیا جائے اور دیگر تمام مذاہب کی طرف سے وارد ہونے والے اعتراضات کے جوابات دئے جائیں۔ اس کتاب میں مولانا موصوف نے جس اندازِ نگارش اور طرز استدلال کو اختیار فرمایا ہے اس سے بھی اس تعریف کی تائید ہوتی ہے۔

۸ - علامہ شبلی نعمانی نے علم کلام کے موضوع پر دو نہایت مفید کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔ جن میں علم کلام کے بارہ میں تفصیلی بحث کی گئی ہے۔ ان میں سے ایک کتاب میں علم کلام

؎۱ :- فیروز اللغات اردو جامع ص۱۰۰۱ - ؎۲ :- شرح عقاید از علامہ نسفی (مصری) ص۵ - ؎۳ :- شرح فقہ اکبر از ملا علی قاری ص۱۳۸ - ؎۴ :- ٹائیٹل علم الکلام از مولانا محمد ادریس کاندھلوی -

کی تعریف کے ضمن میں لکھا ہے کہ :۔

ا ۔ "علم کلام درحقیقت اس کا نام ہے کہ مذہب اسلام کی نسبت یہ ثابت کیا جائے کہ وہ منزّل من اللہ ہے ۔ مذہب دو چیزوں سے مرکب ہے ۔ عقاید و احکام"۔ [۱]

ب : "علم کلام حقیقت میں جس چیز کا نام ہے وہ عقائد کا اثبات ہے"۔ [۲]

ج : "علم کلام دو چیزوں کے مجموعہ کا نام ہے ۔
(i) اسلامی عقائد کا اثبات ۔ (ii) فلسفہ ملاحدہ اور دیگر مذاہب کا رد"۔ [۳]

د : دولت عباسیہ کا ذکر کرتے ہوئے علامہ موصوف نے لکھا ہے کہ اس وقت عام آزادی کی وجہ سے پارسی ۔ عیسائی ۔ یہودی اور زنادقہ نے اسلام پر سخت حملے کئے اور سخت نکتہ چینیاں کیں ۔ چنانچہ اس وقت

"علمائے اسلام نے نہایت شوق اور محبت سے فلسفہ سیکھا اور جو ہتھیار مخالفین نے اسلام کے مقابلہ میں استعمال کئے تھے ان ہی سے ان کے وار روکے ۔ ان ہی معرکوں کے کارنامے ہیں جو آج علم کلام کے نام سے مشہور ہیں"۔ [۴]

علامہ شبلی نعمانی کی ان ساری تعریفات پر یکجائی نظر سے یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں کہ ان کے نزدیک علم کلام سے مراد ایسا علم ہے جس میں مذہب کے عقائد و احکام کے اثبات پر اور مخالفین کے اعتراضات کے رد میں دلائل بیان کئے گئے ہوں ۔ علامہ موصوف نے دلائل کے ضمن میں کوئی صراحت نہیں کی کہ یہ کس قسم کے ہوں ۔ نقلی یا عقلی یا ہر دو قسم کے ۔

4 ۔ جناب سید سلیمان ندوی نے علامہ شبلی نعمانی کی کتاب "الکلام" پر ایک دیباچہ لکھا ہے ۔ جس میں وہ لکھتے ہیں :۔

"علم کلام اس فن کا نام ہے جس میں مخالفینِ مذہب کے اعتراضات اور شکوک و شبہات کا جواب دیا جاتا اور عقاید حقہ کو عقلی و نقلی دلیلوں سے ثابت کیا جاتا ہے"۔ [۵]

---

[۱] :۔ علم الکلام از شبلی ص ۹۱ ؛ [۲] :۔ علم الکلام از شبلی ص ۱۵۹ ؛ [۳] :۔ علم الکلام از شبلی ص ۱۳۹ ۔
[۴] :۔ علم الکلام از شبلی ص ۳ ؛ [۵] :۔ دیباچہ بعنوان تنبیہ کتاب الکلام از شبلی نعمانی ص ۱ ؛

۱۰ - علامہ عبدالرحمٰن ابن خلدون نے جو مشہور مؤرخ اسلام اور ایک بلند پایہ عالم گذرے ہیں ۔ علم کلام کی یہ تعریف کی ہے :-

"ھو علم یتضمن الحجاج عن العقاید الایمانیۃ بالادلۃ العقلیۃ والرّد علی المبتدعۃ المنحرفین فی الاعتقادات عن مذاھب السلف واھل السنۃ" [1]

یعنی علم کلام وہ علم ہے جس میں عقاید ایمانیہ کے متعلق عقلی دلائل دئے جاتے ہیں اور اعتقادات کے بارہ میں گذشتہ لوگوں کے مذاہب اور اہل سنت کے طریق سے انحراف کرنے والے بدعتی لوگوں کا ردّ کیا جاتا ہے ۔

خلاصہ :-

اگر ان دس تعریفات کا جائزہ لیا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ عقائد دینیہ کی معرفت اور ان کے اثبات کی حد تک تو سب متفق ہیں ۔ لیکن تفصیلات کے ضمن میں دو بڑے اختلافات ہیں :-

۱ - بعض نے نقلی دلائل کو علم کلام کی تعریف میں شامل نہیں کیا جیسے علامہ ابن خلدون - ان لوگوں کا کہنا ہے کہ غیروں کے سامنے نقلی دلائل پیش کرنا ایک لاطائل امر ہے ۔ جہاں تک دوسروں کے حق میں مفید ہونے کا تعلق ہے یہ بات درست ہے ۔ لیکن پھر بھی نقلی دلائل کو علم کلام سے خارج نہیں کیا جاسکتا ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اپنے عقاید کی معرفت تامہ اور اطمینان قلب اور علیٰ وجہ البصیرت ایقان حاصل کرنے کے لئے نقلی دلائل ازبس ضروری ہیں ۔ نیز اپنے ہم مذہب اور ہم عقیدہ لوگوں کے درمیان تو نقلی دلائل ہی بحث کا فیصلہ کرتے ہیں ۔ قرآن مجید کے نقلی دلائل چونکہ دعویٰ و دلیل عقلی پر مشتمل ہوتے ہیں اسلئے ان کے غیر مسلموں پر حجت ہونے میں کوئی اشتباہ نہیں ۔

۲ - بعض نے دیگر مذاہب کے اعتراضات کے ردّ اور جواب کو علم کلام کی تعریف سے خارج کیا ہے جیسے شرح فقہ اکبر اور شرح عقاید میں ہے ۔ ان لوگوں کا کہنا ہے کہ

الف - اعتراضات ایک گند ہیں ۔ اس لئے ان کو چھپا رہنا چاہیئے - وہ ان اعتراضات کی مثال ایک پھوڑے سے دیتے ہیں جس میں نشتر چلانے سے بدبو پیدا ہوتی ہے ۔

---

[1] :- مقدمہ ابن خلدون ص ۳۶۳ ۔

ب :- ہوسکتا ہے کہ جب انسان اعتراض کو بیان کرے تو اس کی طبیعت میں انشراح ہو اور جب جواب دے تو اس وقت قبض کی حالت ہو۔ اس صورت میں خود اس کا ایمان بھی کمزور ہوگا اور سُننے والوں کی طبیعت میں بھی شک رہ جائیگا۔

ج :- عین ممکن ہے کہ لوگوں کو اس اعتراض کا علم ہی نہ ہو لیکن جب ان کے سامنے اعتراض بیان کیا جائے گا تو ان کے ذہن میں ایک شک اور کمزوری کا خیال پیدا ہو جائے گا۔

ان متعدد وجوہ کی بناء پر اس مکتبِ فکر کا یہ خیال ہے کہ نہ معترضین کے اعتراضات کو سننا اور بیان کرنا چاہیئے اور نہ ان کا جواب دینا چاہیئے۔ جناب سیّد سلیمان ندوی صاحب کتاب "الکلام" کے تعارف میں لکھتے ہیں :-

"بعض متکلمین کا اور خصوصًا امام رازی کا یہ طریقہ ہے کہ وہ اپنی کتابوں میں ملحدوں اور منکروں کے ہر قسم کے اعتراضات اور شبہات کو نقل کرتے ہیں اور پھر ان کا ایک ایک کرکے یا مجموعی طور پر جواب دیتے ہیں۔ بعض علماء اس طریقہ کو ناپسند کرتے ہیں کہ اس سے وہ اعتراضات اور شکوک ان لوگوں میں بھی پھیلتے ہیں جو ان سے واقف نہیں۔" [۱]

سیّد سلیمان ندوی اس ضمن میں لکھتے ہیں :-

"ذاتی طور سے میں بھی اس کو ناپسند کرتا ہوں۔" [۲]

لیکن علامہ شبلی نعمانی کا مسلک ان سے مختلف ہے۔ وہ اس بات کے قائل ہیں کہ کسی گند کے اوپر وقتی طور پر مٹی ڈال کر سمجھنا کہ گند حقیقتًا ختم ہو گیا ہے۔ خود اپنے نفس کو دھوکا دینے والی بات ہے۔ اور یہ طریق اپنے ایمان اور استدلال کی کمزوری کا غماز بھی ہے۔ چنانچہ سیّد سلیمان ندوی کا بیان ہے :-

"مصنف الکلام (علامہ شبلی نعمانی۔ ناقل) اس باب میں پہلے گروہ کے ساتھ ہیں۔ ان کا یہ کہنا ہے کہ اعتراضات و شکوک کے پھوڑوں کو بچا بچا کر رکھنا جسم میں زہر پھیلاتا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ ان میں ایک دفعہ نشتر دے کر مادہ فاسدہ کو خارج کر دیا جائے۔" [۳]

---

[۱]، [۲] :- تعارف بعنوان تنبیہ کتاب الکلام از شبلی نعمانی صا ؛ [۳] :- ایضًا صا ؛

مسلمانوں پر ایک وقت ایسا بھی آیا جب وہ اپنے ایمان کی کمزوری اور ہمتوں کی پستی کی وجہ سے غیر مذاہب کے اعتراضات سے کنارہ کشی کرنے لگے تھے۔ علامہ شبلی نعمانی اپنے مسلک کی تائید اور اس زمانے کے علماء کے طرز فکر کو ہدف تنقید بناتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"بزرگان سلف نے نہایت بے تعصبی کے ساتھ معترضوں کے ہر قسم کے اعتراض کو سُنا اور اُن کو اپنی تصنیفات میں درج کر کے ان کے جواب دیئے۔ بخلاف اس کے ہمارے علماء یہ تلقین کرتے ہیں کہ دشمن کو آتا دیکھ کر اپنی آنکھیں بند کر لینی چاہئیں۔"[1]

درست موقف یہی ہے کہ مخالفین کے اعتراضات کو بھی اہمیت دی جائے اور پھر پوری قوت اور بصیرت کے ساتھ ایسے مسکت دلائل دئے جائیں جو مدّمقابل پر اسکے اعتراضات کی لغویت کو واضح کر دیں۔ اس طریق سے جہاں ایک طرف اعتراضات کے جواب مل جانے سے اپنے عقائد کی پختگی اور صحت کا علم ہوتا ہے وہاں پر اہل ایمان کے دلوں میں اپنے مذہب کی حقانیت پر یقین اور نور بصیرت بھی ترقی کرتا ہے۔ پس یہی مذہب ہر لحاظ سے بہتر اور مفید ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا موقف

خاکسار نے سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تمام تصانیف اور ملفوظات پر ایک نظر ڈالی ہے۔ لیکن علم کلام کی تعریف کے طور پر حضور کا کوئی حتمی ارشاد خاکسار کی نظر سے نہیں گذرا۔ اس لحاظ سے یہ کہنا درست ہے کہ مسیح پاک علیہ السلام نے معین الفاظ میں علم کلام کی کوئی تعریف تحریر نہیں فرمائی۔ تاہم اگر مسیح پاک علیہ السلام کی تحریرات کا بنظر غائر جائزہ لیا جائے اور بحیثیت مجموعی آپ کے علم کلام کا تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے ذہن میں اصطلاحی علم کلام سے ایک ایسا علم مراد ہے جس میں:-

۱- ہر قول کی بنیاد دلیل پر ہو اور پھر عقائد کے اثبات کیلئے ٹھوس اور واضح دلائل بیان کئے جائیں۔

۲- دلائل میں عقلی اور نقلی ہر دو قسم کے دلائل پیش کئے جائیں۔ جو لوگ کسی الہامی کتاب کے پابند نہیں ان کے لئے صرف عقلی دلائل بیان کئے جائیں۔

۳- مذاہب باطلہ کی طرف سے کئے جانے والے دلائل کا رڈ کیا جائے اور اس کے مقابل پر اپنے

---

[1] الکلام از شبلی ص۶

عقاید کی برتری اور افضلیت کو ثابت کیا جائے ۔

پس جہاں تک اصولی علم کلام کی تعریف کا سوال ہے سیدنا حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے علم کلام کی اس عمومی تعریف سے اتفاق فرمایا ہے ۔چنانچہ آپ کی تحریرات میں ان تینوں باتوں کا بڑی باقاعدگی کے ساتھ بطریق احسن التزام کیا جاتا رہا ہے ۔

مسیح پاک علیہ السلام کی طرف سے اصولی علم کلام کی تعریف کے سلسلہ میں خاکسار نے جو کچھ لکھا ہے اس کی تصدیق حضور کی بہت سی تحریرات سے ہوتی ہے ۔جن میں سے چند بطور نمونہ ذیل میں درج کرتا ہوں :۔

حضور علیہ السلام نے اپنی معرکۃ الآرا تصنیف براہین احمدیہ کا مقابلہ کرنے کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا کہ مقابلہ کرنے والوں پر ضروری ہوگا کہ وہ

"بطرز مقابلہ دلائل فرقان مجید کے اپنی کتاب کی دلائل بھی پیش کریں ۔"

(براہین احمدیہ حصہ اول صلا ۔ روحانی خزائن جلد ۱)

اور پھر فرمایا کہ :۔

"اگر اس کتاب کا رد لکھنے والا کوئی ایسا شخص ہو جو کسی کتاب الہامی کا پابند نہیں جیسے برہمو سماج والے ہیں تو اس پر صرف یہی واجب ہوگا جو ہماری سب دلائل کو نمبروار توڑ کر دکھلا دیوے اور اپنے مخالفانہ خیالات کو بمقابلہ ہمارے عقائد کے عقلی دلائل سے ثابت کر کے دکھلا دے ۔"

(براہین احمدیہ حصہ اول صفحہ ۲۰۰ روحانی خزائن جلد ۱)

اور عقلی دلائل کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا :۔

"دلیل سے مراد ہماری عقلی دلیل ہے کہ جس کو معمولی لوگ اپنے مطالب کے اثبات میں پیش کرتے ہیں ۔کوئی کتھا یا قصہ یا کہانی مراد نہیں ہے ۔"

(براہین احمدیہ حصہ اول صفحہ ۸۸-۸۹ ۔ روحانی خزائن جلد ۱)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نزدیک کسی عقیدہ کو پایہ ثبوت تک پہنچانے کے لئے یا کسی دوسرے کے عقیدہ کو رد کرنے کے لئے نقلی دلائل کے ساتھ ساتھ عقلی دلائل کا پایا جانا بھی ضروری ہے ۔نیز مدمقابل کے اعتراضات اور اس کے دلائل کو توڑنا بھی لازم آتا ہے ۔

ایک اور موقعہ پر حضور نے تحریر فرمایا ہے :۔

"تمام مذہبی مقدمات میں بھی یہی ایک قانون قدیم سے چلا آتا ہے کہ جب کسی بات میں دو فریق تنازعہ کرتے ہیں تو اوّل منقولات کے ذریعہ سے اپنے تنازعہ کو فیصلہ کرنا چاہتے ہیں اور جب منقولات سے وہ فیصلہ نہیں ہوسکتا تو معقولات کی طرف توجہ کرتے ہیں اور عقلی دلائل سے تصفیہ کرنا چاہتے ہیں اور جب کوئی مقدمہ عقلی دلائل سے بھی طے ہونے میں نہیں آتا تو آسمانی فیصلہ کے خواہاں ہوتے ہیں اور آسمانی نشانوں کو اپنا حکم ٹھہراتے ہیں"۔

(ستارہ قیصریہ صفحہ ۲۶،۲۵۔ روحانی خزائن جلد ۱۲)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مندرجہ بالا حوالوں سے پوری صراحت کے ساتھ یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ علم کلام کی صحیح تعریف کیا ہے۔ کیونکہ آپ کے یہ ارشادات کلام الامام امام الکلام کے مطابق فیصلہ کن حیثیت رکھتے ہیں۔ پس ان ارشادات کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ علم کلام سے مراد ایسا علم ہے جس میں اپنے مذہبی عقائد کے اثبات پر اور ان کی حقانیت پر نقلی اور عقلی دلائل دئے جائیں۔ اور ان عقاید پر غیروں کی طرف سے ہونے والے اعتراضات کے مسکت اور مدلّل جوابات دئے جائیں تا اپنے عقائد اور دلائل کی سچائی ظاہر ہو۔

نوٹ:۔ یہاں اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات سے علم کلام کی تعریف کے ضمن میں جو استدلال کیا گیا ہے آپ کا اپنا علم کلام اسی حد تک محدود نہیں ہے اور نہ آپ نے اس اصطلاحی علم کلام کی پابندی کو لازم قرار دیا ہے۔ بلکہ آپ کا عظیم الشان اور خداداد علم کلام ایک منفرد اور ممتاز حیثیت رکھتا ہے بلکہ سچ تو یہ ہے کہ آپ کے آنے کے ساتھ ایک ایسے علم کلام کا آغاز ہوا جو اپنی مثال آپ ہے۔ اس اجمال کی تفصیل مقالہ کے اگلے باب میں بیان ہوگی۔ انشاءاللہ تعالیٰ۔

علم کلام کا موضوع

علم کلام کا موضوع ان تعریفات سے واضح ہوجاتا ہے جو علم کلام کی تعریف کے ضمن میں اوپر درج ہوچکی ہے۔ بقول علامہ عبدالرحمٰن ابن خلدون علم کلام کا موضوع "ایمانی عقائد" ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:۔

"وبالجملة فموضوع علم الكلام عند اهله انما هو العقائد الايمانية بعد فرضها صحيحة من الشرع من حيث يمكن أن يستدل عليها بالادلة العقلية فترفع البدع وتزول الشكوك والشبهات عن تلك العقائد"۔ [1]

یعنی متکلمین کے نزدیک علم کلام کا موضوع ایمانی عقائد ہیں تاکہ عقلی دلائل کے ساتھ ان کے بارہ میں استدلال کیا جائے اور بدعتوں شکوک اور شبہات کو زائل کیا جا سکے۔

علامہ موصوف نے صرف عقلی دلائل سے استدلال کا ذکر اس وجہ سے کیا ہے کہ ان کے نزدیک علم کلام کی تعریف ہی یہی ہے کہ صرف عقلی دلائل سے عقائد پر استدلال کیا جائے۔

علم کلام کی وجہ تسمیہ

علم کلام کی وجہ تسمیہ کے بارہ میں مختلف قیاس آرائیاں کی گئی ہیں۔ مثلاً

۱۔ بعض کا یہ خیال ہے کہ یہ علم چونکہ منطق کی بنیاد پر ایجاد ہوا اور منطق کے معنے بھی بولنے اور کلام کرنے کے ہیں بس منطق اور کلام کے مشترک معنوں کی وجہ سے اس علم کو یہ نام دیا گیا۔

۲۔ بعض کا یہ خیال کہ چونکہ اس علم میں مباحث کا اصل عنوان کلام الٰہی یعنی قرآن مجید تھا۔ اس لئے اس سارے علم کو بھی کلام ہی کا نام دیا گیا۔

۳۔ ایک خیال یہ ہے کہ چونکہ یہ علم انسان کو گفتگو اور کلام پر قادر بناتا ہے اور اس کو دلائل کے بیان میں قوت گویائی عطا کرتا ہے۔ اس لئے اس کا نام کلام رکھا گیا ہے۔ گویا سبب کو مسبّب کا نام دیا گیا ہے۔

۴۔ ایک خیال یہ بھی ہے کہ چونکہ ہر علم کو سیکھنے یا سکھانے کے لئے بولنے یعنی کلام کرنے کی ضرورت پڑتی ہے اور یہ علم گویا سب علوم کے لئے بنیاد کے طور پر ہے اس لئے اس علم کا نام ہی کلام رکھ دیا گیا ہے۔

۵۔ بعضوں نے یہ کہا کہ چونکہ دونوں جانب فریقین سے کلام کرنی پڑتی ہے اور ہر دو جانب کے دلائل کو سننا، بیان کرنا اور ردّ کرنا پڑتا ہے۔ اس وجہ سے اس کا نام کلام رکھا گیا ہے۔

۶۔ ایک وجہ تسمیہ یہ بیان کی گئی ہے کہ لفظ کلام كَلَمَ يَكْلُمُ كَلْمًا سے مشتق ہے جس کے معنے زخم لگانے کے ہیں۔ چونکہ اس علم میں دلائل قاطعہ اور حجج واضحہ سے باقی مذاہب کا ردّ

---

[1]: ۔ مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۳۶۹-۳۷۰ (مصری)

کیا جاتا ہے اور یہ علم دیگر مذاہب پر کاری ضرب لگاتا ہے اسوجہ سے یہ نام پڑ گیا۔

۷۔ ایک رائے یہ ہے کہ ثبوت اور دلائل کی قوت کے لحاظ سے اس کا نام کلام پڑ گیا ہے۔ کانّہ ھو الکلام گویہ کہ کلام ہے ہی یہی۔ جیسے کہ کسی مضبوط جسم کے انسان کو دیکھ کر کہا جاتا ہے۔ ھذا ھُو الرجل۔ پس دلائل کی قوت کے اعتبار سے اس علم کو یہ نام دیا گیا۔

۸۔ آٹھویں وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ چونکہ اس علم میں دیگر سب علوم کی نسبت زیادہ نزاع اور اختلاف ہے۔ اس لئے یہ علم سب سے زیادہ بحث اور کلام کا مستحق ہے اور اسی بناء پر اس کو یہ نام دیا گیا۔

ان سب وجوہ میں سے عام طور پر دلیلی وجہ کو زیادہ قرینِ قیاس سمجھا گیا ہے[۱] مولانا شبلی نعمانی نے وجہ تسمیہ کے اس اختلاف کے بارہ میں جو کچھ لکھا ہے وہ درج ذیل ہے:۔

"اس امر میں اختلاف ہے کہ علم کلام کا نام کلام کیوں رکھا گیا۔ مؤرخ ابن خلکان نے محمد ابوالحسین معتزلی کے تذکرہ میں سمعانی سے نقل کیا ہے کہ چونکہ سب سے پہلا اختلاف جو عقائد کے متعلق پیدا ہوا وہ کلام الہٰی کی نسبت پیدا ہوا۔ اس مناسبت سے علم عقاید کا نام کلام پڑ گیا۔ لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ نہ پہلا اختلاف کلام الہٰی کی نسبت پیدا ہوا نہ بنوامیہ کے زمانہ تک اس فن کو کلام کہتے تھے۔

علامہ شہرستانی نے ملل ونحل میں لکھا ہے کہ اس کی وجہ یا تو یہ تھی کہ مسائل عقاید میں جس مسئلہ پر بڑے معرکے رہے وہ کلام الہٰی کا مسئلہ تھا یا اس وجہ سے کہ چونکہ یہ علم فلسفہ کے مقابلہ میں ایجاد ہوا تھا۔ اس لئے فلسفہ کی ایک شاخ (یعنی منطق) کا جو نام تھا وہی اس فن کا بھی نام رکھا گیا۔ کیونکہ منطق اور کلام مرادف اور ہم معنی الفاظ ہیں۔ (یہی وجہ تسمیہ صحیح ہے)۔"[۲]

علم کلام کی مختصر تاریخ

اسلام ایک تبلیغی اور عالمگیر مذہب ہے اور اسکی بنیاد دلیل اور برہان پر رکھی گئی ہے۔

---

[۱]:۔ ملاحظہ ہو رسالہ الفرقان ربوہ۔ جولائی ۱۹۶۸ء صفحہ ۹، مارچ ۱۹۶۸ء صفحہ ۲۵

[۲]:۔ علم الکلام از شبلی نعمانی صفحہ ۲۷-۲۸

اس لئے آغاز اسلام ہی سے اسلام نے اپنے متبعین کو دلیل اور برہان کی طرف متوجہ کیا ہے کیونکہ جب تک دلیل اور نشان کے نتیجہ میں یقین کامل پیدا نہ ہو ایمان میں حلاوت پیدا نہیں ہوسکتی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"ادعوا الی اللہ علی بصیرۃ انا ومن اتبعنی" [1]

میں اسی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

علم کلام کا آغاز حقیقی طور پر تو اسلام کے آغاز کے ساتھ ہی ہوگیا تھا۔ چنانچہ اسلام کے ابتدائی دور میں متعدد ایسی مثالیں ملتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنے عقاید کے اثبات کے لئے اس وقت بھی عقلی اور نقلی دلائل دیئے جاتے تھے۔

عقلی دلائل کی مثال یہ ہے کہ حضرت عدی بن حاتمؓ اپنے ایمان لانے سے قبل ایک مرتبہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ قرآن مجید میں جو آیا ہے کہ:۔

اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ۔ [2]

کہ گویا ہم لوگ اپنے دینی علماء کو اللہ کے سوا رب مانتے ہیں۔ یہ بات تو درست نہیں ہے اس پر سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا لطیف جواب ارشاد فرمایا اور کیا صحیح عقلی دلیل پیش فرمائی۔ فرمایا:۔

اَمَا انھم لم یکونوا یعبدونھم ولکنھم کانوا اذا احلّوا لھم شیئًا استحلّوہ وَاِذا حَرّمُوا علیھم شیئًا حَرّمُوہ۔ [3]

کہ یہ درست ہے کہ تم ان کی عبادت نہیں کرتے۔ لیکن کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ وہ علماء جس چیز کو حلال کہہ دیں تم آنکھیں بند کرکے اس کو حلال سمجھ لیتے ہو اور جس چیز کو وہ حرام قرار دیدیں تم اس کو واقعی حرام سمجھ لیتے ہو۔

نقلی دلیل کی مثال یہ ہے۔ جب حضرت عمرؓ پر ابو لؤلؤ نے حملہ کیا اور آپ شدید زخمی ہوگئے تو حضرت صہیب رومیؓ خبر سُن کر آئے اور آتے ہی کہا کہ وا اخاہ واصباحاہ یعنی ہائے میرے بھائی اور ہائے یہ صبح۔ حضرت عمرؓ نے ان کو ایسا کرنے سے منع فرمایا اور سمجھایا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:۔

---

[1]:۔ سورۃ یوسف : ۱۰۸ [2]:۔ سورۃ التوبہ : ۳۱
[3]:۔ ترمذی ابواب التفسیر تفسیر سورہ مائدہ

ان المیت لیعذب ببکاء اھلہٖ

کہ میت کو اس کے ساتھیوں کے رونے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے۔

جب حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ سنا تو فرمایا:۔

"یرحم اللہ عمراً واللہ ما حدّث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ لیعذب المومن ببکاء اھلہٖ علیہ ولکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اِنّ اللہ لیزید الکافرَ عذاباً ببکاء اھلہٖ علیہ وقالت حسبکم القرآن ولا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزرَ اُخریٰ [له]

"یعنی اللہ تعالیٰ عمرؓ پر رحم کرے۔ خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تو نہیں فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ مومن کو اس کے اہل کے رونے کی وجہ سے سزا دیتا ہے۔ البتہ حضور پاک نے یہ فرمایا تھا کہ کافر کا عذاب اس کے اہل کے رونے کی وجہ سے بڑھایا جاتا ہے۔ نیز فرمایا کہ کیا قرآن میں یہ نہیں آیا کہ کوئی جان کسی دوسری جان کا بوجھ ہرگز نہ اٹھائے گی۔"

گویا حضرت عائشہؓ نے اس آیت قرآنی کو پیش فرما کر یہ استدلال فرمایا کہ پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میت کے اہل کے رونے کی سزا میت کو ملے گی۔ یہ دلیل ایک نقلی دلیل ہے۔ جس میں صحیح بات کا فیصلہ کیا گیا ہے۔

ان دونوں مثالوں سے واضح ہو جاتا ہے کہ حقیقی اور اصل علم کلام کا آغاز رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہی ہو گیا تھا اور بعد ازاں خلافت راشدہ کے سنہری زمانہ میں بھی نقلی و عقلی دلائل کے استعمال سے استدلال کرنے کا طریق جاری رہا۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ نے سب سے پہلے علم کلام میں دسترس حاصل کی گو اس زمانہ میں اس علم کو یہ مخصوص نام نہیں دیا گیا۔ آپ کا زمانہ ۸۰ سے ۱۵۰ ہجری تک ہے۔

اصطلاحی علم کلام کا باقاعدہ آغاز خلافت عباسیہ (۱۳۲ تا ۶۵۰ ہجری) کے زمانہ میں ہوا جبکہ ہر قسم کی مذہبی آزادی کے ساتھ ساتھ لوگوں کو فکر و نظر کی آزادی بھی نصیب ہوئی۔ خاندان عباسیہ کے ایک خلیفہ مہدی کی ہدایات پر اس زمانہ کے علماء نے اس علم میں خوب کام کیا۔ اور اس علم کو ترقی دی لیکن ابھی اس وقت تک اس علم کو یہ نام نہ دیا گیا تھا۔

علم کلام کا یہ نام ہارون الرشید کے نامور بیٹے مامون الرشید کے عہد میں رکھا گیا۔ جبکہ

[له]: بخاری کتاب الجنائز باب قول النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم یعذب المیت ببعض بکاء اھلہٖ علیہ۔

معتزلہ نے فلسفہ میں مہارت حاصل کی۔ اور فلسفیانہ مذاق پر اس فن کی تدوین کی[۱]
اصطلاحی علم کلام کا بانی ابو الہذیل علاف کو قرار دیا جاتا ہے جو مامون الرشید کے
زمانہ کا ایک مشہور متکلم ہے اس نے علم کلام پر سب سے پہلی کتاب تصنیف کی ہے۔
اس کا پورا نام عمر بن الہذیل بن عبد اللہ بن مکحول تھا (۱۳۱ ہجری تا ۲۳۵ ہجری) اس کی
تصانیف کی کل تعداد ۶۰ ہے جو سب کی سب علم کلام سے متعلق ہیں۔[۲]

تدریجی ارتقاء

خلیفہ مہدی کے بعد ہادی اور پھر ہارون الرشید مسند آرائے حکومت ہوئے۔
ہارون الرشید کے بعد مامون الرشید کا دور آیا۔ اس دور میں علم کلام کو خاص طور پر نمایاں ترقی
حاصل ہوئی۔ مولانا شبلی کے الفاظ میں:۔

"اس کے علمی کارناموں کے بیان کرنے کے لئے ایک دفتر چاہیئے۔"[۳]

اس کے عہد میں باقاعدہ مناظروں سے اس علم نے بہت ترقی کی۔ اس زمانہ میں
ابو الہذیل کے شاگرد ابراہیم بن سیار نظام نے اس فن میں کمال حاصل کیا۔ مامون کے بعد
۲۲۷ھ ہجری میں اس کا پوتا الواثق باللہ خلیفہ بنا تو علم کلام نے ایک بار پھر عروج کی منزل
کی جانب قدم بڑھایا۔ اس کے عہد میں نوبخت خاندان نے غیر معمولی خدمات سرانجام دیں۔
اس سارے زمانے میں علم کلام اگرچہ ابتداء سے ترقی کرتا جاتا تھا لیکن چوتھی صدی میں وہ
درجہ کمال تک پہنچ گیا۔ اس صدی میں اس علم پر باقاعدہ تصانیف کے انبار لگ گئے۔
قرآن مجید کے بیان کو دلائل عقلیہ سے ثابت کرتے ہوئے ابو مسلم محمد بن بحر اصفہانی اور
ابوالقاسم عبد اللہ بن احمد بن محمود کعبی نے شاندار تفاسیر لکھیں۔

پانچویں صدی میں علم کلام کو بعض وجوہ سے زوال آنا شروع ہوا تاہم بعض بعض متکلمین
بڑے بڑے رتبہ کے ہوئے۔ ان میں سے ابوالحسن محمد بن علی البصری۔ ابو اسحاق اسفرائینی
قاضی عبد الجبار معتزلی بہت بڑے درجہ کے لوگ تھے۔ علامہ ابن حزم ظاہری نے سپین میں

---

[۱]:۔ علم الکلام از شبلی ص۲۷ ۔ [۲]:۔ علم الکلام از شبلی ص۳۰-۳۱ ۔
[۳]:۔ علم الکلام از شبلی ص۳۶ ۔

حدیث اور کلام کے علم کو بلند کیا۔ دولت عباسیہ کے زوال کے ساتھ علم کلام کو بھی زوال آیا۔
اشاعرہ کے علم کلام کے بانی امام ابوالحسن الاشعری قرار پائے۔ اشاعرہ کے علم کلام سے گویا ایک نئی تاریخ شروع ہوتی ہے۔ امام اشعری سے پہلے دو فریق تھے۔ ارباب عقل ونقل۔ امام اشعری نے بیچ بیچ کا طریقہ اختیار کرنا چاہا۔ اور ایسے عقیدے اختیار کئے جو ان کی دانست میں عقل اور نقل دونوں سے ربط رکھتے تھے۔ یہ گویا اشعری علم کلام کا پہلا دور تھا۔ دوسرے دور کا آغاز امام غزالی سے ہوا جنہوں نے علم کلام کو ایک جدید رنگ عطا کیا۔ علامہ ابن خلدون کا خیال ہے کہ امام غزالی سے پہلے کلام کا طریق نقلی دلائل بیان کرنے کا تھا۔ انہوں نے عقلی دلائل بھی پیش کرنے شروع کئے۔ امام غزالی سے پہلے دونوں طریق الگ الگ تھے لیکن امام غزالی نے ان کو ملا کر ایک نئی طرز کا علم کلام جاری کیا جس کو علامہ محمد بن عبدالکریم شہرستانی اور امام فخرالدین رازی نے ترقی دی۔ اور قابل قدر خدمات سرانجام دیں۔ جن کا ذکر باعث تطویل ہوگا۔

اس دور کے بعد جو مشہور متکلمین گزرے ہیں ان کے نام یہ ہیں:۔

۱۔ ابوالحسن علی سیف الدین آمدی۔

۲۔ قاضی عضد

۳۔ علامہ سعدالدین تفتازانی

علامہ محمد بن احمد بن رشد جو عام طور پر ابن رشد کے نام سے معروف ہیں کے وجود سے علم کلام کے دور سوم کا آغاز ہوا۔ جس کو متاخرین کا زمانہ بھی کہا جاتا ہے۔ علامہ ابن رشد کا خاص کام یہ ہے کہ انہوں نے تمام کلامی مسائل پر دلیلیں قرآن مجید سے قائم کیں۔ [۱]

علامہ ابن رشد کے بعد ساتویں صدی میں ابن تیمیہ پیدا ہوئے جنہوں نے علم کلام کے بارہ میں کثرت سے کتابیں لکھیں۔ اور بیسیوں غلط مسائل میں بڑی دلیری سے گذشتہ علماء سے اختلاف کیا۔ اس زمانہ کا ذکر کرنے کے بعد علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں:۔

"ابن تیمیہ اور ابن رشد کے بعد بلکہ خود ان ہی کے زمانہ میں مسلمانوں میں جو عقلی تنزل شروع ہوا اس کے لحاظ سے یہ امید نہیں رہی تھی کہ پھر کوئی صاحب

---

[۱]:۔ علم الکلام از شبلی ص۳۵

دل و دماغ پیدا ہوگا۔ لیکن قدرت کو اپنی نیرنگیوں کا تماشہ دکھلانا تھا کہ اخیر زمانہ میں جب کہ اسلام کا نفس بازپسیں تھا۔ شاہ ولی اللہ جیسا شخص پیدا ہوا۔ جس کی نقطہ سنجیوں کے آگے غزالی، رازی، ابن رشد کے کارنامے بھی ماند پڑ گئے۔ [1]

حضرت شاہ ولی اللہ (۱۱۱۴ھ تا ۱۱۷۶ھ ہجری) نے علم کلام کے میدان میں نہایت شاندار خدمات سرانجام دی ہیں۔ فیج اعوج کے زمانہ میں اسلام کی مشعل کو بلند کرنے اور اسلامی تعلیمات کی حکمتیں بیان کرنے کے آغاز کا سہرا آپ ہی کے سر ہے۔ آپ نے علم کلام کے سلسلہ میں جو خاص خدمات سرانجام دی ہیں ان کا اندازہ شبلی کے ان الفاظ سے ہوتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:۔

"علم کلام درحقیقت اس کا نام ہے کہ مذہب اسلام کی نسبت یہ ثابت کیا جائے کہ وہ منزل من اللہ ہے۔ مذہب دو چیزوں سے مرکب ہے۔ عقائد و احکام۔ شاہ صاحب کے زمانہ تک جس قدر تصنیفات لکھی جا چکی تھیں صرف پہلے حصہ کے متعلق تھیں۔ دوسرے حصہ کو کسی نے مس نہ کیا تھا۔ شاہ صاحب پہلے شخص ہیں جنہوں نے اس موضوع پر کتاب لکھی"۔ [2]

اس کتاب سے مراد حجۃ اللہ البالغہ ہے جس میں آپ نے احکام شرعیہ کا فلسفہ بیان کیا ہے۔ اگرچہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے انفرادی طور پر بہت کام کیا ہے لیکن مجموعی طور پر اس دور میں آکر علم کلام زوال پذیر ہوگیا۔ اور جدید فلسفہ اور غیر مذاہب کے حملوں کے نتیجہ میں کوئی ایسا مرد میدان پیدا نہ ہوا جو اسلام کے علم کو تھامے اور سر بلند کرے۔ شبلی لکھتے ہیں:۔

"علم کلام نے اگرچہ بارہ سو برس کی عمر پائی لیکن کمال کے رتبہ تک نہ پہنچ سکا"۔ [3]

ان حالات میں ضرورت محسوس ہو رہی تھی کہ اب ایک ایسا جدید علم کلام پیدا ہونا چاہیئے جو مذاہب باطلہ کا پوری ہمت اور قوت کے ساتھ مقابلہ کر سکے کیونکہ تیرھویں صدی کے آخر میں اسلام ہر طرف سے دشمنوں کے نرغے میں گھر چکا تھا۔ ہر طرف سے دشمن درندوں کی مانند

---

[1]: علم الکلام از شبلی صفحہ ۹۔ [2]: علم الکلام از شبلی صفحہ ۹۱-۹۲۔ [3]: علم الکلام از شبلی صفحہ ۱۲۹۔

حملہ آور ہو رہے تھے ۔ عیسائی، ہندو، آریہ غرضیکہ سب مذاہب والے ہی اسلام کے خلاف اپنے ترکش کے زہریلے تیر خالی کر رہے تھے ۔ اسلام اس وقت حدیث نبوی کے مطابق انتہائی کس مپرسی کی حالت میں

بدأ الاسلام غریبًا و سیعود غریبًا کما بدأ

کی عملی تصویر بن چکا تھا۔ سب سے زیادہ افسوسناک اور پریشان کن بات یہ تھی کہ اسلام کے سدا بہار گلشن کے محافظ اور خرمن اسلام کے رکھوالے غیروں کے مقابلے کی تاب نہ لا کر عاجز اور بے بس ہو چکے تھے ۔ ان میں کمزوری اور احساس کمتری پیدا ہو چکا تھا۔ اسلام کے علماء اس قابل ہی نہ رہے تھے کہ وہ اس میدان میں اتریں۔ غیر مذاہب کے باطل اعتراضات کو رد کرنے کے بعد اسلام کے روشن چہرہ سے نقاب کشائی کریں۔ اور اغیار کو دعوتِ اسلام دیں۔ مختصر یہ کہ اسلام اس وقت ایک جسد بے جان بن چکا تھا۔ اور دردمند مسلمان شاعر اس پر مرثیہ خواں تھے ۔ اسلام کی اس کمزوری اور دشمنوں کے حملوں کے کئی پہلو تھے ۔ ایک پہلو جدید علوم کی روشنی میں مذہبی اعتراضات کا تھا۔ جن کا کوئی جواب نہ پا کر مسلمان ان اعتراضات کو ہی درست اور مبنی بر حقیقت سمجھ رہے تھے ۔ شبلی نعمانی اس طرز فکر کے بارہ میں لکھتے ہیں :۔

"حال میں علم کلام کے متعلق مصر، شام اور ہندوستان میں متعدد کتابیں تصنیف کی گئی ہیں۔ اور نئے علم کلام کا ایک دفتر تیار ہو گیا ہے ۔ لیکن یہ نیا علم کلام دو قسم کا ہے ۔ یا تو وہی فرسودہ اور دور از کار مسائل اور دلائل ہیں ۔ جو متاخرین اشاعرہ نے ایجاد کئے تھے یا یہ کیا ہے کہ یورپ کے ہر قسم کے معتقدات اور خیالات کو حق کا معیار قرار دیا ہے ۔ اور پھر قرآن وحدیث کو زبردستی کھینچ تان ان سے ملا دیا ہے ۔ پہلا کورانہ تقلید اور دوسرا تقلیدی اجتہاد ہے۔" [1]

(علم الکلام از شبلی حصہ اول ص۳)

ظاہر ہے کہ یہ صورت احوال سخت پریشان کن تھی جس کو دیکھ کر دردمندان اسلام کے دل ڈوبے جا رہے تھے علمی اعتراضات کے محاذ پر حامیان اسلام کی کمزور حالت کا نقشہ خون کے آنسو رلاتا تھا ۔

نئے علمِ کلام کی ضرورت :۔ اس دور میں جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں اسلام اندرونی استحکام

اور بیرونی دفاع۔ ہر دو محاذ پر شکست کھاتا نظر آتا تھا۔ زمانہ پکار پکار کر کہہ رہا تھا کہ آج اسلام کو اس پرانے اور دقیانوسی قلم کے علم کلام کی نہیں بلکہ ایک جدید علم کلام کی ضرورت ہے جو اسلام کی عظمتِ گم گشتہ کو پھر سے واپس لے آئے اور اسلام سب ادیان باطلہ پر غالب آجائے۔ آج جس علم کلام کی ضرورت تھی اس کا ذکر علامہ شبلی سے سنئیے :۔

"عباسیوں کے زمانہ میں اسلام کو جس خطرہ کا سامنا ہوا تھا آج اس سے کچھ بڑھ کر اندیشہ ہے۔ مغربی علوم گھر گھر پھیل گئے ہیں اور آزادی کا یہ عالم ہے کہ پہلے زمانہ میں حق کہنا اس قدر سہل نہ تھا جتنا آج ناحق کہنا آسان ہے۔ مذہبی خیالات میں عموماً بھونچال سا آ گیا ہے۔ نئے تعلیم یافتہ بالکل مرعوب ہو گئے ہیں۔ قدیم علماء عزلت کے دریچہ سے کبھی سر نکال کر دیکھتے ہیں تو مذہب کا افق غبار آلود نظر آتا ہے۔

ہر طرف سے صدائیں آ رہی ہیں کہ پھر ایک نئے علم کلام کی ضرورت ہے۔ اس ضرورت کو سب نے تسلیم کر لیا ہے۔"

(علم الکلام از شبلی حصہ اوّل ص۲)

یہ جدید علم کلام کس نوعیت کا ہو اس کے متعلق علامہ موصوف نے لکھا ہے:۔

(۱) "قدیم علم کلام میں صرف عقائد اسلام کے متعلق بحث ہوتی تھی۔ کیونکہ اس زمانہ میں مخالفین نے اسلام پر جو اعتراضات کئے تھے عقاید ہی کے متعلق تھے۔ لیکن آج کل تاریخی، اخلاقی، تمدنی ہر حیثیت سے مذہب کو جانچا جاتا ہے۔ یورپ کے نزدیک کسی مذہب کے عقائد اس قدر قابل اعتراض نہیں جس قدر اس کے قانونی اور اخلاقی مسائل ہیں۔ ان کے نزدیک تعدد نکاح، طلاق، غلامی۔ جہاد کا کسی مذہب میں جائز ہونا اس مذہب کے باطل ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ اس بناء پر علم کلام میں اس قسم کے مسائل سے بھی بحث کرنی ہو گی۔ اور یہ حصہ بالکل نیا علم کلام ہو گا۔"

(علم الکلام از شبلی حصہ دوم ص۱)

۲۔ "سب سے بڑی ضروری چیز یہ ہے کہ دلائل اور براہین ایسے صاف اور سادہ پیرایہ میں بیان کئے جائیں کہ سریع الفہم ہونے کے ساتھ دل میں اتر جائیں۔ قدیم

طریقہ میں پیچ در پیچ مقدمات منطقی اصطلاحات اور نہایت دقیق خیالات
سے کام لیا جاتا تھا۔ اس طریقہ سے مخالف مرعوب ہو کر چپ ہو جاتا تھا۔
لیکن اس کے دل میں یقین اور وجدان کی کیفیت نہیں پیدا ہوتی تھی۔
غرض جدید علم کلام کے ترتیب دینے میں انہی امور مذکورہ کی رعائت ملحوظ 3
رکھنی چاہیئے۔"

(علم کلام شبلی حصہ دوم صلا)

زمانہ کی اس پکار کا کیا نتیجہ نکلا؟ اور خدا نے دل شکستہ مسلمانوں کی کس طرح
دستگیری فرمائی؟ اس کا ذکر مقالہ کے تیسرے باب میں ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

"وَاللهِ انّی لست من العلماء ولا من اھل الفضل والدھاء وکلّما اقول من انواع حسن البیان او من تفسیر القرآن فھو من اللهِ الرحمٰن۔"

(مسیح موعودؑ)

باب دوم

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام

کا

علمِ کلام

(عیسائیت کے ردّ میں)

- اس علم کلام سے کیا مراد ہے؟
- علم کلام کی بلند شان۔
- عیسائیت کے خلاف علم کلام کا مرکزی نقطہ
- اس علم کلام کی خصوصیات
- بعض ضروری امور

"ہمارے اصول عیسائیوں پر ایسے پتھر ہیں کہ وہ ان کا ہرگز جواب نہیں دے سکتے۔"

(مسیح موعودؑ)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السّلام فرماتے ہیں :-

"عیسائی مذہب کے ساتھ ہمارا مقابلہ ہے۔ عیسائی مذہب اپنی جگہ آدم زاد کی خدائی منوانی چاہتا ہے اور ہمارے نزدیک وہ اصل اور حقیقی خدا سے دُور پڑے ہوئے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ ان عقائد کی جو حقیقی خدا پرستی سے دُور پھینک کر مردہ پرستی کی طرف لے جاتے ہیں کافی تردید ہو اور دُنیا آگاہ ہو جاوے کہ وہ مذہب جو انسان کو خدا بناتا ہے خدا کی طرف سے نہیں ہو سکتا اور بظاہر عیسائی مذہب کی اشاعت اور ترقی کے جو اسباب ہیں وہ انسان پرست انسان کو کبھی یقین نہیں دلاتے کہ اس مذہب کا استیصال ہو جاوے گا مگر ہم اپنے خدا پر یقین رکھتے ہیں کہ اس نے ہم کو اسکی اصلاح کیلئے بھیجا ہے اور میرے ہاتھ پر مقدر ہے کہ میں دنیا کو اس عقیدہ سے رہائی دوں۔" (ملفوظات جلد ششم صفحہ ۲۲۶)

پس منظر

گذشتہ باب کے آخر میں ہم دیکھ آئے ہیں کہ تیرھویں صدی کے آخر پر اسلام انتہائی غربت کی حالت میں تھا اس کس مپرسی نیز علمائے اسلام کی بے خبری اور غفلت کو دیکھ کر عیسائی پادریوں نے اسلام اور اہل اسلام کو اپنے نرغہ میں لے لیا تھا۔ لاکھوں مسلمان، اسلام کی روشن شاہراہ کو چھوڑ کر عیسائیت کے تاریک غاروں میں دھکیلے جا چکے تھے اور اس پر بس نہیں بلکہ عیسائی مناد علی الاعلان اس عزم کا اظہار بھی کر رہے تھے کہ ہم عنقریب (خاکش بدہن) مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ پر بھی عیسائیت کا پرچم لہرا دیں گے۔ مشہور عیسائی مناد جان ہنری بیروز نے مسیحی ترقی کا جائزہ لینے کے لئے انہی دنوں ساری دنیا کا دورہ کیا۔ اس دورہ کے تاثرات بیان کرتے ہوئے وہ کہتا ہے:-

"اب میں اسلامی ممالک میں عیسائیت کی روز افزوں ترقی کا ذکر کرتا ہوں۔ اس ترقی کے نتیجہ میں صلیب کی چمکار آج ایک طرف لبنان میں ضوفگن ہے تو دوسری طرف فارس کے پہاڑوں کی چوٹیاں اور باسفورس کا پانی اس کی چمکار سے جگمگ جگمگ کر رہا ہے۔ یہ صورت حال پیش خیمہ ہے اس آنے والے انقلاب کا جب قاہرہ، دمشق اور طہران کے شہر خداوند یسوع مسیح کے خدام سے آباد نظر آئیں گے۔ حتیٰ کہ صلیب کی چمکار صحرائے عرب کے سکوت کو چیرتی ہوئی وہاں (یعنی حجاز میں۔ ناقل) بھی پہنچے گی۔ اس وقت خداوند یسوع اپنے شاگردوں کے ذریعہ مکہ کے شہر اور خاص کعبہ کے حرم میں داخل ہوگا اور بالآخر وہاں اس حق وصداقت کی منادی کی جائے گی کہ ابدی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ خدائے واحد اور یسوع مسیح کو جانیں جسے تو نے بھیجا ہے۔"[1]

الغرض عیسائیت کی اس روز افزوں ترقی کو دیکھ کر اور یہ بلند بانگ دعاوی سنکر اہل اسلام ایک عاجز اور لاچار انسان کی طرح چپکے بیٹھے تھے۔ کسی میں اتنی ہمت اور اتنی سکت نہ تھی کہ وہ مرد میدان بن کر باہر نکلتا اور عیسائیت کا مقابلہ کرتا۔ ہم یہ بھی دیکھ آئے ہیں کہ اس دور میں مسلمان دل سے اس بات کے آرزومند اور دعا گو تھے کہ خدا کی طرف سے کوئی پہلوان پیدا ہو جو

---

[1]:- بیروز لیکچرز صفحہ ۴۲۔

اسلام کو ایک بار پھر پہلی سی شوکت اور عظمت سے ہمکنار کر دے مسلمان علی الاعلان کہہ رہے تھے کہ عیسائیت اور علوم جدیدہ کے مقابلہ کے لئے اب ہمیں ایک جدید علم کلام کی ضرورت ہے اسلام کی کشتی کو اعتراضات اور حملوں کے منجدھار میں دیکھ کر دردمندانِ اسلام کے دل بارگاہِ احدیت میں مدد و نصرت کے لئے ناصیہ فرسا تھے!

اور بالآخر وہ ساعتِ سعد آگئی جس کے لئے لاکھوں دل بے تاب اور کروڑوں انسان چشم براہ تھے! قادیان کی گمنام سی بستی سے اللہ تعالیٰ نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق، مرزا غلام احمد قادیانی (علیہ الصلوٰۃ والسّلام) کا انتخاب فرمایا اور اسلام کے غلبہ بر ادیانِ باطلہ کے لئے آپ کو خلعتِ ماموریت سے سرفراز فرمایا۔ آپ کا دل شروع ہی سے خدمتِ اسلام کے بے پناہ جذبہ سے معمور تھا اور اب جبکہ خدا تعالیٰ نے اسلامی غلبہ کی مہم آپ کے ہاتھ میں دے دی تو آپ نے اس قادر و توانا کے حکم سے اور اسی کی مدد و نصرت پر بھروسہ کرتے ہوئے کشتیٔ اسلام کے پتوار سنبھال لئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جری اللہ فی حلل الانبیاء کا عظیم الشان خطاب عطا فرمایا تھا۔ چنانچہ ایک دنیا نے دیکھا کہ انتہائی ظلمت و ضلالت اور یاس و ناامیدی کے دَور میں یہی ایک پہلوان تھا جس نے اسلام کی عظمتِ رفتہ کو پھر سے قائم کرنے کا بیڑا اٹھایا۔ وہ مسلمان جو عیسائیوں کے آگے مغلوب نظر آتے تھے اور دل چھوڑ بیٹھے تھے ان کو آپ ہی نے تسلی دیتے ہوئے پُرشوکت الفاظ میں فرمایا:۔

> "یقیناً سمجھو کہ اس لڑائی میں اسلام کو مغلوب اور عاجز دشمن کی طرح صلح جوئی کی حاجت نہیں بلکہ زمانہ اب اسلام کی روحانی تلوار کا ہے جیسا کہ کسی وقت وہ اپنی طاقت دکھا چکا ہے۔ یہ پیشگوئی یاد رکھو کہ عنقریب اس لڑائی میں دشمن ذلت کے ساتھ پسپا ہوگا اور اسلام فتح پائے گا۔ حال کے علوم جدیدہ کیسے ہی زور آور حملے کریں۔ کیسے ہی نئے ہتھیاروں کے ساتھ چڑھ چڑھ کر آئیں مگر انجام کار ان کے لئے ہزیمت ہے۔"[1]

نیز آپ نے فرمایا:۔

> "سچائی کی فتح ہوگی اور اسلام کے لئے پھر اس تازگی اور روشنی کا دن آئے گا

---

[1] :۔ آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۵۴۔ حاشیہ روحانی خزائن جلد ۵ ؛

جو پہلے وقتوں میں آچکا ہے اور وہ آفتاب اپنے پورے کمال کے ساتھ پھر چڑھے گا جیسا کہ پہلے چڑھ چکا ہے۔"[1]

آپ کے اس پرشوکت اعلان سے ساری دنیا چونک اٹھی حقیقی مسلمانوں کے دل میں خوشی اور مسرت نے جنم لیا۔ اور عیسائی دنیا پر یہ اعلان ایک آسمانی بجلی کی طرح گرا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت سے مذہبی دنیا میں ایک نیا نقش ہویدا ہُوا اور دیکھتے ہی دیکھتے پانسا پلٹ گیا۔ عیسائی مذہب جو اس سے قبل اسلام کو اپنا شکار سمجھتا تھا اور اس یقین پر قائم تھا کہ مذہب اسلام اب چند دنوں کا مہمان ہے، خود مغلوب ہو گیا اور اسلام جسے ایک جسدِ بے جان خیال کیا جاتا تھا دیگر سب ادیان پر غالب آگیا اور یہ خدائی وعدہ بڑی شان و شوکت اور عظمت و جلال کے ساتھ پُورا ہُوا کہ:۔

"هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ۔"[2]

سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر وہ کون سے اسباب و عوامل تھے جنہوں نے اس قدر قلیل عرصہ میں یہ عظیم الشان اور عالمگیر انقلاب پیدا کر کے ساری دنیا کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا؟ اس سوال کا مختصر جواب تو یہ ہے کہ یہ سارا انقلاب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اسی کے اشارہ سے سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اندھیری راتوں کی دعاؤں، آپ کے خُداداد اور باطل شکن علمِ کلام، آپ کی دن رات کی کوششوں اور پاک قوّتِ قدسیہ کے نتیجہ میں رُونما ہُوا اور سچ تو یہ ہے کہ یہ ایک خدائی تقدیر تھی جس کا ظہور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ ہُوا!

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسلام کے تمام احکام کی اصولی حکمتیں بیان فرمائیں اور اُن کے برحق ہونے کے عقلی اور نقلی دلائل پیش فرمائے لیکن اس وقت زیرِ نظر مقالہ میں خاکسار کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وہ علمِ کلام بیان کرنا ہے جو آپ نے عیسائیت کے مقابل پر پیش فرمایا اور جس کے نتیجہ میں عیسائیت کے سب عقائد کو باطل ثابت کر کے مذہب اسلام کی حقانیت، برتری اور افضلیت کو ثابت فرمایا۔

---

[1]:۔ فتح اسلام صفحہ ۱۰ روحانی خزائن جلد ۳؛ [2]:۔ سورۃ التوبہ: ۳۳ ع ۵؛ الفتح: ۲۹ ع ۴؛

بعثت کا ایک اہم مقصد ــــــ کسرِ صلیب

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا علمِ کلام بہت وسیع اور ہمہ گیر علم کلام ہے۔ آپ نے ہندوستان میں موجود ہر مذہب کے ردّ میں دلائل بیان فرمائے اور سب مذاہب ہی سے کامیاب مقابلہ فرمایا ہے لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ آپ کی سب سے زیادہ توجہ عیسائیت کے رد کی طرف رہی ہے اور ہونا بھی ایسے ہی چاہیئے تھا۔ کیونکہ عیسائیت ہی اس وقت دیگر سب مذاہب سے بڑھ کر اسلام پر حملہ آور تھی۔ لیکن اس خاص توجہ بلکہ ہر وقت عیسائی مذہب کے استیصال پر آپ کی توجہ مرکوز رہنے کا حقیقی سبب یہ تھا کہ آپ کی بعثت کے مقاصد میں سے سب سے اہم مقصد اسلام کو دیگر سب مذاہب کے مقابل پر سر بلند کرنا تھا جن میں عیسائیت پیش پیش تھی۔ گویا عیسائیت کا مقابلہ کر کے اسے مغلوب کرنا آپ کی آمد کا سب سے بڑا مقصد تھا۔ آپ فرماتے ہیں :-

"ہمارا سب سے بڑا کام تو کسرِ صلیب ہے"۔ [1]

حدیث نبوی میں مسیح موعود کی بعثت کی غرض یوں بیان کی گئی ہے :-

"یکسر الصلیب و یقتل الخنزیر"۔ [2]

یعنی مسیح موعود کے آنے کی غرض یہ ہوگی کہ وہ صلیب کو توڑ دے اور خنزیروں کو قتل کرے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ اعلان فرمایا ہے کہ خدا نے اپنے وعدہ کے مطابق مسیح موعود کو اس اُمّتِ محمدیہ میں سے پیدا کر دیا ہے اور اسکے آنے کا یہی مقصد ہے کہ صحیح معنوں میں کسرِ صلیب ہو جائے۔ آپ نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ زمانے بھی نوبت بہ نوبت آتے ہیں اور یہ زمانہ جو مسیح موعود کا زمانہ ہے کسرِ صلیب کا زمانہ ہے۔ آپ فرماتے ہیں :-

> "زمانہ میں خدا نے نوبتیں رکھی ہیں۔ ایک وہ وقت تھا کہ خدا کے سچے مسیح کو صلیب نے توڑا اور اس کو زخمی کیا تھا اور آخری زمانہ میں یہ مقدر تھا کہ مسیح صلیب کو توڑے گا۔ یعنی آسمانی نشانوں سے کفارہ کے عقیدہ کو دُنیا سے اُٹھا دے گا۔ عوض معاوضہ گلہ ندارد"۔ [3]

---

[1] :- ملفوظات جلد پنجم ص۲۵۶ [2] :- بخاری باب نزول عیسیٰ بن مریم علیہما السلام [3] :- حقیقۃ الوحی ص۲۰۱-۲۰۲ بحوالہ ۲۲۸

پھر آپؑ نے یہ بھی اعلان فرمایا کہ یقیناً سمجھو کہ یہ زمانہ کسرِ صلیب کا ہے اور اب آسمان پر یہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ صلیب کو توڑ دیا جائے۔ آپ فرماتے ہیں :۔

"کسرِ صلیب کا وقت آگیا یعنی وہ وقت کہ صلیبی عقائد کی غلطی کو ایسی صفائی سے ظاہر کر دینا جیسا کہ ایک لکڑی کو دو ٹکڑے کر دیا جائے۔" [1]

پھر اسی ضمن میں آپ تحریر فرماتے ہیں :۔

"نصرانی مذہب بھی ایک پھوڑا ہے جو اندر پیپ سے بھرا ہوا ہے اسلئے باہر سے چمکتا ہے مگر اب وقت آگیا ہے کہ وہ ٹوٹ جاوے اور اس کی اندرونی غلاظت ظاہر ہو جاوے۔" [2]

نیز فرمایا :۔

"اس بات کی کس کو خبر نہیں کہ دنیا میں اس زمانہ میں ایک ہی فتنہ ہے جو کمال کو پہنچ گیا ہے اور الٰہی تعلیم کا سخت مخالف ہے یعنی کفارہ اور تثلیث کی تعلیم جس کو صلیبی فتنہ کے نام سے موسوم کرنا چاہیئے۔ کیونکہ کفارہ اور تثلیث کے تمام اغراض صلیب کے ساتھ وابستہ ہیں۔ سو خدا تعالیٰ نے آسمان پر سے دیکھا کہ یہ فتنہ بہت بڑھ گیا ہے اور یہ زمانہ اس فتنہ کے تموّج اور طوفان کا زمانہ ہے۔ پس خدا نے اپنے وعدہ کے موافق چاہا کہ اس صلیبی فتنہ کو پارہ پارہ کرے۔" [3]

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے چودھویں صدی ہجری کا مجدّد اور رسول بنا کر دنیا میں بھیجا ہے۔ چودھویں صدی میں چونکہ مسیحی مذہب کا زور تھا اس لئے آپ نے استدلال فرمایا ہے کہ چودھویں صدی کے مجدّد یعنی مسیح موعود کا کام یہ ہے کہ وہ اس صلیبی فتنہ کا استیصال کرے۔ آپ فرماتے ہیں :۔

"عیسائیوں کا فتنہ اُمّ الفتن ہے اس لئے چودھویں صدی کے مجدّد کا کام یکسر الصلیب ہے۔" [4]

نیز فرمایا :۔

---

[1] :۔ مسیح ہندوستان میں صفحہ ۸۶ جلد ۱۵
[2] :۔ ملفوظات جلد سوم صفحہ ۱۲۱
[3] :۔ انجام آتھم صفحہ ۵۶ (جلد ۱۱)
[4] :۔ ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۲۱

"خدا تعالیٰ کی غیرت اور رحمت نے چاہا کہ صلیبی عقیدہ کے زہرناک اثر سے لوگوں کو بچاوے اور جس دجّالیّت سے انسان کو خدا بنایا گیا ہے۔ اس دجّالیّت کے پردے کھول دیوے اور چونکہ چودھویں صدی کے شروع تک یہ بلا کمال تک پہنچ گئی تھی اس لئے اللہ تعالیٰ کے فضل اور عنایت نے چاہا کہ چودھویں صدی کا مجدّد کسرِ صلیب کرنے والا ہو۔ کیونکہ مجدّد بطور طبیب کے ہے اور طبیب کا کام یہی ہے کہ جس بیماری کا غلبہ ہو اس بیماری کی طرف توجہ کرے۔ پس اگر یہ بات صحیح ہے کہ کسرِ صلیب مسیح موعود کا کام ہے تو یہ دوسری بات بھی صحیح ہے کہ چودھویں صدی کا مجدّد جس کا فرض کسرِ صلیب ہے مسیح موعود ہے۔" [1]

ان حوالہ جات سے واضح ہوتا ہے کہ مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کا مقصد کسرِ صلیب ہے۔ آپ نے اس بات کو اپنی کتب میں بار بار مختلف پیرایہ میں اور بڑی تحدّی کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ آپ نے بڑے وثوق اور یقین کے ساتھ اس امر کا اعلان فرمایا کہ اب خدا نے اپنی تقدیر نافذ کرنے کے لئے اپنے مسیح موعود کو بھیج دیا ہے۔ اب زمین کا کام نہیں کہ وہ اس فیصلہ کو قبول کرنے سے انکار کرے جو آسمان پر ہو چکا ہے۔ پھر آپ نے ببانگِ دہل اعلان فرمایا کہ: ؎

اک بڑی مدت سے دیں کو کفر تھا کھا تا رہا
اب یقیں سمجھو کہ آئے کفر کو کھانے کے دن

اپنے مقصدِ بعثت کو وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"یہ عاجز صلیبی شوکت کے توڑنے کے لئے مامور ہے۔ یعنی خدا تعالیٰ کی طرف سے اس خدمت پر مقرر کیا گیا ہے کہ جو کچھ عیسائی پادریوں نے کفارہ اور تثلیث کے باطل مسائل کو دنیا میں پھیلایا ہے اور خدائے واحد لاشریک کی کسرِ شان کی ہے یہ تمام فتنہ سچے دلائل اور روشن براہین اور پاک نشانوں کے ذریعہ سے فرو کیا جائے۔" [2]

---

[1]: کتاب البریہ صفحہ ۲۰۵،۲۰۴ حاشیہ۔ روحانی خزائن جلد ۱۳

[2]: انجام آتھم صفحہ ۲۶۔ روحانی خزائن جلد ۱۱

پھر آپ نے تحدّی فرمائی ہے کہ یہ کسرِ صلیب بہرحال ہو کر رہے گی اور دُنیا کی کوئی طاقت اس کی راہ میں حائل نہیں ہو سکتی۔ آپ نے فرمایا :۔

"مسیح کے نام پر یہ عاجز بھیجا گیا تا صلیبی اعتقاد کو پاش پاش کر دیا جائے سو میں صلیب کے توڑنے اور خنزیروں کے قتل کرنے کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ میں آسمان سے اُترا ہوں ان پاک فرشتوں کے ساتھ جو میرے دائیں بائیں تھے جن کو میرا خُدا جو میرے ساتھ ہے میرے کام کے پورا کرنے کے لئے ہر ایک مستعد دل میں داخل کرے گا۔ بلکہ کر رہا ہے اور اگر میں چپ بھی رہوں اور میری قلم لکھنے سے رکی بھی رہے تب بھی وہ فرشتے جو میرے ساتھ اُترے ہیں اپنا کام بند نہیں کر سکتے اور ان کے ہاتھ میں بڑی بڑی گرزیں ہیں جو صلیب توڑنے اور مخلوق پرستی کی ہیکل کے کچلنے کے لئے دیئے گئے ہیں۔" [1]

نیز فرمایا :۔

"اب وقت آگیا ہے کہ انسان پرستی کا شہتیر ٹوٹ جاوے۔" [2]

الغرض آپ نے خدا سے خبر پاکر یہ اعلان فرما دیا کہ اب کسرِ صلیب بہرصورت ہو کر رہے گی۔ نیز یہ بھی فرمایا کہ یہ کسرِ صلیب ایسی کامل اور مستقل ہوگی کہ پھر اس صلیب کے دوبارہ جڑنے اور اس مذہب کے دوبارہ غالب آنے کا کبھی سوال بھی پیدا نہ ہوگا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کس شان اور یقین سے فرماتے ہیں :۔

"اس نے اپنے اس مسیح کو بھیجا تا وہ دلائل کے حربہ سے اس صلیب کو توڑے جس نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کے بدن کو توڑا تھا اور زخمی کیا تھا۔ مگر جس وقت حضرت مسیح کا بدن صلیب کی کیلوں سے توڑا گیا اس زخم اور شکست کے لئے تو خُدا نے مرہم عیسٰی تیار کر دی تھی جس سے چند ہفتوں میں ہی حضرت عیسٰی شفا پاکر اس ظالم ملک سے ہجرت کر کے کشمیر جنّت نظیر کی طرف چلے آئے لیکن اس صلیب کا توڑنا جو اس پاک بدن کے عوض میں توڑا جائے گا جیسا کہ صحیح بخاری میں ذکر ہے ایسا نہیں ہے جیسا کہ مسیح کا مبارک بدن صلیب پر توڑا گیا جو آخر مرہم عیسٰی کے استعمال سے اچھا ہو گیا بلکہ اس کے لئے کوئی بھی

---

[1] :۔ فتح اسلام حاشیہ صـ۱۱ (جلد ۳) ؛ [2] :۔ ملفوظات جلد پنجم صـ۴۲ ؛

مرہم نہیں جب تک کہ عدالت کا دن آئے۔ یہ خُدا کا کام ہے جو اس نے اپنا
ارادہ اس نہایت عاجز بندہ کے ذریعہ سے پُورا کیا۔" ۱؎

اس بیان سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نہ صرف آپ کو کسرِ صلیب کے لئے مبعوث فرمایا بلکہ ابداً لآباد تک کے لئے اس مذہب کا استیصال کرنا آپ کا مشن تھا۔

اس مشن کو پُورا کرنے کے لئے جس جوش، توجہ اور مسلسل جدوجہد کی ضرورت تھی وہ بھی آپ کو عطا کی گئی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی ساری توجہ اس مذہب کے استیصال کی طرف لگی ہوئی تھی اور اس مقصد کے حصول کے لئے آپ کے دل میں بے پناہ جذبہ اور جوش پایا جاتا تھا۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"کسرِ صلیب کے لئے جس قدر جوش خدا نے مجھے دیا ہے اس کا کسی دوسرے کو علم نہیں ہو سکتا ...... خُدا تعالیٰ نے مجھے وہ جوش کسرِ صلیب کے لئے دیا ہے کہ دنیا میں اس وقت کسی اور کو نہیں دیا گیا۔" ۲؎

نیز فرمایا:۔

"مَیں سچ کہتا ہوں کہ میرے لئے اگر کوئی غم ہے تو یہی ہے کہ نوعِ انسان کو اس ظلمِ صریح سے بچا دُوں کہ وہ ایک عاجز انسان کو خُدا بنانے میں مبتلا ہو رہی ہے اور اس سچے اور حقیقی خُدا کے سامنے ان کو پہنچاؤں جو قادر اور مقتدر خُدا ہے۔" ۳؎

کسرِ صلیب سے مراد

اس موقع پر اس بات کی وضاحت کر دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ کسرِ صلیب سے کیا مراد ہے؟ یاد رہے کہ ان الفاظ کے لفظی معنے تو صلیب کو توڑنے کے ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مسیح موعود ان لکڑی یا لوہے کی صلیبوں کو توڑتا پھرے گا جو گرجا گھروں کے اُوپر لگی ہوئی ہیں کیونکہ ایسا کرنا تو ایک بے معنی، بے فائدہ اور لغو کام ہے اور انبیاء کی شان اس سے بہت بالا ہوتی ہے۔

۱؎:۔ تریاق القلوب صفحہ ۱۶ (جلد ۱۵) ۲؎:۔ ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۹۷؎
۳؎:۔ ملفوظات جلد ششم صفحہ ۲۴۵؎

پس حقیقی معنے یہی ہیں کہ مسیح موعود اس مذہب اور اسکے عقائد کو باطل ثابت کرے گا جس کا ظاہری نشان صلیب ہے گویا اس کا مطلب یہ ہے کہ مسیح موعود عیسائی مذہب کا ایسا کامیاب مقابلہ کرے گا کہ اس کو باطل ثابت کر دے گا۔ کسر صلیب کے یہ معنے گذشتہ علماء نے بھی کئے ہیں۔ چنانچہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کے صفحہ ۲۲۱ پر کسر صلیب کے معنے یہ لکھے ہیں:۔

"ای فیبطل النصرانیۃ"

یعنی وہ نصرانی مذہب (عیسائیت) کو باطل ثابت کر دے گا۔

اور بھی بہت سے علماء نے یہ معنے کئے ہیں۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی کسر صلیب سے یہی مراد لی ہے کہ مسیح موعود عیسائیت کے جملہ عقائد کا ایسا کامیاب رد کرے گا کہ یہ مذہب بحیثیت مجموعی باطل اور بے حقیقت ہو کر رہ جائے گا۔ آپ فرماتے ہیں:۔

(۱)

"کسر صلیب کا جو لفظ حدیثوں میں آیا ہے وہ بطور مجاز استعمال کیا گیا ہے اور اس سے مراد کوئی جنگ یا دینی لڑائی اور درحقیقت صلیب کا توڑنا نہیں ہے اور جس شخص نے ایسا خیال کیا اس نے خطا کی ہے بلکہ اس لفظ سے مراد عیسائی مذہب پر حجت پوری کرنا اور دلائل واضح کے ساتھ صلیب کی شان کو توڑنا ہے۔" [۱]

(۲)

"حدیثوں میں جو ہے کہ مسیح موعود صلیب کو توڑے گا اس سے یہ مطلب نہیں کہ وہ درحقیقت صلیب کی صورت کو توڑے گا بلکہ یہ مطلب ہے کہ وہ ایسے دلائل اور براہین ظاہر کرے گا جن سے صلیبی اصول کی غلطیاں ظاہر ہو جائیں گی۔ اور دانشمند لوگ اس مذہب کا کذب یقین کر لیں گے۔" [۲]

(۳)

"مسیح موعود کی بعثت کا وقت غلبۂ صلیب کے وقت ٹھہرایا گیا ہے اور وہ صلیب کو توڑنے کے لئے آئے گا۔ اب مطلب صاف ہے کہ مسیح موعود کی

---

[۱]:۔ نجم الہدیٰ حاشیہ صفحہ ۲ (جلد ۱۴)؛ [۲]:۔ ایام الصلح صفحہ ۲۰۔۱۶۱ (جلد ۱۴)؛

آمد کی غرض عیسوی دین کا ابطالِ کلی ہوگا اور وہ حجت اور براہین کے ساتھ جن کو آسمانی تائیدات اور خوارق اور بھی قوی کر دیں گے۔ اس صلیب پرستی کے مذہب کو باطل کر کے دکھا دے گا اور اس کا باطل ہونا دنیا پر روشن ہو جائے گا اور لاکھوں روحیں اعتراف کریں گی کہ فی الحقیقت عیسائی دین انسان کے لئے رحمت کا باعث نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ ہماری ساری توجہ اس صلیب کی طرف لگی ہوئی ہے"۔ [۱]

(۴)

"مسیح موعود کے وقت میں خدا کے ارادہ سے ایسے اسباب پیدا ہو جائیں گے جن کے ذریعہ سے صلیبی واقعہ کی اصل حقیقت کھل جائے گی تب انجام ہوگا اور اس عقیدہ کی عمر پوری ہو جائے گی"۔ [۲]

(۵)

"صلیب کے توڑنے سے مراد کوئی ظاہری جنگ نہیں بلکہ رُوحانی طور پر صلیبی مذہب کا توڑ دینا اور اس کا بطلان ثابت کر کے دکھا دینا مراد ہے"۔ [۳]

(۶)

"یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ صحیح بخاری میں آنے والے مسیح کی نسبت جو لکھا ہے کہ یکسر الصلیب و یقتل الخنزیر یعنی وہ صلیبوں کو توڑے گا اور خنزیروں کو قتل کرے گا تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ جنگلوں میں چوہڑوں اور چماروں کی طرح شکار کھیلتا پھرے گا اور گرجوں پر چڑھ کر صلیبیں توڑتا پھرے گا بلکہ اصل بات یہ ہے کہ خنزیر نجاست کھانے والے کو کہتے ہیں اور ضروری نہیں کہ وہ نجاست جانوروں کی ہی ہو بلکہ جھوٹ اور دروغ کی جو نجاست ہے وہ سب سے گندی اور بدبودار نجاست ہے اسلئے ایسے لوگوں کا جو ہر وقت جھوٹ اور فریب سے دنیا کو گمراہ کرتے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے خنزیر نام رکھا ہے اور یہ جو فرمایا یکسر الصلیب تو اس کے یہ معنے نہیں کہ مسیح جب آوے گا تو پتھر

---

[۱]: ۔ ملفوظات جلد چہارم صفحہ ۱۸-۱۹ ؎

[۲]: ۔ مسیح ہندوستان میں صفحہ ۶۴ (جلد ۱۵) ؎

[۳]: ۔ توضیح مرام صفحہ ۵۲ (جلد ۳) ؎

تانبے اور لکڑی وغیرہ کی صلیبوں کو جو پیسے پیسے پر فروخت ہوتی ہیں توڑتا پھرے گا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ صلیبی مذہب کی بنیاد کو توڑ دے گا "۔ [۱]

(۷)

" صلیب کے توڑنے سے یہ سمجھنا کہ صلیب کی لکڑی یا سونے چاندی کی صلیبیں توڑی جائیں گی ۔ یہ سخت غلطی ہے اس قسم کی صلیبیں تو ہمیشہ اسلامی جنگوں میں ٹوٹتی رہی ہیں بلکہ اس سے مطلب یہ ہے کہ مسیح موعود صلیبی عقیدہ کو توڑ دے گا اور بعد اس کے دنیا میں صلیبی عقیدہ کا نشوونما نہیں ہوگا ۔ ایسا ٹوٹے گا کہ پھر قیامت تک اس کا پیوند نہیں ہوگا "۔ [۲]

کسرِ صلیب کے ضمن میں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ اس سے ہرگز یہ مراد نہیں ہے کہ مسیح موعود کی آمد کے بعد دنیا میں کوئی عیسائی باقی نہ رہے گا ۔ کسرِ صلیب سے صرف یہ مراد ہے کہ عیسائیت مغلوب ہو جائے گی ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کسرِ صلیب کے حقیقی مفہوم کے ذکر میں فرماتے ہیں :-

" یہ خیال بھی غلط ہے کہ کوئی عیسائی دنیا میں نہ رہے گا ۔ اسلام ہی اسلام ہوگا جبکہ خدا تعالیٰ خود قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ ان کا وجود قیامت تک رہے گا ۔ مطلب یہ ہے کہ نصاریٰ کا مذہب ہلاک ہوگا اور عیسائیت نے جو عظمت دلوں پر حاصل کی ہے وہ نہ رہے گی "۔ [۳]

اس جگہ یہ ذکر کر دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ احادیث میں مسیح موعود کو کاسرِ صلیب قرار دیا گیا ہے اور اس کا کام کسرِ صلیب بیان کیا گیا ہے ۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ کسرِ صلیب کا عظیم الشان کام کسی ایک فرد کا کام نہیں ۔ نہ ایک فرد کی طاقت میں ہے کہ وہ اتنا عظیم الشان کام سرانجام دے سکے ۔ یہ کام تو خدا تعالیٰ کا ہے اور دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے یا ہوگا اسی کے حکم سے ہوگا ۔ پس اگر کسرِ صلیب کے حقیقی مفہوم کو مدنظر رکھا جائے تو اصل بات یہ نظر آتی ہے کہ اس زمانہ میں صلیب کو توڑنا ایک خدائی فیصلہ ہے اور خدا خود کاسرِ صلیب ہے ۔ حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے بھی فرمایا ہے :-

---

[۱] :- ملفوظات جلد دہم صفحہ ۵۵-۵۶ ۔ [۲] :- حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۲۵ ۔ روحانی خزائن جلد ۲۲ ۔

[۳] :- ملفوظات جلد ششم صفحہ ۲۱۲ ۔

"درحقیقت صلیب کا کاسر مسیح موعود نہ ہوگا بلکہ خود خُدا ہوگا۔" ۱

نیز فرمایا:۔

" یہ کسرِ صلیب ۔ اعزازاً اور اکراماً مسیح موعود کی طرف منسوب کی جاتی ہے ورنہ کرنا تو سب کچھ خُدا ہے۔" ۲

ظاہر ہے کہ جب کسرِ صلیب خُدا کا کام ہے اور حقیقت میں خُدا خود کاسرِ صلیب ہے تو دنیا کی کیا مجال ہے کہ وہ صلیب کو نہ ٹوٹنے دے۔ یہ صلیب ضرور ٹوٹے گی اور پاش پاش ہوگی اور ایسی بُری طرح ٹوٹے گی کہ پھر دوبارہ جڑنے کی کوئی صورت نہ ہوگی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقدس الفاظ میں:۔

"مسیح موعود صلیبی عقیدہ کو توڑ دے گا اور بعد اس کے دنیا میں صلیبی عقیدہ کا نشوونما نہیں ہوگا۔ ایسا ٹوٹے گا کہ پھر قیامت تک اس کا پیوند نہیں ہوگا۔" ۳

اگر یہ سوال ہو کہ یہ کسرِ صلیب کس طرح اور کن ذرائع سے ہوگی تو اس کا جواب بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات میں ملتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

" انزل مسیحه الموعود لیکسر صلیب الاعداء وان هذا الکسر لیس بسیفٍ ولا سنانٍ کما زعمه فریق من عمیانٍ بل یکسر کله بدلیل و برهان و آیاتٍ من السماء و سلطان۔" ۴

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے مسیح موعود کو اس غرض سے بھیجا ہے کہ وہ دشمنوں کی صلیب کو توڑ دے۔ یقیناً یاد رکھو کہ یہ کسرِ صلیب تلوار یا تیروں کے ذریعہ نہیں ہوگی جیسے کہ بعض نادان خیال کرتے ہیں۔ بلکہ یہ ساری کسرِ صلیب دلیل، برہان، آسمانی نشانات اور روحانی غلبہ کے ذریعہ ہوگی۔

نیز فرمایا:۔

"اس پیشگوئی میں یہی اشارہ تھا کہ مسیح موعود کے وقت میں خدا کے ارادہ سے ایسے اسباب پیدا ہو جائیں گے جن کے ذریعہ سے صلیبی واقعہ کی اصل حقیقت کھل جائے گی تب انجام ہوگا اور اس عقیدہ کی عمر پوری ہو جائے گی۔ لیکن نہ کسی

۱: ملفوظات جلد ششم صفحہ ۳۱۳ ۞ ۲:۔ ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۳۰۵ ۞

۳:۔ حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۲۵ (روحانی خزائن جلد ۲۲) ۞ ۴:۔ لجۃ النور صفحہ ۱۳ (روحانی خزائن جلد ۱۶)

جنگ اور لڑائی سے بلکہ محض آسمانی اسباب سے جو علمی اور استدلالی رنگ میں دنیا میں ظاہر ہوں گے۔ یہی مفہوم اس حدیث کا ہے جو صحیح بخاری اور دوسری کتابوں میں درج ہے۔" [1]

پھر اس ضمن میں فرماتے ہیں:۔ 4

"طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مسیح موعود کو کیونکر اور کن وسائل سے کسرِ صلیب کرنا چاہیئے؟...... اس کا جواب یہ ہے کہ...... مسیح موعود کا منصب...... یہ ہے کہ حجج عقلیہ اور آیاتِ سماویہ اور دُعا سے اس فتنہ کو کو فرو کرے۔ یہ تین ہتھیار خدا تعالیٰ نے اس کو دیئے ہیں اور تینوں میں ایسی اعجازی قوت رکھی ہے جس میں اس کا غیر ہرگز اس سے مقابلہ نہیں کر سکے گا۔ آخر اسی طور سے صلیب توڑا جائے گا۔ یہانتک کہ ہر ایک محقق نظر سے اس کی عظمت اور بزرگی جاتی رہے گی اور رفتہ رفتہ توحید قبول کرنے کے وسیع دروازے کھلیں گے۔ یہ سب کچھ تدریجاً ہوگا کیونکہ خدا تعالیٰ کے سارے کام تدریجی ہیں کچھ ہماری حیات میں اور کچھ بعد میں ہوگا۔" [2]

---

[1]:۔ مسیح ہندوستان میں ص۶۲۔ روحانی خزائن جلد ۱۵

[2]:۔ کتاب البریہ ص۳۰۵ - " جلد ۱۳

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کا علم کلام

گذشتہ صفحات میں ہم نے سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عظیم الشان مشن کسرِ صلیب اور اس کی تفصیلات کا جائزہ لیا۔ جہاں تک حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے اس علم کلام کا تعلق ہے جو عیسائیت کے ردّ میں ہے اس کا مرکزی نقطہ کسرِ صلیب ہے حضور علیہ السلام کی ساری توجہ اور جدوجہد اسی مرکزی نقطہ پر مرکوز رہی۔ آپ کے سوانح حیات پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنی عمر کے ابتدائی ایام میں بھی حضور کو عیسائیت کے خلاف ایک زبردست جوش عطا ہوا تھا۔ آپ عیسائیوں سے تبادلہ خیالات کرتے اور اسلام کی تائید میں زبانی اور تحریری طور پر اپنے خیالات کا اظہار فرمایا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا ہے:۔

"میں پندرہ برس کا تھا جب سے ان (عیسائیوں۔ ناقل) کے اور میرے درمیان مباحثات شروع ہیں۔" [1]

ملفوظات جلد دہم میں آپ کی زندگی کی آخری تقریر درج ہے اس میں بھی آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا ذکر فرمایا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی ساری کی ساری زندگی کسرِ صلیب کے عظیم الشان مشن کی تکمیل کے لئے وقف تھی اور سچ تو یہ ہے کہ خدا کے اس برگزیدہ مسیح نے (خدا کی ہزار ہزار رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں اس مقدس وجود پر) عیسائیت کے خلاف ایسا فقید المثال جہاد کیا کہ اس مذہب کا سارا تار و پود بکھیر کر رکھ دیا۔ آپ نے عیسائیت کے باطل عقائد پر ایسے کاری وار کئے کہ عیسائیت اس ضربِ کلیمی کی تاب نہ لا کر اب اس دنیا سے رخصت ہو رہی ہے اور وہ دن قریب نظر آتے ہیں جب سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پیدا کردہ علم کلام کے نتیجہ میں سعید فطرت لوگ عیسائیت کو تیاگ کر اسلام اور احمدیت کے عافیت بخش سایوں میں جگہ تلاش کریں گے۔ بقول محترم ملک عبدالرحمٰن صاحب خادم خالد احمدیت ؎

وہ منظر کس قدر خادم مسرّت آفریں ہوگا
زمانے پر مسلّط جب مرے آقا کا دیں ہوگا

---

[1]:۔ ملفوظات جلد سوم صفحہ ۱۳۰؎

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عیسائیت کے خلاف علم کلام اتنا عظیم الشان، اتنا وسیع اور اتنا بیش قیمت ہے کہ مَیں اپنے قلم میں اس بات کی طاقت نہیں پاتا کہ اپنے آقا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علم کلام کے محاسن کا احاطہ کر سکوں جن کو خدائے ذوالعرش نے سلطان القلم کے آسمانی خطاب سے نوازا ہو اور جن کے قلم معارف رقم کو ذوالفقارِ علی قرار دیا گیا ہو! حضور کے زمانہ میں دشمن تلوار کی بجائے قلم لے کر حملہ آور ہوا تھا۔ چنانچہ آپ نے سنّتِ انبیاء کے مطابق اسی حربے سے دشمنوں کا جواب دیا جو انہوں نے اختیار کیا تھا۔ آپ نے اپنے قلم کو جنبش دی اور آپ کے قلم سے نکلے ہوئے الفاظ سے وہ عظیم الشان انقلاب آفرین لٹریچر پیدا ہوا جس نے مذہبی دُنیا میں ایک تہلکہ مچا دیا اور دنیا ایک نئے رنگ میں آگئی۔ یہ وہ تبدیلی تھی جو تلوار کے ذریعہ کبھی تصوّر میں نہ آسکتی تھی۔ آپ فرماتے ہیں ؎

صفِ دشمن کو کیا ہم نے بحجّت پامال
سیف کا کام قلم سے ہے دکھایا ہم نے

پھر اسی ضمن میں فرماتے ہیں :۔

"مَیں نے قصد کیا ہے کہ اب قلم اُٹھا کر پھر اس کو اس وقت تک موقوف نہ رکھا جائے جب تک کہ خدا تعالیٰ اندرونی اور بیرونی مخالفوں پر کامل طور پر حجّت پوری کر کے حقیقتِ عیسویہ کے حربہ سے حقیقتِ دجّالیہ کو پاش پاش نہ کرے"۔[1]

نیز فرمایا :۔

"اس وقت جو ضرورت ہے وہ یقیناً سمجھ لو سیف کی نہیں بلکہ قلم کی ہے۔ ہمارے مخالفین نے اسلام پر جو شبہات وارد کئے ہیں اور مختلف سائنسوں اور مکاید کی رُو سے اللہ تعالیٰ کے سچے مذہب پر حملہ کرنا چاہا ہے اس نے مجھے متوجہ کیا ہے کہ مَیں قلمی اسلحہ پہن کر اس سائنس اور علمی ترقی کے میدانِ کارزار میں اتروں اور اسلام کی روحانی شجاعت اور باطنی قوت کا کرشمہ بھی دکھلاؤں۔ مَیں کب اس میدان کے قابل ہو سکتا تھا۔ یہ تو صرف اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور اس کی بے حد عنایت ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ میرے جیسے عاجز انسان کے ہاتھ سے اس کے دین کی عزت ظاہر ہو"۔[2]

---

[1] :۔ نشانِ آسمانی صفحہ ۴۲ زیر عنوان ضروری گذارش (جلد ۴)؛ [2] :۔ ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۳۸؛

اس حوالہ سے ظاہر ہے کہ یہ زمانہ قلم کے جہاد کا تھا چنانچہ مامورِ زمانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسی ذریعہ کو اختیار فرمایا اور اس میدان میں وہ عظیم الشان کارہائے نمایاں سرانجام دیئے جن کی عظمت اور افادیت پر ایک دنیا گواہ ہے۔ اس جگہ موقع نہیں کہ میں تفصیل میں جا سکوں اور ان بیانات کا ذکر کر سکوں جو انصاف پسند غیر احمدیوں اور غیر مسلموں نے اس بارہ میں دیئے ہیں۔ صرف نمونہ کے طور پر میں دو حوالے پورے اختصار کے ساتھ اس جگہ ذکر کرتا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر اخبار کرزن گزٹ کے ایڈیٹر مرزا حیرت دہلوی نے لکھا:۔

"مرحوم کی وہ اعلیٰ خدمات جو اس نے آریوں اور عیسائیوں کے مقابلہ میں اسلام کی کی ہیں وہ واقعی بہت ہی تعریف کے مستحق ہیں۔ اس نے ..... ایک جدید لٹریچر کی بنیاد ہندوستان میں قائم کر دی۔ نہ بحیثیت ایک مسلمان ہونے کے بلکہ محقق ہونے کے ہم اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ کسی بڑے سے بڑے آریہ اور بڑے سے بڑے پادری کو یہ مجال نہ تھی کہ وہ مرحوم کے مقابلہ میں زبان کھول سکتا ..... اگرچہ مرحوم پنجابی تھا مگر اس کے قلم میں اس قدر قوت تھی کہ آج سارے پنجاب بلکہ بلندی ہند میں بھی اس قوت کا کوئی لکھنے والا نہیں .....
اس کا پُرزور لٹریچر اپنی شان میں بالکل نرالا ہے اور واقعی اس کی بعض عبارتیں پڑھنے سے ایک وجد کی سی حالت طاری ہو جاتی ہے۔" [1]

اخبار وکیل امرتسر کے ایڈیٹر نے لکھا:۔

"مرزا صاحب کا لٹریچر جو مسیحیوں اور آریوں کے مقابلہ پر اُن سے ظہور میں آیا قبولِ عام کی سند حاصل کر چکا ہے اور اس خصوصیت میں وہ کسی تعارف کا محتاج نہیں۔" [2]

یہ دو حوالے جو بطور نمونہ لکھے گئے ہیں اور اس قسم کے متعدد حوالے ملتے ہیں اس بات کا کافی ثبوت ہیں کہ آپ کے قلم نے مذہبی دُنیا کو قیامت تک اپنا زیرِ احسان بنا دیا۔ پھر اس جدید علم کلام کی مقبولیت اور افادیت کا اندازہ اس امر سے بھی ہو سکتا ہے کہ آج جماعت احمدیہ کے شدید معاندین بھی عیسائیت کے مقابلہ کے لئے حضور کے پیش کردہ علم کلام کا سہارا لیتے

---

[1]: کرزن گزٹ یکم جون ۱۹۰۸ء بحوالہ سلسلہ احمدیہ صفحہ ۱۸۹ ۔ [2]: بحوالہ سلسلہ احمدیہ صفحہ ۱۹۰

ہیں۔ چنانچہ عیسائیوں نے اپنی تصانیف میں اس بات کا واضح اقرار کیا ہے۔ پادری ایل بیون جونز اپنی کتاب "مسیحی دین کا بیان" میں اس کتاب کے بارہ میں لکھتے ہیں:۔

"اس میں قرآن اور احمدی فرقہ کی تعلیم کا ذکر بار بار آیا ہے اور اس کی خاص وجہ...... ہے ...... احمدی دعاوی اور دلائل اس کتاب میں اس لئے لکھے گئے ہیں کہ راسخ الاعتقاد گروہ اگرچہ احمدی فرقہ کی تعلیم کا تو قائل نہیں ہے تو بھی ان کا استعمال کرتا ہے۔" [1]

والفضل ما شهدت به الاعداء

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علم کلام کی خوبیوں اور خصائص کو بیان کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ کچھ خوبیاں ایسی ہیں جن کو جاننے کے باوجود اختصار کے پیش نظر قلم بیان کرنے سے قاصر ہے اور اس خداداد علم کلام کی کچھ خوبیاں ایسی ہیں جن کے صحیح ادراک سے میری فکر کوتاہ اور عاجز ہے۔ پس کس طرح ممکن ہو سکتا ہے کہ مامور زمانہ، کاسر صلیب سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علم کلام کی سب خوبیوں کو اس جگہ بیان کر سکوں پھر اس راہ میں حضور کے علم کلام کی وسعت بھی حائل ہے۔ حضور عیسائیت کے ردّ میں اپنے علم کلام کے بارہ میں فرماتے ہیں:۔

"عیسائی مذہب کے استیصال کے لئے ہمارے پاس تو ایک دریا ہے اور اب وقت آگیا ہے کہ یہ طلسم ٹوٹ جاوے اور وہ بت جو صلیب کا بنایا گیا ہے گر پڑے۔" [2]

پس اس قدر وسیع اور عالمگیر علم کلام کا تجزیہ اور اسکی محاسن کا بیان ان مختصر اور محدود صفحات میں کیسے ہو سکتا ہے۔ جہاں تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علم کلام کی کیفیت اور قوت کا تعلق ہے یوں سمجھنا چاہیئے کہ آپ کا علم کلام عیسائی عقائد کے حق میں ایک آسمانی بجلی کی مانند ہے جس نے سب کے سب عقائد کے شیش محل کو ریزہ ریزہ کر دیا ہے اور اس علم کلام کی ضرب حیدری نے عیسائیت کے طلسم کو باطل کر کے رکھ دیا ہے۔ آپ خود فرماتے ہیں:۔

"ہمارے اصول عیسائیوں پر ایسے پتھر ہیں کہ وہ انکا ہرگز جواب نہیں دے سکتے۔" [3]

یہ بیان کوئی یکطرفہ دعویٰ یا خوش فہمی کا اظہار نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ میدانِ مقابلہ میں اترنا تو بہت بڑی بات ہے آج اس علم کلام کی بدولت یہ کیفیت ہو گئی

---

[1]:۔ مسیحی دین کا بیان صفحہ ۱۳ ؛ [2]:۔ ملفوظات جلد سوم صفحہ ۱۰۶ بدر ؛ [3]:۔ ملفوظات جلد نہم صفحہ ۲۱ ؛

ہے کہ جہاں ایک طرف عیسائی مذاہب کے عقائد کا بطلان ثابت ہو چکا ہے وہاں اس عظیم علم کلام کا ایسا رعب عیسائی پادریوں کے دلوں پر طاری ہو چکا ہے کہ کوئی عیسائی حتّٰی کہ کوئی پادری بھی اب حضرت کاسرِ صلیب کے ادنیٰ غلاموں سے بات کرنے پر آمادہ نہیں ہوتا کوئی عیسائی اس بات کو تسلیم کرے یا نہ کرے لیکن حقیقت یہی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عیسائیت کے خلاف علم کلام نے عیسائی مذہب کی صف لپیٹ دی ہے۔ اسکی پہلی سی شان وشوکت جاتی رہی ہے۔ اس کی عمارت کی بنیادیں کھوکھلی ہو چکی ہیں اور وہ دن دُور نہیں جب اس مردہ کو مردہ مذاہب کے قبرستان میں سپرد خاک کر دیا جائیگا۔

سہ قضائے آسماں است ایں بہر حالت شود پیدا

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہٗ اپنی کتاب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علم کلام کے نتائج اور عیسائیت کے انجام کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"آپ نے اسلام کی حفاظت اور اسکی تائید میں اس قدر کوشش کی کہ آخر دشمنانِ اسلام کو تسلیم کرنا پڑا کہ اسلام مردہ نہیں بلکہ زندہ مذہب ہے، اور ان کو فکر پڑگئی کہ ہمارے مذاہب اسلام کے مقابلہ میں کیونکر ٹھہریں گے اور اس وقت اس مذہب (یعنی عیسائیت۔ناقل) کو جو سب سے زیادہ اپنی کامیابی پر اترا رہا تھا اور اسلام کو اپنا شکار سمجھ رہا تھا یہ حالت ہے کہ اسکے مبلغ حضرت اقدس کے خدام سے اس طرح بھاگتے ہیں جس طرح گدھے شیروں سے بھاگتے ہیں اور کسی میں یہ طاقت نہیں کہ وہ احمدی کے مقابلے پر کھڑا ہو جائے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مسیحیت گو ابھی اسی طرح دُنیا کو گھیرے ہوئے ہے جس طرح پہلے تھی اور دیگر ادیان بھی اسی طرح قائم ہیں جس طرح پہلے تھے مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کی موت کی گھنٹی بج چکی ہے اور ان کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ چکی ہے۔ .... حضرت اقدس نے ان (مذاہب۔ناقل) پر ایسا وار کیا کہ اسکی زد سے وہ جانبر نہیں ہو سکتے اور جلد یا بدیر ایک مردہ ڈھیر کی طرح اسلام کے قدموں پر گر یں گے۔" [1]

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد سے دنیا میں ایک نئے علم کلام کا آغاز ہوا

---

[1]:۔ دعوۃ الامیر صفحہ ۱۱۱-۱۱۲ ؎

جو اپنی نظیر آپ ہے ۔ اس خداداد علم کلام کے بانی خود کاسرِ صلیب حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہیں۔ آپ نے اپنی حیاتِ مستعار میں ۸۰ سے زائد بے مثال کتب تصنیف فرمائیں جن میں سے تقریباً ہر کتاب میں عیسائیت کے ردّ میں بالواسطہ یا بلا واسطہ مواد موجود ہے اور ایسا کیوں نہ ہوتا جبکہ آقائے نامدار، تاجدار البطحاء، خاتم النبیّین صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو کاسرِ صلیب کا لقب عطا فرمایا۔ حق یہ ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس روحانی فرزند اور عاشقِ صادق اور اسلام کے فتح نصیب جرنیل نے اس لقب کا پورا پورا حق ادا کر دیا۔ اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ اس کام کے لئے وقف کر دیا اور ساری توتیں اس راہ میں صرف کر ڈالیں۔ ہاں یہ اسلامی فوجوں کا وہی سپہ سالار ہے جو ساری عمر اسلام کی خدمت پر کمربستہ رہا اور عیسائیت کے دجل کے خلاف نبرد آزما۔ یہی وہ روحانی پہلوان ہے جس نے روحانیت کے میدان میں ایک عیسائیت کو نہیں بلکہ ساری دنیا کے باطل مذاہب کو ایسا سرنگوں کیا ہے کہ قیامت تک کسی مذہب میں یہ ہمت نہیں رہی کہ اسلام کے مقابل پر فخر سے اپنا سر بھی اونچا کر سکے۔ ہاں یہ وہی بطلِ جلیل ہے جس کی ساری توجہ عیسائیت کے خلاف مرکوز رہی اور وہ ہردم اس فکر میں رہا کہ کسی طرح عیسائیت کا اندھیرا دور ہو اور اسلام کا آفتاب عالمتاب اپنی ضوفشانی سے تاریک دلوں کو منوّر کرے۔ یہی مسیحائے زماں اور مہدئ دوراں ہے جس نے بار بار عیسائیوں کو حق کی طرف بلایا اور بڑے درد بھرے دل کے ساتھ کہا ؎

آؤ عیسائیو! ادھر آؤ ⁂ نورِ حق دیکھو راہِ حق پاؤ

صرف اسی پر بس نہیں بلکہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عیسائیت کو سرنگوں کرنے کے لئے ہر ممکن طریق اختیار فرمایا۔ ایک طرف عیسائیت کے غلط عقائد کا بطلان ثابت کیا تو دوسری طرف عیسائیت کے ماننے والوں کو نشان نمائی کے میدان میں عاجز اور لاچار کر دیا۔ آپ نے ہر پادری کو اور ہر عیسائی کو مقابلہ کی دعوت دی اور اس طرح ان پر اتمامِ حجت کر دی کہ اب یہ مذہب اس قابل ہی نہیں رہا کہ اس کے ماننے والے اس پر فخر کر سکیں اور دوسروں کو اس کی طرف دعوت دے سکیں۔ آپ فرماتے ہیں ؎

آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند
ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خاص طور پر اپنی مندرجہ ذیل کتب میں عیسائیت کے خلاف اپنے دلائل کو بیان فرمایا ہے :۔

جنگِ مقدس، چشمۂ مسیحی، رازِ حقیقت، مسیح ہندوستان میں، کتاب البریّہ

ستارۂ قیصریہ، سراج دین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب، انجام آتھم، نور الحق۔

ان کتابوں میں بیان فرمودہ آپ کے دلائل جو آپ کے علمِ کلام کی بنیاد ہیں اتنے وزنی، متنوع اور قطعی ہیں کہ عیسائی ان کا ہرگز ہرگز جواب نہیں دے سکتے۔ اگر آپ کے پیش کردہ دلائل پر یکجائی نظر کی جائے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ دلائل کا ایک بحرِ ذخار ہے ایک عظیم سیلِ رواں ہے جو عیسائیت کے سب باطل عقائد، شکوک و شبہات اور وساوس کو خس و خاشاک کی طرح بہائے چلا جاتا ہے۔ عیسائیت کے خلاف آپ کے دلائل اپنی کیفیت، کمیّت، قطعیّت اور حقیقت کے اعتبار سے ایسے مہلک اور باطل شکن ہیں کہ انہوں نے عالمِ عیسائیت میں ایک لرزہ طاری کر دیا ہے۔ آپ نے عقلی اور نقلی دلائل کے علاوہ مشاہدہ اور نشان نمائی کے ذریعہ اس مذہب پر اتمام حجت کی اور ہر باطل عقیدہ کی جڑ پر ایسے کاری وار کئے کہ اس پر استوار کی جانے والی بلند و عالی شان فلک بوس عمارت دیکھتے ہی دیکھتے پیوندِ زمین ہو گئی۔ آپ نے عیسائی عقائد کا ایسا عقلی اور منطقی تجزیہ فرمایا اور پھر ہر بات کا ایسی عمدگی سے ردّ فرمایا کہ عیسائیوں کو اب کوئی بھی راہِ فرار دکھائی نہیں دیتی۔ جو عیسائی پہلے اسلام پر حملہ آور تھے اور اُسے اپنا شکار سمجھتے تھے، اس علمِ کلام کے نتیجہ میں اب وہی عیسائی جارحیّت کی بجائے دفاعی کارروائی کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں اور اس امر کا برملا اعتراف کیا جا رہا ہے کہ اب اسلام کا حملہ ایسا شدید ہے کہ عیسائیت سرنگوں ہوتی جا رہی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے اس عظیم علمِ کلام کے ذریعہ ایک طرف غلبہ اسلام کا اور دوسری طرف عیسائیت کے استیصال کا ایسا سامان مہیا فرما دیا ہے کہ اب قیامت تک دشمن ان دلائل کا توڑ پیش نہیں کر سکیں گے۔ حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ، حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے علمِ کلام کے سلسلہ میں فرماتے ہیں :۔

”چوتھا حربہ جو آپ نے اسلام کو غالب کرنے کے لئے استعمال کیا اور جس نے اسلام کے خلاف تمام مباحثات کے سلسلے کو بدل دیا اور غیر مذاہب کے پیروؤں کے ہوش اڑا دیئے ہیں یہ ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے

رائج الوقت علم کلام کو بالکل بدل دیا اور اس کے ایسے اصول مقرر فرمائے کہ نہ تو دشمن انکار کر سکتا ہے اور نہ ان کے مطابق وہ اسلام کے مقابلے میں ٹھہر سکتا ہے اگر وہ ان اصول کو ردّ کرتا ہے تب بھی مرتا ہے اور اگر قبول کرتا ہے تب بھی مرتا ہے۔ نہ فرار میں اسے نجات نظر آتی ہے نہ مقابلے میں حفاظت"۔ [1]

الغرض سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عیسائیت کے خلاف علم کلام کا یہ ایک اجمالی خاکہ ہے جس کی کسی قدر تفصیل آئندہ صفحات میں بیان کی جائیگی۔ وباللہ التوفیق۔

امتیازی شان

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علم کلام کو اپنی قوّت تاثیر اور جذب وکشش کے اعتبار سے بھی ایک امتیازی شان حاصل ہے۔ آپ قلم کے بادشاہ تھے اور آپ کی تحریرات پڑھتے ہوئے یوں محسوس ہوتا ہے کہ گویا خدائے رحمٰن نے مناسب اور موزوں الفاظ کو آپ کے تابع فرمان بنا دیا ہے۔ برمحل الفاظ برجستہ تبصرہ اور مناسب حال تشبیہ و امثال آپ کے کلام میں اس کثرت سے نظر آتی ہیں کہ انسانی عقل حیران رہ جاتی ہے کہ خدایا یہ کسی انسان کی تحریر ہے یا کوئی نوشتۂ آسمانی ہے!

اگر ان حالات کا جائزہ لیا جائے جن میں سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ عظیم المرتبت جلالی علم کلام ظہور میں آیا تو یہ کہنا ہرگز مبالغہ نہ ہوگا کہ یہ علم کلام اپنی ذات میں ایک معجزہ سے کم نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علم کلام کی بلند شان ایک احمدی مضمون نگار کے الفاظ میں ملاحظہ ہو:۔

"بنو عباس کے سب سے بڑے متکلم ابوالہذیل کے متعلق لکھا ہے کہ اس نے ساٹھ کے قریب کتب لکھیں۔ کہتے ہیں علم کلام پر سب سے پہلی کتاب اسی نے لکھی۔ ابوالہذیل کو بادشاہ کی سرپرستی حاصل تھی اُسے ساٹھ ہزار درہم سالانہ وظیفہ ملتا تھا۔ بنو عباس اور خاندانِ برامکہ اس پر ہُن برساتے تھے لیکن اس زمانہ کے مؤید من اللہ متکلم نے بھوکے رہ کر اور بعض اوقات صرف چنے چبا کر بڑھاپے اور بیماری میں جب

---

[1] دعوۃ الامیر صفحہ ۱۲۱-۱۲۲

قوم تکفیر کے ہتھیاروں سے آپ پہ وار کر رہی تھی اتنی سے اُو پر کتب تصنیف کیں۔ اشتہارات اور تقاریر اسکے علاوہ تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلطان القلم کے لقب سے نوازا تھا۔ آپ کا راہوارِ قلم ایک بحرِ ذخار تھا۔ بعض اوقات صحن کے ایک طرف ایک دوات رکھ لیتے اور دوسری طرف دوسری دوات۔ ادہر جاتے تو قلم کو روشنائی سے تر کر لیتے اور چلتے چلتے لکھتے جاتے، ادہر جاتے تو خشک قلم کو پھر سیاہی میں ڈبو لیتے۔ آپ کو تحریر کا اعجاز دیا گیا تھا۔ آپ عجمی تھے لیکن بائیس ۲۲ سے اُوپر عربی کتب بطلب مقابلہ تصنیف فرمائیں لیکن اس اعجاز سے بڑھ کر اعجاز آپ کو اسلام کی صداقت کے لئے نشان نمائی کا عطا کیا گیا تھا اور یہ وہ امتیازی وصف ہے جس مقام سے تمام متکلّم پیچھے رہ جاتے ہیں اور حضور ایک بلند اور مضبوط چٹان پر کھڑے نظر آتے ہیں۔ ایک متکلّم اسلام کی حقانیت کی دلیل تو دے سکتا ہے لیکن وہ لیکھرام کو خدائی قہری تجلّی نہیں دکھا سکتا، ایک متکلّم خدا کے موجود ہونے کی دلیل دے سکتا ہے لیکن وہ خدا کا مقدّس چہرہ دنیا کو نہیں دکھا سکتا ..... اور آج اسلام کو اس متکلّم کی ضرورت تھی جو ماضی کا حوالہ دینے کی بجائے حال کے مشاہدات دکھانے کی دعوت دے جو قیاساتِ عقلی اور احتمالاتِ ظنّی کی بجائے تجربہ اور مشاہدہ پیش کرے اور دنیا کو للکار کر کہہ سکے ۔

کرامت گرچہ بے نام ونشان است
بیا بنگر ز غلمانِ محمدؐ [1]

ایک اور ضروری وضاحت

اس جگہ ایک نہایت ضروری امر کی وضاحت کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ گذشتہ باب میں ہم نے علم کلام کی تعریف متعین کی ہے اور اس کے بعد ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عیسائیت کے ردّ میں پیش کردہ سب دلائل وبراہین کو علم کلام ہی کے نام سے موسوم کر رہے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کوئی اصطلاحی متکلّم نہ

---

[1] ۔ ماہنامہ الفرقان ربوہ مارچ ۱۹۶۸ء صفحہ ۳۳-۳۴ ؀

تھے۔ اور نہ کبھی حضور نے اس قسم کا کوئی دعویٰ فرمایا ہے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں اصلاحِ مفاسد اور غلبۂ اسلام کے لئے مامور اور رسول بنا کر بھیجا ہے۔ پس آپ کا مقام ایک اصطلاحی متکلم سے بالکل مختلف اور بہت بالا ہے۔ اگر حضور کے پیش کردہ علم کلام کی حقیقت پر نظر رکھی جائے تو شاید یہ کہنا ہی غلط ہو کہ آپ نے بھی اصطلاحی علم کلام کے میدان میں کچھ کام کیا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ آپ کا پیش کردہ ماموارانہ علم کلام (جس کی بلند خصوصیات کے بارہ میں ہم آئندہ صفحات میں کسی قدر تفصیلی ذکر کریں گے) اپنی کیفیت اور شان کے اعتبار سے نرالا اور بے مثال ہے۔ حق تو یہ ہے کہ آپ نے ایک ایسے علم کلام کی بنیاد قائم فرمائی ہے جو ماموارانہ علم کلام ہے اور اپنی مثال آپ ہے۔ اس ماموارانہ علم کلام اور اصطلاحی علم کلام کو ایک معیار پر لاکر ان میں باہم مقابلہ کرنا میرے نزدیک درست نہیں ہے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ماموارانہ اور خداداد علم کلام میں ہمیں وہ جلالی شان نظر آتی ہے جس کی صرف ایک جھلک یا صرف ایک پہلو اصطلاحی علم کلام میں پایا جاتا ہے۔ یوں سمجھنا چاہیئے کہ اگر اصطلاحی متکلمین علم کلام کے میدان میں پہلی سیڑھی پر تھے تو مامورِ زمانہ حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے اس علم کلام میں اتنی اصلاح اور رفعت پیدا کی ہے کہ علم کلام کو ارتقاء کی انتہائی رفعتوں سے ہمکنار کر دیا ہے۔ کاش! میرے پاس وہ الفاظ ہوتے جن سے میں اس خداداد علم کلام کی توصیف کا حق ادا کر سکتا! ؎

لیت الکواکب تدنولی فانظمھا

عقود مدح فما ارضی لکم کلمی

اس مقالہ میں حضورؑ کے پیش فرمودہ دلائل کو علم کلام ہی کا نام دیا جائے گا۔ لیکن ہر موقع پر یہ وضاحت مدنظر رہے۔

عیسائیت سے مقابلہ کا طریق

عیسائیت کے ابطال کے سلسلہ میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک باریک بین، حق شناس محقق کی نظر سے یہ تجزیہ فرمایا ہے کہ کس طرح اور کن ذرائع سے عیسائیت پر غلبہ پایا جا سکتا ہے چنانچہ اس سلسلہ میں آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

"عیسائی مذہب کو گرانے کے لئے جو صورتیں ذہن میں آسکتی ہیں وہ صرف

تین ہیں :

(۱) اوّل یہ کہ تلوار سے اور لڑائیوں سے اور جبر سے عیسائیوں کو مسلمان کیا جائے۔" [۱]

اس پہلی صورت کے بارہ میں خود اپنی طرف سے کچھ لکھنے کی بجائے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس تبصرہ کو درج کر دیا جائے جو حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں :۔

"جس قدر اس کارروائی میں فساد ہیں حاجتِ بیان نہیں۔ ایک شخص کے جھوٹے ہونے کے لئے یہ دلیل کافی ہو سکتی ہے کہ وہ لوگوں کو جبر سے اپنے دین میں داخل کرنا چاہے۔ لہٰذا یہ طریق اشاعتِ دین کا ہرگز درست نہیں اور اس طریق کے اُمیدوار اور اس کی انتظار کرنے والے صرف وہی لوگ ہیں جو درندوں کی صفات اپنے اندر رکھتے ہیں اور آیت لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ سے بے خبر ہیں۔" [۲]

اس کے بعد دوسری صورت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا :۔

"دوسری صورت صلیبی مذہب پر غلبہ پانے کی یہ ہے کہ معمولی مباحثات سے جو ہمیشہ اہلِ مذہب کیا کرتے ہیں اس مذہب کو مغلوب کیا جائے۔" [۳]

اس صورت کے بارہ میں آپ فرماتے ہیں :۔

"یہ صورت بھی ہرگز کامل کامیابی کا ذریعہ نہیں ہو سکتی کیونکہ اکثر مباحثات کا میدان وسیع ہوتا ہے اور دلائل عقلیہ اکثر نظری ہوتے ہیں اور ہر ایک نادان اور موٹی عقل والے کا کام نہیں کہ عقلی اور نقلی دلائل کو سمجھ سکے۔ اس لئے بت پرستوں کی قوم باوجود قابلِ شرم عقیدوں کے اب تک جابجا دنیا میں پائی جاتی ہے۔" [۴]

پھر تیسری اور آخری صورت کا ذکر فرماتے ہیں :۔

"تیسری صورت صلیبی مذہب پر غلبہ پانے کی یہ ہے کہ آسمانی نشانوں سے اسلام کی برکت اور عزت ظاہر کی جائے اور زمین کے واقعات سے امورِ

---

[۱] :۔ تریاق القلوب صفحہ ۳۸ (جلد ۱۵) [۲] :۔ تریاق القلوب صفحہ ۳۸-۳۹ (جلد ۱۵)
[۳] :۔ تریاق القلوب صفحہ ۳۹ (") [۴] :۔ تریاق القلوب صفحہ ۳۹ (")

محسوسہ بدیہیہ کی طرح یہ ثابت کیا جائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر فوت نہیں ہوئے اور نہ جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر گئے ہیں بلکہ اپنی طبعی موت سے مر گئے ہیں"۔ ؎۱

اس کے بارہ میں آپ فرماتے ہیں :۔

"یہ تیسری صورت ایسی ہے کہ ایک متعصّب عیسائی بھی اقرار کر سکتا ہے کہ اگر یہ بات بپایۂ ثبوت پہنچ جائے کہ حضرت مسیح صلیب پر فوت نہیں ہوئے اور نہ آسمان پر گئے تو پھر عیسائی مذہب باطل ہے اور کفارہ اور تثلیث سب باطل۔ اور پھر اس کے ساتھ جب آسمانی نشان بھی اسلام کی تائید میں دکھلائے جائیں تو گویا اسلام میں داخل ہونے کے لئے تمام زمین کے عیسائیوں پر رحمت کا دروازہ کھول دیا جائے گا"۔ ؎۲

گویا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نزدیک عیسائیت پر غلبہ پانے کی سب سے بہتر اور کارگر صورت یہی ہے کہ دلائل اور نشان نمائی کے میدان میں دشمن کو مغلوب کیا جائے۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ اسی صورت میں کسی مذہب پر غلبہ پایا جا سکتا ہے کہ دلائل کے میدان میں اس کا باطل ہونا اور نشانات کے میدان میں اس کا مردہ ہونا ثابت کر دیا جائے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے یہی منصب اور مقام دیکر دنیا میں بھیجا۔ چنانچہ آپ کے علم کلام کی شان بھی یہی تھی کہ آپ نے عقلی اور نقلی دلائل کے علاوہ نشان نمائی کے میدان میں عیسائیت کو عاجز اور لاچار بنا دیا۔ آپ اپنے علم کلام کی وضاحت کرتے ہوئے بڑی تحدّی سے فرماتے ہیں :۔

"یہی تیسری صورت ہے جس کے ساتھ مَیں بھیجا گیا ہوں۔ خدا تعالیٰ نے ایک طرف تو مجھے آسمانی نشان عطا فرمائے ہیں اور کوئی نہیں کہ ان میں میرا مقابلہ کر سکے اور دنیا میں کوئی عیسائی نہیں کہ جو آسمانی نشان میرے مقابل پر دکھلا سکے اور دوسرے خدا کے فضل اور کرم اور رحم نے میرے پر ثابت کر دیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ صلیب پر فوت ہوئے نہ آسمان پر چڑھے بلکہ صلیب سے نجات پا کر کشمیر کے ملک میں آئے اور اس جگہ وفات پائی۔ یہ باتیں صرف قصہ کہانیوں کے رنگ میں نہیں

؎۱ :۔ تریاق القلوب صفحہ ۳۹ (جلد ۱۵) ؎۲ :۔ تریاق القلوب صفحہ ۳۹ (جلد ۱۵)

ہیں بلکہ بہت سے کامل ثبوتوں کے ساتھ ثابت ہو گئی ہیں...... اس لئے میں زور سے اور دعویٰ سے کہتا ہوں کہ جس کسرِ صلیب کا بخاری میں وعدہ تھا اس کا پورا سامان مجھے عطا کیا گیا ہے اور ہر ایک عقلِ سلیم گواہی دے گی کہ بجز اس صورت کے اور کوئی مؤثر اور معقول صورت کسرِ صلیب کی نہیں"۔[1]

پس اس تجزیہ کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علمِ کلام کی کیفیت اور شان کا کسی قدر اندازہ ہو سکتا ہے۔ احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کے لئے یہ کامل اصول حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سارے علمِ کلام میں کار فرما نظر آتا ہے۔

---

[1]: تریاق القلوب صفحہ ۳۹-۴۰ (جلد ۱۵)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام

کے

علمِ کلام کی خصُوصیات

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کا پیش کردہ علم کلام محاسن کا مرقع ہے علم کلام کے عمومی ذکر کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اب اس علم کی چند نمایاں خصوصیات کا علیحدہ طور پر بھی ذکر کر دیا جائے۔

پہلی خصوصیّت

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے علم کلام کی میرے خیال میں سب سے اہم اور سب سے منفرد خصوصیّت یہ ہے کہ یہ علم کلام خداداد ہے۔ آپ اس زمانہ میں خدا کے رسُول اور مرسل تھے۔ آپ کے کلام میں شانِ نبوت جھلکتی ہے اور اس کا سب سے نمایاں وصف یہ ہے کہ آپ نے جو کچھ فرمایا، جو کچھ تحریر فرمایا سب کا سب خداداد علم کا نتیجہ تھا۔ آپ کے زمانہ سے قبل آنیوالے اصطلاحی متکلمین کے کلام میں یہ وصف عنقا ہے۔ ان کا کلام ان کی اپنی قوتِ فکر اور طرزِ استدلال کا نتیجہ ہوتا تھا۔ لیکن ماموریِ زمانہ حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے علم کلام کی بنیاد علمِ الٰہی پر ہے۔ آپ فرماتے ہیں:-

"واللہ انی لست من العلماء ولا من اھل الفضل والدھاء
وکلّما اقول من انواع حسن البیان او من تفسیر القرآن
فھو من اللہ الرحمٰن" [1]

یعنی خدا کی قسم نہ میں کوئی عالم ہوں اور نہ کسی فضیلت اور عقلمندی کا مجھے دعویٰ ہے۔ عمدہ کلام یا قرآن مجید کی تفسیر، جو کچھ بھی میں کہتا ہوں وہ سب خدائے رحمٰن کی طرف سے ہوتا ہے (اسی کے عطا کردہ علم کا نتیجہ ہے) پھر اسی سلسلہ میں آپ فرماتے ہیں:-

---

[1] نور الحق حصہ دوم صفحہ ۲۷۲ (جلد ۸)

"ہم خدا تعالیٰ کے بلائے بولتے ہیں اور وہ کہتے ہیں جو فرشتے آسمان پر کہتے ہیں۔
افتراء کرنا تو ہمیں آتا نہیں اور نہ ہی افتراء خدا کو پیارا ہے۔" ؎۱

ان دونوں حوالوں سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو کچھ تحریر فرمایا کسی دنیاوی مدرسہ یا دنیاوی مکتب سے کسب فیض کا نتیجہ نہ تھا بلکہ آپ کا حقیقی معلّم اور مربّی خدائے رحمٰن تھا جس اس عاشقِ رحمٰن کو اپنی جناب سے علوم و معارف کے ایسے ایسے نکات اور دقائق سمجھائے کہ دنیا کا کوئی متکلم یا بڑے سے بڑا عالم اسکی گردِ راہ کو بھی نہ پا سکا۔ پس میرے نزدیک آپ کے علم کلام کا سب سے منفرد اعزاز یہ ہے کہ یہ علم کلام خداداد ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس آسمانی اور ماموارنہ علم کلام کی ضیاء پاشیوں کے مقابل پر باطل کی نحوستیں ایک لحظہ کے لئے بھی نہیں ٹھہر سکتیں۔

دوسری خصوصیّت

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علم کلام کی دوسری خصوصیّت یہ ہے کہ آپ کے پیش کردہ اس علمِ کلام کی بنیاد قرآن مجید پر ہے۔ قرآن مجید خدائے بزرگ و برتر کا ایسا قطعی اور یقینی کلام ہے جو علوم و معارف کا سرچشمہ ہے۔ اس کی بلند شان کے بارہ میں خدائے رحمٰن نے فرمایا ہے :۔

"وان من شیئٍ الا عندنا خزائنہ وما ننزلہ الا بقدرٍ معلومٍ" ؎۲

حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے اپنے سب اقوال اور سب دلائل کی بنیاد اس کتابِ حکیم کو بنایا۔ آپ نے جو کچھ تحریر فرمایا اس کامل کتاب کی روشنی میں تحریر فرمایا۔ آپ نے اس کتاب کو اپنی زندگی کا دستور العمل اور اپنے بیان کا اصل الاصول قرار دیا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی تحریر میں قرآنی بیان کی ایک جھلک اور اس آفتاب ہدایت کے نور کا پر تو نظر آتا ہے۔ آپ کس محبت سے فرماتے ہیں ؎

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے

الغرض آپ کے علم کلام کا دوسرا نمایاں وصف یہ ہے کہ آپ نے قرآن مجید کو علم کلام کی

؎۱ :۔ ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۲۸۸ ؎۲ :۔ ؟

بنیاد بنایا۔ سنّت، حدیث اور اقوال بزرگان کا بھی درجہ بدرجہ لحاظ رکھا لیکن اصل اور حقیقی بنیاد قرآن شریف ہی تھا۔ آپ کا یہ اصول نہ صرف مسلمانوں کے اندرونی معاملات کے حل کے لئے قطعی اور یقینی بنیاد ہے بلکہ غیر مسلموں کے مقابل پر بھی حضور نے قرآن مجید ہی کی مدد سے دلائل پیش فرمائے کیونکہ قرآن مجید میں پیش کردہ دلائل اور دعاوی اپنے ساتھ عقلی اور نقلی شواہد بھی رکھتے ہیں۔ پس میرے نزدیک آپ کے خداداد علم کلام کی دوسری خوبی یہ ہے کہ آپ نے قرآن مجید کو اپنے علم کلام کی بنیاد قرار دیا ہے۔

تیسری خصوصیت

آپ کے علمِ کلام کی تیسری اور ایک بہت ہی نمایاں خوبی یہ ہے کہ آپ نے علم کلام اور مذہبی مباحثات کے لئے کچھ ایسے اصول مقرر فرمائے جنہوں نے مذہبی مباحثات کا نقشہ بدل کر رکھ دیا۔ یہ اصول ایسے محکم اور مضبوط ہیں کہ دشمن ان کا کسی صورت میں مقابلہ نہیں کر سکتا۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"ہمارے اصول عیسائیوں پر ایسے پتھر ہیں کہ وہ ان کا ہرگز جواب نہیں دے سکتے۔"[1]

اصولوں کا مقرر کرنا بہت ضروری امر تھا کیونکہ حضور علیہ السلام کے زمانہ سے قبل مباحثات کی یہ صورت ہوتی تھی کہ ہر مولوی اپنے اپنے زورِ بیان کا مظاہرہ کرتا تھا۔ حق کو پانا مقصد نہ ہوتا تھا بلکہ لذّت گوشش مطلوب تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس غلط طریق کی اصلاح فرماتے ہوئے علم کلام کے چند اصول مقرر فرمائے تا بحث و مباحثہ کا کوئی معین اور مفید نتیجہ نکل سکے۔ میں اس ضمن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس بے مثال اصول کا ذکر قدرے تفصیل سے کرنا چاہتا ہوں جو حضور نے ۱۸۹۳ء میں ڈپٹی آتھم عیسائی کے ساتھ مباحثہ کے دوران اپنی کتاب جنگ مقدس میں پیش فرمایا۔ آپ کے اس اصول کو اگر علم کلام کا سنہری اصول قرار دیا جائے تو ہرگز بے جا نہ ہوگا۔

اس مباحثہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ اصول بیان فرمایا کہ ہر مباحثہ کرنیوالے پر لازم ہوگا کہ وہ مذہبی عقائد کے بارہ میں جو بھی اصولی دعویٰ پیش کرے اس دعویٰ کو اپنے مذہب کی مسلمہ الہامی کتاب سے ثابت کرے اور پھر اس دعویٰ کے دلائل بھی اسی کتاب سے بیان

---

[1] :۔ ملفوظات جلد نہم صفحہ ۲۱ ؎

کرے کیونکہ یہ بات ایک مکمل ضابطۂ شریعت کی شان سے بعید ہے کہ وہ مذہبی عقائد کے بارہ میں کوئی واضح بیان نہ دے یا اگر بیان کرے تو اسکے دلائل کا ذکر نہ کرے۔ پس آپ نے یہ اصول مقرر فرمایا کہ کسی بھی مذہب اور اس کی کتاب کی صداقت معلوم کرنے کا یہ اصول ہے کہ دعویٰ اور دلیل الہامی کتاب سے پیش کیا جائے۔ مباحثہ جنگ مقدس کے موقعہ پر حضور اس اصول کو ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں :۔

"اس مقابلہ اور موازنہ میں کسی فریق کا ہرگز یہ اختیار نہ ہوگا کہ اپنی کتاب سے باہر جاوے یا اپنی طرف سے کوئی بات منہ پر لاوے بلکہ لازم اور ضروری ہوگا کہ جو دعویٰ کریں وہ دعویٰ اس الہامی کتاب کے حوالہ سے کیا جاوے جو الہامی قرار دی گئی ہے اور جو دلیل پیش کریں وہ دلیل بھی اسی کتاب کے حوالہ سے ہو کیونکہ یہ بات بالکل سچی اور کامل کتاب کی شان سے بعید ہے کہ اس کی وکالت اپنے تمام ساختہ پرداختہ سے کوئی دوسرا شخص کرے اور وہ کتاب بکلی خاموش اور ساکت ہو۔" [۱]

پھر ایک موقع پر یہ وضاحت بھی فرمائی کہ :۔

"فریقین پر لازم وواجب ہوگا کہ اپنی اپنی الہامی کتاب کے حوالہ سے سوال و جواب تحریر کریں پھر ساتھ ہی اس کے یہ بھی لکھا گیا تھا کہ ہر ایک دلیل یعنی دلیل عقلی اور دعویٰ جس کی تائید میں وہ دلیل پیش کی جائے اپنی اپنی کتاب کے حوالہ اور بیان سے دیا جائے۔" [۲]

آپ نے اس اصول کو اپنی کتاب جنگ مقدس میں بار بار پیش فرمایا ہے۔ ایک موقع پر فرماتے ہیں :۔

"اللہ تعالیٰ کی سچی کتاب کی یہ ضروری علامت اور شرط ہے کہ وہ دعویٰ بھی آپ کرے اور اس دعویٰ کی دلیل بھی آپ بیان فرما دے تا کہ ہر ایک پڑھنے والا اس کا، دلائلِ شافیہ پاکر اس کے دعاوی کو بخوبی سمجھ لیوے اور دعوے بلا دلیل نہ رہے کیونکہ یہ ہر ایک متکلم کا ایک نقص سمجھا جاتا ہے کہ دعاوی کرتا چلا جائے اور ان پر کوئی دلیل نہ لکھے۔" [۳]

۱:۔ جنگِ مقدس صـ۳ (جلد ۶) ۲:۔ ایضاً صـ۱۵ ۳:۔ ایضاً صـ۳۳

پھر اسی ضمن میں آپ نے یہ بھی فرمایا کہ جو عقلی دلیل دی جائے وہ بھی الہامی کتاب سے ہو۔ فرمایا :۔

"جس کتاب کی نسبت یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ فی حدِّ ذاتہٖ کامل ہے اور تمام مراتبِ ثبوت کے وہ آپ پیش کرتی ہے تو پھر اس کتاب کا یہ فرض ہوگا کہ اپنے اثباتِ دعاوی کے لئے دلائلِ معقولی بھی آپ ہی پیش کرے نہ یہ کہ کتاب پیش کرنے سے بالکل عاجز اور ساکت ہو اور کوئی دوسرا شخص کھڑا ہو کر اس کی حمایت کرے"۔ [1]

حضرت المصلح الموعودؓ اس اصول کو ان الفاظ میں واضح فرماتے ہیں :۔

"ضروری ہے کہ مذہبی تحقیق کے وقت یہ امر مدِّنظر رکھا جائے کہ آسمانی مذاہب کے مدعی جو دعویٰ اپنے مذاہب کی طرف سے پیش کریں وہ بھی ان کی آسمانی کتب سے ہو اور جو دلائل دیں وہ بھی انہی کی کتب سے ہوں"۔ [2]

"علمِ کلام کے دو زرّیں اصول" کے زیرِ عنوان حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہٗ نے تحریر فرمایا ہے :۔

"آپؑ نے اسلام کے اندرونی اختلافات اور اسلام اور دوسرے مذاہب کے باہمی اختلافات کے تصفیہ کے متعلق دو ایسے زرّیں اصول پیش کئے جنہوں نے مذہبی علمِ کلام میں ایک انقلاب پیدا کر دیا۔

پہلا اصول آپ نے اسلام کے اندرونی اختلافات کے متعلق یہ پیش کیا کہ اسلام میں اندرونی فیصلوں کی اصل کسوٹی قرآن شریف ہے نہ کہ حدیث یا بعد کے ائمہ کے اقوال وغیرہ۔ اس اصول نے اس گند سے علمِ کلام کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دیا جو ایک عرصہ سے اسلامی مباحثات کو مکدّر کر رہا تھا۔ ۔۔۔۔ یہ ایک نہایت عجیب نکتہ تھا جس نے اسلامی علمِ کلام کی صورت کو بالکل بدل دیا۔

دوسرا زرّیں اصول جو آپ نے بین المذاہب اختلافات کے لئے پیش کیا وہ یہ تھا کہ ہر مذہب کا یہ فرض ہے کہ جہاں تک کم از کم اصول مذہب کا تعلق ہے وہ اپنے دعویٰ اور دلیل ہر دو کو اپنی مقدس کتاب سے نکال کر پیش

---

[1] :۔ جنگِ مقدس ص ۹۶ روحانی خزائن جلد ۶ ؛ [2] :۔ دعوۃ الامیر ص ۱۲۲ ؛

کرے تاکہ یہ ثابت ہو کہ بیان کردہ دعویٰ متبعین کا بنایا ہوا نہیں ہے بلکہ خود بانیٔ مذہب کا پیش کردہ ہے "۔ [1]

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عیسائیت کے مقابلہ پر پیش کردہ یہ اصول ایسا فیصلہ کن اصول ہے کہ اس سے سب باطل مذاہب کی قلعی کھل جاتی ہے اور کسی شخص کے لئے یہ موقع باقی نہیں رہتا کہ وہ بلا دلیل اپنے مذہب کے حق میں کوئی بلند بانگ دعویٰ کر سکے۔ یاد رہے کہ یہ اصول ایسا نہیں ہے کہ اس کو ناقابل قبول، غیر ضروری یا غلط قرار دیا جا سکے۔ ہر شخص، ہر سلیم الفطرت اور ذی شعور انسان اس بات کو سمجھ سکتا ہے کہ ہر مذہب کے بنیادی اصول اس مذہب کی کتاب میں موجود ہونے چاہئیں اور پھر کتاب اپنے ثبوت کے لئے غیروں کی محتاج نہیں ہونی چاہیئے۔ پس یہ اصول ایک صحیح اصول ہے جو محکم بنیادوں پر قائم ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پیش کردہ یہ اصول اتنا کارگر اور ٹھیک نشانہ پر لگا کہ اسی ایک اصول نے عیسائیت کے تمام عقائد کی بنیادیں متزلزل کر دیں۔ حضور نے یہ اصول جنگ مقدس مباحثہ میں پیش فرمایا تھا۔ اس مباحثہ کی روئیداد پڑھنے والا ہر انسان اندازہ کر سکتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تو اپنے اس اصول کی پوری پوری پابندی کرتے ہوئے تمام دعاوی اور دلائل قرآن مجید سے پیش فرمائے ہیں لیکن مدمقابل عیسائی پادری کو نہ اس اصول پر اعتراض کرنے کی جرأت ہو سکی اور نہ اس کی پابندی کرنے کی توفیق مل سکی۔ حضرت مسیح پاک نے مباحثہ میں مدمقابل پادری صاحب کو بار بار اس اصول کی پابندی کی طرف توجہ دلائی لیکن وہ ہمیشہ اس اصول سے دامن بچاتے رہے۔ پادری صاحب کا یہ گریز اس محکم اصول کی عظیم الشان تاثیرات پر زندہ گواہ ہے۔

اس محکم اصول کا جو فوری اثر ہوا اس کے بارہ میں قمر الانبیاء حضرت مرزا بشیر احمد صاحب اپنی کتاب میں فرماتے ہیں:۔

"جب آپ نے یہ اصول امرتسر والے مناظرہ میں عیسائی صاحبان کے سامنے پیش کیا تو ان کے اوسان خطا ہو گئے۔ [2]

حق یہ ہے کہ یہ اصول باطل مذاہب کے حق میں اور ان کے اندھے متبعین کے بے دلیل دعاوی کے حق میں آسمانی صاعقہ سے کم نہیں۔ اس اصول کے بارہ میں حضرت المصلح الموعود تحریر فرماتے ہیں:۔

---

[1]:۔ سلسلہ احمدیہ صفحہ ۴۱-۴۲

[2]:۔ سلسلہ احمدیہ صفحہ ۴۲

"یہ اصل ایسا زبردست ہے کہ دوسرے ادیان اس کا ہرگز انکار نہیں کر سکتے تھے کیونکہ اگر وہ کہتے کہ نہیں ہم ایسا نہیں کر سکتے تو اس کے یہ معنے ہوتے کہ جو مذہب وہ بیان کرتے ہیں وہ مذہب وہ نہیں ہے جو ان کی آسمانی کتب میں بیان ہوا ہے۔ کیونکہ اگر وہی مذہب ہے تو پھر کیوں وہ اپنی آسمانی کتاب سے اس کا دعویٰ بیان نہیں کر سکتے یا اگر دعویٰ بیان کر سکتے ہیں تو کیوں ان کی آسمانی کتاب دلیل سے خالی ہے...... غرض غیر مذاہب کے لوگ اس اصل کو نہ ردّ کر سکتے تھے کیونکہ ان کے ردّ کرنے کے یہ معنی تھے کہ ان کے مذہب بالکل ناقص اور ردّی ہیں اور نہ قبول کر سکتے تھے کیونکہ...... جب اس اصل کے ماتحت دوسرے مذاہب کا جائزہ لیا گیا تو معلوم ہوا کہ قریباً نوّے فیصدی ان کے دعوے ایسے تھے جو ان کی الہامی کتب میں نہیں پائے جاتے تھے اور جس قدر دعوے مذہبی کتب سے نکلتے تھے ان میں قریباً سو فی صدی ہی دلائل کے بغیر بیان کئے گئے تھے۔"[1]

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علم کلام کی ایک نمایاں خوبی آپ کے وہ اصول ہیں جو آپ نے مقرر فرمائے اور جن میں سے ایک محکم اصول کی مثال اس جگہ بیان کی گئی ہے۔ اس اصول کے دُور رس نتائج کے بارہ میں حضرت المصلح الموعودؓ فرماتے ہیں :۔

"آپ (یعنی حضرت مسیح پاکؑ۔ ناقل) نے یہ ثابت کیا کہ قرآن کریم تمام اصول اسلام کو خود پیش کرتا ہے اور ان کی سچائی کے دلائل بھی دیتا ہے اور اس کے ثبوت میں آپ نے سینکڑوں مسائل کے متعلق قرآن کریم کا دعویٰ اور اس کے دلائل پیش کر کے اپنی بات کو روز روشن کی طرح ثابت کر دیا اور دشمنانِ اسلام آپ کے مقابلے سے بالکل عاجز آ گئے اور وہ اس حربے سے اس قدر گھبرا گئے ہیں کہ آج تک ان کو کوئی حیلہ نہیں مل سکا جس سے اس کی زد سے بچ سکیں اور نہ آئندہ مل سکتا ہے۔ یہ علم کلام ایسا مکمل اور اعلیٰ ہے کہ نہ اس کا انکار کیا جا سکتا ہے اور نہ اس کی موجودگی میں جھوٹ کی تائید کی جا سکتی ہے۔ پس جوں جوں اس حربے کو استعمال کیا جائے گا ادیان باطلہ کے نمائندے مذہبی مباحثات سے جی چرائیں گے اور ان کے پیروؤں پر اپنے مذہب کی کمزوری کھلتی جائے گی اور لیظھرہ علی الدین

---

[1] :۔ دعوۃ الامیر صہ ۱۲۳

کلمہ کا نظارہ دنیا اپنی آنکھوں سے دیکھے گی" ۔[1]

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس جگہ ان دو اصولی باتوں کا ذکر کر دیا جائے جو آپ نے اپنے مدمقابل عیسائیوں کو مخاطب کر کے پیش فرمائیں۔ چنانچہ ایک موقع پر آپ نے حکومتِ وقت کے سامنے تجویز رکھی کہ وہ ایسا قانون پاس کرے جس سے مختلف مذاہب کے درمیان امن اور سلامتی کی فضا پیدا ہو سکے۔ اس سلسلہ میں آپؑ فرماتے ہیں :۔

"فتنہ انگیز تحریروں کے روکنے کے لئے بہتر طریق یہ ہے کہ گورنمنٹ عالیہ یا تو یہ تدبیر کرے کہ ہر ایک فریق مخالف کو ہدایت فرما دے کہ وہ اپنے حملہ کے وقت تہذیب اور نرمی سے باہر نہ جاوے اور صرف ان کتابوں کی بناء پر اعتراض کرے جو فریق مقابل کی مسلّم اور مقبول ہوں اور اعتراض بھی وہ کرے جو اپنی مسلّم کتابوں پر وارد نہ ہو سکے۔ اور اگر گورنمنٹ عالیہ یہ نہیں کر سکتی تو یہ تدبیر عمل میں لادے کہ یہ قانون صادر فرمائے کہ ہر ایک فریق صرف اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کیا کرے۔ اور دوسرے فریق پر ہرگز حملہ نہ کرے۔ مَیں دل سے چاہتا ہوں کہ ایسا ہو اور مَیں جانتا ہوں کہ قوموں میں صلح کاری پھیلانے کے لئے اس سے بہتر اور کوئی تدبیر نہیں کہ کچھ عرصہ کے لئے مخالفانہ حملے روک دیئے جائیں۔ ہر ایک شخص صرف اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرے اور دوسرے کا ذکر زبان پر نہ لادے۔" [2]

پھر اس ضمن میں آپ نے پادری صاحبان کو بھی دو نصیحتیں فرمائی ہیں۔ آپؑ فرماتے ہیں :۔

"اوّل یہ کہ وہ اسلام کے مقابل پر ان بے ہودہ روایات اور بے اصل حکایات سے مجتنب رہیں جو ہماری مسلّم اور مقبول کتابوں میں موجود نہیں اور ہمارے عقیدہ میں داخل نہیں اور نیز قرآن کے معنے اپنے طرف سے نہ گھڑ لیا کریں بلکہ وہی معنے کریں جو تواتر آیاتِ قرآنی اور احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہوں ..... دوسری نصیحت ..... یہ ہے کہ وہ ایسے اعتراض سے پرہیز کریں جو خود ان کی کتبِ مقدسہ میں بھی پایا جاتا ہے۔" [3]

ظاہر ہے کہ اگر عیسائی حضرات ان موخر الذکر دو اصولوں کی طرف توجہ دیتے اور ان پر عمل کرتے تو ان کو اسلام کے خلاف کچھ کہنے کا موقعہ نہ مل سکتا بلکہ حق تو یہ ہے کہ ان عادلانہ اصولوں کی پابندی

---

[1] ۔ دعوت الامیر صفحہ ۱۲۳-۱۲۴ ؛ [2] ۔ کتاب البریّہ صفحہ ۲۴۶ (جلد ۱۳) ؛ [3] ۔ آریہ دھرم صفحہ ۸۰-۸۱ (جلد ۱۰)

کرنے کی وجہ سے وہ اسلام پر کوئی بھی اعتراض کرنے کے قابل نہ ہو سکتے، الٹا اپنے مذہب کے دفاع پر مجبور ہو جاتے۔

الغرض حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے علم کلام کی ایک خوبی آپ کے مُحکم اصول ہیں۔ اگر حق بین نظر کے ساتھ ان اصولوں کو دیکھا جائے تو ہر انصاف پسند انسان حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے ان الفاظ سے اتفاق کرے گا کہ:۔

"ہمارے اصول عیسائیوں پر ایسے پتھر ہیں کہ وہ ان کا ہرگز جواب نہیں دے سکتے۔"[1]

چوتھی خصوصیت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علم کلام کی چوتھی خصوصیت یہ ہے کہ آپ نے عام متکلمین کی طرح صرف عقلی، نقلی دلائل دینے اور اعتراضات کے ردّ پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ اس ابتدائی درجہ سے بہت آگے بڑھتے ہوئے اپنے علم کلام کی بنیاد مشاہدہ اور نشان نمائی پر رکھی ہے۔ یہ خوبی آپ کے علم کلام کی وقعت اور اہمیّت کو بہت بڑھا دیتی ہے۔

حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے عقلی اور نقلی دلائل کے بیان میں بھی کمال کے درجہ کو حاصل کیا پھر اعتراضات کے جوابات ایسے عمدگی سے دیئے کہ دشمن کو اپنی شکست کے اعتراف کئے بغیر چارہ نہ رہا۔ صرف یہی نہیں بلکہ دشمن نے جس جگہ اور جس مقام کو کمزور سمجھ کر اپنے اعتراض کا نشانہ بنایا۔ حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے اسی جگہ سے حکمت کی ایک کان کھود کر دکھادی۔

حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے یونانی فلسفہ اور بدیہیات کے مقابلہ میں مشاہدہ اور نشان نمائی کو پیش فرمایا۔ ظاہر ہے کہ اس طرزِ استدلال کا مقابلہ نہ کوئی متکلم کر سکتا ہے اور نہ کر سکا ہے۔ دلیل کی افادیت سے انکار نہیں بلکہ عقلی اور نقلی دلائل کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پوری قوت اور تحدّی کے ساتھ پیش فرمایا ہے لیکن آپ کے علم کلام کا کمال یہ ہے کہ آپ نے صرف عقل اور نقل پر استدلال کا انحصار نہیں رکھا بلکہ آپ نے دلیل سے بڑھ کر عاجز کرنے والی چیز۔ یعنی مشاہدہ اور نشان نمائی کو پیش فرمایا۔ دلیل زیادہ سے زیادہ ایک کاری ہتھیار ہے لیکن نشان نمائی اور مشاہدہ آسمانی بجلی ہے جس کا مقابلہ کوئی زمینی ہتھیار نہیں کر سکتا۔ آپ فرماتے ہیں:۔

---

[1]:۔ ملفوظات جلد نہم صفحہ ۲۱

"خدا تعالیٰ نے ...... مجھے آسمانی نشان عطا فرمائے ہیں اور کوئی نہیں کہ ان میں میرا مقابلہ کر سکے اور دنیا میں کوئی عیسائی نہیں کہ جو آسمانی نشان میرے مقابل پر دکھلا سکے" [1]

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے علم کلام کی بنیاد فلسفہ پر نہیں رکھی بلکہ مشاہدہ اور نشان نمائی کے محکم اصول پر رکھی ہے جس نے فلسفہ کو باطل کر دیا ہے۔ عام متکلمین اور فلسفی ظاہر سے باطن پر استدلال کرتے ہیں لیکن آپ نے باطن سے ظاہر پر استدلال فرمایا۔ ظاہر ہے کہ اس ذریعہ سے ایک یقین کامل اور "ہے" کا یقینی مقام حاصل ہوتا ہے جس کے مقابل پر فلسفہ کی سب دلیلیں بے کار ہیں۔ اس سلسلہ میں خدا کے وجود کی مثال بیان کی جا سکتی ہے۔ فلسفہ اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ خدا کا وجود ہونا چاہیئے لیکن انبیاء کا قطعی کلام، یقینی دلائل سے اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ خدا واقعی موجود ہے۔ انبیاء کا وجود خدا کے وجود کا ثبوت ہوتا ہے اور ان کا کلام اس حقیقت کا ترجمان ہوتا ہے۔ مسیح پاک علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"ہم اپنی ذات اور وجود کو پیش کر کے دنیا کو خدا تعالیٰ کا وجود منوانا چاہتے ہیں۔" [2]

الغرض آپ کے علم کلام کی ایک نمایاں خوبی یہ ہے کہ آپ نے عقلی، نقلی دلائل اور اعتراضات کے جوابات سے آگے بڑھ کر سنت انبیاء کے مطابق ذاتی مشاہدہ اور نشان نمائی پر علم کلام کی بنیاد رکھی ہے۔

پانچویں خصوصیت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علم کلام کی ایک خوبی یہ ہے کہ یہ ایک جامع علم کلام ہے۔ گذشتہ باب میں ہم دیکھ آئے ہیں کہ عام طور پر علم کلام میں تین باتیں شامل کی جاتی ہیں یعنی عقائد کے اثبات کے لئے عقلی و نقلی دلائل دینا اور اعتراضات کے جوابات دینا۔ حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے علم کلام میں یہ ساری باتیں درجۂ کمال میں پائی جاتی ہیں۔ آپ نے اسلام کے عقائد پر عقلی اور نقلی دلائل بیان فرمائے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ آپ نے اسلامی احکام کی حکمت اور فلاسفی پر بھی روشنی ڈالی۔ اعتراضات کے جوابات کے سلسلہ میں آپ کے کارہائے نمایاں کسی تعریف و توصیف کے محتاج نہیں۔ آپ نے جملہ مذاہب کی طرف سے ہونے والے اعتراضات کے

---

[1] :- تریاق القلوب صفحہ ۳۹ روحانی خزائن جلد ۱۵ ؛ [2] :- ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۳۲ ؛

دندان شکن جوابات عطا فرمائے۔

پھر اس علم کلام کی جامعیت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ آپ نے ہندوستان میں موجود سب مذاہب سے بیک وقت مقابلہ فرمایا۔ آپ نے سکھ مذہب، سناتن دھرم، آریہ مذہب، دہریت، بہائیت اور سب سے بڑھ کر عیسائیت کا مقابلہ کیا اور ان کے باطل عقائد پر ایسی کڑی تنقید کی کہ ان سب مذاہب کا کھوکھلا پن ایک واضح حقیقت بن گیا۔ یہ بیرونی میدان تھا۔ اندرونی طور پر آپ نے مسلمانوں کے مختلف فرقوں اور مکاتب فکر کے لوگوں کے لئے بھی راہ مستقیم کی نشاندہی فرمائی۔ الغرض آپ کے علم کلام کو ایک ایسی وسعت، جامعیت اور ہمہ گیری عطا ہوئی ہے کہ اس کی مثال کسی اور شخص کے علم کلام میں نظر نہیں آتی۔ وذٰلک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء۔

چھٹی خصوصیت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علم کلام کی ایک بہت ہی نمایاں خوبی آپ کا یقین کامل اور تحدّی ہے۔ آپ کی تحریرات پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ آپ نے باطل مذاہب اور خاص طور پر عیسائیت کے خلاف جو دلائل بیان فرمائے ہیں وہ کسی منطقی استدلال اور فلکر کا نتیجہ ہی نہیں ہیں بلکہ اس میں ایسی قطعیت اور یقینی کیفیت نظر آتی ہے کہ جو حق و صداقت کے بغیر قطعاً ناممکن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے علم کلام میں ایک تحدی پائی جاتی ہے، ایک یقین کامل ہے۔ وثوق اور ایمان ہے اور ایسا غیر متزلزل ایقان ہے کہ خود اس شخص کے پاؤں میں لغزش پیدا ہونے کا کیا سوال، ان دلائل کو پڑھ کر متزلزل قدم تھم جاتے ہیں اور شکوک و شبہات میں مبتلا ہونے والے کمزور ایمان لوگوں کو یقین اور معرفت کی دولت نصیب ہوتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات اور زبردست استدلال کو پڑھ کر وجد کی سی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ انسانی کلام نہیں بلکہ خدائی القاء کی صدائے بازگشت ہے جو اس مومن کامل کے ذریعہ سنائی دے رہی ہے خدا شاہد ہے کہ اس بات میں ذرہ بھر بھی مبالغہ یا زیادتی نہیں ہے کہ حضرت مسیح پاک علیہ السلام کی بعض تحریرات پڑھ کر یوں محسوس ہوتا ہے کہ گویا خدا بول رہا ہے!!

الغرض حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلام میں جلال، تحدی اور شوکت کا پایا جانا ایک بہت بڑی خوبی ہے۔ اس ضمن میں متعدد حوالے پیش کئے جا سکتے ہیں۔ میں اپنے مقالہ کی مناسبت سے

اس جگہ تین ایسے حوالے پیش کرتا ہوں جن میں حضور نے بڑی تحدی اور یقین کے ساتھ عیسائی حضرات کو اپنے مقابلہ پر بلایا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

(۱)

"اے حضرات پادری صاحبان جو اپنی قوم میں معزز اور ممتاز ہو آپ لوگوں کو اللہ جل شانہٗ کی قسم ہے جو اس طرف متوجہ ہو جاؤ۔ اگر آپ لوگوں کے دلوں میں ایک ذرہ اس صادق انسان کی محبت ہے جس کا نام عیسیٰ مسیح ہے تو میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ ضرور میرے مقابلہ کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔ آپ کو اس خدا کی قسم ہے جس کے تئیں مسیح کو مریم صدیقہ کے پیٹ سے پیدا کیا جس نے انجیل نازل کی جس نے مسیح کو وفات دیکر پھر مردوں میں نہیں رکھا بلکہ اپنی زندہ جماعت ابراہیم اور موسیٰ اور یحییٰ اور دوسرے نبیوں کے ساتھ شامل کیا اور زندہ کر کے انہیں کے پاس آسمان پر بلا لیا جو پہلے اس سے زندہ کئے گئے تھے کہ آپ لوگ میرے مقابلہ کے لئے ضرور کھڑے ہو جائیں اگر حق تمہارے ہی ساتھ ہے اور سچ مچ مسیح خدا ہے تو پھر تمہاری فتح ہے اور اگر وہ خدا نہیں ہے اور ایک عاجز اور ناتوان انسان ہے اور حق اسلام میں ہے تو خدا تعالیٰ میری سنے گا۔" [1]

(۲)

"میں دیکھ رہا ہوں کہ بجز اسلام تمام مذاہب مُردے، اُن کے خدا مُردے، اور خود وہ تمام پیرو مُردے ہیں اور خدا تعالیٰ کے ساتھ زندہ تعلق ہونا بجز اسلام قبول کرنے کے ہرگز ممکن نہیں۔ اے نادانو! تمہیں مُردہ پرستی میں کیا مزہ ہے اور مُردار کھانے میں کیا لذّت؟ آؤ میں تمہیں بتلاؤں کہ زندہ خدا کہاں ہے اور کس قوم کے ساتھ ہے۔ وہ اسلام کے ساتھ ہے۔ اسلام اس وقت موسیٰ کا طور ہے جہاں خدا بول رہا ہے۔ وہ خدا جو نبیوں کے ساتھ کلام کرتا تھا اور پھر چپ ہو گیا آج وہ ایک مسلمان کے دل میں کلام کر رہا ہے۔ کیا تم میں سے کسی کو شوق نہیں کہ اس بات کو پرکھے پھر اگر حق کو پالے تو قبول کر لیوے۔ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے۔ کیا ایک مردہ، کفن میں لپٹا ہوا؟ پھر کیا ہے۔ کیا

---

[1] آئینہ کمالات اسلام مقدمہ حقیقتِ اسلام صفحہ ۴۷ (جلد ۵)؎

ایک مشتِ خاک ؟ کیا یہ مُردہ خُدا ہو سکتا ہے ؟ کیا یہ تمہیں کچھ جواب دے سکتا ہے ؟ ذرا آؤ ہاں لعنت ہے تم پر اگر نہ آؤ اور اس سڑے گلے مُردے کا میرے خدا کے ساتھ مقابلہ نہ کرو دیکھو میں تمہیں کہتا ہوں کہ چالیس دن نہیں گزریں گے کہ وہ بعض آسمانی نشانوں سے تمہیں شرمندہ کرے گا ناپاک ہیں وہ دل جو سچے ارادے سے نہیں آزماتے‘‘ [1]

(۳)

’’حق ایک ایسی چیز ہے کہ اپنے ساتھ نصوص اور عقل کی شہادت کے علاوہ نور کی شہادت بھی رکھتا ہے اور یہ شہادت سب سے بڑھ کر ہوتی ہے اور یہی ایک نشان مذہب کی زندگی کا ہے کیونکہ جو مذہب زندہ خدا کی طرف سے ہے اس میں ہمیشہ زندگی کی رُوح کا پایا جانا ضروری ہے تا اسکی زندہ خدا سے تعلق ہونے پر ایک روشن نشان ہو۔ مگر عیسائیوں میں یہ ہرگز نہیں ہے حالانکہ اس زمانہ میں جو سائنس اور ترقی کا زمانہ کہلاتا ہے ایسے خارق عادت نشانوں کی بڑی بھاری ضرورت ہے جو خدا تعالیٰ کی ہستی پر دلائل ہوں اب اس وقت اگر کوئی عیسائی مسیح کے گذشتہ معجزات جن کی ساری رونق تالاب کی تاثیر دور کر دیتی ہے سنا کر اسکی خدائی منوانا چاہے تو اس کے لئے لازمی بات ہے کہ وہ خود کوئی کرشمہ دکھائے ورنہ آج کوئی منطق یا فلسفہ ایسا نہیں ہے جو ایسے انسان کی خدائی ثابت کر دکھائے جو ساری رات روتا رہے اور اس کی دعا بھی قبول نہ ہو اور جس کی زندگی کے واقعات نے اسے ایک ادنیٰ درجہ کا انسان ثابت کیا ہو پس میں دعویٰ سے کہتا ہوں اور خدا تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ میں اس میں سچا ہوں اور تجربہ اور نشانات کی ایک کثیر تعداد نے میری سچائی کو روشن کر دیا ہے کہ اگر یسوع مسیح ہی زندہ خدا ہے اور وہ اپنے صلیب برداروں کی نجات کا باعث ہوا ہے اور ان کی دعاؤں کو قبول کرتا ہے باوجودیکہ اس کی خود دُعا قبول نہیں ہوئی تو کسی پادری یا راہب کو میرے مقابلہ پر پیش کرو کہ وہ یسوع مسیح سے مدد اور توفیق پا کر کوئی خارق عادت نشان دکھائے۔ میں اب میدان میں کھڑا ہوں اور میں سچ سچ کہتا ہوں کہ میں اپنے

---

[1] :۔ انجام آتھم صفحہ ۳۴۵-۳۴۶۔ روحانی خزائن جلد ۱۱ ؎

خدا کو دیکھتا ہوں اور وہ ہر وقت میرے سامنے، میرے ساتھ ہے میں پکار کر کہتا ہوں مسیح کو مجھ پر زیادت نہیں کیونکہ میں نور محمدیؐ کا قائمقام ہوں جو ہمیشہ اپنی روشنائی سے زندگی کے نشان قائم کرتا ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کس چیز کی ضرورت ہو سکتی ہے۔ تسلی پانے کے لئے اور زندہ خدا کو دیکھنے کے لئے ہمیشہ روح میں ایک تڑپ اور پیاس ہے اور اسکی تسلی آسمانی تائیدوں اور نشانوں کے بغیر ممکن نہیں اور میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ عیسائیوں میں یہ نور اور زندگی نہیں ہے بلکہ یہ حق اور زندگی میرے پاس ہے میں ۲۶ برس سے اشتہار دے رہا ہوں اور تعجب کی بات ہے کہ کوئی عیسائی پادری مقابلہ پر نہیں آتا۔ اگر ان کے پاس نشانات ہیں تو وہ کیوں انجیل کے جلال کے لئے پیش نہیں کرتے۔ ایک بار میں نے سولہ ہزار اشتہار انگریزی اردو میں چھاپ کر تقسیم کئے...... مگر ایک بھی نہ اٹھا جو یسوع کی خدائی کا کرشمہ دکھاتا اور اس بُت کی حمایت کرتا۔ اصل میں وہاں کچھ ہے ہی نہیں۔ کوئی پیش کیا کرے؟" [1]

اور پھر ایک جگہ عیسائیوں کو مخاطب کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"اٹھو عیسائیو! اگر کچھ طاقت ہے تو مجھ سے مقابلہ کرو اگر میں جھوٹا ہوں تو مجھے بیشک ذبح کر دو ورنہ آپ لوگ خدا کے الزام کے نیچے ہیں اور جہنم کی آگ پر آپ لوگوں کا قدم ہے۔" [2]

ساتویں خصوصیت

باوجود اس قدر تحدّی اور جلالی انداز نگارش کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا علم کلام انتہائی سادہ، شیریں اور دلنشین ہے۔ آپ نے مذاہب عالم کے مقابلہ میں جو دلائل بیان فرمائے ہیں ان میں سے اکثر دلائل انتہائی سادہ زبان، آسان طرز اور سہل طرزِ استدلال میں بیان فرمائے ہیں۔ عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ اپنے آپ کو غالب دیکھ کر یا اپنے دلائل کو قوی محسوس کر کے انسان کچھ تکلّف بھی کرنے لگتا ہے لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام تکلّف سے کوسوں دُور تھے۔ آپ نے جو کچھ بیان فرمایا انتہائی سادگی کے ساتھ بیان فرمایا۔ ایک جگہ آپؑ

---

[1] :۔ ملفوظات جلد سوم صفحہ ۱۲۴ تا ۱۲۹ [2] :۔ سراج دین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب صفحہ ۱۸ جلد ۱۲

تحریر فرماتے ہیں :-

"عام قاعدہ نبیوں کا یہی تھا کہ ایک محل شناس لیکچرار کی طرح ضرورتوں کے وقت میں مختلف مجالس و محافل میں ان کے مناسبِ حال روح القدس سے قوت پاکر تقریریں کرتے تھے مگر نہ اس زمانہ کے متکلموں کی طرح جن کو اپنی تقریر سے فقط اپنا علمی سرمایہ دکھانا مقصود ہوتا ہے ...... بلکہ انبیاء نہایت سادگی سے کلام کرتے ہیں اور جو اپنے دل سے ابلتا تھا وہ دوسروں کے دلوں میں ڈالتے تھے۔ ان کی گفتگو میں الفاظ تھوڑے اور معانی بہت ہوتے تھے۔ سو یہی قاعدہ یہ عاجز ملحوظ رکھتا ہے"۔[1]

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علم کلام کی ایک خوبی طرز بیان کی سادگی اور شیرینی ہے۔ آپ کی غرض انشاء پردازی کے جوہر دکھانا نہ تھی اور نہ کسی ذاتی علمی وجاہت کو قائم کرنا آپ کا مقصد تھا۔ آپ کا کام تو یہ تھا کہ پیغامِ حق کو لوگوں تک پہنچایا جائے اور ایسے طریق سے پہنچایا جائے جو سب سے زیادہ مؤثر ہو اور دلوں کے پرانے زنگ دھو کر ان کو نورِ عرفان سے بھر دے پس آپ نے ارشادِ قرآنی :

وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ[2]

کے مطابق موقع کی مناسبت اور ضرورتِ وقت کو مدنظر رکھا اور ایسا کلام پیش فرمایا جو دلوں پر اثر کرنے والا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ آپ نے بعض عربی کتب انتہائی مشکل زبان میں تحریر فرمائی ہیں لیکن ان کا مقصد صرف اہل عرب پر حجّت تمام کرنا اور ان کے عربی دانی کے غرور کو توڑنا تھا۔ عمومی طور پر آپ کی تحریر بڑی سادہ، دلنشیں اور ہر قسم کے تکلّف سے پاک ہے اور یہ آپ کے علمِ کلام کی بہت بڑی خوبی ہے۔

آٹھویں خصوصیّت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خداداد علمِ کلام کی ایک نمایاں خوبی یہ بھی ہے کہ حضورؑ نے جس بات کو بیان فرمایا اس کو پوری صراحت اور وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ اسی طرح جس دلیل کو شروع فرمایا اس کو ہر لحاظ سے مکمل صورت میں بیان فرمایا۔ اس سلسلہ میں جتنے

---

[1] :- فتح اسلام صفحہ ۱۶، ۱۷ روحانی خزائن جلد ۳ ؛ [2] :- سورۃ النحل : ۱۲۶ ؛

اعتراضات ممکن طور پر انسانی ذہن میں آسکتے ہیں ان سب کا بھی ساتھ ہی جواب دیدیا۔ اسی طرح استدلال کے سلسلہ میں پیدا ہونے والے جملہ اعتراضات کو بھی مدنظر رکھا ہے۔ حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے طرز استدلال کی یہ خوبی ایسی ہے کہ اس سے مسائل اس وضاحت سے حل ہو جاتے ہیں کہ کسی قسم کا شک یا خلجان باقی نہیں رہتا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس بات کا بھی اہتمام فرمایا ہے کہ جو دلیل دی جائے اس کے ثبوت کو بھی بیان کر دیا جائے تاکہ وہ دلیل بغیر ثبوت کے نہ رہے۔ اس التزام کی وجہ سے بعض اوقات ایک دلیل کئی اور ضمنی دلائل کو بھی اپنے ساتھ لے آتی ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے علم کلام پر نظر کرنے والا ہر شخص اس قسم کی متعدد مثالیں پا لیتا ہے۔ اس مقالہ میں چند ایسی مثالیں دوسرے مقامات پر موجود ہیں۔ ان میں سے ایک کا میں اس جگہ ذکر کر دیتا ہوں۔

حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے کفّارہ کے ردّ میں ایک دلیل۔ اور درحقیقت یہ ایک دلیل ہزار دلیلوں پہ بھاری ہے۔ یہ بیان فرمائی ہے کہ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام صلیب پر ہرگز فوت نہیں ہوئے پھر اس بات کے متعدد ثبوت بیان فرمائے ہیں کہ وہ صلیب پر فوت نہیں ہوئے۔ اس ضمن میں ایک ثبوت ان کا کشمیر کی طرف ہجرت کرنا ہے۔ ہجرت کشمیر کے قرائن اور ثبوت پیش کئے ہیں اور پھر اہل کشمیر کا بنی اسرائیل ہونا متعدد دلائل سے ثابت کیا ہے۔ ایک دلیل بنی اسرائیل اور کشمیری لوگوں کے ناموں کا اشتراک اور زبان کا ملنا ہے۔ اس ضمن میں حضور نے یوز آسف نبی کا نام پیش فرمایا ہے اور بتایا ہے کہ آسف کے معنے ہیں گمشدہ لوگوں کو تلاش کرنے والا۔ الغرض حضور نے ایک دلیل کے بعد یکے بعد دیگرے دوسری دلیلوں کو بیان فرمایا جو پہلی بنیاد کی حفاظت کرتی ہیں اور اس طرح ایک بات کو ہر لحاظ سے پایۂ ثبوت تک پہنچا دیا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علم کلام کی یہ خوبی بہت ہی قابل قدر اور شاندار ہے۔ یہ بیان کرنے کی شاید ضرورت نہیں کہ یہ ربط و تسلسل، یہ کثرتِ دلائل اور یہ وضاحت صرف اس شخص کے کلام میں نظر آسکتی ہے جو اپنے عقائد پر علیٰ وجہ البصیرت قائم ہو۔ الغرض حضور پاک کے علم کلام کی ایک خوبی یہ ہے کہ آپ نے جس بات کو لیا اور جس دلیل کو بیان کیا اس کو کمال اور انتہا تک پہنچا دیا۔

نویں خصوصیت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خداداد علم کلام کا ایک نمایاں وصف یہ ہے کہ آپ نے نہ صرف یہ کہ

معترضین کے اعتراضات کے جوابات دیئے ہیں اور اس پہلو سے ان پر اتمام حجت کی ہے بلکہ بسا اوقات معترضین کے اعتراضات کو الٹا کر ان پر ہی ایسے انداز سے وارد کیا ہے کہ ان کے لئے بچ کر جانا مشکل ہو گیا۔ خاص طور پر عیسائیت کے خلاف علم کلام میں اسکی متعدد مثالیں ملتی ہیں۔

اس سلسلہ میں سب سے اہم اور مشہور واقعہ ۱۸۹۳ء میں مباحثہ امرتسر کے دوران پیش آیا۔ یہ مباحثہ پندرہ روز تک جاری رہا۔ جب عیسائیوں نے دیکھا کہ دلائل کے اعتبار سے ہم میدان چھوڑ رہے ہیں تو انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو (نعوذ باللہ) ذلیل اور رسوا کرنے کے لئے ایک تدبیر کی اور چند بیماروں اور معذوروں کو اکٹھے کر کے لے آئے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کہا کہ آپ مسیح ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں تو ان بیماروں کو اچھا کر کے دکھائیں۔

عیسائیوں نے یہ تدبیر اپنے خیال میں تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذلت اور رسوائی کی خاطر کی تھی لیکن خدا تعالیٰ نے اپنے وعدہ انی مھین من اراد اھانتک کے مطابق یہ تدبیر خود عیسائیوں کے خلاف پھیر دی۔ ہوا یوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جواباً فرمایا کہ ہم تو یہ جانتے ہی نہیں کہ مسیح اس طرح کے مریضوں کو اچھا کیا کرتے تھے اس لئے یہ مطالبہ ہم سے کرنا ہی غلط ہے ہاں البتہ تمہاری کتاب مقدس میں لکھا ہے کہ تم میں اگر رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہو تو اگر تم پہاڑ کو حرکت کا حکم دو تو وہ حرکت کرنے لگے گا۔ حضور نے فرمایا ہم تم سے کسی پہاڑ کے ہلانے کا مطالبہ نہیں کرتے۔ تم نے خود ہی جن بیماروں کو اکٹھا کیا ہے اب تم ان کو ہی اچھا کر کے دکھا دو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی خداداد فراست سے عیسائیوں کی تدبیر ان کے خلاف لوٹا دی۔ مسیح پاک علیہ السلام کا یہ جواب عیسائیوں نے سُنا تو فوراً ان مریضوں کو میدان مباحثہ سے چلتا کیا۔

ڈپٹی عبداللہ آتھم نے مریضوں کو پیش کرتے ہوئے حضرت مسیح پاک علیہ السلام سے کہا تھا:۔

> "چونکہ آپ ایک خاص قدرت الٰہی دکھانے پر آمادہ ہو کے ہم کو برائے مقابلہ بلاتے ہیں تو ہمیں دیکھنے سے گریز بھی نہیں یعنی معجزہ بالنشانی۔ پس ہم یہ تین شخص پیش کرتے ہیں جن میں ایک اندھا۔ ایک ٹانگ کٹا اور ایک گونگا ہے ان میں سے جس کسی کو صحیح سالم کر سکو کر دو اور جو اس معجزہ سے ہم پر فرض واجب ہوگا ہم ادا کریں گے۔" [1]

---

[1]:۔ جنگ مقدس ص۶۸ (جلد۶)

عبداللہ آتھم کے مقابلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:۔

"یاد رہے کہ ہر ایک شخص اپنی کتاب کے موافق مواخذہ کیا جاتا ہے۔ ہمارے قرآن میں کہیں نہیں لکھا کہ تمہیں اقتدار دیا جائے گا بلکہ صاف لکھا ہے کہ قل انما الآیات عند اللہ یعنی ان کو کہہ دو کہ نشان اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں جس نشان کو چاہتا ہے اسی نشان کو ظاہر کرتا ہے بندہ کا اس پر زور نہیں ہے کہ جبر کے ساتھ اس سے ایک نشان لیوے۔" ؎۱

پھر اسی ضمن میں فرمایا:۔

"آپ دعویٰ کرتے ہیں کہ نجات صرف مسیحی مذہب میں ہے...... آپکے مذہب میں حضرت عیسیٰ نے جو نشانیاں نجات یافتہ بندوں یعنی حقیقی ایمانداروں کی لکھی ہیں وہ آپ میں کہاں موجود ہیں مثلاً جیسے کہ مرقس ۱۶۔۱۷ میں لکھا ہے۔ اور وے جو ایمان لائیں گے ان کے ساتھ یہ علامتیں ہوں گی کہ وہ میرے نام سے دیووں کو نکالیں گے اور نئی زبانیں بولیں گے سانپوں کو اٹھالیں گے اور اگر کوئی ہلاک کرنے والی چیز پیئیں گے انہیں کچھ نقصان نہ ہوگا۔ وے بیماروں پر ہاتھ رکھیں گے تو چنگے ہو جائیں گے تو اب میں با ادب التماس کرتا ہوں اور اگر ان الفاظ میں کچھ درشتی یا مرارت ہو تو اس کی معافی چاہتا ہوں کہ یہ تین بیمار جو آپ نے پیش کئے ہیں یہ علامت تو بالخصوصیت مسیحیوں کیلئے حضرت عیسیٰ قرار دے چکے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اگر تم سچے ایماندار ہو تو تمہاری یہی علامت ہے کہ بیمار پر ہاتھ رکھو گے تو وہ چنگا ہو جائے گا اب گستاخی معاف اگر آپ سچے ایماندار ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں تو اس وقت تین بیمار آپ ہی کے پیش کردہ موجود ہیں۔ آپ ان پر ہاتھ رکھدیں اگر وہ چنگے ہو گئے تو ہم قبول کرلیں گے کہ بیشک آپ سچے ایماندار اور نجات یافتہ ہیں ورنہ کوئی قبول کرنے کی راہ نہیں۔ کیونکہ حضرت مسیح تو یہ بھی فرماتے ہیں کہ اگر تم میں رائی کے دانہ برابر بھی ایمان ہوتا تو اگر تم پہاڑ کو کہتے کہ یہاں سے چلا جا تو وہ چلا جاتا مگر خیر میں اس وقت پہاڑ کی نقل مکانی تو آپ سے نہیں چاہتا کیونکہ وہ ہماری اس جگہ سے دور ہیں لیکن یہ تو

؎۱:۔ سورۃ الانعام: ۱۰۹ ؎۲:۔ روحانی خزائن جلد ۶

بہت اچھی تقریب ہوگئی کہ بیمار تو آپ نے ہی پیش کر دیئے اب آپ ان پر ہاتھ رکھو اور چنگا کر کے دکھلاؤ ورنہ ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہاتھ سے جاتا رہے گا۔“ [1]

پھر مزید وضاحت کے طور پہ فرمایا :۔

”واضح رہے کہ یہ الزام ہم پر عاید نہیں ہو سکتا کیونکہ اللہ جلّ شانہٗ نے قرآن کریم میں ہماری یہ نشانی نہیں رکھی کہ بالخصوصیت تمہاری یہی نشانی ہے کہ جب تم بیماروں پر ہاتھ رکھو گے تو اچھے ہو جائیں گے۔ ہاں یہ فرمایا ہے کہ میں اپنی رضا اور مرضی کے موافق تمہاری دعائیں قبول کروں گا اور کم سے کم یہ کہ اگر ایک دُعا قبول کرنے کے لائق نہ ہو اور مصلحتِ الٰہی کے خلاف ہو تو اس میں اطلاع دی جائے گی۔ یہ کہیں نہیں فرمایا کہ تم کو یہ اقتدار دیا جائے گا کہ تم اقتداری طور پہ جو چاہو وہی کر گزرو گے مگر حضرت مسیح کا تو یہ حکم معلوم ہوتا ہے کہ وہ بیماروں وغیرہ کے چنگا کرنے میں اپنے تابعین کو اختیار بخشتے ہیں جیسا کہ متی ۱۰ باب میں لکھا ہے۔ پھر اس نے بارہ شاگردوں کو پاس بلا کر انہیں قدرت بخشی کہ ناپاک روحوں کو نکالیں اور ہر طرح کی بیماری اور دُکھ درد کو دُور کریں۔ اب یہ آپ کا فرض اور آپ کی ایمانداری کا ضرور نشان ہو گیا کہ آپ ان بیماروں کو چنگا کر کے دکھلا دیں یا یہ اقرار کریں کہ ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی ہم میں ایمان نہیں۔“ [2]

الغرض دشمن کے اعتراض کا پوری ہمت سے مقابلہ کرنا بلکہ اسی اعتراض کی رُو سے اسے ملزم کرنا اور اعتراض کو الٹا اسی پہ وارد کرنا ایک ایسی نمایاں صفت ہے جو ہمیں صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علم کلام میں ہی نظر آتی ہے۔

دسویں خصوصیت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علم کلام کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ آپ نے عیسائی مذہب کے سب عقائد کو باطل قرار دینے کے لئے اس پر سب سے زیادہ زور اور قوت صرف فرمائی ہے جو اس عقیدہ کے لئے بطور جڑ کے ہوتا ہے۔ حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے عیسائیت کے ہر عقیدہ کا

---

[1] :۔ جنگِ مقدس ص۲۰ (جلد ۶) [2] :۔ جنگ مقدس ص۴۳ (جلد ۶)

تجزیہ کرنے کے بعد اس عقیدہ کی بنیادی کڑی کو دریافت فرمایا اور سب سے زیادہ زور اس بنیادی کڑی کے باطل کرنے پر دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ طریق بہت ہی مفید اور کارگر ہے۔ اس کی مثال ایسے ہی ہے کہ جیسی کسی بڑی عمارت کو گرانا مقصود ہو تو دو طریقے ہو سکتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس عمارت کو اُوپر کی طرف سے گرانا شروع کیا جائے اور ایک، ایک اینٹ کو علیحدہ کر دیا جائے۔ دوسرا طریق یہ ہے کہ اس عمارت کی بنیادی اینٹوں کو نکال دیا جائے، وہ ساری کی ساری عمارت زمین پر آگرے گی۔

تردید عیسائیت کے سلسلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان ہر دو طریق کو استعمال فرمایا ہے لیکن خاص توجہ دوسرے طریقہ پر مرکوز رکھی ہے۔ چنانچہ آپ کے علم کلام کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے عیسائیت کے ہر ایک باطل عقیدہ کے ردّ میں دلائل دیئے ہیں لیکن خاص طور پر آپ کی توجہ ان بنیادوں کی طرف رہی جن پر ان عقائد کی عمارت استوار کی جاتی ہے۔ موجودہ عیسائیت کے دو ہی بڑے عقیدے ہیں۔ تثلیث اور کفارہ۔ حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے تثلیث کے حق میں اور کفارہ کے حق میں پیش کی جانے والی ہر دلیل کا ردّ فرمایا لیکن خاص طور پر آپ کی توجہ الوہیت مسیح کے مسئلہ کی طرف رہی جو تثلیث کی ایک بنیادی کڑی بلکہ حقیقی بنیاد ہے اور اسی طرح آپ نے اپنا زور اس بات پر صرف فرمایا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام ہرگز ہرگز صلیب پر فوت نہیں ہوئے۔ کیونکہ حضرت مسیح علیہ السلام کی صلیبی موت ہی کفارہ کی اصلی اور حقیقی بنیاد ہے جیسا کہ اس مقالہ کے متعلقہ باب سے ظاہر ہوگا۔ حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے سب سے زیادہ زور الوہیتِ مسیح اور مسیح علیہ السلام کی صلیبی موت کی تردید پر دیا ہے۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علم کلام کی خصوصیت یہ ہے کہ جہاں آپ نے عیسائی عقائد کا تفصیلی ردّ بیان فرمایا ہے وہاں خاص طور پر عیسائی عقائد کی جڑ پر تبر رکھی ہے اس طرح اس بنیاد کو منہدم کر دیا ہے جس پر عیسائیت کا قصر تعمیر کیا گیا تھا۔ یہاں یہ ذکر کر دینا بھی بے موقع نہ ہوگا کہ عیسائیت کے ناکارہ عقائد کی بوسیدہ عمارت کو گرانے کا یہی طریق بہتر ہے جس سے باطل کی تردید بھی ہو جاتی ہے اور وقت بھی ضائع نہیں ہوتا۔

گیارہویں خصوصیّت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علم کلام کی ایک خوبی یہ ہے کہ آپ کے علم کلام میں استدلال کا

طریق اور استدلال اس قدر مضبوط اور عمدہ ہوتا ہے کہ پڑھتے وقت یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے ایک میخ زمین میں دھنستی چلی جاتی ہے ۔ حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے سارے علم کلام پر ایک نظر کرنے سے یہ حقیقت واضح طور پر سامنے آجاتی ہے کہ آپ نے عقلی اور نقلی دلائل پیش کرتے ہوئے اور اسی طرح غیروں کے اعتراضات کے جوابات دیتے ہوئے استدلال کا ایسا عمدہ طریق اختیار فرمایا ہے کہ ہر قسم کے شکوک و شبہات رفع ہو کر ایک معرفت اور ایمان پیدا ہوتا ہے آپ کے علم کلام کی یہ خوبی جہاں اس کی عظمت پر دلالت کرتی ہے وہاں اس بات کی بھی غمازی کرتی ہے کہ اس علم کلام کے بیان کرنے والے کو اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص الخاص فضل سے خیالات کی پاکیزگی عقائد پر کامل عبور، ایمان و ایقان کی بے پناہ دولت عطا کرنے کے علاوہ اس کے بیان میں بے پناہ قوت اور تاثیر ودیعت کر دی ہے ۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا علم کلام جو آپ کے دردمند دل کی گہرائیوں سے ابھرتا تھا پڑھنے اور سننے والوں کے دلوں میں گھر کر جاتا ہے اور معاندین کو بھی اس بات پر مجبور کر دیتا ہے کہ وہ اس بیان پر غور کریں ۔ پس یہ جذب و کشش اور یہ مقبولیت حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے علم کلام کا ایک امتیازی وصف ہے ۔

بارہویں خصوصیت

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خداداد علم کلام کی بارہویں اور میرے اس بیان کے لحاظ سے آخری امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ آپ کا پیش کردہ علم کلام اپنے اندر اعجازی قوت رکھتا ہے ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علم کلام کا بنظر غائر جائزہ لینے والا ہر شخص یہ اندازہ لگا سکتا ہے کہ اس خداداد علم کلام کی جلالی شان، زبردست قوت و تاثیر، محکم بنیاد اور وسعت و ہمہ گیری نے اس کو ایک اعجازی مرتبہ عطا کر دیا ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ مسیح پاک علیہ السلام نے اپنے کلام میں مخالفین کو چیلنج کیا ۔ بار بار تحدی کے ساتھ دعوت مبارزت دی ۔ اور بارہا دشمنوں کو مقابلہ کی دعوت دی ۔ لیکن اوّل تو کوئی دشمن نشان نمائی کے میدان میں حضور کے مقابلہ پر نہ اترا اور جس نے ذرا بھی اس میدان میں قدم رکھا وہ آسمانی بجلی کی زد میں آکر خاکستر ہو گیا ۔ خاص طور پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے مقصد بعثت کی مناسبت سے عیسائی پادریوں کو بار بار دعوتِ مقابلہ دے کر ان پر اتمامِ حجت کر دی ۔ ایک موقع پر ان الفاظ میں دعوتِ مقابلہ دی ۔ فرمایا :-

"میں دعویٰ سے کہتا ہوں اور خدا تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ میں اس میں سچا ہوں اور تجربہ اور نشانات کی ایک کثیر تعداد نے میری سچائی کو روشن کر دیا ہے کہ اگر یسوع مسیح ہی زندہ خدا ہے اور وہ اپنے صلیب برداروں کی نجات کا باعث ہوا ہے اور ان کی دعائیں قبول کرتا ہے باوجودیکہ اس کی خود دعا قبول نہیں ہوئی تو کسی پادری یا راہب کو میرے مقابل پر پیش کرو کہ وہ یسوع مسیح سے مدد اور توفیق پاکر کوئی خارق عادت نشان دکھائے۔ میں اب میدان میں کھڑا ہوں اور میں سچ سچ کہتا ہوں کہ میں اپنے خدا کو دیکھتا ہوں وہ ہر وقت میرے سامنے میرے ساتھ ہے۔"[1]

پھر ایک موقع پر حضور نے بڑے زوردار الفاظ میں اسی دعوت کو دوہرایا اور "خدا کا فیصلہ" کے عنوان سے ایک اشتہار شائع فرمایا۔ اس میں آپ فرماتے ہیں:۔

"ربانی فیصلہ کے لئے طریق یہ ہوگا کہ میرے مقابل پر ایک معزز پادری صاحب جو پادری صاحبان مندرجہ ذیل میں سے منتخب کئے جائیں[*] میدانِ مقابلہ کے لئے جو تراضی فریقین سے مقرر کیا جائے طیار ہوں پھر بعد اس کے ہم دونوں معہ اپنی اپنی جماعتوں کے میدانِ مقررہ میں حاضر ہو جائیں اور خدا تعالیٰ سے دعا کے ساتھ یہ فیصلہ چاہیں کہ ہم دونوں میں سے جو شخص درحقیقت خدا تعالیٰ کی نظر میں کاذب اور موردِ غضب ہے خدا تعالیٰ ایک سال میں اس کاذب پر وہ قہر نازل کرے جو اپنی غیرت کے رو سے ہمیشہ کاذب اور مکذب قوموں پر کیا کرتا ہے جیسا کہ اس نے فرعون پر کیا، نمرود پر کیا اور نوح کی قوم پر کیا اور یہود پر کیا۔ حضرات پادری صاحبان یہ بات یاد رکھیں کہ اس باہمی دعا میں کسی خاص فریق پر نہ لعنت ہے نہ بددعا ہے بلکہ اس جھوٹے کو سزا دلانے کی غرض سے ہے جو اپنے جھوٹ کو چھوڑنا نہیں چاہتا۔ ایک جہان کے زندہ ہونے کے لئے ایک کا مرنا بہتر ہے۔"[2]

---

[1]:۔ ملفوظات جلد سوم صفحہ ۱۲۴-۱۲۵

[*] ۔ ان صاحبوں میں سے کوئی منتخب ہونا چاہیئے۔ اوّل ڈاکٹر مارٹن کلارک دوسرے پادری عماد الدین۔ پھر پادری ٹھاکر داس یا حسام الدین بمبئی یا صفدر علی بھنڈارہ یا طامس ہاول یا فتح مسیح بشرط منظوری دیگران۔ منہ

[2]:۔ روحانی خزائن جلد ۱۱

نیز فرمایا :-

" اے پادری صاحبان دیکھو کہ میں اس کام کے لئے کھڑا ہوں اگر چاہتے ہو کہ خُدا کے حکم سے اور خُدا کے فیصلہ سے سچے اور جھوٹے میں فرق ظاہر ہو جائے تو آؤ تا ہم ایک میدان میں دعاؤں کے ساتھ جنگ کریں تا جھوٹے کی پردہ دری ہو۔ یقیناً سمجھو کہ خُدا ہے اور بے شک وہ قادر موجود ہے اور وہ ہمیشہ صادقوں کی حمایت کرتا ہے اور ہم دونوں میں سے جو صادق ہوگا خدا ضرور اسکی حمایت کرے گا۔ یہ بات یاد رکھو کہ جو شخص خدا کی نظر میں ذلیل وہ اس جنگ کے بعد ذلّت دیکھے گا اور جو اس کی نظر میں عزیز ہے وہ عزّت پائے گا " [1]

انجام آتھم کے چیلنج کے ضمن میں آپ نے یہ بھی فرمایا :-

" اگر میری تائید میں خُدا کا فیصلہ نہ ہو تو مَیں اپنی کل املاک منقولہ و غیر منقولہ جو دس ہزار روپیہ کی قیمت سے کم نہیں ہوں گی۔ عیسائیوں کو دے دوں گا اور بطور پیشگی تین ہزار روپیہ تک ان کے پاس جمع بھی کرا سکتا ہوں۔ اس قدر مال کا میرے ہاتھ سے نکل جانا میرے لئے کافی سزا ہوگی علاوہ اس کے یہ بھی اقرار کرتا ہوں کہ مَیں اپنے دستخطی اشتہار سے شائع کر دوں گا کہ عیسائی فتح یاب ہوئے اور مَیں مغلوب ہُوا اور یہ بھی اقرار کرتا ہوں کہ اس اشتہار میں کوئی بھی شرط نہ ہوگی لفظاً یا معناً " [2]

چنانچہ آپ نے یہ دعوتِ مقابلہ دی اور اس تحدی اور چیلنج کے ساتھ آپ نے یہ بھی فرمایا :-

" جو گروہ جھوٹا ہوگا اب بلاشبہ بھاگ جائے گا اور جھوٹے بہانوں سے کام لے گا " [3]

چنانچہ ایسا ہی ہُوا۔ خُدا کے مسیح کا کلام پورا ہُوا اور عیسائی مقابلہ کے لئے اس میدان میں اترنے کی جرأت تک نہ کر سکے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے نشان نمائی اور مقابلہ کی دعوت مبارزت کی کوئی ایک مثال نہیں بلکہ تاریخ احمدیت شاہد ہے کہ خدا کا یہ مسیح، خدا کا یہ جری پہلوان اپنی ساری زندگی عیسائیوں کو میدان میں للکارتا رہا کہ کوئی اُٹھے اور مجھ سے مقابلہ کرے۔ آپ کے اعجازی علم کلام کی یہ بلند شان ہے کہ ایک طرف اس قدر یقین، وثوق اور تحدی پائی جاتی تھی تو ساتھ ہی آپ

---

[1] : روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۳۴ ؛ [2] : روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۳۴ ؛ [3] : روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۴۲ ؛

نے اپنے خدا سے خبر پاکر اس بات کا بھی اعلان فرما دیا تھا کہ ہرگز کوئی عیسائی اس بات کے لئے تیار نہ ہوگا اور اگر کوئی میدان میں آیا تو وہ سخت ناکام اور رسوا ہوگا۔ اپنی فتح اور اپنے غلبہ پر یہ یقین کامل آپ کے علم کلام کا ایک ایسا منفرد اعزاز ہے جو کسی اصطلاحی متکلم کے کلام میں یا کسی عام مولوی کے بیان میں ہرگز پایا نہیں جا سکتا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اپنی ساری زندگی میں کبھی ایک لمحہ کے لئے بھی یہ شک یا وہم نہیں گزرا کہ کبھی وہ اپنے مقصد میں ناکام کئے جا سکیں گے۔ آپ یقین اور بصیرت کی ایک مضبوط چٹان پر قائم تھے۔ آپ کا خدا آپ کی نصرت پر کمربستہ تھا پھر آپ کو اس بارہ میں کس وجہ سے شک ہو سکتا تھا۔ آپ کس شان اور یقین کے ساتھ اپنی کامیابی کے بارہ میں فرماتے ہیں:۔

"مجھے خدا نے اپنی طرف سے قوت دی ہے کہ میرے مقابل پر مباحثہ کے وقت کوئی پادری ٹھہر نہیں سکتا اور میرا رعب عیسائی علماء پر خدا نے ایسا ڈال دیا ہے کہ ان کو طاقت نہیں رہی کہ میرے مقابلہ پر آسکیں۔ چونکہ خدا نے مجھے روح القدس سے تائید بخشی ہے اور اپنا فرشتہ میرے ساتھ کیا ہے اسلئے کوئی پادری میرے مقابل پر آ ہی نہیں سکتا۔ یہ وہی لوگ ہیں جو کہتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی معجزہ نہیں ہوا۔ کوئی پیشگوئی ظہور میں نہیں آئی۔ اور اب بلائے جاتے ہیں پر نہیں آتے۔ اس کا سبب یہی ہے کہ ان کے دلوں میں خدا نے ڈال دیا ہے کہ اس شخص کے مقابل پر ہمیں بجز شکست کے اور کچھ نہیں۔"[1]

پھر آپ فرماتے ہیں:۔

"عیسائی مذہب کے ساتھ ہمارا مقابلہ ہے۔ عیسائی مذہب اپنی جگہ آدم زاد کی خدائی منوانی چاہتا ہے اور ہمارے نزدیک وہ اصل اور حقیقی خدا سے دور پڑے ہوئے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ ان عقائد کی (جو حقیقی خدا پرستی سے دور پھینک کر مردہ پرستی کی طرف لے جاتے ہیں) کافی تردید ہو اور دنیا آگاہ ہو جاوے کہ وہ مذہب جو انسان کو خدا بناتا ہے خدا کی طرف سے نہیں ہو سکتا اور بظاہر اسباب عیسائی مذہب کی اشاعت اور ترقی کے جو اسباب ہیں وہ انسان پرست انسان کو کبھی یقین نہیں دلاتے کہ اس مذہب کا استیصال ہو جاوے گا لیکن ہم اپنے

---

[1] :۔ روحانی خزائن جلد ۷ ، ۱

خدا پر یقین رکھتے ہیں کہ اس نے ہم کو اس کی اصلاح کے لئے بھیجا ہے اور میرے
ہاتھ پر مقدر ہے کہ میں دنیا کو اس عقیدہ سے رہائی دوں پس ہمارا فیصلہ کرنے
والا یہی امر ہوگا۔ یہ باتیں لوگوں کی نظر میں عجیب ہیں مگر میں یقین رکھتا ہوں کہ
میرا خدا قادر ہے۔" [۱]

ان حوالوں سے عیاں ہے کہ کاسر صلیب، سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو عیسائیت کے مقابل پر اپنی کامیابی کا ایسا کامل یقین تھا کہ جس کو صحیح طور پر لفظوں میں بیان کرنا بھی شاید ممکن نہ ہو۔ ذرا اندازہ لگائیے جس شخص کے مبارک منہ سے یہ پرشوکت الفاظ نکلے ہوں اس کے عزم اور یقین کی کیفیت کیا ہوگی؟ آپ فرماتے ہیں :۔

"یقیناً یاد رکھو اور کان کھول کر سنو کہ میری روح ہلاک ہونیوالی روح نہیں
اور میری سرشت میں ناکامی کا خمیر نہیں ..... کیا خدا مجھے چھوڑ دے گا؟ کیا وہ
مجھے ضائع کر دے گا؟ کبھی نہیں ضائع کرے گا۔ دشمن ذلیل ہوں گے اور حاسد
شرمندہ اور خدا اپنے بندہ کو ہر میدان میں فتح دے گا۔" [۲]

الغرض اپنے مقصد میں کامیابی، اسلام کی فتح و نصرت، دشمنوں کی ہلاکت اور عیسائیت کی ناکامی پہ یقین کامل حضور علیہ السلام کے علم کلام کا وہ درخشندہ باب ہے جو اس خداداد علم کلام سے ہی خاص ہے۔ اس یقین کا ہی نتیجہ تھا کہ آپ نے عیسائیوں کو ہر میدان میں للکارا اور ہر میدان میں پسپا کیا۔ آپ نے عیسائی مذہب کے خلاف ایسا زبردست اور مسلسل جہاد کیا کہ حجت تمام کر دی۔ یہ اتمام حجت اور فرض کی کامل ادائیگی بھی آپ کے علم کلام کے اعجاز کا ایک حصہ ہے۔ آپ فرماتے ہیں :۔

"عیسائیوں کی نسبت جو اتمام حجت کیا گیا وہ بھی دو قسم پر ہے ایک وہ کتابیں
ہیں جو میں نے عیسائیوں کے خیالات کے رد میں تالیف کیں جیسا کہ براہین احمدیہ اور
نور الحق اور کشف الغطاء وغیرہ۔ دوسرے وہ نشان جو عیسائیوں پر حجت پوری
کرنے کے لئے میں نے دکھلائے۔" [۳]

پس اس سارے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خداداد علم کلام کا ایک وصف یہ ہے کہ یہ ایک اعجازی علم کلام ہے جس کے مقابلہ کی دشمن میں ہرگز تاب نہیں۔ کبھی دشمن اس

---

[۱]: ملفوظات جلد ششم صفحہ ۴۲ [۲]: انوار الاسلام صفحہ ۲۳ (جلد ۹) [۳]: تریاق القلوب صفحہ ۱۰۸ (جلد ۱۵)

علم کلام کا جواب دے سکا ہے اور نہ کبھی دے سکے گا۔ آپ خود فرماتے ہیں :۔

"ہمارے اصول عیسائیوں پر ایسے پتھر ہیں کہ وہ ان کا ہرگز جواب نہیں دے سکتے"۔ [1]

اعجازی علم کلام کے وصف کے بیان کو مَیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقدس الفاظ سے ہی ختم کرتا ہوں۔ یہ الفاظ اس بات پر شاہد ناطق ہیں کہ واقعی یہ علم کلام اپنے اندر غیر معمولی قوّتِ اعجاز رکھتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں :۔

"اٹھو عیسائیو! اگر کچھ طاقت ہے تو مجھ سے مقابلہ کرو۔ اگر مَیں جھوٹا ہوں تو مجھے بے شک ذبح کر دو ورنہ آپ لوگ خدا کے الزام کے نیچے ہیں اور جہنم کی آگ پر آپ لوگوں کا قدم ہے"۔ [2]

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عیسائیت کے خلاف علم کلام کی خصوصیات کا بیان ختم ہوا لیکن اس موقعہ پر مَیں اس امر کا اعتراف کرنا چاہتا ہوں کہ حضور کے علم کلام کی صرف یہی خصوصیات نہیں ہیں بلکہ یہ جو کچھ مَیں نے لکھا ہے اپنی سمجھ اور فکر کے مطابق لکھا ہے اور مجھے اس اعتراف میں بھی فخر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اعجازی اور خداداد علم کلام کے اوصاف کا مکمل احاطہ کرنا میری فکر سے بالا ہے۔ اور میری طاقت سے باہر۔ وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيْمٌ۔

---

[1] ۔ ملفوظات جلد نہم صفحہ ۲۱ ۔ [2] ۔ سراج دین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب صفحہ ۹ جلد ۱۲ ۔

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے علمِ کلام کے متعلق چند ضروری امور

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علم کلام کی خصوصیات کا یہ تذکرہ تشنۂ تکمیل رہے گا اگر ان ضروری امور اور نمایاں پہلوؤں کا ذکر نہ کیا جائے جو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علم کلام میں نظر آتے ہیں۔ آپ کے عیسائیت کے خلاف علم کلام کو سمجھنے کے لئے ان امور کو جاننا اور مدنظر رکھنا بہت ضروری ہے۔

۱۔ وفاتِ مسیح علیہ السّلام

عیسائیت کے ردّ میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علم کلام کا ایک بہت ہی نمایاں پہلو یہ ہے کہ آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت فرمائی ہے اور اس بات کو اسقدر وضاحت اور تکرار سے بیان فرمایا ہے کہ اس مسئلہ کا کوئی گوشہ نظر انداز نہیں ہوا۔ دراصل یہ سیدنا حضرت مسیح پاک علیہ السلام کی خداداد بصیرت کا نتیجہ تھا کہ آپ نے اسلام کے مقابل پر عیسائیت کو سرنگوں کرنے کے لئے عیسائی مذہب کے اس عقیدہ پر گرفت کی جو اس مذہب اور اس کے باطل ادّعا کیلئے رگِ جان کی حیثیت رکھتا ہے۔ عیسائی حضرات اسلام کے مقابل پر عیسائیت کی برتری کی دلیل کے طور پر حیاتِ مسیح علیہ السلام کے خیال کو پیش کرتے ہیں اور پھر عیسائی عقائد کے اثبات کے لئے بھی حیاتِ مسیح کو بنیاد بنا کر اسی سے الوہیتِ مسیح کا استدلال کرتے تھے۔ جب الوہیت مسیح ثابت کر لیتے تو پھر تثلیث اور کفارہ کے مسئلوں کو ثابت کرنے کے لئے ان کو ایک بنیاد مل جاتی تھی۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی بعثت کے ہر دو مقاصد یعنی غلبہ اسلام اور ابطالِ مسیحیت کے پیشِ نظر وفاتِ مسیح کے مسئلہ کو پیش فرمایا۔ آپ نے خدا تعالیٰ سے خبر پا کر اعلان فرمایا:۔

> ابن مریم مر گیا حق کی قسم
>
> داخلِ جنت ہوا وہ محترم

آپ کے اس ایک اعلان نے ایک طرف تو مسلمانوں کے غلط خیال کی تردید کی جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو چوتھے آسمان پر زندہ یقین کرتے تھے اور انہی کی دوبارہ آمد کے منتظر تھے اور دوسری طرف عیسائیت کے سب عقائد کی بنیاد ہی مسمار کر دی جو حیاتِ مسیح سے الوہیتِ مسیح اور پھر الوہیت مسیح سے تثلیث

اور کفارہ کا استدلال کرتے ہوئے عیسائیوں نے تعمیر کر رکھی تھی۔ الغرض خدا کے مسیح کے اس ایک ہی وار نے باطل کی سب تدبیروں کو باطل کر دیا اور اس ایک مسئلہ نے مذہبی دنیا کا نقشہ ہی بدل ڈالا۔

حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے ذریعہ وفات مسیح کا اس وضاحت کے ساتھ انکشاف دراصل ایک خدائی تقدیر تھی جس نے عیسائیت کی موت کا اعلان کرنے کے ساتھ اسلام کی زندگی کا نقارہ بجا دیا۔

میرے مقالہ کا عنوان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس علم کلام تک محدود ہے جو آپ نے خاص عیسائی عقائد کے رد میں بیان فرمایا اس لئے میں اس جگہ وفات مسیح کے ان بے شمار قرآنی، حدیثی، عقلی، نقلی اور تاریخی دلائل کو بیان نہیں کروں گا۔ جو حضور نے اس ضمن میں بیان فرمائے ہیں تاہم عیسائیت کے مقابلہ پر آپ نے وفات مسیح کے مسئلہ پر اور اس کی اہمیت پر جو زور دیا ہے اس کا بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں کیونکہ یہی وہ آسمانی حربہ ہے جس پر پوری توجہ مرکوز کرنے کی حضور علیہ السلام نے اپنی جماعت کو آخری وصیت بھی فرمائی ہے۔

وفات مسیح کی اہمیت اور اسکی اثرات کو حضور نے مختلف انداز میں بیان فرمایا ہے سب سے پہلے آپ نے اس مسئلہ کی اہمیت واضح فرمائی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"یاد رہے کہ ہمارے اور ہمارے مخالفوں کے صدق و کذب آزمانے کے لئے حضرت عیسٰی علیہ السلام کی وفات حیات ہے اگر حضرت عیسٰی درحقیقت زندہ ہیں تو ہمارے سب دعوے جھوٹے اور سب دلائل ہیچ ہیں اور اگر وہ درحقیقت قرآن کی رُو سے فوت شدہ ہیں تو ہمارے مخالف باطل پر ہیں" [۱]

پھر آپ فرماتے ہیں:۔

"ہمارے دعویٰ کی جڑھ حضرت عیسٰی کی وفات ہے اس جڑھ کو خدا اپنے ہاتھ سے پانی دیتا ہے اور رسول اسکی حفاظت کرتا ہے۔۔۔۔۔۔ افسوس کہ پھر بھی لوگ ان کو زندہ سمجھتے ہیں اور ان کو ایسی خصوصیت دیتے جو کسی نبی کو خصوصیت نہیں دی گئی۔ یہی امور ہیں جن سے حضرت مسیح کی الوہیت کو عیسائیوں کے زعم میں قوت پہنچتی ہے اور بہت سے کچے آدمی ایسے عقائد سے ٹھوکر کھاتے ہیں۔ ہم گواہ ہیں کہ خدا نے ہمیں خبر دی ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام فوت ہو گئے اب ان کے زندہ کرنے میں دین کی ہلاکت ہے اور اس خیال میں لگ خواہ مخواہ کی خاک بیزی ہے" [۲]

۱: تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۱ حاشیہ روحانی خزائن جلد ۱۷ ۲: لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۴۴ روحانی خزائن جلد ۲۰

نیز فرمایا :۔

"یہ لوگ بعض وقت دھوکا دیتے ہیں کہ وفاتِ مسیح کی بحث کی ضرورت ہی کچھ نہیں حالانکہ اصل جڑ یہی ہے۔ اس مسئلہ سے عیسائیوں کی ساری کارروائی باطل ہوتی ہے اور حضرت مسیح کی خدائی کی ٹانگ ٹوٹتی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت دنیا میں قائم ہوتی ہے۔" [1]

وفاتِ مسیح کے مسئلہ کی اہمیت کا اعتراف غیر احمدیوں اور عیسائیوں نے بھی کیا ہے اور تسلیم کیا ہے کہ اگر واقعی ایسا ثابت ہو جائے تو ان کے عقائد سب کے سب باطل ہو جاتے ہیں۔ ایک حوالہ پیش کرتا ہوں۔ Mr. CRILTONDON نے جو کہ انٹر یونیورسٹی فیلوشپ آف لنڈن کے سیکرٹری جنرل ہیں لنڈن میں ایک تقریر میں کہا :۔

"اگر مسیح کی وفات کے متعلق جماعتِ احمدیہ کا نظریہ درست ہے تو پھر عیسائیت باقی نہیں رہ سکتی۔ اگر فی الواقع مسیح صلیب پر فوت نہیں ہوئے تو پھر عیسائیت کی ساری بنیاد ہی ختم ہو کر رہ جاتی ہے اور ایسی صورت میں عیسائیت کی تمام عمارت کا زمین پر آرہنا یقینی ہے۔" [2]

وفاتِ مسیح کے مسئلہ کی اہمیت واضح کرنے کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس بات کی بھی وضاحت فرمائی کہ اگر حیاتِ مسیح کا عقیدہ رکھا جائے تو اس کا کیا نقصان ہو سکتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں :۔

"اس بیہودہ خیال سے کہ مسیح ابن مریم زندہ آسمان پر بیٹھا ہے بڑے بڑے فتنے دنیا میں پڑ گئے ہیں دراصل عیسائیوں کے پاس مسیح کو خدا ٹھہرانے کی یہی بنیاد ہے اور زندہ ماننے سے رفتہ رفتہ ان کا یہ خیال ہو گیا کہ اب باپ کچھ نہیں کر سکتا سب کچھ اس نے اپنے بیٹے کو جو زندہ موجود ہے سپرد کر رکھا ہے غرض یہی اوّل دلیل مسیح کے خدا ہونے کی عیسائیوں کے پاس ہے جس کی ہمارے علماء تائید کر رہے ہیں مگر حق بات یہی ہے کہ وہ فوت ہو گئے۔" [3]

---

[1] :۔ ملفوظات جلد سوم صفحہ ۲۵۳ ✣ [2] :۔ الفضل ۲۷ نومبر ۱۹۵۶ء بحوالہ تفسیر کبیر سورہ مریم صفحہ ۹۱ ✣

[3] :۔ نشان آسمانی صفحہ روحانی خزائن جلد ۴ ✣

پھر فرمایا :-

سہ واللہ ان حیات عیسٰی حیّۃ
تسعی لتھلک کل من فی خانہم۔

بخدا حضرت مسیح علیہ السلام کی زندگی ایک سانپ ہے وہ سانپ دوڑتا ہے تا ان سب کو قتل کرے جو ان کی سرائے میں ہیں۔" ؎۱

گویا حیاتِ مسیح کا ایک بہت بڑا نقصان یہ ہے کہ اس عقیدہ سے عیسائیوں کو الوہیتِ مسیح کا استدلال کرنے کا موقع مل جاتا ہے۔ خود عیسائی مصنفین کو اس بات کا اعتراف ہے کہ حیاتِ مسیح سے الوہیتِ مسیح کی زبردست دلیل ملتی ہے بلکہ بعض پادریوں نے اپنے ساتھیوں کو مسلمانوں کے اس مفید مطلب اعتقاد سے فائدہ اٹھانے کی نصیحت بھی کی ہے۔ ایک امریکی پادری E.W. BETHMANN لکھتے ہیں :-

"Muslims know that Mohammad is dead and they know also that christ lives. Let us make the most of it" ؎۲

یعنی مسلمان مانتے ہیں کہ محمد فوت ہو گئے اور وہ یہ بھی مانتے ہیں کہ مسیح زندہ ہے۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم اس کا زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائیں۔

چنانچہ حیاتِ مسیح کے عقیدہ کے اس نقصان کی نشاندہی کرتے ہوئے حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے :-

" یہ عقیدہ (یعنی حیاتِ مسیح کا۔ ناقل) حضرت عیسٰی کا خدا بنانے کی پہلی اینٹ ہے کیونکہ ان کو ایک خصوصیت دی گئی ہے جس میں کوئی دوسرا شریک نہیں۔" ؎۳

پھر فرمایا :-

" الا ترون القسّیسین کیف یصرّون علی حیاتہ ویثبتون الوھیّتہٗ من صفاتہ " ؎۴

؎۱ :- از قصیدہ مندرجہ نور الحق حصہ اوّل صفحہ ۱۲۷۔ روحانی خزائن جلد ۸ ۔

؎۲ :- Bridge to Islam p. 287

؎۳ :- ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۲۹۴ (جلد ۲۱) ؎۴ :- الھدی والتبصرۃ لمن یرٰی صفحہ ۳۶ (جلد ۱۸)

یعنی کیا تم نہیں دیکھتے کہ یہ پادری حضرات کس طرح حضرت مسیح کی زندگی پہ زور دیتے اور مسیح کی ان صفات سے ان کی الوہیت پہ استدلال کرتے ہیں "

نیز اسی ضمن میں فرمایا :-

"حال کے عیسائیوں کے عقائد باطلہ کے رو سے حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات کا مسئلہ ایک ایسا مسئلہ ہے جو حضرت عیسیٰ کو خدا بنانے کے لئے گویا عیسائی مذہب کا بھی ایک ستون ہے" [1]

جب حیاتِ مسیح سے الوہیتِ مسیح کے خیال کو تقویت ملتی ہے تو اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ کسرِ صلیب کے مشن کی تکمیل کے لئے اس بات کی کس قدر ضرورت تھی کہ عیسائیت کے اس ستون کو مسمار کیا جائے۔ چنانچہ آپ نے اپنی تحریرات میں اس ضرورت اور اہمیت کو واضح فرمایا۔ آپ فرماتے ہیں :-

(۱)

"خوب یاد رکھو کہ بجز موتِ مسیح صلیبی عقیدہ پر موت نہیں آسکتی سو اس سے فائدہ کیا کہ برخلافِ تعلیم قرآن اس کو زندہ سمجھا جائے۔ اس کو مرنے دو تا یہ دین زندہ ہو" [2]

(۲)

"عیسائیوں کا تو سارا منصوبہ خود بخود ٹوٹ جاتا ہے جبکہ ان کا خدا ہی مر گیا تو پھر باقی کیا رہا" [3]

(۳)

"ہم وفاتِ مسیح کے مسئلہ پر زیادہ زور دیتے ہیں کیونکہ اسی موت کے ساتھ عیسائی مذہب کی بھی موت ہے" [4]

(۴)

"اب دیکھ لو کہ ان کے مذہب کا تمام دار و مدار تو عیسیٰ کی زندگی پر ہے اور یہ نہیں کہ دوسرے انبیاء کی طرح وہ زندہ ہے بلکہ وہ ایسا زندہ ہے کہ پھر دوبارہ دنیا میں آئے گا ...... غرض سمجھنا چاہیئے کہ عیسائیوں کے مذہب کی بنیاد تو صرف عیسیٰ کی زندگی پر ہے۔ جب وہ مر گیا

---

[1] :- آئینہ کمالاتِ اسلام۔ مقدمہ ص۴۱ (جلد ۵) ؛ [2] :- کشتی نوح ص۱۵ (روحانی خزائن جلد ۱۹) ؛
[3] :- ملفوظات جلد نہم ص۲۱۰ ؛ [4] :- ملفوظات جلد اوّل ص۳۳۲ ؛

تو پھر ان کا مذہب بھی ان کے ساتھ ہی مر گیا!" [1]

(۵)

"غرض عیسیٰ کی زندگی مرتد کرنے کا آلہ ہے۔ جو لوگ عیسائی ہو جاتے ہیں تو وہ ایسی ایسی باتیں ہی سن کر ہو جایا کرتے ہیں۔" [2]

(۶)

"ہم نے دیکھا ہے کہ عیسائیت کو مٹانے کے واسطے اس سے بڑا اور کوئی ہتھیار نہیں کہ جس وجود کو وہ خدا بناتے ہیں اسے مردوں میں داخل ثابت کیا جائے۔" [3]

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان حوالوں سے ثابت ہوتا ہے کہ عیسائیت کو سرنگوں کرنے کا ایک ہی ذریعہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت کر دی جائے۔

عیسائیت کی شکست کے بالمقابل اسلام کی زندگی اور برتری بھی اس بات کا تقاضا کرتی تھی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت ثابت کی جائے اور اس مقدس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی زندگی کو ثابت کیا جائے جو سب رسولوں کا سردار اور خاتم النبیین ہے۔ چنانچہ اس بات کو آپ نے مختلف پیرایوں میں بیان فرمایا۔ آپ فرماتے ہیں:۔

(۱)

"اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ اسلام کو اپنے وعدہ کے موافق غالب کرے اس کے لئے بہرحال کوئی ذریعہ اور سبب ہوگا اور وہ یہی موتِ مسیح کا حربہ ہے۔ اس حربہ سے صلیبی مذہب پر موت وارد ہوگی اور ان کی کمریں ٹوٹ جاویں گی۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اب عیسائی غلطیوں کے دُور کرنے کے لئے اس سے بڑھ کر کیا سبب ہو سکتا ہے کہ مسیح کی وفات ثابت کر دی جاوے ...... بے شک حضرت عیسیٰ کی پرستش کا ستون ان کی زندگی ہے جب تک یہ نہ ٹوٹے اسلام کے لئے دروازہ نہیں کھلتا بلکہ عیسائیت کو اس سے مدد ملتی ہے۔" [4]

(۲)

"یہ بھی پکی بات ہے کہ اسلام کی زندگی عیسیٰ کے مرنے میں ہے۔ اگر اس مسئلہ پر غور کرو گے تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ یہی مسئلہ ہے جو عیسائی مذہب کا خاتمہ کر دینے والا ہے۔ یہ عیسائی

---

[1]:۔ ملفوظات جلد دہم ص۵۶؀

[2]:۔ ملفوظات جلد دہم ص۵۷؀

[3]:۔ ملفوظات جلد نہم ص۲۰۹؀

[4]:۔ لیکچر لدھیانہ ص۱۸، روحانی خزائن جلد ۲۰؀

مذہب کا بہت بڑا شہتیر ہے اور اسی پر اس مذہب کی عمارت قائم کی گئی ہے۔ اسے گرنے دو۔" [1]

(۳)

"عیسیٰ کی موت میں اسلام کی زندگی ہے اور عیسیٰ کی زندگی میں اسلام کی موت ہے۔" [2]

(۴)

"ولن تعود دولة الاسلام الی الاسلام من غیر ان یتّقوا و یوحّدوا ویدوسوا هذه العقیدة تحت الاقدام ...... ووالله انی اری حیاة الاسلام فی موت ابن مریم" [3]

ترجمہ:۔ یاد رکھو کہ اسلام کی شان و شوکت اس بات کے سوا اور کسی ذریعہ سے دوبارہ حاصل نہیں ہوسکتی کہ لوگ تقویٰ سے کام لیں۔ ایک خدا کو مانیں اور اس (حیات مسیح کے۔ ناقل) عقیدہ کو اپنے قدموں کے نیچے روند ڈالیں ..... بخدا میں دیکھ رہا ہوں کہ اسلام کی زندگی مسیح ابن مریم کی وفات میں ہے۔

(۵)

"عیسائیت کا یہی ہتھیار حیاتِ مسیح ہے جس کو لے کر وہ اسلام پر حملہ آور ہو رہے ہیں اور مسلمانوں کی ذریت عیسائیوں کا شکار ہو رہی ہے۔" [4]

(۶)

"اگر ہم سب مل کر وفات (مسیح علیہ السلام۔ ناقل) پر زور دیں گے تو پھر یہ مذہب (عیسائی) نہیں رہ سکتا۔ میں یقیناً کہتا ہوں کہ اسلام کی زندگی اس کی موت میں ہے خود عیسائیوں سے پوچھ کر دیکھ لو کہ جب یہ ثابت ہو جاوے کہ مسیح زندہ نہیں بلکہ مر گیا ہے تو ان کے مذہب کا کیا باقی رہ جاتا ہے؟ وہ خود اس امر کے قائل ہیں کہ یہی ایک مسئلہ ہے جو ان کے مذہب کا استیصال کرتا ہے۔" [5]

---

[1]:۔ لیکچر لدھیانہ صفحہ ۴۳ (روحانی خزائن جلد ۲۰)؛ [2]:۔ ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۲۶۴ (جلد ۲۱)۔
[3]:۔ الہدیٰ والتبصرۃ لمن یری صفحہ ۲۶ (جلد ۱۸) [4]:۔ ملفوظات جلد ہشتم صفحہ ۳۴۵؛
[5]:۔ ملفوظات جلد ہشتم صفحہ ۳۴۵؛

حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات سے عیسائی لوگ جس طرح اسلام پر عیسائیت کی فضیلت کا استدلال کرتے ہیں۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے حضور نے فرمایا ہے۔ کہ مسلمان حیاتِ مسیح کا عقیدہ رکھ کر عیسائیوں کے ہاتھ مضبوط کرتے ہیں۔ فرمایا ؎

ہمہ عیسائیاں را از مقالِ خود مدد دادند
دلیری ہا پدید آمد پرستارانِ میّت را

آپ نے مسلمان مولویوں کو اس نقصان دہ عقیدہ کو چھوڑنے کی نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:۔

"آپ لوگ ناحق کی ضد کیوں کرتے ہیں۔ کہیں عیسائیوں کے خدا کو مرنے بھی تو دو۔ کب تک اس کی حیّی لا یموت کہتے جاؤ گے" [۱]

پھر فرمایا:۔

"مسلمانوں کی خوش قسمتی ہی اس میں ہے کہ مسیح مرجائے ...... پس مسیح کو مرنے دو کہ اسلام کی زندگی اسی میں ہے" [۲]

عیسائی لوگ خود بھی یہ تسلیم کرتے ہیں کہ حیاتِ مسیح ان کے مذہب کی روح ہے۔ چنانچہ اس امر کا ذکر کرتے ہوئے حضور نے فرمایا:۔

"لدھیانہ میں ایک دفعہ ایک پادری میرے پاس آیا۔ اثنائے گفتگو میں میں نے اسے کہا کہ عیسٰی کی موت ایک معمولی سی بات ہے اگر تم مان لو کہ عیسٰی مر گیا ہے تو اس میں تمہارا کیا حرج ہے تو اس پر وہ کہنے لگا کہ کیا یہ معمولی سی بات ہے؟ اس پر تو ہمارے مذہب کا تمام دارو مدار ہے"

بدر میں لکھا ہے:۔

"اس نے کہا کہ اگر مسیح کے زندہ ہونے کا عقیدہ نہ ہو تو پھر سب عیسائی یکدم مسلمان ہو جائیں گے۔ ہمارے مذہب کی روح یہی بات ہے۔ جب یہ نکلی تو ہم بے جان ہو جائیں گے" [۳]

---

[۱]:۔ ازالہ اوہام حصہ دوم ص۳۵۱۔ (روحانی خزائن جلد ۳)

[۲]:۔ ملفوظات جلد دہم ص۴۵۵ [۳]:۔ ملفوظات جلد دہم ص۵۶

پھر ایک اور موقع پر فرمایا :۔

"عیسائیوں کے ہاتھ میں مسلمانوں کو عیسائی بنانے کے واسطے ایک ہی ہتھیار ہے اور وہ یہی زندگی (مسیح کی مراد ہے۔ناقل) کا مسئلہ ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ خصوصیت کسی دوسرے میں ثابت کرو۔ اگر وہ خدا نہیں تو پھر کیوں اسے یہ خصوصیت 7
دی گئی؟ وہ حیّ وقیوم ہے۔ (نعوذ باللہ من ذالک) اس حیات کے مسئلہ نے ان کو دلیر کر دیا ہے .... اب اس کے مقابل پر اگر تم پادریوں پر یہ ثابت کر دو کہ مسیح مر گیا ہے۔ تو اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟ مَیں نے بڑے بڑے پادریوں سے پوچھا ہے انہوں نے کہا ہے کہ اگر یہ ثابت ہو جاوے کہ مسیح مر گیا ہے تو ہمارا مذہب زندہ نہیں رہ سکتا۔" [1]

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی ساری عمر اس بات کی تلقین کرتے رہے کہ وفاتِ مسیح کو ثابت کرنے سے ہی عیسائیت کو مغلوب اور اسلام کو زندہ ثابت کیا جا سکتا ہے۔ آپ نے اپنی زندگی کے آخری خطاب میں اسی بات کا ذکر کیا۔ فرمایا :۔

"تم عیسیٰ کو مرنے دو کہ اس میں اسلام کی حیات ہے۔ ایسا ہی عیسیٰ موسوی کی بجائے عیسیٰ محمدی آنے دو کہ اس میں اسلام کی عظمت ہے۔" [2]

اور پھر اپنی جماعت کو آخری وصیت کے طور پر بھی یہی نصیحت فرمائی ہے کہ ساری توجہ وفاتِ مسیح کے مسئلہ کی طرف پھیر دو۔ آپ فرماتے ہیں :۔

"اے میرے دوستو! اب میری ایک آخری وصیت کو سنو اور ایک راز کی بات کہتا ہوں اس کو خوب یاد رکھو کہ تم اپنے ان تمام مناظرات کا جو عیسائیوں سے تمہیں پیش آتے ہیں پہلو بدل لو اور عیسائیوں پر یہ ثابت کر دو کہ در حقیقت مسیح ابن مریم ہمیشہ کے لئے فوت ہو چکا ہے۔ یہی ایک بحث ہے جس میں فتحیاب ہونے سے تم عیسائی مذہب کی روئے زمین سے صف لپیٹ دو گے۔ تمہیں کچھ بھی ضرورت نہیں کہ دوسرے لمبے لمبے جھگڑوں میں اپنے اوقاتِ عزیز کو ضائع کرو۔ صرف مسیح ابنِ مریم کی وفات پر زور دو اور پُرزور دلائل سے عیسائیوں کو لاجواب اور ساکت کر دو۔

---

[1] :۔ لیکچر لدھیانہ صفحہ ۱۶ (روحانی خزائن جلد ۲۰)؛ [2] :۔ ملفوظات جلد دہم صفحہ ۴۵۸

جب تم مسیح کا مُردوں میں داخل ہونا ثابت کر دو گے اور عیسائیوں کے دلوں پر نقش کر دو گے تو اس دن تم سمجھ لو کہ آج عیسائی مذہب دُنیا سے رخصت ہُوا یقیناً سمجھو کہ جب تک ان کا خدا فوت نہ ہو ان کا مذہب بھی فوت نہیں ہو سکتا۔ اور دوسری تمام بحثیں ان کے ساتھ عبث ہیں ان کے مذہب کا ایک ہی ستون ہے اور وہ یہ ہے کہ اب تک مسیح ابن مریم آسمان پر زندہ بیٹھا ہے۔ اس ستون کو پاش پاش کرو پھر نظر اُٹھا کر دیکھو کہ عیسائی مذہب دنیا میں کہاں ہے"۔ [1]

الغرض وفاتِ مسیح ایک ایسا کارگر حربہ ہے جس نے عیسائیت کو ابدالآباد کے لئے سرنگوں اور اسلام کو تاقیامت سربلند کر دیا ہے۔ یہ ایسا مفید اور عیسائیت کے حق میں ایسا مہلک ہتھیار ہے جس نے عیسائیت کے پرخچے اڑا دیئے ہیں اور یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علم کلام کا ایسا روشن باب ہے کہ جس کی تعریف و توصیف میں جتنا بھی لکھا جائے کم ہے۔

۲۔ مسیحی تعلیمات

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علم کلام کے سلسلہ میں اس بات کو مدّ نظر رکھنا بھی بہت ضروری ہے کہ حضور نے جہاں پر عیسائی عقائد کی تردید فرمائی ہے وہاں عیسائی تعلیمات پر بھی کڑی تنقید فرمائی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خاص طور پر عیسائیت کی پیش کردہ اخلاقی تعلیمات پر اپنی کتابوں میں تفصیل سے تبصرہ فرمایا ہے اور اس طرح یہ بات بھی ثابت فرمائی ہے کہ عیسائی مذہب کی تعلیمات عملاً غیر مفید اور ناقابل عمل ہیں مثلاً حضور علیہ السلام نے عفو اور درگزر کے بارہ میں عیسائیت کی اس تعلیم کو کہ

"مَیں تم سے یہ کہتا ہوں کہ شریر کا مقابلہ نہ کرنا بلکہ جو کوئی تیرے دہنے گال پر طمانچہ مارے دوسرا بھی اس کی طرف پھیر دے اور اگر کوئی تجھ پر نالش کر کے تیرا کُرتا لینا چاہے تو چوغہ بھی اسے لے لینے دے"۔ [2]

کو اپنی متعدد کتب میں ہدفِ تنقید بنایا ہے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ یہ بات تو الگ رہی کہ کیا عیسائیوں نے

---

[1]: ۔ ازالہ اوہام حصہ دوم ص۲۲ (روحانی خزائن جلد ۳) ؛ [2]: ۔ متی ۵/۳۹-۴۰ ؛

کبھی اس تعلیم پر عمل بھی کیا یا کیا آج اس پر عمل کرنے والا کوئی ایک عیسائی بھی ہے اور کیا خود ان کے یسوع مسیح نے اس تعلیم پر عمل کر کے دکھایا؟ یہ باتیں تو الگ رہیں۔ دیکھنے والی بات یہ ہے کہ یہ تعلیم قابلِ عمل اور اخلاقی قوتوں کی نشوونما کرنے والی بھی ہے یا نہیں؟ آپ نے ثابت فرمایا ہے کہ انجیل انسانی اخلاقیات کے صرف ایک پہلو پر زور دیتی ہے۔ گویا انجیل اخلاقیات کے سب تقاضوں کو پورا نہیں کرتی اور جس ایک خلق کی تعلیم دی اس میں حدِ اعتدال کی رعایت کو ترک کر کے اس قدر غلو کیا کہ اس کو ناقابلِ عمل بنا دیا۔ پس آپ نے مسیحی تعلقات کا کڑا محاسبہ فرمایا ہے اور عیسائیت کی پیش کردہ تعلیمات کو باطل اور ناقابلِ عمل ثابت فرمایا ہے۔ یاد رہے کہ تعلیمات کا ناقص اور باطل ہونا بھی کسی مذہب کے بطلان کی ایک زبردست دلیل ہے۔

مذکورہ بالا مثال کی وضاحت میں حضور نے اپنی کتب میں بہت تفصیل درج فرمائی ہے۔ ان سب کا اس جگہ درج کرنا تطویل کا باعث ہوگا۔ میں اس جگہ ایک اور حوالہ درج کرتا ہوں جس میں حضور نے یہ بیان فرمایا ہے کہ انجیل کو کامل تعلیم قرار دینا ہی بے بنیاد ہے کیونکہ انجیل نے کسی جگہ اپنے کامل ہونے کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ اس کے برعکس ثبوت ملتا ہے۔ حضور فرماتے ہیں :۔

"جاننا چاہیئے کہ انجیل کی تعلیم کو کامل خیال کرنا سراسر نقصانِ عقل اور کم فہمی ہے۔ خود حضرت مسیح نے انجیل کی تعلیم کو مبرّا عن النقصان نہیں سمجھا جیسا کہ انہوں نے آپ فرمایا ہے کہ میری اور بہت سی باتیں ہیں کہ میں تمہیں کہوں پر تم ان کو برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب وہ یعنی روح الحق آوے گا تو وہ تمہیں تمام صداقت کا راستہ بتلا دے گا انجیل یوحنا باب ۱۶ آیت ۱۲، ۱۳، ۱۴۔ اب فرمائیے کیا یہی انجیل ہے کہ جو تمام دینی صداقتوں پر حاوی ہے؟" [1]

۳۔ "کتاب مقدس" کی الہامی حیثیت

حضور علیہ السلام کے علم کلام کا ایک اور نمایاں پہلو یہ ہے کہ آپ نے مسیحی مذہب کے ابطال کے لئے اس بات کو بھی پیش کیا اور بدلائل ثابت فرمایا ہے کہ :۔

۱۔ اناجیل کو الہامی ہونے کا ہرگز دعویٰ نہیں۔

---

[1] :۔ براہین احمدیہ حصہ چہارم حاشیہ در حاشیہ صفحہ ۳۔ روحانی خزائن جلد ۱

۲۔ اناجیل کے مصنفین کو ملہم ہونے کا دعویٰ نہیں۔
۳۔ اناجیل نے کہیں کامل اور مکمل ہونے کا ادّعا نہیں کیا۔
۴۔ اصل انجیل اب دنیا میں محفوظ نہیں رہی۔
۵۔ اناجیل سب کی سب انسانی تالیف ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان سب امور کے بارہ میں بار بار اپنی کتب میں تحریر فرمایا ہے ظاہر ہے کہ ان سب امور کے ثابت ہو جانے سے اناجیل کی حیثیت ایک تاریخ کی کتاب سے زیادہ نہیں رہتی اور جس مذہب کی بنیادی کتاب اس حیثیت کی ہو اس کو تمام مذہبی عقائد اور تعلیمات کی بنیاد بنانا نادانی نہیں تو اور کیا ہے؟ اناجیل کی اس حیثیت کے ثابت ہو جانے کے بعد عیسائی اس قابل بھی نہیں رہتے کہ وہ اس کتاب کو قرآن مجید کی مکمل اور محفوظ کتاب کے مقابل پر رکھ بھی سکیں۔ پس عیسائیوں کی کتاب مقدس کی صحیح حیثیت کو بیان کرنا اور ثابت کرنا بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علم کلام کا ایک نمایاں پہلو ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس سلسلہ میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے اختصار کے پیشِ نظر اس میں سے صرف چند حوالے درج کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا:۔

"ان تحریرات کا الہامی ہونا ہرگز ثابت نہیں کیونکہ ان کے لکھنے والوں نے کسی جگہ یہ دعویٰ نہیں کیا کہ یہ کتابیں الہام سے لکھی گئی ہیں بلکہ بعض نے ان میں سے صاف اقرار کیا ہے کہ یہ کتابیں محض انسانی تالیف ہیں۔ سچ ہے کہ قرآن شریف میں انجیل کے نام پر ایک کتاب حضرت عیسیٰ پر نازل ہونے کی تصدیق ہے مگر قرآن شریف میں ہرگز یہ نہیں ہے کہ کوئی الہام متی یا یوحنا وغیرہ کو بھی ہوا ہے اور وہ الہام انجیل کہلاتا ہے اس لئے مسلمان لوگ کسی طرح ان کتابوں کو خدا تعالیٰ کی کتابیں تسلیم نہیں کر سکتے۔ ان ہی انجیلوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح خدا تعالیٰ سے الہام پاتے تھے اور اپنے الہامات کا نام انجیل رکھتے تھے۔ پس عیسائیوں پر یہ لازم ہے کہ وہ انجیل پیش کریں۔ تعجب کہ یہ لوگ اس کا نام بھی نہیں لیتے۔ پس وجہ یہی ہے کہ اس کو یہ لوگ کھو بیٹھے ہیں۔" [1]

---

[1]:۔ کتاب البریہ صفحہ ۸۶۔ روحانی خزائن جلد ۱۳

نیز فرمایا :-

" تمام یہودی اب تک باصرار تمام کہتے ہیں کہ مسیح نے انجیل کو ہمارے نبیوں کی کتب مقدسہ سے چُرا کر بنا لیا ہے بلکہ ان کے بعض علماء اور احبار تو کتابیں کھول کر بتلا دیتے ہیں کہ اس اس جگہ سے فقرات چرائے گئے ہیں۔ اسی طرح دیانند پنڈت بھی اپنی تالیفات میں شور مچا رہا ہے کہ توریت ہمارے پستکوں سے کانٹ چھانٹ کر بنائی گئی ہے اور اب تک ہون وغیرہ کی رسم وید کی طرح اس میں پائی جاتی ہیں۔" [۱]

اناجیل کے بارہ میں محقق عیسائیوں کے اعتراضات کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا :-

" اس بات پر عیسائیوں کے کامل محققین کا اتفاق ہو چکا ہے کہ انجیل خالص خدا کا کلام نہیں ہے۔ بلکہ پتے داری گاؤں کی طرح کچھ خدا کا کچھ انسان کا ہے۔" [۲]

نیز فرمایا :-

" عیسائیوں کے محققین کو خود اقرار ہے کہ ساری انجیل الہامی طور پر نہیں لکھی گئی بلکہ متی وغیرہ نے بہت سی باتیں اس کی لوگوں سے سن سنا کر لکھی ہیں اور لوقا کی انجیل میں تو خود لوقا اقرار کرتا ہے کہ جن لوگوں نے مسیح کو دیکھا تھا ان سے دریافت کر کے میں نے لکھا ہے پس اس تقریر سے خود لوقا اقراری ہے کہ اس کی انجیل الہامی نہیں کیونکہ الہام کے بعد لوگوں سے پوچھنے کی کیا حاجت تھی اسی طرح مرقس کا مسیح کے شاگردوں میں سے ہونا ثابت نہیں پھر وہ نبی کیونکر ہوا۔ بہر حال چاروں انجیلیں نہ اپنی صحت پر قائم ہیں اور نہ اپنے سب بیان کے رو سے الہامی ہیں۔" [۳]

گویا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مذہبی کتاب کے پہلو سے بھی عیسائیت کی کمزوری کو پوری طرح واضح فرمایا ہے۔ اناجیل کی یہ خامیاں اس کی الہامی حیثیت کو کمزور کرنے کے علاوہ اس مذہب کی حقیقت اور اصلیت بھی واضح کرتی ہیں جو ان غیر الہامی، ناقص، مسروقہ اور غیر محفوظ تحریرات کی بنیاد پر " تیار " کیا گیا ہے۔

۴۔ الزامی جوابات

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عیسائیت کی طرف سے اسلام پر کئے جانے والے سب اعتراضات

---

[۱] براہین احمدیہ حصہ چہارم حاشیہ در حاشیہ صفحہ ۳۰۱ تا صفحہ ۳۰۳ (جلد ۱) [۲] ایضاً صفحہ ۳۹۵ ؛ [۳] ایضاً صفحہ ۳۹۴-۳۹۵ ؛

کا تحقیقی اور علمی رنگ میں مدلّل جواب دیا ہے۔ اہلِ علم حضرات سے یہ امر مخفی نہیں کہ علمی مباحثات میں بعض اوقات ضدّی اور متعصب دشمن کو ساکت اور لا جواب کرنے کے لئے الزامی جوابات بھی دینے پڑتے ہیں اور اس موقع پر ایسا کرنا ہی درست اور مؤثر ہوتا ہے۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی اپنی کتب میں بعض موقعوں پر عیسائی معترضین کے شر کو دُور کرنے اور ان کو خاموش کرانے کی غرض سے الزامی جوابات تحریر فرمائے ہیں۔ اگرچہ حضور نے نہ اس طریق کو پسند فرمایا ہے اور نہ کثرت سے استعمال فرمایا ہے تاہم بعض اوقات بامر مجبوری الزامی جوابات دینے ناگزیر ہو جاتے ہیں۔

حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے اپنی کتب میں جو الزامی جوابات دیئے ہیں وہ بڑے ہی برجستہ اور مسکت ہیں۔ ان کی تین مثالیں پیش کرتا ہوں۔

(۱) اسلام نے جائز اور واقعی ضرورت کے مطابق اور عدل کی رعایت ملحوظ رکھنے کے ساتھ تعدّد ازدواج کی اجازت دی ہے۔ لیکن عیسائی حضرات اس پر گندے اعتراضات کیا کرتے ہیں۔ حضور نے تحقیقی جواب دینے کے بعد الزامی رنگ میں فرمایا:۔

"تاریخ سے معلوم ہوا ہے کہ جس یوسف کے ساتھ حضرت مریم کی شادی ہوئی اسکی ایک بیوی پہلے بھی موجود تھی اب غور طلب یہ امر ہے کہ یہودیوں نے تو اپنی شرارت سے اور حد سے بڑھی ہوئی شوخی سے حضرت مسیح کی پیدائش کو ناجائز قرار دیا..... ان کے مقابل میں عیسائیوں نے کیا کیا۔ عیسائیوں نے حضرت مسیح کی پیدائش کو تو بیشک اعتقادی طور پر روح القدس کی پیدائش قرار دیا اور خود خدا ہی کو مریم کے پیٹ سے پیدا کیا مگر تعدّد ازدواج کو ناجائز کہہ کر وہی اعتراض اس شکل میں حضرت مریم کی اولاد پر کرالیا اور اس طرح پر خود مسیح اور ان کے دوسرے بھائیوں کی پیدائش پہ حملہ کیا۔ واقعی عیسائیوں نے تعدّد ازدواج کے مسئلہ پر اعتراض کر کے اپنے ہی پاؤں پر کلہاڑی ماری ہے۔" [۱]

(۲) دوسری مثال یہ ہے کہ قرآن مجید میں آیا ہے:۔

وَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ

کہ اگر تو اس بارہ میں کوئی شک کرتا ہے...... اس سے عیسائی حضرات نے یہ استدلال کیا ہے کہ گویا

---

[۱]:۔ ملفوظات جلد دوم صفحہ ۳۷۹-۳۸۰ ۔

نعوذ باللہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایمان کمزور تھا وغیرہ ۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس اعتراض کا علمی اور ٹھوس جواب دینے کے بعد الزامی جواب کے رنگ میں فرمایا :۔

" اوّل یہ تبلاؤ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو حکم دیا گیا کہ ماں باپ کی عزّت کرو ان کے والدین کہاں تھے ۔ ہاں یہ شک کا لفظ اوّل مسیح پر وارد ہو سکتا ہے کیونکہ اگر وہ قربان اور فدیہ ہونے کے واسطے ہی آیا تھا اور یہ قطعی فیصلہ تھا تو اُس نے کیوں کہا کہ اے خدا یہ پیالہ مجھ سے ٹال دے معلوم ہُوا کہ اسے ضرور شک تھا ۔ قرآن میں جہاں شک کا لفظ آیا ہے وہ ہر ایک مخاطب کی طرف ہے نہ کہ خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف "۔ [1]

(۳) الزامی جوابات کے سلسلہ میں تیسری مثال یہ ہے کہ قرآن مجید میں حضرت مریم کے لئے اخت ھارون کے الفاظ آئے ہیں ۔ عیسائیوں نے یہ اعتراض کیا کہ گویا منزّلِ قرآن (خدا تعالیٰ) کو یہ بھی معلوم نہیں کہ حضرت مریم تو حضرت ہارون علیہ السلام کے ۱۰۰ سال بعد گزری ہیں ۔ اس اعتراض کا بہت سادہ اور مختصر سا جواب تو حضور نے یہ دیا ہے کہ :۔

" ممکن ہے کہ مریم کا کوئی بھائی ہُو جس کا نام ہارون ہو عدم علم سے عدم شے تو لازم نہیں آتا "۔ [2]

اور پھر الزامی جواب کے طور پر فرمایا :۔

" مگر یہ لوگ اپنے گریبان میں منہ نہیں ڈالتے اور نہیں دیکھتے کہ انجیل کس قدر اعتراضات کا نشانہ ہے ۔ دیکھو یہ کس قدر اعتراض ہے کہ مریم کو ہیکل کی نذر کر دیا گیا تا وہ ہمیشہ بیت المقدس کی خادمہ ہو اور تمام عمر خاوند نہ کرے لیکن جب چھ سات مہینے کا حمل نمایاں ہو گیا تب حمل کی حالت میں ہی قوم کے بزرگوں نے مریم کا یوسف نام نجّار سے نکاح کر دیا اور اسکے گھر جاتے ہی ایک دو ماہ کے بعد مریم کا بیٹا پیدا ہُوا وہی عیسٰی یا یسوع کے نام سے موسوم ہُوا ۔ اب اعتراض یہ ہے کہ اگر درحقیقت معجزہ کے طور پر یہ حمل تھا تو

---

[1] ۔ ملفوظات جلد چہارم صفحہ ۹۲ ؛ [2] ۔ چشمہ مسیحی صفحہ ۲۳ ۔ روحانی خزائن جلد ۲۰ ؛

کیوں وضعِ حمل تک صبر نہیں کیا گیا؟ دوسرا اعتراض یہ ہے کہ عہد تو یہ تھا کہ مریم مدت العمر ہیکل کی خدمت میں رہے گی پھر کیوں عہد شکنی کر کے اور اس کو خدمتِ بیت المقدس سے الگ کر کے یوسف نجار کی بیوی بنایا گیا؟ تیسرا اعتراض یہ ہے کہ توریت کی رُو سے بالکل حرام اور ناجائز تھا کہ حمل کی حالت میں کسی عورت کا نکاح کیا جائے پھر کیوں خلاف حکم توریت مریم کا نکاح عین حمل کی حالت میں یوسف سے کیا گیا حالانکہ یوسف اس نکاح سے ناراض تھا اور اس کی پہلی بیوی موجود تھی ...... القصّہ حضرت مریم کا نکاح محض شبہ کی وجہ سے ہؤا تھا ورنہ جو عورت بیت المقدس کی خدمت کرنے کے لئے نذر ہو چکی تھی اسکے نکاح کی کیا ضرورت تھی۔ افسوس اس نکاح سے بڑے فتنے پیدا ہوئے اور یہود نابکار نے ناجائز تعلق کے شبہات شائع کئے۔"[۱]

اور پھر فرمایا:۔

"اگر کوئی اعتراض قابل حل ہے تو یہ اعتراض ہے نہ کہ مریم کا ہارون بھائی قرار دینا کچھ اعتراض ہے۔"[۲]

الغرض علم کلام کا یہ حصّہ کہ معترضین کے اعتراضات کے جوابات دیئے جائیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علم کلام میں اپنی پوری وسعت، کمال اور جلال کے ساتھ نظر آتا ہے۔

۵۔ حضرت مسیح ناصری کا حقیقی مقام

عیسائیت کے خلاف علم کلام میں چونکہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کا ذکر بار بار آتا ہے اور عیسائیوں پر حجت پوری کرنے اور الزامی جوابات دینے کے لئے بائیبل کے حوالہ جات بکثرت بیان کئے جاتے ہیں۔ اس لئے سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعض تحریرات سے ناواقف لوگوں کا یہ غلط مفہوم اخذ کرنا کچھ بعید نہیں کہ گویا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نعوذ باللہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کی شان میں نامناسب الفاظ استعمال فرمائے ہیں یا ان کے مرتبہ کو کم کر کے بیان فرمایا ہے۔ عملاً ایسا ہؤا بھی ہے کہ بعض لوگوں اور خاص طور پر عیسائیوں نے ایسا سمجھ لیا ہے۔

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس پہلو سے بھی اپنے علم کلام کو مکمل فرمایا ہے کہ آپ نے

---

[۱] چشمۂ مسیحی صفحہ ۲۳-۲۴ (روحانی خزائن جلد ۲۰)؛ [۲] چشمۂ مسیحی صفحہ ۲۴ (روحانی خزائن جلد ۲۰)

الزامی جوابات دیتے ہوئے اور بائیبل کی عبارات پیش کرتے ہوئے اگرچہ بظاہر بعض سخت الفاظ استعمال فرمائے ہیں لیکن آپ نے اس بات کی بھی وضاحت فرما دی ہے کہ میرا اپنا یہ عقیدہ نہیں ہے بلکہ مَیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا ایک سچا نبی خیال کرتا ہوں۔ یہ جو کچھ مَیں نے بیان کیا ہے۔ یہ سب عیسائی بیانات کے مطابق ہے اور اس یسوع کے بارہ میں ہے جس کا نقشہ بائیبل پیش کرتی ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت مسیح کی بے ادبی کے الزام کی تردید کرتے ہوئے اصل موقف اور اس کی وجہ بایں الفاظ بیان فرمائی ہے :۔

"ہم نے اپنی کلام میں ہر جگہ عیسائیوں کا فرضی یسوع مراد لیا ہے اور خدا تعالیٰ کا ایک عاجز بندہ عیسیٰ ابن مریم جو نبی تھا جس کا ذکر قرآن میں ہے وہ ہمارے درشت خطابات میں ہرگز مراد نہیں اور یہ طریق ہم نے برابر چالیس برس تک پادری صاحبوں کی گالیاں سن کر اختیار کیا ہے۔" ؎۱

اسی سلسلہ میں فرماتے ہیں :۔

" حضرت مسیح کے حق میں کوئی بے ادبی کا کلمہ میرے منہ سے نہیں نکلا۔ یہ سب مخالفوں کا افتراء ہے۔ ہاں چونکہ درحقیقت کوئی ایسا یسوع مسیح نہیں گزرا جس نے خدائی کا دعویٰ کیا ہو اور آنے والے نبی خاتم الانبیاء کو جھوٹا قرار دیا ہو اور حضرت موسیٰ کو ڈاکو کہا ہو اس لئے مَیں نے فرض محال کے طور پر اس کی نسبت ضرور بیان کیا ہے کہ ایسا مسیح جس کے یہ کلمات ہوں راستباز نہیں ٹھہر سکتا لیکن ہمارا مسیح ابن مریم جو اپنے تئیں بندہ اور رسول کہلاتا ہے اور خاتم الانبیاء کا مصدق ہے اس پر ہم ایمان لاتے ہیں۔" ؎۲

نیز فرمایا :۔

"ہمارے قلم سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت جو کچھ خلافِ شان ان کے نکلا ہے وہ الزامی جواب کے رنگ میں ہے اور وہ دراصل یہودیوں کے الفاظ ہم نے نقل کئے ہیں۔" ؎۳

؎۱ :۔ ضروری اعلان مندرجہ نور القرآن نمبر ۲ (جلد ۹)؛ ؎۲ :۔ تریاق القلوب حاشیہ صفحہ ۳۰۵ جلد ۱۵ ؎۳ :۔ مقدمہ چشمۂ مسیحی صفحہ ۴۔ روحانی خزائن جلد ۲۰

ایک اصولی ہدایت کے طور پر فرمایا :۔

"پڑھنے والوں کو چاہیئے کہ ہمارے بعض سخت الفاظ کا مصداق حضرت عیسٰی علیہ السلام کو نہ سمجھ لیں بلکہ وہ کلمات اس یسوع کی نسبت لکھے گئے ہیں جس کا قرآن و حدیث میں نام ونشان نہیں" [۱]

اس وضاحت کے ساتھ ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت عیسٰی علیہ السلام کے صحیح منصب یعنی رسول اور نبی ہونے کا برملا اعتراف اور اقرار کیا ہے۔ حضور نے اس بات کی نفی ضرور فرمائی ہے کہ حضرت مسیحؑ خُدا تھے یا سب نبیوں سے افضل تھے۔ آپ کا موقف یہ ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام نہ خُدا تھے نہ سب نبیوں سے بزرگ اور افضل۔ ہاں آپ خُدا کے سچے نبی اور مقرب بارگاہِ احدیت تھے۔ جب ایک مجلس میں آپ کے سامنے بیان کیا گیا کہ گویا آپ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے درجہ کو کم کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا :۔

"ہم خدا تعالیٰ کے بلائے بولتے ہیں اور وہ کہتے ہیں جو فرشتے آسمان پر کہتے ہیں افتراء کرنا تو ہمیں آتا نہیں اور نہ ہی افتراء خدا کو پیارا ہے" [۲]

پھر حضرت مسیح علیہ السلام کے مقام کے بارہ میں مندرجہ ذیل حوالہ جات بھی قابلِ توجہ ہیں۔ حضور فرماتے ہیں :۔

(۱)

"سچ یہی ہے کہ یسوع ابن مریم نہ خدا ہے نہ خدا کا بیٹا ہے" [۳]

(۲)

"اس میں کچھ شک نہیں کہ وہ خدا کا ایک پیارا اور برگزیدہ نبی تھا اور ان میں سے تھا جن پر خدا کا ایک خاص فضل ہوتا ہے اور جو خدا کے ہاتھ سے پاک کئے جاتے ہیں مگر خدا نہیں تھا اور نہ خدا کا بیٹا تھا" [۴]

(۳)

"حضرت عیسٰی کو بھی ہم اور انبیاء کی طرح خدا تعالیٰ کا ایک نبی یقین کرتے ہیں ہم مانتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی راہ میں صدق اور اخلاص رکھنے والے لوگ خدا تعالیٰ کے مقرب ہوتے ہیں

---

[۱] :۔ تبلیغ رسالت جلد پنجم صفحہ ۸ ؛ [۲] :۔ ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۲۸۸ ؛ [۳] :۔ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۱۸ روحانی خزائن جلد ۲۲
[۴] :۔ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۱۷ (روحانی خزائن جلد ۲۲) ؛

جس طرح خدا تعالیٰ نے اپنے اور مخلص بندوں کے حق میں بباعث ان کے کمال صدق اور محبت کے بیٹے کا لفظ بولا ہے۔ اسی طرح سے حضرت عیسیٰ بھی انہی کی ذیل میں ہیں۔ حضرت عیسیٰ میں کوئی ایسی بڑی طاقت نہ تھی جو اور نبیوں میں نہ پائی جاتی ہو اور نہ ہی ان میں کوئی ایسی نئی بات پائی جاتی ہے جس سے دوسرے محروم رہے ہوں۔" ۱؎

(۴)

"میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان کا منکر نہیں..... میں مسیح ابن مریم کی بہت عزت کرتا ہوں..... مفسد اور مفتری ہے وہ شخص جو مجھے کہتا ہے کہ میں مسیح ابن مریم کی عزت نہیں کرتا۔" ۲؎

(۵)

"میں نبیوں کی عزت اور حرمت کرنا اپنے ایمان کا جزو سمجھتا ہوں لیکن نبی کریمؐ کی فضیلت کل انبیاء پر میرے ایمان کا جزو اعظم ہے۔" ۳؎

ان حوالہ جات سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کسی بھی مرحلہ پر انصاف اور حق گوئی کے ماموانہ منصب سے سر مو انحراف نہیں کیا۔ آپ نے الزامی جوابات دیتے ہوئے عیسائیوں کو ان کی تحریرات کی رُو سے ملزم بھی کیا لیکن اس کے ساتھ اپنے اصلی موقف اور نظریہ کی وضاحت بھی غیر مبہم الفاظ میں فرما دی لاریب یہ خوبی آپ کے ماموانہ علم کلام کا ایک نمایاں وصف ہے۔

۶۔ عیسائیت میں برکاتِ رُوحانیہ کا فقدان

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خداداد علم کلام کا ایک اور نمایاں پہلو یہ ہے کہ جہاں آپ نے عیسائی مذہب کے عقائد اور تعلیمات کا ردّ فرمایا ہے وہاں اس مذہب کو بحیثیتِ مذہب ایک بے فیض اور مردہ مذہب ثابت کیا جو اب اپنے متبعین کو کوئی نشان یا برکت عطا نہیں کر سکتا۔ عیسائیت میں برکاتِ روحانیہ کا فقدان ایک ایسا زبردست اعتراض ہے جس کی موجودگی میں عیسائی منادوں کے بلند بانگ دعاوی بے حقیقت ہو کر رہ جاتے ہیں۔

۱؎ :۔ ملفوظات جلد دہم ص۲۱۶ ؛ ۲؎ : کشتی نوح ص۱۸ روحانی خزائن جلد ۱۹ ؛ ۳؎ :۔ ملفوظات جلد دوم ص۱۷۱ ؛

مذہب کا اصل مقصد تو یہ ہے کہ وہ اپنے ماننے والوں کو ایک پاکیزہ اور روحانی زندگی عطا کرے اور تازہ بتازہ نشانات سے ان کے ازدیادِ ایمان کا سامان پیدا کرتا رہے جیسے اللہ تعالیٰ نے زندہ مذہب کی یہ علامت بیان فرمائی ہے کہ :۔

" تُؤْتِیْ اُکُلَھَا کُلَّ حِیْنٍ بِاِذْنِ رَبِّھَا " ۔ (سورۃ ابراھیم : ۲۶)

کہ زندہ مذہب اپنے تازہ بتازہ پھل نشانات کی صورت میں پیش کرتا ہے ۔ اور متبعین کے ایمان کو بڑھا کر ان میں ایک روحانی انقلاب پیدا کرتا ہے ۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ دعویٰ فرمایا اور ثابت فرمایا کہ یہ پاکیزہ زندگی اور روحانی برکات عیسائیوں میں ہرگز موجود نہیں ہیں بلکہ کفارہ نے ان کو گناہوں پر اور زیادہ دلیر کر دیا ہے ۔ آپ نے یہ چیلنج کیا ہے کہ عیسائیت اب ایک مُردہ مذہب ہے جس کے ماننے سے کسی کو کوئی روحانی برکت یا نشان نصیب نہیں ہو سکتا ۔ اس بارہ میں آپ نے عیسائیوں کو اور ان کے پادریوں کو بار بار دعوتِ مقابلہ دی ۔ ان کو غیرت اور شرم دلا کر اس بات پر آمادہ کرنے کی کوشش فرمائی کہ وہ مدّ مقابل آ کر اسلام سے عیسائیت کی برکاتِ روحانیہ کا مقابلہ کر لیں لیکن کوئی پادری اس بات کے لئے تیار نہ ہُوا ۔ عیسائی پادریوں کا یہ فرار گویا اس بات پر مہرِ تصدیق ثبت کرتا تھا کہ واقعی ان کا مذہب ایک مردہ اور بے نشان مذہب ہے ۔ عیسائی مذہب کے مُردہ اور بے فیض ثابت کرنے کے لئے حضور نے ایک زندہ اور کامل مذہب کی نشانیاں بیان فرمائیں ۔ اس ضمن میں حضور علیہ السلام کے چند حوالہ جات پیش خدمت ہیں :۔

" سچے مذہب پر خدا کا ہاتھ ہوتا ہے اور خدا اس کے ذریعہ ظاہر کرتا ہے کہ میں موجود ہوں ...... سچا مذہب وہی ہے جو اس زمانہ میں بھی خدا کا سُننا اور بولنا دونوں ثابت کرتا ہے غرض سچے مذہب میں خدا تعالیٰ اپنے مکالمہ مخاطبہ سے اپنے وجود کی آپ خبر دیتا ہے ۔" [1]

نیز تحریر فرمایا :۔

" وہ مذہب جو محض خدا کی طرف سے ہے اس کے ثبوت کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ منجانب اللہ ہونے کے نشان اور خدائی مُہر اپنے ساتھ رکھتا ہو تا معلوم ہو کہ وہ خاص اللہ تعالیٰ کے ہاتھ سے ہے ۔" [2]

---

[1] :۔ چشمۂ مسیحی صفحہ ۱۹ تا ۲۰ روحانی خزائن جلد ۲۰ ؛ [2] :۔ چشمۂ مسیحی صفحہ ۱۹ روحانی خزائن جلد ۲۰ ؛

پھر اسی سلسلہ میں فرمایا کہ :-

" مذہب وہی سچا ہے جو یقین کامل کے ذریعہ سے خدا کو دکھلا سکتا ہے اور درجہ مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ تک پہنچا سکتا ہے اور خدا کی ہمکلامی کا شرف بخش سکتا ہے اور اس طرح اپنی روحانی قوت اور رُوح پرور خاصیت سے دلوں کو گناہ کی تاریکی سے چھڑا سکتا ہے اور اس کے سوا سب دھوکہ دینے والے ہیں "۔ [1]

پھر آپ فرماتے ہیں :-

" سچے مذہب کی نشانیوں میں سے یہ ایک عظیم الشان نشانی ہے کہ خدا تعالیٰ کی معرفت اور اس کی پہچان کے وسائل بہت سے اس میں موجود ہوں تا انسان گناہ سے رُک سکے اور تا وہ خدا تعالیٰ کے حسن و جمال پر اطلاع پا کر کامل محبت اور عشق کا حصہ لیوے اور تا وہ قطع تعلق کی حالت کو جہنم سے زیادہ سمجھے "۔ [2]

نیز فرمایا :-

" بغیر روحانیت کے کوئی مذہب چل نہیں سکتا اور مذہب بغیر روحانیت کے کچھ بھی چیز نہیں۔ جس مذہب میں روحانیت نہیں اور جس مذہب میں خدا کے ساتھ مکالمہ کا تعلق نہیں اور صدق و صفا کی رُوح نہیں اور آسمانی کشش اس کے ساتھ نہیں اور فوق العادت تبدیلی کا نمونہ اس کے پاس نہیں وہ مذہب مُردہ ہے "۔ [3]

ایک سچے مذہب کی نشانیاں بیان فرمانے کے بعد آپ نے یہ تجزیہ فرمایا ہے کہ یہ نشانیاں عیسائی مذہب میں ہرگز پائی نہیں جاتیں اور اگر اس معیار پر عیسائیت کو پرکھا جائے تو وہ ایک مُردہ مذہب نظر آتا ہے۔ فرمایا :-

" ہر سچا مذہب اور سچا عقیدہ ان تین نشانوں یعنی نصوص عقل اور تائید سماوی سے شناخت کیا جاتا ہے اور عیسائی مذہب ...... اس معیار پر پُورا نہیں اترتا ......
...... حق کی شناخت کے لئے یہ تین ہی ذریعے ہیں اور عیسائی مذہب میں تینوں مفقود ہیں "۔ [4]

اس معیار پر مذہب کی صداقت معلوم کرنے کے لئے عیسائیوں کو دعوتِ مقابلہ دیتے ہوئے آپ نے فرمایا :-

---

[1] :- لیکچر لاہور صفحہ ۱۶ ۔ روحانی خزائن جلد ۲۰ ۔ [2] :- لیکچر لاہور صفحہ ۳۰۲ ۔ روحانی خزائن جلد ۲۰ ۔
[3] :- تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۶۸ ۔ روحانی خزائن جلد ۲۰ ۔ [4] :- ملفوظات جلد سوم صفحہ ۱۲۳-۱۲۵ ۔

"سو مَیں تمام دنیا کو خوشخبری دیتا ہوں کہ یہ زندہ خدا اسلام کا خدا ہے .... اس اشتہار دینے کی اصل غرض یہی ہے کہ جس مذہب میں سچائی ہے وہ کبھی اپنا رنگ نہیں بدل سکتی۔ جیسے اوّل ہے ویسے ہی آخر ہے۔ سچا مذہب کبھی خشک قصہ نہیں بن سکتا۔ سو اسلام سچا ہے۔ مَیں ہر ایک کو کیا عیسائی، کیا آریہ اور کیا یہودی اور کیا برہمو اس سچائی کے دکھلانے کے لئے بلاتا ہوں کیا کوئی ہے جو زندہ خدا کا طالب ہے۔ ہم مُردوں کی پرستش نہیں کرتے۔ ہمارا خدا زندہ خدا ہے وہ ہماری مدد کرتا ہے۔ وہ اپنے کلام اور الہام اور آسمانی نشانوں سے ہمیں مدد دیتا ہے۔ اگر دنیا کے اس سرے سے اُس سرے تک کوئی عیسائی طالب حق ہے تو ہمارے زندہ خدا اور اپنے مُردہ خُدا کا مقابلہ کر کے دیکھ لے۔ مَیں سچ سچ کہتا ہُوں کہ اس باہم امتحان کے لئے چالیس دن کافی ہیں"۔ [1]

پھر ایک جگہ آپ فرماتے ہیں :۔

"اب دیکھنا چاہیئے کہ کونسا مذہب اور کونسی کتاب ہے جس کے ذریعہ سے یہ غرض حاصل ہو سکتی ہے۔ انجیل تو صاف جواب دیتی ہے کہ مکالمہ اور مخاطبہ کا دروازہ بند ہے اور یقین کرنے کی راہیں مسدود ہیں اور جو کچھ ہُوا وہ پہلے ہو چکا اور آگے کچھ نہیں۔ مگر تعجب کہ وہ خدا جو اب تک اس زمانہ میں بھی سنتا ہے وہ اس زمانے میں بولنے سے کیوں عاجز ہو گیا ہے؟ کیا ہم اس اعتقاد پر تسلّی پکڑ سکتے ہیں کہ پہلے کسی زمانہ میں وہ بولتا بھی تھا اور سنتا بھی تھا مگر اب وہ صرف سنتا ہے مگر بولتا نہیں۔ ایسا خدا کس کام کا جو ایک انسان کی طرح جو بڈھا ہو کر بعض قویٰ اس کے بیکار ہو جاتے ہیں۔ ابتداءِ زمانہ کی وجہ سے بعض قویٰ اس کے بھی بیکار ہو گئے اور نیز ایسا خدا کس کام کا کہ جب تک ٹکٹکی سے باندھ کر اس کو کوڑے نہ لگیں اور اس کے منہ پر نہ تھوکا جائے اور چند روز اس کو حوالات میں نہ رکھا جائے اور آخر اس کو صلیب پر نہ کھینچا جائے تب تک وہ اپنے بندوں کے گناہ نہیں بخش سکتا۔ ہم تو ایسے خُدا سے سخت بیزار ہیں جس پر ایک ذلیل قوم یہودیوں کی جو اپنی حکومت بھی کھو بیٹھی تھی غالب آ گئی۔ ہم اس خدا کو سچا خدا مانتے ہیں جس نے ایک مکّہ کے غریب بے کس کو اپنا نبی بنا کر اپنی

---

[1] :۔ اشتہار ۱۴ر جنوری ۱۸۹۷ء ؎

قدرت اور غلبہ کا جلوہ اسی زمانہ میں تمام جہان کو دکھا دیا۔ یہانتک کہ جب شاہِ ایران نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی گرفتاری کے لئے اپنے سپاہی بھیجے تو اس قادر خدا نے اپنے رسُول کو فرمایا کہ سپاہیوں کو کہہ دے کہ آج رات میرے خُدا نے تمہارے خداوند کو قتل کر دیا ہے۔ اب دیکھنا چاہیئے کہ ایک طرف ایک شخص خدائی کا دعویٰ کرتا ہے اور اخیر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ گورنمنٹ رومی کا ایک سپاہی اس کو گرفتار کر کے ایک دو گھنٹہ میں جیل خانہ میں ڈال دیتا ہے اور تمام رات کی دعائیں بھی قبول نہیں ہوتیں۔ اور دوسری طرف وہ مرد ہے کہ صرف رسالت کا دعویٰ کرتا ہے اور خدا اُس کے مقابلہ پر بادشاہوں کو ہلاک کرتا ہے ...... ہم ایسے مذہب کو کیا کریں جو مُردہ مذہب ہے۔ ہم اس کتاب سے کیا فائدہ اُٹھا سکتے ہیں جو مردہ کتاب ہے اور ہمیں ایسا خُدا کیا فیض پہنچا سکتا ہے جو مُردہ خُدا ہے۔" [1]

الغرض حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس مقابلہ سے ثابت فرمایا ہے کہ اسلام کے مقابل پر عیسائیت کا پیش کردہ خُدا ایک مُردہ اور بے فیض خُدا ہے صرف یہی نہیں بلکہ عیسائی تازہ بتازہ نشانات دکھانے سے اسی طرح محروم ہیں جس طرح خزاں آنے سے اچھے ہرے بھرے درخت پھلوں بلکہ پتوں تک سے محروم ہو جاتے ہیں۔ یہی بے بسی کی کیفیت اور تہی دستی کا نظارہ اب عیسائیت میں نظر آتا ہے جس کا دامن خدائی نشانات سے خالی ہے۔ حضور فرماتے ہیں :۔

"پادری صاحبوں کے لئے ایک اور مشکل یہ پیش آئی ہے کہ ہم نے ثابت کر دیا تھا کہ علاوہ ان تمام مشرکانہ عقائد کے جو ان کے مذہب میں پائے جاتے ہیں اور علاوہ ایسی ایسی کچّی اور خام باتوں کے کہ مثلاً انسان کو خدا بنانا اور اس پر کوئی دلیل نہ لانا جو ان کا طریقہ ہے ایک اور بھاری مصیبت ان کو یہ پیش آئی ہے کہ وہ اپنے مذہب کے روحانی برکات ثابت نہیں کر سکے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ جس مذہب کی قبولیت کے آثار آسمانی نشانوں سے ظاہر نہیں ہیں۔ وہ ایسا آلہ نہیں ٹھہر سکتا جس کو خدا نما کہہ سکیں بلکہ اس کا تمام مدار قصّوں اور کہانیوں پر ہوتا ہے اور جس خدا کی طرف وہ راہ دکھلانا چاہتا ہے اس کی نسبت بیان نہیں کر سکتا کہ وہ موجود بھی ہے اور ایسا مذہب اس قدر نکمّا ہوتا ہے کہ اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہوتا ہے اور ایک مچھر پر غور کر کے خدا کا پتہ لگ سکتا ہے اور ایک پسّو کو دیکھ کر

---

[1] :۔ چشمۂ مسیحی صفحہ ۲۰-۲۱ ۔ روحانی خزائن جلد ۲۰ ؛

صانع حقیقی کی طرف ہمارا ذہن منتقل ہو سکتا ہے مگر ایسے مذہب سے ہمیں کچھ بھی فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا کہ جو اپنے پیٹ میں صرف قصوں اور کہانیوں کا ایک مردہ بچہ رکھتا ہے ...." ؎۱

نیز فرمایا :-

"عیسائی مذہب اسی دن سے تاریکی میں پڑا ہوا ہے جب سے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو خداتعالیٰ کی جگہ دی گئی اور جب کہ حضرات عیسائیوں نے ایک سچے اور کامل اور مقدس نبی افضل الانبیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کیا۔ اس لئے میں یقیناً جانتا ہوں کہ حضرات عیسائی صاحبوں میں سے یہ طاقت کسی میں بھی نہیں کہ اسلام کے زندہ نوروں کا مقابلہ کر سکیں۔" ؎۲

جہاں تک آسمانی نشانات اور کرامات دکھانے کا تعلق ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تحدی فرمائی ہے کہ عیسائیوں میں سے کوئی ایک شخص بھی اس کا دعویٰ اور ثبوت پیش نہیں کر سکتا آپ کس یقین سے فرماتے ہیں :-

"آسمانی نشانوں کی شہادت کا یہ حال ہے کہ اگر تمام پادری مسیح مسیح کرتے مر بھی جائیں تاہم ان کو آسمان سے کوئی نشان مل نہیں سکتا کیونکہ مسیح خدا ہو تو ان کو نشان دے۔ وہ تو بے چارہ اور عاجز اور ان کی فریاد سے بے خبر ہے اور اگر خبر بھی ہو تو کیا کر سکتا ہے۔" ؎۳

مباحثہ جنگِ مقدس کے موقع پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عیسائیوں کو چیلنج کیا کہ ان میں سے کوئی اُٹھے اور اپنے مذہب کی صداقت کی خاطر عیسائیت کی عطا کردہ نجات اور برکاتِ روحانیہ کا ثبوت پیش کرے۔ اس موقعہ پر آپ نے اپنے وجود کو پیش فرمایا کہ اسلام نے جو نجات پیش کی ہے اس کے لئے میں زندہ گواہ موجود ہوں۔ آپ نے فرمایا :-

"کوئی صاحب آپ میں سے کھڑے ہو کر اس وقت بولیں کہ میں بموجب فرمودہ حضرت مسیح کے نجات پا گیا ہوں اور وہ نشانیاں نجات کی اور کامل ایمانداری کی جو حضرت مسیح نے مقرر کی تھیں وہ مجھ میں موجود ہیں۔ پس ہمیں کیا انکار ہے ہم تو نجات ہی چاہتے

؎۱ :۔ کتاب البریہ صفحہ ۷۶ روحانی خزائن جلد ۱۳ ؛ ؎۲ :۔ حجۃ الاسلام صفحہ ۱ روحانی خزائن جلد ۶

؎۳ :۔ کتاب البریہ صفحہ ۸۵ " " " ؛

ہیں۔ لیکن زبان کی لسانی کو کوئی قبول نہیں کر سکتا۔ میں آپ کی خدمت میں عرض کر چکا ہوں کہ قرآن کا نجات دینا میں نے بچشم خود دیکھا ہے اور میں پھر اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں بالمقابل اس بات کو دکھلانے کو حاضر ہوں لیکن اوّل آپ دو حرفی مجھے جواب دیں کہ آپ کے مذہب میں سچی نجات مع اس کی علامات کے پائی جاتی ہے یا نہیں۔ اگر پائی جاتی ہے تو دکھلاؤ۔ پھر اس کا مقابلہ کرو۔ اگر نہیں پائی جاتی تو آپ صرف اتنا کہدو کہ ہمارے مذہب میں نجات نہیں پائی جاتی۔ پھر میں یکطرفہ ثبوت دینے کے لئے مستعد ہوں "۔ [1]

نیز فرمایا :۔

" ہم جس طرح پر خدا تعالیٰ نے ہمارے سچے ایماندار ہونے کے نشان ٹھہرائے ہیں۔ اس التزام سے نشان دکھلانے کو تیار ہیں۔ اگر نشان نہ دکھلا سکیں تو جو سزا چاہیں دیدیں اور جس طرح کی چھری چاہیں ہمارے گلے پر پھیر دیں "۔ [2]

بار بار کے مطالبہ اور غیرت دلانے کے باوجود کوئی عیسائی میدان میں نہ آیا۔ جاء الحق وزھق الباطل۔

آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند
ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

اس طرح گویا عیسائیوں نے اس میدان میں اپنی شکست کا اعتراف کر کے اس بات کو تسلیم کر لیا کہ عیسائیت اس دنیا میں خدائی نشانات دکھانے اور سچی نجات کا نمونہ پیش کرنے سے قاصر اور عاجز ہے۔ گویا عیسائیت ایک زندہ نہیں بلکہ ایک مردہ مذہب ہے۔

عیسائیت کا بحیثیتِ مجموعی ایک مردہ مذہب ثابت کرنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خداداد علمِ کلام کا ایک نمایاں امتیاز ہے ؛

۷۔ متضرّعانہ دُعائیں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عیسائیت کے خلاف علمِ کلام میں سب سے زیادہ کارگر ہتھیار خدائی مدد و نصرت کو جوش دلانے والی وہ متضرّعانہ اور عاجزانہ دعائیں ہیں جو آپ نے اس فتنہ کے استیصال کے لئے اپنے رب کے حضور راتوں کی تنہائیوں میں فرمائیں۔ اس میں شک نہیں کہ آپ

---

[1] :۔ جنگِ مقدس صفحہ ۲۷ روحانی خزائن جلد ۶ [2] :۔ جنگِ مقدس صفحہ ۳۴ روحانی خزائن جلد ۶ ؛

نے عیسائیت کے ردّ میں ہر ممکن وسیلہ استعمال فرمایا۔ اس غرض کے لئے اپنی ساری زندگی وقف کردی اور کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ فرمایا۔ لیکن حق بات یہ ہے کہ ان سب وسائل سے بڑھ کر کارگر ہتھیار دُعا کا ہے کیونکہ اسی دُعا کی وجہ سے خدا تعالیٰ نے مسیح پاک علیہ السلام کے کلام میں غیر معمولی تاثیر پیدا کی، آپ کے استدلال کو قوت عطا فرمائی۔ آپ کو نئے نئے دلائل کا علم عطا فرمایا اور پھر ان سب وسائل اور دلائل کو مؤثر بنانے کے لئے آسمان سے فرشتوں کے لشکر نازل فرمائے جنہوں نے عیسائیت کی ہیکل کو پاش پاش کر دیا اور اس مذہب کا طلسم دھوآں ہو کر اڑنے لگا۔ پس عیسائیت کی شکست اور اسلام کی فتح میں سب سے اہم کردار مسیح پاک علیہ السلام کی دعاؤں کا ہے۔ جنہوں نے خُدا کی مدد و نصرت اور رحمت کو جذب کر لیا اور خدائی منشاء

لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ

دُنیا میں پوری شان کے ساتھ پورا ہو گیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے دلائل و براہین پر کبھی انحصار نہیں فرمایا۔ بلکہ تحریر فرمایا ہے کہ ہمارا اصل ہتھیار دُعا ہی ہے اسی سے سب کام ہوں گے۔ خاص طور پر عیسائیت سے مقابلہ کا ذکر کرتے ہوئے حضور نے فرمایا:۔

"ہمارا سب سے بڑا کام تو کسرِ صلیب ہے۔ اگر یہ کام ہو جاوے تو ہزاروں شبہات اور اعتراضات کا جواب خود بخود ہو جاتا ہے اور اسی کے ادھورا رہنے سے سینکڑوں اعتراضات ہم پر وارد ہو سکتے ہیں۔ دیکھا گیا ہے کہ چالیس یا پچاس کتابیں لکھی ہیں مگر ان سے ابھی وہ کام نہیں نکلا جس کے لئے ہم آئے ہیں۔ ...... یہ کام بجز خدائی ہاتھ کے انجام پذیر ہوتا نظر نہیں آتا۔ اسی واسطے ہم نے ان ہتھیاروں یعنی قلم کو چھوڑ کر دُعا کے واسطے یہ مکان (حجرہ) بنوایا ہے کیونکہ دُعا کا میدان خُدا نے بڑا وسیع رکھا ہے اور اس کی قبولیت کا بھی اُس نے وعدہ فرمایا ہے"۔ [1]

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عیسائیت کے استیصال اور اسلام کے غلبہ کے لئے جس دردمندی اور عاجزی سے دعائیں فرمائیں ان کا باب ایک بہت وسیع باب ہے۔ ایک طرف آپ نے اسلام کی فتح کے لئے ان الفاظ میں دعائیں کیں کہ ؎

دن چڑھا ہے دشمنانِ دیں کا ہم پہ رات ہے ؛ اے مرے سورج نکل باہر کہ میں ہوں بیقرار
یا الٰہی فضل کر اسلام پر اور خود بچا ؛ اس شکستہ ناؤ کے بندوں کی اب سُن لے پکار

---

[1] :۔ ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۲۵۷، صفحہ ۲۵۸؛

دیکھ سکتا ہی نہیں مَیں ضعفِ دینِ مصطفےٰ ٭ مجھ کو کر اے سلطاں کامیاب و کامگار

اور اس وقت چونکہ عیسائیت ہی سب سے زیادہ شدت کے ساتھ اسلام پر حملہ آور تھی اور اسی کو مغلوب کرنا آپ کی بعثت کا مقصد تھا اس لئے آپ نے بارگاہِ ربّ العزّت میں اس کے لئے بھی التجائیں فرمائیں۔ آپ فرماتے ہیں ؎

" نشکو الی الرحمان شرّ زمانهم ٭ و نعوذ بالقدوس من شیطانهم
یا رب خذهم مثل اخذك مفسدًا ٭ قد افسد الآفاق طول زمانهم
ادرك رجالًا یا قدیر و نسوة ٭ رحمًا و نجّ الخلق من طوفانهم
یا ربّ احمد یا اله محمّدٍ ٭ اُعصم عبادك من سموم دخانهم
یا عوننا انصر من سواك ملاذنا ٭ ضاقت علینا الارض من اعوانهم
یا ربّ سحّقهم کسحقك طاغیًا ٭ وانزل بساحتهم لهدم مکانهم
یا ربّ مزّقهم و نزّق شملهم ٭ یا ربّ قوّدهم الی ذوبانهم
یا مستدانی لیس دونك ملجائی ٭ فانصر وایّدنا لهدم قنانهم
یا ربّ ارنی یوم کسر صلیبهم ٭ یا ربّ سلطنی علی جدرانهم
انزل جنودك یا قدیر لنصرنا ٭ انا لقینا الموت من لقیانهم
یا ربّ قد بلغ القلوب حناجرا ٭ یا ربّ نجّ الخلق من ثعبانهم[1] "

حضرت مسیح پاک علیہ السلام کی یہ متضرعانہ دعائیں رنگ لائیں۔ ان عاجزانہ دعاؤں کو شرفِ قبولیت عطا فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے آسمان سے فرشتوں کی فوجیں نازل فرمادیں جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے پیش فرمودہ علم کلام میں خدائی اذن سے وہ قوت اور تاثیر پھونک دی کہ سعادت مند لوگوں نے حق کو شناخت کر لیا۔ آج حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علم کلام کے نتیجہ میں یوں نظر آتا ہے کہ دُنیا ایک نئے رنگ میں آگئی ہے ۔ عیسائیت اگر پہلے غالب تھی تو اب مغلوب ہو گئی ہے۔ پہلے اگر اسلام پر حملہ آور تھی تو اب دفاع پر مجبور ہو گئی ہے ۔ حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے مقدس الفاظ میں ؎

آرہا ہے اس طرف احرارِ یورپ کا مزاج ٭ نبض پھر چلنے لگی مُردوں کی ناگہ زندہ وار
کہتے ہیں تثلیث کو اب اہلِ دانش الوداع ٭ پھر ہوئے ہیں چشمۂ توحید پر از جاں نثار

---

[1] ؛۔ نور الحق حصہ اوّل صلا۲۲ تا صلا۳۱ روحانی خزائن جلد ۸ ٭

یہ عظیم الشان روحانی انقلاب، مذہبی دنیا میں یہ عالمگیر تبدیلی اللہ تعالیٰ کے اذن کے مطابق بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ، سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مامورانہ علم کلام کے نتیجہ میں رونما ہو رہی ہے اور اس علم کلام کو وجود بخشنے، اس کو مؤثر بنانے اور اس کے نیک اثرات پیدا کرنے میں جس چیز کا سب سے زیادہ دخل ہے وہ مامورِ زمانہ حضرت کاسرِ صلیب سیدنا مسیح موعود علیہ السلام کی شبانہ روز عاجزانہ اور متضرعانہ دعائیں اور التجائیں ہیں۔ پس یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اندھیری راتوں کی دعائیں ہی ہیں۔ جنہوں نے مذہبی افق کو اسلام کے نور سے منور کر دیا ہے اور دنیا کو یہ خوشخبری سنائی ہے کہ:-

"وہ دن آتے ہیں کہ عیسائیوں کے سعادت مند لڑکے سچے خدا کو پہچان لیں گے اور پرانے بچھڑے ہوئے وحدہٗ لاشریک کو روتے ہوئے آملیں گے۔ یہ میں نہیں کہتا بلکہ وہ روح کہتی ہے جو میرے اندر ہے جس قدر کوئی سچائی سے لڑ سکتا ہے لڑے جس قدر کوئی مکر کر سکتا ہے کرے، بے شک کرے لیکن آخر ایسا ہی ہوگا۔ یہ سہل بات ہے کہ زمین و آسمان مبدّل ہو جائیں۔ یہ آسان ہے کہ پہاڑ اپنی جگہ چھوڑ دیں لیکن یہ وعدے مبدّل نہیں ہوں گے۔" [1]

خدا کی ہزار ہزار رحمتیں اور برکتیں ہوں اس مقدس انسان پر جس نے دینِ مصطفویؐ کی خاطر اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ قربان کر دیا۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جس مقدس ہستی کی عاجزانہ دعاؤں سے یہ عالمگیر انقلاب پیدا ہوا ہے اسی کی ایک بہت ہی دلربا دعا کے ساتھ میں اپنے اس باب کو ختم کرنے کی سعادت حاصل کروں حضرت مسیح پاک علیہ السلام بارگاہِ احدیت میں ناصیہ فرسا ہیں:-

"اے میرے قادر خدا! میری عاجزانہ دعائیں سُن لے اور اس قوم کے کان اور دل کھول دے اور ہمیں وہ وقت دکھا کہ باطل معبودوں کی پرستش دنیا سے اُٹھ جائے اور زمین پر تیری پرستش اخلاص سے کی جائے اور زمین تیرے راستبازاور موحد بندوں سے ایسی بھر جائے جیسا کہ سمندر پانی سے بھرا ہوا ہے اور تیرے رسول کریم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور سچائی دلوں پر بیٹھ جائے۔ آمین۔

اے میرے قادر خدا! مجھے یہ تبدیلی دنیا میں دکھا اور میری دعائیں قبول کر جو ہر یک طاقت اور قوت تجھ کو ہے۔ اے قادر خدا! ایسا ہی کر۔ آمین ثم آمین۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔" [2]

---

[1] :- سراج منیر صفحہ ۶۲ روحانی خزائن جلد ۱۲ :

[2] :- تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۶۴ روحانی خزائن جلد ۲۲ :

"توحید الٰہی کی جڑ یہی ہے کہ وہ وحدہٗ لاشریک اپنی ذات میں اور اپنی صفات میں اور اپنے کاموں میں ہے اور کوئی دوسرا مخلوق اس کی مانند وحدہٗ لاشریک نہیں۔"

(مسیح موعودؑ)

باب سوم

توحید کے حق میں دلائل

- اسلامی توحید
- اسلام کا پیارا خُدا
- توحید کے حق میں دلائل

"اللہ تعالیٰ کی توحید پر...... ہزاروں دلائل ہیں۔"
"توحید ہی وہ چیز ہے جس کے نقوش انسان کی فطرت میں مرکوز ہیں۔"

(مسیح موعودؑ)

"آخر توحید کی فتح ہے۔ غیر معبود ہلاک ہوں گے اور جھوٹے خدا اپنے خدائی کے وجود سے منقطع کئے جائیں گے۔ مریم کی معبودانہ زندگی پر موت آئے گی اور نیز اُس کا بیٹا اب ضرور مرے گا...... نئی زمین ہوگی اور نیا آسمان...... قریب ہے سب ملتیں ہلاک ہوں گی مگر اسلام اور سب حربے ٹوٹ جائیں گے مگر اسلام کا آسمانی حربہ کہ وہ نہ ٹوٹے گا اور نہ کُند ہوگا جب تک دجالیت کو پاش پاش نہ کردے۔ وہ وقت قریب ہے کہ خُدا کی سچی توحید جس کو بیابانوں کے رہنے والے اور تمام تعلیموں سے غافل بھی اپنے اندر محسوس کرتے ہیں ملکوں میں پھیلے گی۔ اس دن نہ کوئی مصنوعی کفارہ باقی رہے گا اور نہ کوئی مصنوعی خدا۔ اور خدا کا ایک ہی ہاتھ کفر کی سب تدبیروں کو باطل کر دے گا لیکن نہ کسی تلوار سے اور نہ کسی بندوق سے بلکہ مستعد روحوں کو روشنی عطا کرنے سے اور پاک دلوں پر ایک نُور اتارنے سے۔ تب یہ باتیں جو میں کہتا ہوں سمجھ میں آئیں گی۔" [1]

(حضرت مسیح موعود علیہ السّلام)

مذاہب عالم کا مرکزی نقطہ

اللہ تعالیٰ کی ہستی ہماری اس کائنات کا مرکزی نقطہ ہے۔ ہماری اس کائناتِ آب و گل کا ہر ذرّہ اسی بزرگ و برتر ہستی کے گرد گھومتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خدا کا تصوّر ہر مذہب میں کسی نہ کسی شکل میں ضرور پایا جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ کے لئے مختلف نام تجویز کئے گئے ہیں اس کی مختلف صفات بیان کی گئیں۔ لیکن ایک بات ان سب میں مشترک رہی ہے اور وہ یہ کہ خدا کا تصوّر ہر مذہب میں ضرور پایا جاتا ہے اور حق تو یہ ہے کہ خدائی تصوّر ہی ہر مذہب کی جان اور حقیقی بنیاد ہے۔

مذہب اسلام نے تصوّرِ ہستی باری تعالیٰ کے سلسلہ میں دُنیا کے سامنے توحید کامل کا نظریہ پیش کیا ہے جبکہ موجودہ عیسائیت تثلیث کی علمبردار ہے۔ خاکسار کا مقالہ چونکہ عیسائیت کے خلاف علمِ کلام سے متعلق ہے اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عقیدہ تثلیث کی تردید کے دلائل کا ذکر کرنے سے پہلے اسلام کی پیش کردہ توحید کا ایک مختصر خاکہ پیش کر دیا جائے اور ان دلائل کا بھی مختصراً ذکر کر دیا جائے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس ضمن میں بیان فرمائے ہیں۔

---

[1] تبلیغِ رسالت جلد ششم صٖ۸

اسلامی توحید

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بیان فرمایا ہے کہ اسلام کی پیش کردہ توحید ہی کامل اور فطرت انسانی کے عین مطابق ہے۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں :۔

"آجکل توحید اور ہستی الٰہی پر بہت زور آور حملے ہو رہے ہیں۔ عیسائیوں نے بھی بہت کچھ زور مارا اور لکھا ہے لیکن جو کچھ کہا اور لکھا ہے وہ اسلام کے خدا کی بابت ہی لکھا ہے نہ کہ ایک مردہ مصلوب اور عاجز خدا کی بابت۔ ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی ہستی اور وجود پر قلم اٹھائے گا اس کو آخر کار اس خدا کی طرف آنا پڑے گا جو اسلام نے پیش کیا ہے۔ کیونکہ صحیفہ فطرت کے ایک ایک پتے میں اس کا پتہ ملتا ہے اور بالطبع انسان اسی خدا کا نقش اپنے اندر رکھتا ہے۔" [۱]

اسلامی توحید کی حقیقت کیا ہے ؟ اور مذہب اسلام نے جس واحد و یگانہ خدا کو پیش کیا ہے اس کی صفات کیا ہیں ؟ یہ ایک طویل مضمون ہے جسکی بیان کرنے کا یہ موقع نہیں۔ لیکن چونکہ اس مقالہ میں توحید کے حق میں حضور علیہ السلام کے بیان فرمودہ دلائل کا ذکر ہوگا اسلئے اسلامی توحید کی کسی قدر وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے۔

مذہب اسلام نے جس توحید کو پیش کیا ہے قرآن مجید میں اس کا متعدد مقامات پر تفصیلی ذکر موجود ہے۔ سورۃ الاخلاص میں اللہ تعالیٰ نے اسلامی توحید کے نظریہ کو یوں بیان فرمایا ہے :۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ۔ اَللّٰهُ الصَّمَدُ۔ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ۔ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ۔

کہ اسے ہمارے رسول ! تو دنیا میں یہ اعلان کردے کہ اللہ اپنی ذات اور صفات پر ہر لحاظ سے اکیلا ہے۔ وہ اللہ بے نیاز ہے نہ اس نے کسی کو جنا ہے اور نہ اس کو کسی نے جنا ہے اور کوئی بھی ایسی ہستی نہیں جو اسکی ہم پلہ اور برابر ہو۔ ان آیاتِ قرآنیہ کی تفسیر میں حضرت مسیح پاک علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

"فرمایا قل هو الله احد الله الصمد ... الخ اس اقل عبارت کو جو بقدر ایک سطر بھی نہیں دیکھنا چاہیئے کہ کس لطافت اور عمدگی سے ہر ایک قسم کی شراکت سے وجود باری کا منزّہ ہونا بیان فرمایا ہے۔ اسکی تفصیل یہ ہے کہ شرکت از روئے حصر عقلی چار قسم پر ہے کبھی شرکت عدد میں ہوتی ہے کبھی مرتبہ میں اور کبھی نسب میں اور کبھی فعل

---

[۱] :۔ ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۹ ؛

اور تاثیر میں ۔ سو اس سورۃ میں ان چاروں قسموں کی شرکت سے خدا کا پاک ہونا بیان فرمایا ہے اور کھول کر بتلا دیا ہے کہ وہ اپنے عدد میں ایک ہے دو یا تین نہیں۔ اور وہ صمد ہے یعنی اپنے مرتبہ وجوب اور محتاج الیہ ہونے میں منفرد اور یگانہ ہے ۔ اور بجز اس کے تمام چیزیں ممکن الوجود اور ہالک الذات ہیں ۔ جو اس کی طرف ہر دم محتاج ہیں اور وہ لَمْ یَلِدْ ہے ۔ یعنی اس کا کوئی بیٹا نہیں تا بوجہ بیٹا ہونے کے اس کا شریک ٹھہر جائے اور وہ لَمْ یُوْلَدْ ہے ۔ یعنی اس کا کوئی باپ نہیں تا بوجہ باپ ہونے کے اس کا کوئی شریک بن جائے اور وہ لَمْ یَکُنْ لَہٗ کُفُوًا ہے یعنی اس کے کاموں میں کوئی اس سے برابری کرنے والا نہیں تا باعتبار فعل کے اس کا کوئی شریک قرار پاوے ۔ سو اس طور سے ظاہر فرما دیا کہ خدائے تعالیٰ چاروں قسم کی شرکت سے پاک اور منزّہ ہے اور وحدہٗ لا شریک ہے ۔" لے

پھر اسلامی توحید کی مزید وضاحت فرماتے ہوئے تحریر فرمایا ہے :۔

(۱)

"ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ کوئی چیز خدا تعالیٰ کی وحدت کے ساتھ مزاحمت نہیں رکھتی محض اسی کی ذات قائم بنفسہٖ اور ازلی اور ابدی ہے اور باقی سب چیزیں ہالکۃ الذات اور باطلۃ الحقیقت ہیں اور یہی خالص توحید ہے جس کے مخالف عقیدہ رکھنا سراسر شرک ہے۔" ۲ے

(۲)

"توحید الٰہی کی جڑ یہی ہے کہ وہ وحدہٗ لاشریک اپنی ذات میں اور اپنی صفات میں اور اپنے کاموں میں ہے ۔ اور کوئی دوسرا مخلوق اس کی مانند وحدہٗ لاشریک نہیں ۔" ۳ے

(۳)

"یاد رہے کہ حقیقی توحید جس کا اقرار خدا ہم سے چاہتا ہے اور جس کے اقرار سے نجات وابستہ ہے یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کو اپنی ذات میں ہر ایک شریک سے خواہ بُت ہو خواہ انسان ہو خواہ سورج ہو یا چاند ہو یا اپنا نفس یا اپنی تدبیر اور مکر و فریب ہو منزّہ سمجھنا اور اس کے مقابل پر کوئی قادر تجویز نہ کرنا کوئی رازق نہ ماننا کوئی معزّ اور مذل خیال نہ کرنا

لے :۔ براہین احمدیہ حاشیہ در حاشیہ ۳ ص۵۹۶ ۔ روحانی خزائن جلد ۱ ۔ ۲ے :۔ چشمہ معرفت ص۱۸۶ روحانی خزائن جلد ۲۳
۳ے :۔ تحفہ گولڑویہ حاشیہ ص۱۲۱ روحانی خزائن جلد ۱۷ ۔

کوئی ناصر اور مددگار قرار نہ دینا اور دوسرے یہ کہ اپنی محبت اسی سے خاص کرنا، اپنی عبادت اسی سے خاص کرنا۔ اپنا تذلّل اسی سے خاص کرنا۔ اپنی اُمیدیں اسی سے خاص کرنا اپنا خوف اسی سے خاص کرنا۔ پس کوئی توحید بغیر ان تین قسم کی تحقیق کے کامل نہیں ہو سکتی۔

اوّل ذات کے لحاظ سے توحید یعنی یہ کہ اس کے وجود کے مقابل پر تمام موجودات کو معدوم کی طرح سمجھنا اور تمام کو ہالکۃ الذات اور باطلۃ الحقیقت خیال کرنا۔

دوم صفات کے لحاظ سے توحید یعنی یہ کہ ربوبیّت اور الوہیّت کی صفات بجز ذات باری کسی میں قرار نہ دینا اور جو بظاہر رب الانواع یا فیض رساں نظر آتے ہیں یہ اسی کے ہاتھ کا ایک نظام یقین کرنا۔

تیسرے اپنی محبت اور صدق اور صفا کے لحاظ سے توحید یعنی محبت وغیرہ شعارِ عبودیت میں دوسرے کو خدا تعالیٰ کا شریک نہ گردانا اور اسی میں کھوئے جانا۔"[1]

(۴)

"یاد رہے کہ توحید کے تین درجے ہیں سب سے ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ اپنے جیسے مخلوق کی پرستش نہ کریں نہ پتھر کی نہ آگ کی نہ آدمی کی نہ کسی ستارہ کی۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ اسباب پر بھی ایسے نہ گریں کہ گویا ایک قسم کا ان کو ربوبیّت کے کارخانہ میں مستقل دخل قرار دیں بلکہ ہمیشہ مسبّب پر نظر رہے نہ اسباب پر۔ تیسرا درجہ توحید کا یہ ہے کہ تجلیّاتِ الٰہیہ کا کامل مشاہدہ کر کے ہر یک غیر کے وجود کو کالعدم قرار دیں اور ایسا ہی اپنے وجود کو بھی۔ غرض ہر یک چیز نظر میں فانی دکھائی دے۔ بجز اللہ تعالیٰ کی ذات کامل الصفات کے۔ یہی روحانی زندگی ہے کہ یہ مراتب ثلاثہ توحید کے حاصل ہو جائیں۔"[2]

اسلام کا پیارا خُدا

اسلام نے جس توحید اور واحد خُدا کے تصور کو پیش کیا ہے اس کے ذکر سے سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب بھری پڑی ہیں۔ نمونہ کے طور پر میں چند حوالے ذیل میں درج کرتا ہوں جن سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اسلام نے دنیا کے سامنے جس واحد و یگانہ خدا کو پیش کیا

---

[1] ۔ سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب صفحہ ۲۳-۲۴ ۔ روحانی خزائن جلد ۱۲ ۞

[2] ۔ آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۲۳-۲۲۴ ۔ روحانی خزائن جلد ۵ ۞

ہے وہ کتنا پیارا حسین اور دلربا ہے ۔ حضرت مسیح پاک علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

(۱)

" وہ خدا جس پر ہم ایمان لاتے ہیں وہ نہایت رحیم وکریم خدا ہے وہ قادرِ مطلق اور سرب شکتی مان ہے جس میں کسی طرح کی کمزوری اور نقص نہیں وہ مبدءُ ہے تمام ظہورات کا اور سرچشمہ ہے تمام فیضوں کا اور مالک ہے تمام جود وفضل کا اور جامع ہے تمام اخلاق حمیدہ اور اوصاف کاملہ کا اور منبع ہے تمام نوروں کا اور جان ہے تمام جانوں کی اور قیوم ہے ہر ایک چیز کا ۔ سب چیزوں سے نزدیک ہے مگر نہیں کہہ سکتے کہ وہ عین اشیاء ہے اور سب سے بلند تر ہے مگر نہیں کہہ سکتے کہ اس میں اور ہم میں کوئی اور چیز بھی حائل ہے ۔ اس کی ذات دقیق در دقیق اور نہاں در نہاں ہے مگر پھر بھی سب چیزوں سے زیادہ ظاہر ہے ۔ سچی لذّت اور سچی راحت اسی میں ہے اور یہی نجات کی حقیقی فلاسفی ہے " [۱]

(۲)

" خدا اپنی تمام خوبیوں کے لحاظ سے واحد لاشریک ہے کوئی بھی اس میں نقص نہیں وہ مجمع ہے تمام صفات کاملہ کا اور مظہر ہے تمام پاک قدرتوں کا اور مبدءُ ہے تمام مخلوق کا اور سرچشمہ ہے تمام فیضوں کا اور مالک ہے تمام جزا وسزا کا اور مرجع ہے تمام امور کا اور نزدیک ہے باوجود دُوری کے اور دُور ہے باوجود نزدیکی کے ۔ وہ سب سے اُوپر ہے مگر نہیں کہہ سکتے کہ اس کے نیچے کوئی اور بھی ہے اور وہ سب چیزوں سے زیادہ پوشیدہ ہے مگر نہیں کہہ سکتے کہ اس سے کوئی زیادہ ظاہر ہے وہ زندہ ہے اپنی ذات سے اور ہر ایک چیز اس کے ساتھ زندہ ہے وہ قائم ہے اپنی ذات سے اور ہر ایک چیز اس کے ساتھ قائم ہے اس نے ہر ایک چیز کو اُٹھا رکھا ہے اور کوئی چیز نہیں جس نے اس کو اُٹھا رکھا ہو ۔ کوئی چیز نہیں جو اس کے بغیر خود بخود پیدا ہوئی ہو یا اس کے بغیر خود بخود جی سکتی ہے ۔ وہ ہر یک چیز پر محیط ہے مگر نہیں کہہ سکتے کہ کیسا احاطہ ہے وہ آسمان اور زمین کی ہر یک چیز کا نور ہے اور ہر یک نور اسی کے ہاتھ سے چمکا اور اسی کی ذات کا پرتوہ ہے وہ تمام عالموں کا پروردگار ہے کوئی روح نہیں جو اس سے پرورش نہ پاتی ہو اور

---

[۱] : چشمہ معرفت صفحہ ۲۱۶ ۔ روحانی خزائن جلد ۲۳ ۔

خود بخود ہو کسی روح کی کوئی طاقت نہیں جو اس سے نہ ملی ہو اور خود بخود ہو۔" [1]

(۳)

"ہمارا خدا وہ خدا ہے جو اب بھی زندہ ہے جیسا کہ پہلے زندہ تھا اور اب بھی وہ بولتا ہے جیسا کہ پہلے بولتا تھا اور اب بھی وہ سنتا ہے جیسا کہ پہلے سنتا تھا۔ یہ خیال خام ہے کہ اس زمانہ میں وہ سُنتا تو ہے مگر بولتا نہیں۔ بلکہ وہ سنتا اور بولتا بھی ہے۔ اس کی تمام صفات ازلی ابدی ہیں۔ کوئی صفت بھی معطل نہیں اور نہ کبھی ہوگی وہ وہی وحدہٗ لاشریک ہے جس کا کوئی بیٹا نہیں اور جس کی کوئی بیوی نہیں۔ وہ وہی بے مثل ہے جس کا کوئی ثانی نہیں اور جس کی طرح کوئی فرد خاص صفت سے مخصوص نہیں اور جس کا کوئی ہمتا نہیں۔ جس کا کوئی ہم صفات نہیں اور جس کی کوئی طاقت کم نہیں۔ وہ قریب ہے باوجود دُور ہونے کے اور دُور ہے باوجود نزدیک ہونے کے۔ وہ تمثّل کے طور پر اہلِ کشف پر اپنے تئیں ظاہر کر سکتا ہے مگر اس کے لئے نہ کوئی جسم ہے اور نہ کوئی شکل ہے اور وہ سب سے اُوپر ہے مگر نہیں کہہ سکتے کہ اس کے نیچے کوئی اور بھی ہے اور وہ عرش پر ہے مگر نہیں کہہ سکتے کہ زمین پر نہیں وہ مجمع ہے تمام صفاتِ کاملہ کا اور مظہر ہے تمام محامد حقّہ کا اور سرچشمہ ہے تمام خوبیوں کا اور جامع ہے تمام طاقتوں کا اور مبدءٗ ہے تمام فیضوں کا اور مرجع ہے ہر ایک شئے کا۔ اور مالک ہے ہر ایک ملک کا اور متّصف ہے ہر ایک کمال سے اور منزّہ ہے ہر ایک عیب اور ضعف سے۔ اور مخصوص ہے اس امر میں کہ زمین والے اور آسمان والے اسی کی عبادت کریں۔ اور اس کے آگے کوئی بات بھی انہونی نہیں اور تمام رُوح اور اس کی طاقتیں اور تمام ذرّات اور ان کی طاقتیں اسی کی پیدائش ہیں اس کے بغیر کوئی چیز ظاہر نہیں ہوتی۔ وہ اپنی طاقتوں اور اپنی قدرتوں اور اپنے نشانوں سے اپنے تئیں آپ ظاہر کرتا ہے اور اس کو اسی کے ذریعہ سے ہم پا سکتے ہیں اور وہ راستبازوں پر ہمیشہ اپنا وجود ظاہر کرتا رہتا ہے اور اپنی قدرتیں ان کو دکھلاتا رہتا ہے اسی سے وہ شناخت کیا جاتا اور اسی سے اس کی پسندیدہ راہ شناخت کی جاتی ہے۔ وہ دیکھتا ہے بغیر جسمانی آنکھوں کے اور سنتا ہے بغیر جسمانی کانوں کے اور بولتا ہے بغیر جسمانی زبان کے۔ اسی طرح نیستی سے ہستی کرنا اس کا کام ہے جیسا کہ تم

---

[1] :۔ لیکچر لاہور صفحہ ۱۰ روحانی خزائن جلد ۲۰ ؛

دیکھتے ہو کہ خواب کے نظارہ میں بغیر کسی مادہ کے ایک عالم پیدا کر دیتا ہے اور ہر ایک فانی اور معدوم کو موجود دکھلا دیتا ہے۔ پس اسی طرح اس کی تمام قدرتیں ہیں۔ نادان ہے وہ جو اس کی قدرتوں سے انکار کرے۔ اندھا ہے وہ جو اس کی عمیق طاقتوں سے بے خبر ہے۔ وہ سب کچھ کرتا ہے اور کر سکتا ہے بغیر ان امور کے جو اس کی شان کے مخالف ہیں یا اس کے مواعید کے برخلاف ہیں۔ اور وہ واحد ہے اپنی ذات میں اور صفات میں اور افعال میں اور قدرتوں میں اور اس تک پہنچنے کے لئے تمام دروازے بند ہیں۔ مگر ایک دروازہ جو فرقان مجید نے کھولا ہے۔" [1]

توحید کے حق میں دلائل

مندرجہ بالا حوالوں سے عیاں ہے کہ اسلام نے خدائی تصوّر کے سلسلہ میں سچی اور کامل اور بے مثال توحید کو پیش فرمایا ہے۔ حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے اپنی کتب میں اسلامی توحید کے حق میں بہت سے دلائل بھی بیان فرمائے ہیں۔

پہلی دلیل :-

توحید کے حق میں ایک دلیل یہ ہے کہ توحید کا عقیدہ ایک عالمگیر عقیدہ ہے اور ہر مذہب کے خدائی تصوّر کی بنیاد میں توحید کا خمیر پایا جاتا ہے۔ بعد کے زمانوں میں حالات و خیالات کی تبدیلی کی وجہ سے توحید کے نظریات بھی مسخ ہو گئے۔ اور یوں معلوم ہونے لگا کہ جیسے ان مذاہب میں توحید کا کوئی تصور رہے ہی نہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ توحید کا خیال ہر مذہب کی تعلیم کا ایک اہم اور بنیادی جزو رہا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ بعد کے لوگوں نے اس اصول کو یاد اور قائم رکھا یا اپنی غلط فکر کے نتیجہ میں اس کی جگہ خود تراشیدہ عقائد مثلاً تثلیث وغیرہ کو پیش کر دیا۔ پس خدا کے واحد ہونے کے تصوّر کا قدیم سے پایا جانا اور اس کا عالمگیر ہونا اس امر کا بیّن ثبوت ہے کہ اصل توحید ہی ہے باقی سب بعد کی ایجادات ہیں۔ حضرت مسیح پاک علیہ السّلام فرماتے ہیں :-

"ہر ایک مذہب کی خدا شناسی کے اگر زوائد نکال دئیے جائیں اور مخلوق پرستی کا حصّہ الگ کر دیا جائے تو جو باقی رہے گا وہی توحید اسلامی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسلامی توحید سب کی مانی ہوئی ہے۔" [2]

---

[1] :- الوصیت صفحہ ۱۳ روحانی خزائن جلد ۲۰ ؛ [2] :- کتاب البریہ صفحہ ۹۶ روحانی خزائن جلد ۱۳ ؛

ایک اور کتاب میں حضور تحریر فرماتے ہیں :۔

"خدا کی ہستی اور وحدانیت کا مسئلہ توریت سے شروع نہیں ہُوا بلکہ قدیم سے چلا آتا ہے ہاں بعض زمانوں میں ترک عمل کی وجہ سے اکثر لوگوں کی نظر میں حقیر اور ذلیل ضرور ہوتا رہا ہے۔ پس خدا کی کتابوں اور خدا کے نبیوں کا یہ کام تھا کہ وہ ایسے وقتوں میں آتے رہے کہ جب اس مسئلہ توحید پر لوگوں کی توجہ کم رہ گئی ہو اور طرح طرح کے شرکوں میں وہ مبتلا ہو گئے ہوں۔ یہی مسئلہ دنیا میں ہزاروں دفعہ صیقل ہوا اور ہزاروں دفعہ پھر زنگ خوردہ ہو کر لوگوں کی نظروں سے چھپ گیا اور جب چھپ گیا تو پھر خدا نے اپنے کسی بندہ کو بھیجا تا نئے سِر سے اس کو روشن کر کے دکھلائے"۔ [۱]

پس توحید کا قدیم زمانوں سے ہر مذہب میں کسی نہ کسی شکل میں پایا جانا اور سب مذاہب کی اصولی تعلیموں میں اس کا موجود ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ توحید کا عقیدہ درست اور برحق ہے۔

دوسری دلیل :۔

توحید کے حق میں دوسری دلیل کے طور پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قانون قدرت اور کائنات عالم کو پیش فرمایا ہے۔ حضور نے بیان فرمایا ہے کہ کائنات عالم پر ایک نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے دنیا کو گول طرز پر پیدا فرمایا ہے اور کائنات عالم اور اس کی اشیاء کا گول ہونا توحید پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ کرویّت وحدت سے مناسبت رکھتی ہے۔ حضور نے اس دلیل کو اپنی مختلف کتب میں بڑی صراحت سے بیان فرمایا ہے اور اس ضمن میں متعدد مثالیں بھی بیان فرمائی ہیں۔ چند حوالہ جات درج ذیل ہیں :۔

(۱)

"اللہ تعالیٰ کی توحید پر یوں تو ہزاروں دلائل ہیں لیکن ایک دلیل بڑی عام اور صاف ہے اور وہ یہ ہے کہ وضع عالم میں ایک کرویت واقع ہُوئی ہے اور کرویت میں توحید ہی پائی جاتی ہے۔ پانی کا ایک قطرہ لو تو وہ بھی گول ہے۔ زمین کی شکل بھی گول ہے۔ آگ کا شعلہ بھی گول ہی ہے۔ ایسا ہی ستارے بھی گول ہیں۔ اگر تثلیث درست ہوتی تو چاہیئے تھا کہ ان اشیاء کی شکل وصور بھی سہ گوشہ اور مثلث نما ہوتیں"۔ [۲]

---

[۱] :۔ سراج دین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب صفحہ ۳۱۔ روحانی خزائن جلد ۱۲ ؛

[۲] :۔ ملفوظات جلد ہشتم صفحہ ۱ ؛

(۲)

"وضع عالم میں خدا تعالیٰ نے توحید کا ثبوت رکھ دیا ہے۔ وضع عالم میں کرویت ہے پانی ستارے، آگ وغیرہ یہ چیزیں سب گول ہیں۔ چونکہ کرہ میں وحدت ہوتی ہے اس لحاظ سے کہ اس میں جہالت نہیں ہوتی ہیں۔ پس یہ وضع عالم میں توحید الٰہی کا ثبوت ہے۔ پانی کا ایک قطرہ دیکھو تو وہ گول ہوگا ویسی ہی اجرام بھی اور آگ بھی۔ آگ کی ظاہری حالت سے کوئی اگر کہے کہ یہ گول نہیں ہوتی تو یہ اس کی غلطی ہے۔ کیونکہ یہ مانی ہوئی بات ہے کہ آگ کا شعلہ دراصل گول ہوتا ہے مگر ہوا اس کو منتشر کرتی ہے ...... اگر خدا تین ہوتے تو ضرور تھا کہ سب اشیاء مثلث نما ہوتیں"۔ [1]

(۳)

"بسائط کا گول رکھنا خدا تعالیٰ نے پسند کیا کہ گول میں کوئی جہت نہیں ہوتی۔ اور یہ امر توحید کے بہت مناسب حال ہے"۔ [2]

(۴)

"خدا ..... نے تمام ابتدائی اجسام و اجرام کو کروی شکل پر پیدا کر کے اپنے قانون قدرت میں یہ ہدایت منقوش کی کہ اس کی ذات میں کرویت کی طرح وحدت اور یک جہتی ہے۔ اس لئے بسیط چیزوں میں سے کوئی چیز سہ گوشہ پیدا نہیں کی گئی۔ یعنی جو کچھ خدا کے ہاتھ سے پہلے پہلے نکلا جیسے زمین، آسمان، سورج، چاند اور تمام ستارے اور عناصر وہ سب کروی ہیں جن کی کرویت توحید کی طرف اشارہ کر رہی ہے"۔ [3]

(۵)

"تستدیر دائرۃ الفطرۃ و یشابہ الخاتمۃ بالفاتحۃ ولیکون ھذا التشابہ للتوحید کسلطانٍ مبین ولیدلّ المصنوع علی صانعہ بالدلالۃ الصوریۃ فانّ الھیئۃ المستدیرۃ تضاھی الوحدۃ بل تشتمل علی معنی الوحدۃ ولذالک یوجد استدارۃ فی کلّما خلق من البسائط ولا یوجد بسیط خارجًا من الکرویّۃ۔ ذالک لیعلم

---

[1]: ۔ ملفوظات جلد دوم ص۳۹۱ ؛ [2] : ۔ تحفہ گولڑویہ ص۱۰۲ روحانی خزائن جلد ۱۷ ؛
[3] : ۔ مسیح ہندوستان میں ص۱۴ روحانی خزائن جلد ۱۵ ؛

النّاس انّ اللہ ھو الاحد الفرد الذی صبّغ کلّ ما خلقہ بصبغ الاحدیۃ ولیعرفوا انّہ ھو ربّ العٰلمین" ۱؎

ترجمہ :۔ دائرہ فطرت میں گولائی پائی جاتی ہے اور اختتام آغاز کے ساتھ مشابہ نظر آتا ہے ۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ تا یہ مشابہت توحید کے حق میں ایک واضح دلیل کے طور پر ہو ۔ اور تا (کائناتِ عالم کی گولائی کی وجہ سے) مصنوعات سے ان کے صانع کے وجود پر صوری دلائل کے ذریعہ دلالت ہو ۔ کیونکہ گولائی وحدت سے مشابہ ہے بلکہ یہ تو وحدت کے معنوں پر ہی مشتمل ہے اس وجہ سے دنیا کے تمام بسائط میں گولائی اور کرویت پائی جاتی ہے اور کوئی ایسی چیز نہیں جو کرویت سے خالی ہو ۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ تا لوگ معلوم کر لیں کہ خدا تعالیٰ اکیلا اور منفرد ہے جس نے سب مخلوقات کو وحدت کا جامہ پہنا دیا ہے اور تا وہ جان لیں کہ یہی سب جہانوں کا ربّ ہے ۔"

(۶)

"خدا تعالیٰ نے ہر ایک چیز کو ایسی طرز سے بنایا ہے جو اس کی توحید پر دلالت کرے اور اسی وجہ سے خداوند حکیم نے تمام عناصر اور اجرام فلکی کو گول شکل پر پیدا کیا ہے کیونکہ گول چیز کی جہات اور پہلو نہیں اس لئے وہ وحدت سے مناسبت رکھتی ہے ۔ اگر خدا تعالیٰ کی ذات میں تثلیث ہوتی تو تمام عناصر اور اجرام فلکی سہ گوشہ صورت پر پیدا ہوتے لیکن ہر ایک بسیط میں جو مرکبات کا اصل ہے کرویت یعنی گول ہونا مشاہدہ کرو گے ۔ پانی کا قطرہ بھی گول شکل پر ظاہر ہے اور تمام ستارے جو نظر آتے ہیں ان کی شکل گول ہے اور ہوا کی شکل بھی گول ہے جیسا کہ ہوائی گولے جن کو عربی میں اعصار کہتے ہیں یعنی بگولے جو کسی تند ہوا کے وقت مدوّر شکل میں زمین پر چکر لگاتے پھرتے ہیں ۔ ہواؤں کی کرویّت ثابت کرتے ہیں ۔" ۲؎

(۷)

"جب ہم قانونِ قدرت میں نظر کرتے ہیں تو ماننا پڑتا ہے کہ ضرور ایک ہی خالق و مالک ہے ۔ کوئی اس کا شریک نہیں دل بھی اسے ہی مانتا ہے اور دلائل قدرت سے بھی اسی کا

۱؎ :۔ الخطبۃ الالہامیۃ صفحہ ۲۵۴ تا ۲۵۶ روحانی خزائن جلد ۱۶ ؀

۲؎ :۔ تحفہ گولڑویہ حاشیہ صفحہ ۲۳۳ ۔ روحانی خزائن جلد ۱۷ ؀

پتہ لگتا ہے۔ کیونکہ ہر ایک چیز جو دنیا میں موجود ہے وہ اپنے اندر کرویت رکھتی ہے جیسے پانی کا قطرہ اگر ہاتھ سے چھوڑیں تو وہ کروی شکل کا ہوگا اور کروی شکل توحید کو مستلزم ہے۔" ؎۱

ان سب حوالہ جات سے حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے یہ استدلال فرمایا ہے کہ جبکہ اس کائنات کی اشیاء میں گولائی اور کرویت پائی جاتی ہے جو وحدت کا تقاضا کرتی ہے تو ان گول اشیاء اور ساری کائنات کو پیدا کرنے والا خدا بھی واحد ہی ہے اس کے ساتھ کوئی اور خدا نہیں۔

تیسری[۳] دلیل :-

توحید الٰہی پر تیسری دلیل حضور علیہ السلام نے یہ بیان فرمائی ہے کہ کائناتِ عالم کے نظام میں جو ترتیب اور انتظام پایا جاتا ہے وہ جہاں ایک طرف ہستی باری تعالیٰ پر شہادت دیتا ہے وہاں اس بات کا بھی ایک بیّن ثبوت ہے کہ اس نظامِ عالم کو چلانے والا ایک اور صرف ایک خدا ہے دلیل یہ ہے کہ اگر ایک سے زائد خدا ہوتے تو ان میں اختلاف ہونے کی وجہ سے کائنات میں ترتیب اور نظام کا یہ سلسلہ قائم نہ رہ سکتا۔ قرآن مجید کی آیت سے استدلال کرتے ہوئے حضور نے تحریر فرمایا ہے:۔

"اس کی وحدہٗ لاشریک ہونے پر ایک عقلی دلیل بیان فرمائی اور کہا لَوْ کَانَ فِیْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا۔ وَمَا کَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ..... الخ۔ یعنی اگر زمین آسمان میں بجز اس ایک ذات جامع صفات کاملہ کے کوئی اور بھی خدا ہوتا تو وہ دونوں بگڑ جاتے کیونکہ ضرور تھا کہ کبھی وہ جماعت خداؤں کی ایک دوسرے کے برخلاف کام کرتے۔ پس اس پھوٹ اور اختلاف سے عالم میں فساد راہ پاتا اور نیز الگ الگ خالق ہوتے تو ہر واحد ان میں سے اپنی ہی مخلوق کی بھلائی چاہتا۔ اور ان کے آرام کے لئے دوسروں کا برباد کرنا روا رکھتا۔ پس یہ بھی موجب فساد عالم ٹھہرتا۔ یہاں تک تو دلیل لمّی سے خدا کا وحدہٗ لاشریک ہونا ثابت کیا۔" ؎۲

اس حوالہ میں بیان کردہ دلیل کو حضور نے دلیل لمّی قرار دیا ہے۔ دلیل لمّی کی تعریف حضور علیہ السلام کے مقدس الفاظ میں یوں ہے :-

"لمّی دلیل اس کو کہتے ہیں کہ دلیل سے مدلول کا پتہ لگا لیں جیسا کہ ہم نے ایک جگہ دھواں دیکھا تو اس سے ہم نے آگ کا پتہ لگا لیا۔" ؎۳

؎۱ :- ملفوظات جلد دوم صفحہ ۵۹ ؛ ؎۲ :- براہین احمدیہ حاشیہ در حاشیہ ۳ صفحہ ۱۹۶-۱۹۷ روحانی خزائن جلد ۱ ؛
؎۳ :- چشمہ معرفت صفحہ ۲۳-۲۴ روحانی خزائن جلد ۲۳ ؛

پس توحید باری تعالیٰ پر عقلی اور لمّی دلیل یہ ہے کہ اگر ایک خُدا کے علاوہ اس دُنیا میں اور خُدا بھی ہوتے تو ان میں ضرور اختلافات ہو جاتا۔ اور کائنات کا سارا نظام درہم برہم ہو جاتا۔ مشاہدہ بتاتا ہے کہ نہ صرف یہ کہ نظام عالم میں کوئی خلل اور خرابی نہیں بلکہ ایک نہایت محیّر العقول ترتیب اور تسلسل پایا جاتا ہے۔ جو اس بات کی دلیل ہے کہ اس کارخانہ قدرت کو چلانے والا ایک خدا ہے۔

چوتھی دلیل :۔

چوتھی دلیل کے طور پر مسیح پاک علیہ السلام نے دلیل انّی کو پیش فرمایا ہے۔ دلیل انّی کی تعریف کے ضمن میں حضور لکھتے ہیں :۔

"دوسری دلیل کی قسم انّی ہے اور انّی اس کو کہتے ہیں کہ مدلول سے ہم دلیل کی طرف انتقال کریں۔ جیسا کہ ہم نے ایک شخص کو شدید تپ میں مبتلا پایا تو ہمیں یقین ہوا کہ اس میں ایک تیز صفرا موجود ہے جس سے تپ چڑھ گیا۔" [1]

اور توحید الٰہی کے ثبوت میں ایک قرآنی آیت سے استدلال فرماتے ہُوئے لکھتے ہیں :۔

"خُدا کے وحدہٗ لاشریک ہونے پر دلیل انّی بیان فرمائی اور کہا، قُلِ ادْعُوا الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا یَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِیْلًا الخ۔ یعنی مشرکین اور منکرین وجود حضرت باری کو کہہ کہ اگر خدا کے کارخانہ میں کوئی اور لوگ بھی شریک ہیں یا اسباب موجودہ ہی کافی ہیں تو اس وقت کہ تم اسلام کے دلائل حقیقت اور اس کی شوکت اور قوت کے مقابلہ پر مقہور ہو رہے ہو اپنے ان شرکاء کو مدد کے لئے بلاؤ اور یاد رکھو وہ ہرگز تمہاری مشکل کشائی نہ کریں گے اور نہ بلا کو تمہارے سر پر سے ٹال سکیں گے۔ اے رسول! ان مشرکین کو کہہ دو کہ تم اپنے شرکاء کو جن کی پرستش کرتے ہو میرے مقابلہ پر بلاؤ اور جو تدبیر میرے مغلوب کرنے کے لئے کر سکتے ہو وہ سب تدبیریں کرو۔ اور مجھے ذرا مہلت مت دو اور یہ بات سمجھ رکھو کہ میرا حامی اور ناصر اور کارساز وُہ خدا ہے جس نے قرآن کو نازل کیا اور وہ اپنے سچے اور صالح رسولوں کی آپ کارسازی کرتا ہے۔ مگر جن چیزوں کو تم لوگ اپنی مدد کے لئے پکارتے ہو وہ ممکن نہیں ہے جو تمہاری مدد کر سکیں اور نہ کچھ اپنی مدد کر سکتے ہیں۔" [2]

---

[1] :۔ چشمہ معرفت صفحہ ۱۲۲ روحانی خزائن جلد ۲۳ ؛ [2] :۔ براہین احمدیہ حاشیہ در حاشیہ صفحہ ۴۹۰ روحانی خزائن جلد ۱ ؛

گویا حضور نے یہ دلیل بیان فرمائی ہے کہ جب ہمارے پیش کردہ خُدا کے مقابل پر تمہارے معبودانِ باطلہ میں وہ صفات ہی نہیں پائی جاتیں جو خدا میں ہونی چاہئیں۔ یعنی نہ وہ کسی کو نفع پہنچانے پر قادر ہیں اور نہ کسی نقصان سے محفوظ کر سکتے ہیں تو اس سے ثابت ہوا کہ وہ حقیقی معنوں میں خدا نہیں ہیں۔ پس معبودانِ باطلہ کا حقیقی خدا نہ ہونا دلیل ہے اس امر کی کہ خدا صرف ایک ہی ہے جس میں صحیح معنوں میں خدائی صفات پائی جاتی ہیں۔ پس اس دلیل انی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کائناتِ عالم کا خالق و مالک صرف ایک خدا ہے اور یہی توحید ہے ۔

پانچویں دلیل :۔

توحید باری تعالیٰ کے ثبوت کے طور پر حضورؑ نے پانچویں دلیل یہ بیان فرمائی ہے کہ توحید کا نقش انسانی فطرت میں پایا جاتا ہے۔ اور ہر انسان کی فطرت سلیمہ اس بات کی گواہی دیتی ہے کہ خدا ایک ہے۔ یہ ایک ایسا بدیہی ثبوت ہے جس کو ہر شخص محسوس کر سکتا ہے اور انفرادی طور پر اس کی تصدیق کر سکتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فطرتِ انسانی اور کرویتِ اشیاء کو بطور دلیل پیش کرتے ہوئے فرمایا ہے :۔

"ہم اسلام کے اصول توحید کو پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہی حقانی تعلیم ہے کیونکہ انسانی فطرت میں توحید کی تعلیم ہے اور نظارہ قدرت بھی اس پر شہادت دیتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے مخلوق کو متفرق پیدا کر کے وحدت ہی کی طرف کھینچا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وحدت ہی منظور تھی۔ پانی کا قطرہ اگر چھوڑیں تو وہ گول ہوگا چاند سورج سب اجرام فلکی گول ہیں۔ اور کرویت وحدت کو چاہتی ہے۔" [۱]

پھر اسی ضمن میں حضور ایک اور موقع پر فرماتے ہیں :۔

"بات اصل میں یہ ہے کہ انسان کی فطرت ہی میں الستُ بربکم قالوا بلیٰ نقش کیا گیا ہے۔ اور تثلیث سے کوئی مناسبت جبلّت انسانی اور تمام اشیائے عالم کو نہیں۔ ایک قطرہ پانی کا دیکھو تو وہ گول نظر آتا ہے مثلث کی شکل میں نظر نہیں آتا۔ اس سے بھی صاف طور پر یہی پایا جاتا ہے کہ توحید کا نقش قدرت کی ہر ایک چیز میں رکھا ہوا ہے۔ خوب غور سے دیکھو کہ پانی کا قطرہ گول ہوتا ہے اور کروی شکل میں توحید ہی ہوتی ہے۔ اس لئے کہ وہ جہت کو نہیں چاہتی اور مثلث شکل جہت کو چاہتی ہے

---

[۱] :۔ ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۳۲۹ ۔

چنانچہ آگ کو دیکھو۔ شکل بھی مخروطی ہے اور وہ بھی کرویت اپنے اندر رکھتی ہے۔
اسسے بھی توحید کا نور چمکتا ہے۔ زمین کو لو اور انگریزوں سے بھی پوچھو کہ اسکی شکل
کیسی ہے؟ کہیں گے گول۔ الغرض طبعی تحقیقاتیں جہاں تک ہوتی چلی جائیں گی وہاں
توحید ہی توحید نکلتی جائے گی۔" ؎۱

ان حوالہ جات سے ظاہر ہے کہ توحید درحقیقت فطرت کی آواز کے عین مطابق ہے۔ انسانی فطرت کی اس گواہی کو حضورؑ نے تثلیث کے ردّ کے طور پر بھی بارہا بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ بعض عیسائی پادریوں نے اس امر کا اعتراف بھی کیا ہے کہ جہاں تک انسانی فطرت کا سوال ہے وہ تو گواہی دیتی ہے کہ خُدا ایک ہے اور توحید برحق ہے۔ چنانچہ ایک پادری کے اس اعتراف کا ذکر کرتے ہُوئے حضور فرماتے ہیں :۔

" پادری فنڈر ایک جگہ اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ اگر کوئی ایسا جزیرہ ہو جہاں عیسائیت کا وعظ نہیں پہنچا تو قیامت کے دن ان لوگوں سے کیا سوال ہوگا؟ تب خود ہی جواب دیتا ہے کہ ان سے یہ سوال نہ ہوگا کہ تم یسوع پر اور اس کے کفارہ پر ایمان لائے تھے یا نہ لائے تھے۔ بلکہ ان سے یہی سوال ہوگا کہ کیا تم خُدا کو مانتے ہو جو اسلام کی صفات کا خدا واحد لاشریک ہے؟" ؎۲

اسی ضمن میں فرمایا :۔

" عقل اسلامی توحید تک ہی گواہی دیتی ہے اور اس لئے تمام عیسائی اس بات کو مانتے ہیں کہ اگر ایک گروہ ایسے کسی جزیرہ کا رہنے والا ہو جس کے پاس نہ قرآن پہنچا ہو اور نہ انجیل اور نہ اسلامی توحید پہنچی ہو اور نہ نصرانیت کی تثلیث۔ ان سے صرف اسلامی توحید کا مواخذہ ہوگا۔ جیسا کہ پادری فنڈل نے میزان الحق میں یہ صاف اقرار کیا ہے۔ پس لعنت ہے ایسے مذہب پر جس کی اصل الاصول کی سچائی پر عقل گواہی نہیں دیتی۔ اگر انسان کے کانشس اور خدا داد عقل میں تثلیث کی ضرورت فطرتاً مرکوز ہوتی تو ایسے لوگوں کو بھی ضرور تثلیث کا مواخذہ ہوتا۔ جن تک تثلیث کا مسئلہ نہیں پہنچا۔ حالانکہ عیسائی عقیدہ میں بالاتفاق یہ بات داخل ہے کہ جن لوگوں تک تثلیث کی تعلیم نہیں پہنچی ان سے صرف توحید کا مواخذہ ہوگا اس سے ظاہر ہے کہ

؎۱ :۔ ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۶۳ - ۶۴ ۔ ؎۲ :۔ ملفوظات جلد ہشتم صفحہ ۳۶۱ - ۳۶۲ ۔

توحید ہی وہ چیز ہے جس کے نقوش انسان کی فطرت میں مرکوز ہیں "۔ ؎۱

نیز فرمایا :۔

"پادری فنڈر جس نے پہلے پہل ہندوستان میں آکر مذہبی مناظروں میں قدم رکھا اور اسلام پر نکتہ چینیاں کیں۔ اپنی کتاب میزان الحق میں خود ہی سوال کے طور پر لکھتا ہے کہ اگر کوئی ایسا جزیرہ ہو جہاں تثلیث کی تعلیم نہ دی گئی ہو تو کیا وہاں کے رہنے والوں پر آخرت میں مواخذہ تثلیث کے عقیدہ کی بناء پر ہوگا؟ پھر خود ہی جواب دیتا ہے کہ ان سے توحید کا مواخذہ ہوگا۔ اس سے سمجھ لو کہ اگر توحید کا نقش ہر ایک شے میں نہ پایا جاتا اور تثلیث ایک بناوٹی اور مصنوعی تصویر نہ ہوتی تو عقیدہ توحید کی بناء پر مواخذہ کیوں ہوتا"۔ ؎۲

ان تینوں حوالوں سے عیاں ہے کہ توحید کے حق میں فطرت انسانی کی گواہی ایسی زبردست ہے کہ معاندین کو بھی اس واضح برہان کی حقیقت کا اعتراف کرنا پڑا ہے پس فطرت انسانی کی گواہی سے بھی توحید اسلامی کا ہی ثبوت ملتا ہے ۔

یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وہ دلائل ہیں جو حضور نے توحید باری تعالیٰ کے ضمن میں بیان فرمائے ہیں (ہستی باری تعالیٰ کے بارہ میں جو کچھ حضور نے تحریر فرمایا ہے اس کو یہاں نہیں لکھا گیا) اور ان کے بیان سے مقصد یہ ہے کہ اسلامی توحید اور اس کے دلائل کا ایک خاکہ نظر میں آجائے اور یہ معلوم ہو جائے کہ اسلام کا ہستی باری تعالیٰ کے سلسلہ میں کیا نظریہ ہے ۔ اور اس کی صداقت کے کیا دلائل ہیں ۔

مقالہ کے اگلے باب میں عیسائیت کے عقیدہ تثلیث کا ذکر ہوگا اور ان دلائل کو بیان کیا جائے گا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتب میں درج فرمائے ہیں ۔

اُمید ہے کہ توحید اور تثلیث کے تقابلی مطالعہ کے لئے اسلامی توحید اور اس کے دلائل کا یہ مختصر بیان بہت مفید ثابت ہوگا ۔

؎۱ :۔ انجام آتھم ص۵۰ روحانی خزائن جلد ۱۱ ؛ ؎۲ :۔ ملفوظات جلد اوّل ص۱۲۳ ؛

"تثلیث کا عقیدہ بھی ایک عجیب عقیدہ ہے۔
کیا کسی نے سُنا ہے کہ مستقل طور پر اور کامل طور پر تین
بھی ہوں اور ایک بھی ہو اور ایک بھی کامل خدا
اور تین بھی کامل خدا ہو۔"

(مسیح موعودؑ)

باب چہارم

تثلیث کی تردید

- مسیحی تثلیث
- تردید کی اہمیّت
- تردید کے دلائل

"خدائے واحد لاشریک کو چھوڑنا اور مخلوق کی پرستش کرنا عقلمندوں کا
کام نہیں ہے اور تین مستقل اور کامل اقنوم قرار دینا جو سب جلال اور
قوّت میں برابر ہیں اور پھر ان تینوں کی ترکیب سے ایک کامل خدا بنانا
یہ ایک ایسی منطق ہے جو دنیا میں مسیحیوں کے ساتھ ہی خاص ہے۔"

(مسیح موعودؑ)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السّلام فرماتے ہیں:-

○

"عیسائی مذہب بھی عجیب مذہب ہے کہ ہر ایک
بات میں غلطی اور ہر ایک امر میں لغزش ہے۔"

○

"انجیلی تثلیث کا نقش نہ دل میں ہے نہ قانونِ
قدرت اس کا مؤید ہے۔"

○

"انجیل میں تثلیث کا نام و نشان نہیں۔"

○

"افسوس کہ عیسائیوں کو دوسروں کے لئے تو فلسفہ یاد
آجاتا ہے مگر اپنے گھر کی نامعقول باتوں سے فلسفہ کو
چھونے بھی نہیں دیتے۔"

تثلیث

خدا تعالیٰ کی ہستی ہر مذہب کا مرکزی نقطہ ہے۔ عیسائی لوگ جس لفظ سے اپنے تصوّرِ الوہیت کو پیش کرتے ہیں وہ تثلیث کا لفظ ہے۔ پس اس لحاظ سے یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ تثلیث کا عقیدہ عیسائی مذہب کے اصل الاصول میں سے ہے۔ پادری ڈبلیو ٹامس لکھتے ہیں:۔

"تثلیث کا مسئلہ مذہب عیسوی کی بنیاد ہے۔" [1]

ظاہر ہے کہ جب یہ مسئلہ اس قدر اہم اور اساسی اہمیت کا حامل ہے تو اس مذہب کی کتاب اور علمبرداروں کی طرف سے اس کی پوری پوری وضاحت ہونی چاہیئے تاکہ دنیا کے سب لوگ اس مسئلہ کی اصل حقیقت سے آگہی حاصل کر سکیں۔ لیکن یہ بڑی ہی عجیب بات ہے کہ تثلیث کا مسئلہ ایک ایسا مسئلہ ہے کہ جس کی پوری وضاحت نہ کی جاتی ہے اور نہ کی جا سکتی ہے۔ یہ بات صرف ہم نہیں کہتے بلکہ خود محقق عیسائی بھی اس بات کا برملا اعتراف کرتے ہیں۔ کہ تثلیث کا مسئلہ انسانی سمجھ میں نہیں آسکتا۔ جب سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ ڈپٹی عبداللہ آتھم کا امرتسر میں مباحثہ ہوا تو ایک روز ڈپٹی صاحب موصوف کی جگہ پر ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک پیش ہوئے۔ انہوں نے اپنے بیان میں اس بارہ میں جو اعتراف کیا وہ درج ذیل ہے۔ تثلیث کے مسئلہ کے بارہ میں لکھتے ہیں:۔

"کثرت فی الوحدت ایک ایسا مسئلہ ہے کہ نہ اس کے سمجھنے والا پیدا ہوا نہ ہوگا۔" [2]

پادری ڈبلیو ٹامس لکھتے ہیں:۔

"خلقت کے استدلال اور عقلی دلائل اس میں یعنی مسئلہ تثلیث میں نہیں چل سکتے۔" [3]

پادری سی۔ جی فانڈر لکھتے ہیں:۔

"تثلیث ایک راز بستہ ہے کہ جس کی بابت ہم نہیں جانتے کہ کیسے ہے۔" [4]

پادری عماد الدین لکھتے ہیں:۔

"تثلیث جو اسرار الٰہی میں سے ایک سرّ ہے۔ اس طرح مذکور ہے کہ خدا ایک ہے

۱:۔ تشریح التثلیث صفحہ ۱۲

۲:۔ جنگِ مقدس صفحہ ۱۰۵ روحانی خزائن جلد ۶

۳:۔ " " صفحہ ۲۲

۴:۔ میزان الحق صفحہ ۱۱۳ تا صفحہ ۱۱۵ فصل سوم

اور خدا تین بھی یعنی وحدت فی التثلیث اور تثلیث فی الوحدت، ایک میں تین اور تین میں ایک۔ یہ بات آدمی کی سمجھ سے بالا تر ہے۔" [1]

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر واقعی تثلیث یا جس کو عیسائی لوگ عام طور پر کثرت فی الوحدت کے الفاظ سے یاد کرتے ہیں کا مسئلہ اتنا پیچیدہ اور معلق ہے کہ ازل سے ابد تک کوئی انسان اس کو سمجھ نہیں سکتا تو اس مسئلہ کو آدم زادوں کے لئے پیش کیوں کیا گیا؟ بہرحال تثلیث ایک ایسا مسئلہ ہے جو خود عیسائی حضرات کی رائے میں بھی پوری طرح سمجھ نہیں آسکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جو مسئلہ خود سمجھ نہ آسکے وہ کسی اور کو سمجھانا کس قدر مشکل کام ہے۔ اس اعتراف عجز کے باوجود عیسائی حضرات کسی نہ کسی حد تک اس مسئلہ کی وضاحت ضرور کرتے ہیں۔ پہلا سوال تو یہ ہے کہ تثلیث سے کیا مراد ہے۔ اس کے جواب میں یہ حوالہ ملاحظہ ہو :۔

"The Christian doctrine is that in the God head there are three persons, god: the Father, God, the Son, and God the Holy ghost,and that these eternal God whose substance is undivided and each person is equal in power and glory. [2]

ترجمہ :۔ عیسائی عقیدہ یہ ہے کہ الوہیت میں تین اقنوم ہیں، باپ خدا، بیٹا خدا اور روح القدس خدا۔ اور یہ کہ ان تینوں کے ملنے سے ایک ابدی خدائی وجود بنتا ہے جس کا جوہر ناقابل تقسیم ہے۔ اور پھر ان تینوں میں سے ہر ایک برابر طاقت اور عظمت کا مالک ہے۔

ایک اور حوالہ ملاحظہ ہو :۔

Doctrine Of The Trinity کے زیر عنوان لکھتا ہے :۔

"In theology, the belief that there are three persons in God or the divine nature, the Father, Son, and Holy Ghost"

---

[1] :۔ تحقیق الادیان صفحہ ۱۳۲۔

[2] :۔ The Book Of Knowledge vol.8 pp.510

ترجمہ :۔ مذہبی نقطہ نگاہ سے اس (تثلیث) سے یہ عقیدہ مراد ہے کہ خدا یا الوہیت میں تین اقنوم ہیں۔ باپ، بیٹا اور روح القدس۔

عیسائیوں کے عقیدہ تثلیث کو انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا میں Trinity کے لفظ کے تحت یوں بیان کیا گیا ہے :۔

"The Christian doctrine of Trinity can be best expressed in these words: the Father is god, the Son is God and the Holy Ghost is God and yet there are not three gods but one god. For like as we are compelled by the Christian verity to acknowledge every person by him self to be God and Lord. so we are forbidden to say that there are three Gods or three Lords." [1]

ترجمہ :۔ مسیحیت کے نظریہ تثلیث کو بہترین طور پر یوں بیان کیا جا سکتا ہے۔ باپ بھی خدا ہے، بیٹا بھی خدا ہے اور روح القدس بھی خدا ہے۔ مگر پھر بھی تین خدا نہیں۔ ایک خدا ہے۔ کیونکہ جیسے ہم حقیقی مسیحیت کی رُو سے اس بات پر ایمان لانے پر مجبور ہیں کہ ہر ایک اقنوم اپنی ذات میں خدا بھی ہے اور خداوند بھی ویسے ہی ہم اس بات سے بھی روکے گئے ہیں کہ ہم یہ کہیں کہ تین خدا یا تین خداوند ہیں۔

Popular Encyclopedia میں لکھا ہے :۔

"It is that in the god head there are three persons one is substance, co-eternal, equal in power; the Father, Son, and Holy ghost."

ترجمہ :۔ عقیدہ تثلیث یہ ہے کہ خدائی میں تین اقنوم ہیں۔ یعنی خدائی میں تین شخصیتیں ہیں۔ باپ، بیٹا اور رُوح القدس جو جوہر کے لحاظ سے ایک ہیں اور پھر جو باہم

---

[1] :۔ انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا ۔

ازلی بھی ہیں اور یکساں قدرت بھی رکھتے ہیں۔
ایک مشہور عیسائی مسٹر فرانسس ریپلے تثلیث کی معین تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"A- There is one divine nature in which there are three persons, the Father, the Son and the Holy ghost.

B- No one of these three persons is either of the others; They are distinct, the Father is not the Son, the Son is not the Holy ghost, the Holy ghost is not the Father.

C. Rach person is god; the Father is god , the Son is god, the Holy ghost is god.

D. There are not three gods but only one God."

ترجمہ:۔ "تثلیث کا مفہوم یہ ہے کہ:۔

ا ۔ ایک خدائی میں تین اقنوم یا تین شخصیتیں ہیں۔ باپ بیٹا اور رُوح القدس۔

ب ۔ ان تینوں میں سے کوئی بھی دوسرے سے الگ یا جدا نہیں۔ تاہم وہ اپنی اپنی جگہ نمایاں اور مستقل ہیں۔ باپ بیٹا نہیں۔ بیٹا روح القدس نہیں۔ اور رُوح القدس باپ نہیں۔

ج ۔ ان تینوں میں سے ہر ایک مستقل خدا ہے۔ باپ خدا ہے۔ بیٹا خدا ہے رُوح القدس خدا ہے۔

د ۔ تین خدا نہیں بلکہ خدا ایک ہی ہے۔" [1]

یہاں یہ امر بھی قابلِ ذکر ہے کہ ابھی تک تثلیث کی کوئی معین تعریف نہیں ہو سکی اس کی وجہ یہی ہے کہ یہ مسئلہ خود مسیحی محققین کی رائے میں ایسا نہیں ہے کہ انسان اس کو سمجھ سکے۔ تثلیث کے بارہ میں مختلف نظریات رہے ہیں۔ جو مختلف زمانوں میں بدلتے رہے ہیں۔ ہر دَور میں یہ کوشش کی جاتی رہی ہے کہ اس مسئلہ کی وضاحت کی جائے لیکن

---

[1] "The blessed Trinity" by very Rev. Francis J. Riply C. M. S- quotation from "Islam and Christianity" by Abdul Hamid (New York)

جیساکہ مندرجہ بالا وضاحتوں سے واضح ہوتا ہے تثلیث کا مسئلہ سلجھنے کی بجائے مزید الجھتا جارہا ہے۔ بہرحال یہ مسئلہ عیسائیوں کا ہے ان کا فرض ہے کہ اس مسئلہ کی آسان وضاحت کریں کیونکہ وہی اس عقیدہ کو مانتے اور اس کا پرچار کرتے ہیں۔ اور اس لحاظ سے گویا ان کو اس مسئلہ کی وکالت میں مدعی کی حیثیت حاصل ہے۔ مدعی کا فرض ہوتا ہے کہ وہ دعویٰ کے مکمل دلائل بیان کرے اور پوری پوری وضاحت کرے۔ حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے بھی اسی موقف کو اختیار فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں :۔

"بار ثبوت مدعی کے ذمہ ہے جو تثلیث کا قائل ہے اس کا فرض ہے کہ وہ اس کے دلائل دے۔" [1]

تثلیث کی تردید میں دلائل

کاسرِ صلیب سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے خداداد علم کلام کی روشنی میں عیسائیت کے اس مایہ ناز عقیدہ کا تار و پود بکھیر کر رکھ دیا ہے۔ آپ نے تثلیث کے ردّ میں ایسے دلائل و براہین پیش فرمائے جن سے اس باطل عقیدہ کی حقیقت طشت ازبام ہوگئی اور ہر صاحبِ بصیرت نے بچشم خود جاء الحق وزھق الباطل کا نظارہ دیکھ لیا۔

تثلیث کی تردید میں حضور علیہ السلام کے پیش کردہ دلائل مندرجہ ذیل ہیں :۔

پہلی دلیل

عقیدہ تثلیث کی تردید میں آپ کی سب سے پہلی اور باطل شکن دلیل یہ ہے کہ تثلیث کا عقیدہ خلافِ عقل ہے۔ تثلیث کے علمبردار یہ کہتے ہیں کہ ہم توحید فی التثلیث یا کثرت فی الوحدت کے قائل ہیں جن کی وضاحت یہ کرتے ہیں کہ باپ، بیٹا اور روح القدس تینوں مکمل خدا ہیں لیکن یہ سب مل کر ایک خدا بنتے ہیں تین نہیں ہیں۔ یہ وہ گورکھ دھندا ہے جو عیسائیت پیش کرتی ہے۔ اس کے خلاف حضرت مسیح پاک علیہ السلام کا بنیادی اعتراض یہ ہے کہ یہ بات خلافِ عقل ہے۔ کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ تینوں وجود اپنی ذات میں مکمل خدا بھی ہوں لیکن پھر بھی خدا تین نہیں بلکہ ایک ہی ہو۔ ایک انسان جس کو اللہ تعالیٰ

---

[1] ملفوظات جلد سوم صفحہ۱۰۱ ؎

نے معمولی سی بصیرت بھی عطا کی ہو اس دعویٰ کی غلطی کو معلوم کرے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے اسی بنیاد پر تثلیث پر کڑی نکتہ چینی کی ہے کہ یہ عقیدہ سراسر عقل کے خلاف ہے حضورؑ فرماتے ہیں :۔

"خدائے واحد لاشریک کو چھوڑنا اور مخلوق کی پرستش کرنا عقلمندوں کا کام نہیں ہے۔ اور تین مستقل اور کامل اقنوم قرار دینا جو سب جلال اور قوت میں برابر ہیں اور پھر ان تینوں کی ترکیب سے ایک کامل خدا بنانا یہ ایک ایسی منطق ہے جو دنیا میں مسیحیوں کے ساتھ ہی خاص ہے" ۔[۱]

پھر فرماتے ہیں :۔

"تثلیث کا عقیدہ بھی ایک عجیب عقیدہ ہے۔ کیا کسی نے سنا ہے کہ مستقل طور پر اور کامل طور پر تین بھی ہوں اور ایک بھی ہو۔ اور ایک بھی کامل خدا اور تین بھی کامل خدا ہو۔ عیسائی مذہب بھی عجیب مذہب ہے کہ ہر ایک بات میں غلطی اور ہر ایک امر میں لغزش ہے" ۔[۲]

ظاہر ہے کہ یہ منطق انسانی سمجھ سے ٹکراتی ہے۔ تین خدا الگ الگ بھی کامل اور مکمل خدا ہوں اور پھر تینوں مل کر بھی ایک خدا ہی ہوں۔ اور ان میں کوئی فرق اور امتیاز نہ ہو۔ یہ عیسائی عقیدہ کی ایک ایسی غلطی ہے جس کا کوئی صحیح جواب عیسائیوں کے پاس نہیں ہے۔ عیسائی لوگ اس عقدہ کو حل کرنے کے لئے مختلف تاویلات ضرور کرتے ہیں۔ لیکن انکی کیفیت عذر گناہ بدتر از گناہ سے زیادہ نہیں ہوتی۔ عیسائی کہتے ہیں کہ ہمیں تثلیث کا مجرم گردانا بہت زیادتی ہے کیونکہ ہم تو اس بات کے قائل ہیں کہ باوجود اس امر کے کہ باپ، بیٹا اور روح القدس اپنی اپنی جگہ پر خدا ہیں لیکن خدا پھر بھی ایک ہی ہے اور ہم توحید کے قائل ہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس عذر کی تردید میں فرماتے ہیں :۔

"افسوس کہ عیسائیوں کو دوسروں کے لئے تو فلسفہ یاد آجاتا ہے مگر اپنے گھر کی نامعقول باتوں سے فلسفہ کو چھونے بھی نہیں دیتے" ۔[۳]

پھر آپ تحریر فرماتے ہیں :۔

---

[۱] :۔ لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۳۴-۳۵ روحانی خزائن جلد ۲۰ ۔ [۲] :۔ چشمہ مسیحی صفحہ ۱۶ روحانی خزائن جلد ۲۰ ۔
[۳] :۔ ست بچن صفحہ ۱۶۱ روحانی خزائن جلد ۱۰ ۔

"عیسائی...... صریح توحید کے برخلاف عقیدہ رکھتے ہیں۔ یعنی وہ تین خدا مانتے ہیں۔ یعنی باپ، بیٹا رُوح القدس اور یہ جواب ان کا سراسر فضول ہے کہ ہم تین کو ایک جانتے ہیں۔ ایسے بیہودہ جواب کو کوئی عاقل تسلیم نہیں کر سکتا۔ جبکہ یہ تینوں خدا مستقل طور پر علیحدہ علیحدہ وجود رکھتے ہیں اور علیحدہ علیحدہ پورے خدا ہیں تو وہ کونسا حساب ہے جس کی رو سے وہ ایک ہو سکتے ہیں۔ اس قسم کا حساب کس سکول یا کالج میں پڑھایا جاتا ہے۔ کیا کوئی منطق یا فلاسفی سمجھا سکتی ہے کہ ایسے مستقل تین ایک کیونکر ہو گئے اور اگر کہو کہ یہ راز ہے کہ جو عقل انسانی سے برتر ہے تو یہ دھوکا دہی ہے کیونکہ انسانی عقل خوب جانتی ہے کہ اگر تین کو تین کامل خدا کہا گیا تو تین کامل کو بہر حال تین کہنا پڑے گا نہ ایک"۔[1]

عیسائی حضرات بعض اوقات یہ کہا کرتے ہیں کہ تینوں خدائی وجودوں کا ایک ہو جانا کچھ بعید از عقل بات نہیں۔ کیا دنیا میں مختلف چیزوں کو ملایا نہیں جاتا؟ لیکن سوال یہ ہے کہ تین ایسے خداؤں کو جو مستقل اور غیر متغیر وجود رکھتے ہیں۔ باہم ملا کر ایک بنایا جا سکتا ہے اور کیا اس صورت میں ان کی کیفیت میں کچھ زیادتی نہ ہو گی۔ تینوں خداؤں کو ملا کر ایک خدا بنانے کے نظریہ کے ردّ میں مسیح پاک علیہ السلام نے فانی جسموں کی مثال بیان فرمائی ہے۔ حضورؑ فرماتے ہیں:۔

"تینوں مجسم خدا عیسائیوں کے زعم میں ہمیشہ کے لئے مجسم اور ہمیشہ کے لئے علیحدہ علیحدہ وجود رکھتے ہیں اور پھر بھی یہ تینوں مل کر ایک خدا ہے لیکن اگر کوئی بتلا سکتا ہے تو ہمیں بتلاوے کہ باوجود اس دائمی تجسّم اور تغیّر کے یہ تینوں ایک کیونکر ہیں۔ بھلا ہمیں کوئی ڈاکٹر مارٹن کلارک اور پادری عماد الدین اور پادری ٹھاکر داس کو باوجود ان کے علیحدہ علیحدہ جسم کے ایک کر کے تو دکھلاوے۔ ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ اگر تینوں کو کوٹ کر بھی بعض کا گوشت بعض کے ساتھ ملا دیا جاوے پھر بھی جن کو خدا نے تین بنایا تھا ہرگز ایک نہیں ہو سکیں گے۔ پھر جبکہ اس فانی جسم کے حیوان باوجود امکانِ تحلیل اور تفرق جسم کے ایک نہیں ہو سکتے۔ پھر ایسے تین مجسم جن میں بموجب عقیدہ عیسائیاں تحلیل اور تفریق جائز نہیں کیونکر ایک ہو سکتے ہیں"۔[2]

پس یہ بات بالبداہت غلط ثابت ہو جاتی ہے کہ تینوں کو ملا کر ایک بنایا جا سکتا ہے۔ حضرت

---

[1]: چشمہ مسیحی صفحہ ۵۱، روحانی خزائن جلد نمبر ۲۰ [2]: انجام آتھم صفحہ ۳۶ روحانی خزائن جلد نمبر ۱۱

مسیح پاک علیہ السلام کی اس پہلی دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ تینوں خداؤں کا مستقل وجود ہونا اور پھر ان سب کا ایک خدا قرار دینا عقل کے خلاف ہے۔ اس وجہ سے یہ عقیدہ باطل ہے۔

دوسری دلیل

تثلیث کے رد میں مسیح پاک علیہ السلام نے دوسری دلیل یہ بیان فرمائی ہے کہ تثلیث انسانی فطرت اور باطنی شریعت کے سراسر خلاف ہے۔ مذہب وہی سچا ہو سکتا ہے جس کی عقاید اور تعلیمات فطرتِ انسانی کے عین مطابق ہوں لیکن اگر کوئی مذہب ایسا ہو کہ اس کے عقاید یا عبادات وغیرہ انسانی فطرت سے متصادم ہوں تو ہم ان تعلیمات کو منجانب اللہ نہیں سمجھ سکتے۔ تثلیث کے ابطال کے لئے بھی حضور نے اس امر کو پیش فرمایا ہے کہ تثلیث یعنی تین خداؤں کا عقیدہ انسان کی فطرت کے خلاف ہے۔ ہر شخص کا دل اور ضمیر اور اس کی عقل سلیم اس بات پر زندہ گواہ کے طور پر موجود ہے۔ پھر مزید یہ کہ عیسائیوں کو بھی اس امر کا اعتراف ہے۔ چنانچہ تثلیث کے رد میں حضور اس دلیل کو ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں:۔

> "دوسری دلیل اس کے ابطال پر یہ ہے کہ باطنی شریعت میں اس کے لئے کوئی نمونہ نہیں ہے۔ باطنی شریعت بجائے خود توحید چاہتی ہے۔ پادری فنڈر صاحب نے اپنی کتابوں میں اعتراف کر لیا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی ایسے جزیرہ میں رہتا ہو جہاں تثلیث نہیں پہنچی اس سے توحید ہی کا مطالبہ ہوگا نہ کہ تثلیث کا۔ پس اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ باطنی شریعت توحید کو چاہتی ہے نہ تثلیث کو۔ کیونکہ تثلیث اگر فطرت میں ہوتی تو سوال اس کا ہونا چاہیئے تھا۔" [1]

تیسری دلیل

تثلیث کے رد میں تیسری دلیل حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ بیان فرمائی ہے کہ اس کائنات کی طرزِ پیدائش اور اشیاء کی ظاہر شکل و صورت اس بات کو غلط ثابت کرتی ہے کہ تثلیث درست اور برحق ہے۔ جس طرح حضور نے توحید کے حق میں ایک دلیل یہ بیان فرمائی تھی کہ وضع عالم میں کرویت کا موجود ہونا توحید کی دلیل ہے۔ اسی طرح یہ امر اس بات کی بھی دلیل ہے کہ تثلیث کا عقیدہ باطل

---

[1] :۔ ملفوظات جلد سوم صفحہ ۱۰۶-۱۰۷ ؎

اور غلط عقیدہ ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اگر تثلیث ہی سچی ہوتی تو کائنات کو پیدا کرنے والے تین خدا دنیا کی اشیاء کی ایسی صورت بناتے جو تثلیث کی عکاسی کرتی۔

مسیح پاک علیہ السلام نے اس دلیل کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے :۔

"اگر خدا معاذ اللہ تین ہوتے جیسا کہ عیسائی کہتے ہیں تو چاہیئے تھا کہ پانی، آگ کے شعلے اور زمین آسمان کے اجرام سب کے سب سہ گوشہ ہوتے تاکہ تثلیث پر گواہی ہوتی .... اب ایسی کھلی شہادت کے ہوتے پھر میں نہیں سمجھ سکتا کہ تثلیث کا عقیدہ کیوں پیش کر دیا جاتا ہے۔" [1]

اسی ضمن میں فرمایا :۔

"انجیلی تثلیث کا نقش نہ دل میں ہے نہ قانون قدرت اس کا مؤید ہے۔" [2]

پھر حضور فرماتے ہیں :۔

"تیسری دلیل اس کے ابطال پر یہ ہے کہ جس قدر عناصر خدا تعالیٰ نے بنائے ہیں وہ سب کروی ہیں۔ پانی کا قطرہ دیکھو اجرام سماوی کو دیکھو، زمین کو دیکھو یہ اس لئے کہ کرویت میں ایک وحدت ہوتی ہے۔ پس اگر خدا میں تثلیث تھی تو چاہیئے تھا کہ مثلث نما اشیاء ہوتیں۔" [3]

اور چونکہ وضع عالم میں کرویت ایک محسوس و مشہود امر ہے۔ اس وجہ سے تثلیث کا عقیدہ باطل ہے۔

چوتھی دلیل

تثلیث کے ابطال کے لئے چوتھی دلیل جس کو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بڑے زور کے ساتھ بار بار پیش فرمایا یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام توریت کے پابند تھے جو یہود کی کتاب شریعت ہے اور اس میں تثلیث کا کہیں ذکر نہیں بلکہ صاف توحید کا بیان ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے پابند توریت ہونے پر ان کا یہ قول شاہد ہے کہ :۔

"یہ نہ سمجھو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں۔ منسوخ کرنے نہیں

---

[1] :۔ ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۳۲۹-۳۳۰ ؛ [2] :۔ ملفوظات جلد دوم صفحہ ۵۹ ؛
[3] :۔ ملفوظات جلد سوم صفحہ ۱۰۶ ؛

بلکہ پُورا کرنے آیا ہوں کیونکہ میں تم سے کہتا ہُوں کہ جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جائیں ایک نقطہ یا ایک شوشہ توریت سے ہرگز نہ ٹلے گا جب تک سب کچھ پُورا نہ ہو جائے "[1]
اس سے ثابت ہوا کہ حضرت مسیح علیہ السلام توریت کے پابند اور ان کی تعلیم توریت کی تعلیم کے عین مطابق تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ بیان فرمایا ہے کہ توریت میں توحید کی تعلیم درج ہے اور تثلیث کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ حضور کے اس ارشاد کی مزید تائید پاپولر انسائیکلو پیڈیا کے اس حوالہ سے بھی ہوتی ہے جس میں لکھا ہے :-

"The doctrine of the Trinity is no where expressedly tought in the old testament." [2]

اس کا مطلب یہ ہے کہ عہدنامہ قدیم میں تثلیث کے عقیدہ کا کسی جگہ بھی صراحت سے ذکر موجود نہیں ہے۔

الغرض توریت میں توحید کی تعلیم کا پایا جانا اور تثلیث کا کچھ ذکر نہ ہونا ایک واضح امر ہے۔ مزید براں توریت کے مطالعہ سے یہ حقیقت آشکارا ہوتی ہے کہ وہ توحید کی تعلیم دیتی ہے۔ چنانچہ نمونہ کے طور پر چند حوالہ جات پیش کرتا ہوں۔ لکھا ہے :-

(۱)

" سُن اے اسرائیل! خداوند ہمارا خُدا ایک ہی خداوند ہے تو اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری طاقت سے خداوند اپنے خُدا سے محبّت رکھ۔" [3]

(۲)

" پس آج کے دن تو جان لے اور اس بات کو اپنے دل میں جما لے کہ اُوپر آسمان میں اور نیچے زمین پر خداوند ہی خدا ہے اور کوئی دوسرا نہیں۔" [4]

(۳)

" تو اپنے لئے کوئی تراشی ہوئی مورت نہ بنانا نہ کسی چیز کی صورت بنانا جو اُوپر آسمان

---

[1] :- متی ۵/۱۷-۱۸ ؛

[2] :- Popular Encyclopedia VOL XIV London 1885

[3] :- استثناء ۶/۴-۵ ؛ [4] :- استثناء ۴/۳۹ ؛

میں یا نیچے زمین پر یا زمین کے نیچے پانی میں ہے تو ان کے آگے سجدہ نہ کرنا اور نہ ان کی عبادت کرنا۔ کیونکہ میں خداوند تیرا خدا غیور خدا ہوں۔" ؎۱

ان تین حوالہ جات سے جو بطور نمونہ درج کئے گئے ہیں۔ یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہود کو ان
۱۰ کی کتاب مقدس میں توحید کی تعلیم دی گئی تھی اور صرف یہی نہیں بلکہ ان کو حکم تھا کہ وہ اس تعلیم کو یاد رکھیں اور کسی صورت میں بھول نہ دیں ان کو یہ بھی حکم تھا کہ اس تعلیم کو دروازوں کی چوکھٹوں پہ لکھ رکھیں تا کسی وقت بھی ان کی نظروں سے اوجھل نہ ہو۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ یہ تعلیم ان کے دل پر نقش ہو جائے۔ لکھا ہے :-

"یہ باتیں جن کا حکم آج میں تجھے دیتا ہوں تیرے دل پر نقش رہیں۔" ؎۲

اور پھر اس پر مستزاد یہ کہ یہود کا اس بارہ میں اعتقاد اور عمل اس بات میں کسی قسم کا شک باقی نہیں رہنے دیتا کہ واقعی ان کو توحید کی تعلیم دی گئی تھی۔

اس امر کو ثابت کرنے کے بعد کہ :-

ﺍ۔ یہود کو توحید کی تعلیم دی گئی تھی۔

ب۔ اس تعلیم کو برابر یاد رکھنے اور دل پر نقش کرنے کی تاکیدی ہدایت تھی۔

ج۔ یہود کا اپنا اقرار اور عمل اس پر شاہد ناطق ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ استدلال فرمایا ہے کہ جبکہ حضرت مسیح توریت کے تابع نبی تھے اور ان کا اپنا اقرار موجود ہے کہ میں اس کتاب کی تعلیم کو ہی از سر نو زندہ کرنے آیا ہوں، تو کبھی یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ توحید کی بجائے تثلیث کی تعلیم دیں۔ اور جیسا کہ ہم آئندہ دیکھیں گے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کبھی تثلیث کی تعلیم نہیں دی بلکہ اپنی ساری عمر توحید کی تبلیغ کرتے رہے۔

پس یہود کو توحید کی تعلیم ملنا اور حضرت مسیح علیہ السلام کا اس تعلیم کا پابند ہونا اس بات کی پختہ دلیل ہے کہ تثلیث کا موجودہ عقیدہ جس کو عیسائی لوگ بڑے زور سے پیش کرتے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بیان کردہ نہیں بلکہ ایک باطل اور خود تراشہ عقیدہ ہے اور یہ عقیدہ ان کی اس کتاب کے سراسر خلاف ہے جس کو وہ اپنی مقدس کتاب قرار دیتے ہیں۔

حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے تثلیث کے ردّ میں اس دلیل کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے :-

---

؎۱ :- خروج ۲۰ : ۴-۵ ؎۲ :- استثناء ۶ : ۶

(۱)

"نبیوں کے صحیفوں میں اس کا کوئی پتہ نہیں۔ اور ہونا بھی نہیں چاہیئے کیونکہ یہ حق کے خلاف ہے۔" [۱]

(۲)

"ہم عیسائیوں سے یہ پوچھتے ہیں کہ اگر واقعی تثلیث کی تعلیم حق تھی اور نجات کا یہی اصل ذریعہ تھا تو پھر کیا اندھیر مچا ہوا ہے کہ توریت میں اس تعلیم کا کوئی نشان اس میں نہیں ملتا۔ یہودیوں کے اظہار لے کر دیکھ لو۔" [۲]

(۳)

"میں نے ایک یہودی سے دریافت کیا تھا کہ توریت میں کہیں تثلیث کا بھی ذکر ہے اور یا تمہارے تعامل میں کہیں اس کا بھی پتہ لگتا ہے اس نے صاف اقرار کیا کہ ہرگز نہیں۔ ہماری توحید وہی ہے جو قرآن مجید میں ہے۔ اور کوئی فرقہ ہمارا تثلیث کا قائل نہیں۔ اس نے یہ کہا کہ اگر تثلیث پر مدار نجات ہوتا تو ہمیں جو توریت کے حکموں کو چوکھٹوں پر اور آستینوں پر لکھنے کا حکم تھا کہیں تثلیث کے لکھنے کا بھی ہوتا۔" [۳]

(۴)

"توریت میں لکھا تھا کہ دوسرا خدا نہ ہو۔ نہ آسمان پر نہ زمین پر پھر دروازوں اور چوکھٹوں پہ تعلیم لکھی گئی تھی اس کو چھوڑ کر یہ نیا خدا تراشا گیا جس کا کچھ بھی پتہ توریت میں نہیں ملتا۔ میں نے فاضل یہودیوں سے پوچھا ہے کہ کیا تمہارے ہاں ایسے خدا کا پتہ ہے جو مریم کے پیٹ سے نکلے اور وہ یہودیوں کے ہاتھوں سے ماریں کھاتا پھرے۔ اس پر یہودی علماء نے مجھے یہی جواب دیا کہ یہ محض افتراء ہے۔ توریت سے کسی ایسے خدا کا پتہ نہیں ملتا۔ ہمارا وہ خدا ہے جو قرآن شریف کا خدا ہے۔ یعنی جس طرح پر قرآن مجید نے خدا تعالیٰ کی وحدت کی اطلاع دی ہے اسی طرح پر ہم توریت کی رُو سے خدا تعالیٰ کو وحدہٗ لاشریک مانتے ہیں اور کسی انسان کو خدا نہیں مان سکتے۔" [۴]

---

[۱]: ملفوظات جلد سوم صفحہ ۱۰۵

[۲]: ملفوظات جلد سوم صفحہ ۱۰۴-۱۰۵

[۳]: " " صفحہ ۱۰۵

[۴]: لیکچر لدھیانہ صفحہ ۱۴-۱۳ روحانی خزائن جلد ۲۰

(۵)

"توریت میں صاف لکھا ہے کہ تم زمین کی کسی چیز کو اور یا آسمان کی کسی چیز کو جو دیکھو تو اس کو خدا مت بناؤ جیسا کہ خروج ۲۰ باب ۳ میں یہ الفاظ ہیں کہ تو اپنے لئے کوئی مورت یا کسی چیز کی صورت جو آسمان پر یا نیچے زمین پر یا پانی میں زمین کے نیچے ہے مت بنا اور پھر لکھا ہے کہ اگر تمہارے درمیان کوئی نبی یا خواب دیکھنے والا ظاہر ہو اور تمہیں نشان یا کوئی معجزہ دکھلاوے اور اس نشان یا معجزہ کے مطابق جو اس نے تمہیں دکھایا ہے بات واقع ہو اور وہ تمہیں کہے کہ آؤ ہم غیر معبودوں کی جنہیں تم نے نہیں جانا پیروی کریں تو ہرگز اس نبی یا خواب دیکھنے والے کی بات پر کان مت دھریو اسی طرح اور بھی توریت میں بہت سے مقامات ہیں جن کے لکھنے کی حاجت نہیں۔" ؎۱

(۶)

"عیسائیوں کی تعلیم یہودیوں کی مسلسل تین ہزار برس کی تعلیم کے مخالف ہے جو ان کی کتابوں میں پائی جاتی ہے جس سے بچہ بچہ یہود کا واقف ہے۔" ؎۲

(۷)

"تثلیث کا تو کوئی قائل نہیں۔ یہودی جو ابراہیمی سلسلہ میں ہیں وہ اس سے انکار کرتے ہیں اور صاف کہتے ہیں کہ ہماری کتابوں میں اس کا کوئی نام و نشان نہیں۔ برخلاف اس کے توحید کی تعلیم ہے اور نہ آسمان پر نہ زمین پر نہ پانی میں۔ غرض کہیں بھی دوسرا خدا تجویز کرنے سے منع کیا گیا ہے۔" ؎۳

(۸)

"عیسائی عقیدہ کے بطلان کے لئے اس سے زیادہ اور کیا دلیل ہوگی کہ وہ جس تعلیم کو سچی اور منجانب اللہ سمجھتے ہیں۔ وہی تعلیم ان کے جدید عقیدہ کی مکذب ہے۔ اور ان کے اس عقیدہ سے ایسی کھلی کھلی مخالف ہے کہ کبھی کسی یہودی کو یہ شک بھی نہیں گذرا کہ اس تعلیم میں تثلیث بھی داخل ہے۔" ؎۴

؎۱ :۔ جنگ مقدس ص۱۹۰-۱۹۱ روحانی خزائن جلد ۶ ۔ ؎۲ :۔ کتاب البریہ ص۶۱ روحانی خزائن جلد ۱۳ ۔

؎۳ :۔ ملفوظات جلد سوم ص۱۲۷ ۔ ؎۴ :۔ کتاب البریہ ص۵۱ روحانی خزائن جلد ۱۳ ۔

ان حوالہ جات سے یہ بات تو پایہ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ یہود کو توحید کی تعلیم دی گئی تھی۔ تثلیث کا کچھ ذکر موجود نہیں تھا۔ نیز یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ تثلیث کا عقیدہ نہ صرف یہ کہ الہامی نہیں بلکہ یہود کی اصل تعلیم کے مخالف ہے ان دونوں وجوہ سے یہ خیال باطل ہے۔

اگر عیسائی یہ عذر کریں کہ اصل میں تثلیث ہی کی تعلیم تھی لیکن یہود اس کو بھول گئے۔ اور اس کی بجائے توحید کو اختیار کر لیا تو یہ ایک نہایت ہی بودا اور کمزور عذر ہے۔ جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں یہود کو تعلیم یاد رکھنے اور لکھنے کے بارہ میں تاکیدی وصیت تھی۔ لکھا ہے:۔

"یہ باتیں جن کا حکم آج میں تجھے دیتا ہوں تیرے دل پر نقش رہیں"۔ [1]

اور پھر اس تعلیم کی یاددہانی کے لئے اس قوم میں پے در پے نبی اور مصلحین آتے رہے۔ پس قرائن اس بات کی پُرزور تردید کرتے ہیں کہ یہود اس بنیادی تعلیم کو ہی فراموش کر دیتے۔ جس کو تازہ رکھنے کے لئے اتنا زبردست انتظام تھا اور جو ان کی نجات کا ذریعہ تھی۔ اس ضمن میں مسیح پاک علیہ السلام کے حوالہ جات پیش خدمت ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:۔

(۱)

"ظاہر ہے کہ اگر باپ بیٹے رُوح القدس کی تعلیم جو دوسرے لفظوں میں تثلیث کہلاتی ہے بنی اسرائیل کو دی جاتی تو کوئی وجہ نہ تھی کہ وہ سب کے سب اس کو بھول جاتے۔ جس تعلیم کو موسیٰ نے چھ سات لاکھ یہود کے سامنے بیان کیا تھا۔ اور بار بار اس کے حفظ رکھنے کے لئے تاکید کی تھی اور پھر حسب زعم عیسائیاں متواتر خدا کے تمام نبی یسوع کے زمانہ تک اس تعلیم کو تازہ کرتے آئے۔ ایسی تعلیم یہود کو کیونکر بھول سکتی تھی"۔ [2]

(۲)

"اس تثلیث کے عقیدہ کو نہ صرف قرآن شریف ردّ کرتا ہے بلکہ توریت بھی ردّ کرتی ہے۔ کیونکہ وہ توریت جو موسیٰؑ کو دی گئی تھی۔ اس میں اس تثلیث کا کچھ بھی ذکر نہیں۔ اشارہ تک نہیں۔ ورنہ ظاہر ہے کہ اگر توریت میں بھی ان خداؤں کی نسبت تعلیم ہوتی تو ہرگز ممکن نہ تھا کہ یہودی اس تعلیم کو فراموش کر دیتے۔ کیونکہ اوّل تو یہودیوں کو توحید کی تعلیم کے یاد رکھنے کے لئے سخت تاکید کی گئی تھی۔ یہاں تک کہ حکم تھا کہ ہر

---

[1]:۔ استثناء ۶ ÷ [2]:۔ انجام آتھم ص۳۸ روحانی خزائن جلد نمبر ۱۱ ÷

ایک یہودی اس تعلیم کو حفظ کر لے اور اپنے گھر کی چوکھٹوں پر اس کو لکھ چھوڑیں اور اپنے بچوں کو سکھا دیں اور پھر علاوہ اس کے اس توحید کی تعلیم کے یاد دلانے کے لئے متواتر خدا تعالیٰ کے نبی یہودیوں میں آتے رہے اور وہی تعلیم سکھلاتے رہے۔ پس یہ امر بالکل غیر ممکن اور محال تھا کہ یہودی لوگ باوجود اس قدر تاکید اور اسقدر تواتر انبیاء کے تثلیث کی تعلیم کو بھول جاتے اور بجائے اس کے توحید کی تعلیم اپنی کتابوں میں لکھ لیتے اور وہی بچوں کو سکھاتے اور آنے والے صدہا نبی بھی اسی توحید کی تعلیم کو دوبارہ تازہ کرتے ایسا خیال تو سراسر خلافِ عقل و قیاس ہے۔

میں نے اس بارہ میں خود کوشش کر کے بعض یہودیوں سے حلفاً دریافت کیا تھا کہ توریت میں خدا تعالیٰ کے بارہ میں آپ لوگوں کو کیا تعلیم دی گئی تھی؟ کیا تثلیث کی تعلیم دی گئی تھی یا کوئی اور۔ تو ان یہودیوں نے مجھے خط لکھے جو اب تک میرے پاس موجود ہیں۔ اور ان خطوں میں بیان کیا کہ توریت میں تثلیث کی تعلیم کا نام و نشان نہیں۔ بلکہ خدا تعالیٰ کے بارہ میں توریت کی وہی تعلیم ہے جو قرآن کی تعلیم ہے۔" [1]

(۳)

"کیا یہ بات تعجب میں نہیں ڈالتی کہ خدائی کے ثبوت کے لئے یہود کی کتابوں کا حوالہ دیا جاتا ہے حالانکہ یہود اس عقیدہ پر ہزار لعنت بھیجتے ہیں اور سخت انکاری ہیں اور کوئی ان میں ایسا فرقہ نہیں جو تثلیث کا قائل ہو۔ اگر یہود کو موسیٰ سے آخری نبیوں تک یہی تعلیم دی جاتی تو کیونکر ممکن تھا کہ وہ لاکھوں آدمی جو بہت سے فرقوں میں منقسم تھے اس تعلیم کو سب کے سب بھول جاتے"۔ [2]

(۴)

"ایک اور امر قابلِ غور ہے کہ یہودیوں کے مختلف فرقے ہیں اور بہت سی باتوں میں ان میں باہم اختلاف ہے۔ لیکن توحید کے اقرار میں ذرا بھی اختلاف نہیں۔ اگر تثلیث واقعی مدارِ نجات تھی تو کیا سارے کے سارے فرقے ہی اس کو فراموش کر دیتے اور ایک آدھ فرقہ بھی اس پر قائم نہ رہتا۔ کیا یہ تعجب خیز امر نہ ہوگا کہ ایک عظیم الشان قوم جس میں ہزار در ہزار فاضل ہر زمانہ میں موجود رہے اور برابر مسیح علیہ السلام کے وقت تک جن میں نبی آتے

---

[1] : چشمہ مسیحی صفحہ ۱۳-۱۲ روحانی خزائن جلد ۲۰ ؛ [2] : انجام آتھم صفحہ ۴۲ روحانی خزائن جلد ۱۱ ؛

رہے ان کو ایک ایسی تعلیم سے بالکل بے خبری ہو جاوے جو موسیٰ علیہ السلام کی معرفت انہیں ملی ہو۔ اور مدار نجات بھی وہی ہو یہ بالکل خلاف قیاس اور بے ہودہ بات ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ تثلیث کا عقیدہ خود تراشیدہ عقیدہ ہے"۔ [۱]

مسیح پاک علیہ السلام کے یہ حوالہ جات اس دلیل کے سلسلہ میں فیصلہ کن حیثیت رکھتے ہیں۔ یہود کا توحید کی تعلیم پر اتفاق ہونا ان سب کا تثلیث سے انکار کرنا ایک اور قرینہ اس بات پر ہے کہ یہود کو واقعی توحید کی تعلیم دی گئی تھی اور وہ اس پر قائم رہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

"پس یہودیوں میں توحید پر اتفاق ہونا اور تثلیث پر کسی ایک کا بھی قائم نہ ہونا صریح دلیل اسی امر کی ہے کہ یہ باطل ہے"۔ [۲]

پس اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ یہود کو توحید کی تعلیم دی گئی تھی اور حضرت مسیح اپنے بیان کے مطابق اس کے پابند ہیں (اور عملاً پابند رہے) اس صورت میں تثلیث کا عقیدہ جو موجودہ عیسائی پیش کرتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پیش کردہ یا الہامی عقیدہ نہیں ہو سکتا بلکہ حق یہی ہے کہ یہ بعد کی ایجاد ہے اور ایک باطل عقیدہ ہے۔

پانچویں دلیل

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تثلیث کے ابطال میں پانچویں دلیل یہ بیان فرمائی ہے کہ انجیل جس کو عیسائی لوگ اپنی مقدس کتاب سمجھتے ہیں اور جو ان کی تعلیمات کا مجموعہ ہے۔ اس میں تثلیث کا کوئی ذکر تک موجود نہیں ہے۔ توحید عیسائی مسلّمات کی رُو سے عیسائیوں کا ایک بنیادی عقیدہ ہے۔ لہٰذا اس کا ذکر پوری تفصیل اور صراحت کے ساتھ اس کتاب میں ہونا چاہیئے جو ان کی سب سے مقدس مذہبی کتاب ہے۔ لیکن عجیب بات یہ ہے کہ عیسائیوں کی کتاب انجیل میں نہ تثلیث کا لفظ موجود ہے اور نہ اس عقیدہ کی وضاحت درج ہے۔ اسی بات کو مسیح پاک علیہ السلام نے بطور دلیل بیان فرمایا ہے۔ آپ بڑی تحدی کے ساتھ فرماتے ہیں :۔

"انجیل میں تو نہ بالصراحت اور نہ بالفاظ کہیں تثلیث کا لفظ موجود ہے اور نہ رحم بلا مبادلہ کا"۔ [۳]

---

[۱] :۔ ملفوظات جلد سوم صفحہ ۱۰۵ ؛ [۲] :۔ ملفوظات جلد سوم صفحہ ۱۰۵ ؛
[۳] :۔ جنگ مقدس صفحہ ۱۷۱ روحانی خزائن جلد ۶ ؛

پھر آپ فرماتے ہیں کہ :-

"انجیل میں تثلیث کا نام ونشان نہیں"۔ ؎۱

ایک اور موقع پر آپ فرماتے ہیں :-

"سچ تو یہ ہے کہ تثلیث کی تعلیم انجیل میں بھی موجود نہیں۔ انجیل میں بھی جہاں تعلیم کا بیان ہے ان تمام مقامات میں تثلیث کی نسبت اشارہ تک نہیں بلکہ خدائے واحد لاشریک کی تعلیم دیتی ہے۔ چنانچہ بڑے بڑے معاند پادریوں کو یہ بات ماننی پڑی ہے کہ انجیل میں تثلیث کی تعلیم نہیں"۔ ؎۲

حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے اس قول کی تصدیق مندرجہ ذیل حوالہ سے ہوتی ہے۔

Rev. E. R. Hul اپنی کتاب میں لکھتے ہیں :-

"In the new testament even the most essential points of doctrine are touched so incidently, and require such careful study and balaucing of different texts that it is an extremely delicate matter to arrive at a definite conclusion." ؎۳

اس سے ثابت ہوا کہ مسیح پاک علیہ السلام کا یہ دعویٰ کہ انجیل میں تثلیث کا ذکر نہیں ہے۔ بلا دلیل نہیں ہے بلکہ خود عیسائی اس کے معترف ہیں اور پھر یہ ایک ایسا واقعاتی امر ہے جس کی پڑتال ہر انسان کر سکتا ہے۔ انجیل آج بھی موجود ہے لیکن اس میں صحیح معنوں میں تثلیث کا ذکر نہیں۔ یہ درست ہے کہ عیسائی بعض آیات سے ایسا استدلال ضرور کرتے ہیں۔ لیکن انجیل سے تثلیث کا استدلال کرنا دو وجوہ سے باطل ٹھہرتا ہے۔

اوّل :- انجیل میں تثلیث کا کوئی واضح بیان نہیں حالانکہ ایسا ہونا لازمی تھا کیونکہ یہ عقیدہ عیسائیت کے بنیادی عقائد میں سے ہے۔ اس بات کا ثبوت پیش کرنا کہ انجیل میں تثلیث کا ذکر موجود ہے۔ عیسائیوں کے ذمہ ہے کیونکہ وہی اس امر میں مدعی ہیں۔ مسیح پاک علیہ السلام نے فرمایا ہے :-

"بار ثبوت مدعی کے ذمہ ہے جو تثلیث کا قائل ہے۔ اس کا فرض ہے کہ وہ اس کے دلائل دے"۔ ؎۴

؎۱ :- نور القرآن نمبر ۱ صفحہ ۴۳ روحانی خزائن جلد نمبر ۹ ؎۲ :- چشمہ مسیحی صفحہ ۴۲ روحانی خزائن جلد نمبر ۲۰

؎۳ :- "What catholic church is and what she teaches" by Rev E. R. Hul.

؎۴ :- ملفوظات جلد سوم صفحہ ۱۰۱

دوم :- جو انجیل آج موجود ہے باوجودیکہ اس میں بہت تحریف ہو چکی ہے۔ لیکن پھر بھی اس میں توحید کی تعلیم کا بیان ملتا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ تثلیث باطل ہے اور یہ عقیدہ بعد میں بنا کر اناجیل میں داخل کر دیا گیا ہے۔ اناجیل کے جن بیانات سے توحید کا واضح ثبوت ملتا ہے ان میں سے چند ایک بطور نمونہ یہ ہیں۔ لکھا ہے :-

۱- "بت دنیا میں کچھ چیز نہیں اور سوا ایک کے اور کوئی خدا نہیں۔" [۱]

۲- "ہمارے نزدیک تو ایک ہی خدا ہے۔" [۲]

۳- "خدا ایک ہی ہے۔" [۳]

۴- "خدا ایک ہی ہے۔" [۴]

الغرض اس قسم کے متعدد حوالے انجیل میں موجود ہیں۔

تثلیث کے خلاف ہمارا استدلال یہ ہے کہ اول تو انجیل میں تثلیث کا ذکر نہ ہونا اسکے باطل ہونے کا ایک بڑا ثبوت ہے۔ کیونکہ کوئی ایسا اہم مذہبی عقیدہ نہیں ہو سکتا جس کا ذکر اس مذہب کی مقدس کتاب میں نہ ہو۔ لیکن اس سے بھی بڑھ کر یہ بات کہ انجیل سے توحید کا اقرار ملتا ہو۔ پھر تو تثلیث کے باطل اور خود تراشیدہ عقیدہ ہونے میں کوئی شک باقی نہیں رہ جاتا۔

چھٹی دلیل

عقیدہ تثلیث کے ابطال پر چھٹی دلیل یونیٹرین فرقہ کا وجود ہے۔ یہ عیسائیوں کا ایک فرقہ ہے جو کتاب مقدس کو ماننے کے باوجود تثلیث کا قائل نہیں بلکہ توحید کو درست مانتے ہیں۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس فرقہ کے وجود کو اس بات کی دلیل کے طور پر پیش فرمایا ہے کہ تثلیث کی تعلیم انجیل میں موجود نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ اگر انجیل میں تثلیث ہی کی تعلیم ہوتی اور اس بات کی پوری وضاحت ہوتی تو کیا وجہ ہے کہ عیسائیوں کا ایک فرقہ اس کتاب کو ماننے کے باوجود تثلیث کا انکار کر کے توحید کا اقرار کرتا۔ اس فرقہ کا توحید پر قائم ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ تثلیث کا مکمل اور مفصل ذکر انجیل میں نہیں ہے۔ اور یہ امر تثلیث کے ابطال پر ایک زبردست دلیل ہے۔ وہ بنیادی اور اساسی عقیدہ ہی کیسا جس پر نجات کا دارو مدار ہو لیکن اس کا ذکر اور اسکی

---

[۱] :- کرنتھیوں ۸/۴ ؛ [۲] :- کرنتھیوں ۸/۶ ؛
[۳] :- گلیتوں ۳/۲۰ ؛ [۴] :- یعقوب ۲/۱۹ ؛

تفصیل مقدس کتاب میں درج نہ ہو۔ اگر کتاب میں درج نہیں تو لازماً ماننا پڑے گا کہ اس عقیدہ کو الہامی توثیق حاصل نہیں اور یہ عقیدہ شروع سے نہیں بلکہ بعد میں کسی شخص کی فکر کا نتیجہ ہے۔ یہ سب امور اس عقیدہ کو باطل قرار دیتے ہیں۔

اس دلیل کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ آخر عیسائیوں میں تثلیث کے بارہ میں یہ اختلاف کیوں ہے؟ جزوی اور فروعی اختلافات تو ہو سکتے ہیں۔ لیکن اتنا عظیم الشان فرق کہ ایک حصہ تثلیث کا قائل ہے اور دوسرا توحید کا اور دونوں ہی استدلال ایک کتاب سے کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ تثلیث کے متعلق یہ اختلاف اور یونیٹیرین فرقہ کا باقی سب فرقوں سے الگ ہو کر توحید کا اقرار کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ انجیل میں تثلیث کا مکمل اور واضح بیان نہیں ہے۔ اور یہ امر اپنی ذات میں اس بات کی بڑی اہم دلیل ہے کہ تثلیث باطل ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

(۱)

"خود عیسائیوں کے مختلف فرقوں میں بھی تثلیث کے متعلق ہمیشہ سے اختلاف چلا آتا ہے اور یونیٹیرین فرقہ اب تک موجود ہے۔" ؎۱

ایک اور موقع پر تحریر فرمایا:۔

"کیا یہ بات سوچنے کے لائق نہیں کہ عیسائیوں میں قدیم سے ایک فرقہ موحد بھی ہے جو قرآن شریف کے وقت میں بھی موجود تھا۔ اور وہ فرقہ بڑے زور سے اس بات کا بھی ثبوت دیتا ہے کہ تثلیث کا گندہ مسئلہ صرف تیسری صدی کے بعد نکلا ہے۔ اور اب بھی اس فرقہ کے لاکھوں انسان یورپ اور امریکہ میں موجود ہیں اور ہزارہا کتابیں ان کی شائع ہو رہی ہیں۔" ؎۲

نیز فرمایا:۔

"جس حال میں عیسائیوں میں ایسے فرقے بھی موجود ہیں جو مسیح کی الوہیت اور خدائی کے قائل نہیں اور نہ ہی وہ تثلیث ہی کو مانتے ہیں۔ جیسے مثلاً یونیٹیرین تو کیا وہ اپنے دلائل اور وجوہات انجیل سے بیان نہیں کرتے وہ بھی تو انجیل ہی پیش کرتے ہیں۔ اب اگر صراحتاً بلا تاویل انجیل میں مسیح کی الوہیت یا تثلیث کا بیان ہوتا تو کیا وجہ ہے کہ یونی ٹیرین فرقہ اس سے انکار کرتا ہے حالانکہ وہ انجیل کو اسی طرح

؎۱:۔ ملفوظات جلد سوم صفحہ ۱۰۱ ؎۲:۔ انجام آتھم صفحہ ۳۳ روحانی خزائن جلد ۱۱

مانتا ہے جس طرح دوسرے عیسائی " لہ

ان تین حوالوں سے بالکل عیاں ہو جاتا ہے کہ تثلیث کے عقیدہ کو انجیل کی توثیق حاصل نہیں ہے۔ انجیل بذاتِ خود کوئی قابلِ اعتبار اور قابلِ اعتماد کتاب نہیں کیونکہ اس کا الہامی ہونا ہی ثابت نہیں پس جبکہ تثلیث کے عقیدہ کو اس جیسی ناقابل اعتماد کتاب کی تائید بھی حاصل نہیں اور اس کے واضح اور مکمل بیان کے خلاف منقولی اور واقعاتی شہادتیں موجود ہیں تو اس عقیدہ کے مبنی برحقیقت ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

ساتویں دلیل

تثلیث کے رد میں ساتویں دلیل یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ہمیشہ توحید کی تعلیم دی اور اسی بات کی منادی کی کہ خدا ایک ہے۔ اس کے ساتھ کوئی شریک نہیں ہے۔ یہ ایک ایسی واقعاتی دلیل ہے کہ جو تثلیث کے موقف کو انتہائی کمزور کر دیتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے:۔

"حضرت مسیح نے کسی جگہ تثلیث کی تعلیم نہیں دی اور وہ جب تک زندہ رہے خدائے واحد لاشریک کی تعلیم دیتے رہے۔" ؎۲

اگر یہ سوال ہو کہ اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ مسیح علیہ السلام نے ہمیشہ توحید کی منادی کی تو اس کا جواب یہ ہے کہ اوّل تو حضرت مسیح کے اقوال موجودہ انجیل میں موجود ہیں جو واضح طور پر توحید پر دلالت کرتے ہیں اور دوسرے حضرت مسیح علیہ السلام کی زندگی میں بہت سے ایسے مواقع آئے جہاں ان پر خدا یا خدا کے بیٹے ہونے کا الزام لگایا گیا۔ گویا ان کو تثلیث کا ایک جزو بنا کر پیش کیا گیا۔ انجیل سے ثابت ہے کہ مسیح نے ان تمام موقعوں پر اپنے خدا ہونے کا انکار کیا اور اس طرح گویا اپنے قول اور فعل سے اس بات کی تردید کر دی کہ کوئی اور شخص خدا کی خدائی میں شریک ہے۔

حضرت مسیح کی طرف سے توحید کے اقرار کے ضمن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"ان کا وہ کلمہ جو صلیب پر چڑھائے جانے کے وقت ان کے منہ سے نکلا کیسا توحید پر دلالت کرتا ہے کہ انہوں نے نہایت عاجزی سے کہا ایلی ایلی لما سبقتانی یعنی اے میرے خدا! اے میرے خدا! تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔ کیا جو شخص اس عاجزی سے خدا کو پکارتا ہے اور اقرار کرتا ہے کہ خدا میرا رب ہے اس کی نسبت کوئی عقلمند

لہ:۔ ملفوظات جلد سوم صفحہ ۱۲۹؎ ؎۲:۔ چشمہ مسیحی صفحہ ۴۲ روحانی خزائن جلد ۲۰؎

گمان کر سکتا ہے کہ اس نے درحقیقت خدائی کا دعویٰ کیا تھا؟" ؎۱

حضرت مسیح کا یہ فقرہ جہاں ان کی اپنی خدائی کا رَدّ کرتا ہے وہاں اس بات کا بھی واضح ثبوت ہے کہ ان کے ذہن میں تثلیث یا تین خداؤں کا کوئی تصوّر ہرگز ہرگز موجود نہ تھا ورنہ کیسے ممکن تھا کہ وہ اس انداز سے خُدا کو پکارتے جو خالص موحدانہ طریق ہے۔ انجیل سے اس بات کا واضح ثبوت ملتا ہے کہ حضرت مسیح نے جب بھی خدا کا ذکر کیا توحید ہی کا بیان ان کی زبان پر جاری ہوا۔ لکھا ہے :۔

"اس سے پوچھا کہ سب حکموں میں اوّل کون سا ہے؟ یسوع نے جواب دیا کہ اوّل یہ ہے کہ اے اسرائیل سُن خداوند ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے اور تو خداوند اپنے خُدا سے اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری عقل اور اپنی ساری طاقت سے محبت رکھ۔" ؎۲

حضرت مسیح موعود علیہ السلام مندرجہ بالا حوالہ اور یوحنا ۱۷/۳ کے حوالہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں :۔

"سب سے بڑھ کر حضرت مسیح کا اپنا اقرار ملاحظہ کے لائق ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔ سب حکموں میں اوّل یہ ہے کہ اے اسرائیل سُن وہ خداوند جو ہمارا خدا ہے۔ ایک ہی خُدا ہے۔ پھر فرماتے ہیں۔ حیات ابدی یہ ہے کہ وے تجھ کو اکیلا سچا خدا اور یسوع مسیح کو جسے تم نے بھیجا ہے جانیں۔ یوحنا ۱۷/۳" ؎۳

صرف زبانی اقرار پر بس نہیں بلکہ حضرت مسیح علیہ السلام نے زندگی کے نازک سے نازک موقع پر بھی اسی پیغام کو بیان کیا جو ان کی زندگی کا حقیقی مشن تھا۔ یعنی توحید۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس بات کو مندرجہ ذیل تفصیلی حوالہ میں بیان فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں :۔

"انجیل کا ایک بہت بڑا حصہ بھی یہی تعلیم دیتا ہے کہ خدا ایک ہے۔ مثلاً جب مسیح کو یہودیوں نے اس کے اس کفر کے بدلے میں کہ یہ ابن اللہ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے پتھراؤ کرنا چاہا تو اس نے انہیں صاف کہا۔ کہ کیا تمہاری شریعت میں یہ نہیں لکھا کہ تم خدا ہو۔ اب ایک دانشمند خوب سوچ سکتا ہے کہ اس الزام کے وقت تو چاہیئے تھا مسیح اپنی

؎۱ :۔ چشمہ مسیحی صفحہ ۵۲ روحانی خزائن جلد ۲۰ ؎۲ :۔ مرقس ۱۲/۲۸-۳۰

؎۳ :۔ جنگِ مقدس صفحہ ۹۹ روحانی خزائن جلد ۶

پوری بریت کرتے اور اپنی خدائی کے نشان دکھا کر انہیں ملزم کرتے اور اس حالت میں کہ ان پر کفر کا الزام لگایا گیا تھا تو ان کا فرض ہونا چاہیئے تھا کہ وہ فی الحقیقت خدا یا خدا کے بیٹے تھے تو یہ جواب دیتے کہ یہ کفر نہیں بلکہ میں واقعی طور پر خدا کا بیٹا ہوں اور میرے پاس اس کے ثبوت کے لئے تمہاری ہی کتابوں میں فلاں فلاں موقع پر صاف لکھا ہے کہ میں قادر مطلق عالم الغیب خدا ہوں اور لاؤ میں دکھادوں اور پھر اپنی قدرتوں طاقتوں سے ان کو نشانات خدائی بھی دکھا دیتے اور وہ کام جو انہوں نے خدائی سے پہلے دکھائے تھے ان کی فہرست الگ دے دیتے۔ پھر ایسے بیّن ثبوت کے بعد کسی یہودی فقیہہ یا فریسی کی طاقت تھی کہ انکار کرتا وہ تو ایسے خدا کو دیکھ کر سجدہ کرتے۔ مگر برخلاف اس کے آپ نے کیا تو یہ کیا کہہ دیا کہ تمہیں خدا لکھا ہے۔ اب خدا ترس دل لے کر غور کرو کہ یہ اپنی خدائی کا ثبوت دیا یا ابطال کیا۔ تورات، اسلام، قانون قدرت، باطنی شریعت تو توحید کی شہادت دیتے ہیں۔"[1]

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان سب امور سے یہ استدلال فرمایا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنی ساری زندگی میں توحید کی منادی کی بلکہ اپنی جان کو خطرہ میں ڈال کر بھی اس پیغام کو پہنچا دیا۔ حضرت مسیح علیہ السلام کی طرف سے توحید کا یہ اقرار اور تبلیغ اس امر کا ایک بیّن ثبوت ہے کہ نہ وہ خود تثلیث کے قائل تھے اور نہ ان کی تعلیم تثلیث کی تھی پس معلوم ہوا کہ یہ عقیدہ بعد کی ایجاد اور بناوٹ ہے اور اس وجہ سے باطل ہے۔

آٹھویں دلیل

تثلیث کے خلاف حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک دلیل یہ بیان فرمائی ہے کہ تثلیث کو تسلیم کرنے سے خدا تعالیٰ کی بعض صفات میں تقسیم لازم آتی ہے۔ اور ایسا عقیدہ رکھنا خدا کی شان اور مرتبہ سے بعید ہے اور چونکہ تثلیث میں لازماً یہ تقسیم ہوتی ہے اس لئے یہ عقیدہ ہی باطل ہے۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ دیگر مذاہب کی طرح عیسائیت بھی خدائی صفات کی قائل ہے۔ بلکہ اس بات کی دعویدار ہے کہ تینوں خدائی اقانیم میں سے ہر اقنوم اپنی ذات میں کامل مکمل

---

[1] ۔ ملفوظات جلد سوم صفحہ ۱۳۵۔

اور جملہ خدائی صفات سے متصف ہے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بعض صفات ایسی ہیں جو دوسرے ہمسر وجود کے عدم کا تقاضا کرتی ہیں۔ مثلاً خدا کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ وہ اپنی ذات میں اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اب یہ اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ اگر تینوں خدائی اقانیم میں سے ہر اقنوم اپنی ذات میں واحد ہے تو دوسرے اقنوموں کا وجود باطل ہو جاتا ہے اور اگر یہ صورت مان لی جائے تو تثلیث باطل ہو جاتی ہے اور اگر یہ صورت نہ مانی جائے تو پھر خدائی صفات میں تقسیم لازم آتی ہے جو حقیقت میں ناقابل تقسیم ہیں۔ اسطرح پر اور بھی بہت سی صفات میں تقسیم لازم آئے گی۔ اسکے بغیر چارہ نہیں۔ اور جب بھی ایسا ہو گا تثلیث باطل ہو جائے گی کیونکہ جس خدا کی ایک صفت بھی کم ہو جائے وہ خدا نہیں ہو سکتا۔ خدا وہی ہے جو اپنی جملہ صفات کے ساتھ کامل اور مکمل ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس دلیل کو اپنی کتاب جنگِ مقدس میں بیان فرمایا۔ حضور کے الفاظ میں یہ دلیل یوں ہے:۔

> "خدا اپنی صفاتِ کاملہ میں تقسیم نہیں ہو سکتا اور اگر اس کی صفات تامہ اور کاملہ میں سے ایک صفت بھی باقی رہ جائے تب تک خدا کا لفظ اس پر اطلاق نہیں کر سکتے تو اس صورت میں میری سمجھ میں نہیں آسکتا کہ تین کیونکر ہو گئے۔" [1]

نویں دلیل

عیسائیت کے عقیدہ تثلیث کے رد میں ایک بڑی مضبوط اور ٹھوس دلیل یہ ہے کہ اس عقیدہ کو درست تسلیم کرنے کی صورت میں خدا تعالیٰ کی مختلف صفات میں ٹکراؤ نظر آتا ہے۔ مثلاً اس عقیدہ کی رُو سے تینوں اقنوم اپنی اپنی جگہ پر قادر مطلق ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ان میں سے ہر ایک کو مکمل اختیار اور قدرت حاصل ہے؟ عملی زندگی کا سوال الگ رہا نظری طور پر ہی ہم یہ فیصلہ کر سکتے ہیں کہ ایسا ہونا ایک امر محال ہے۔ اختیار اور قدرت کا کمال ایک محدود دائرہ، مقام اور وقت کو چاہتا ہے جب تک اس کی تعیّن نہ ہو کمال کے لفظ کا صحیح اطلاق نہیں ہو سکتا۔ اگر تینوں اقنوموں کو الگ الگ طور پر مکان و زمان کی قید میں محدود کیا جائے تو یہ کمال نہیں رہتا اور اگر مطلق قدرت کا خیال رکھا جائے اور ہر ایک کو قادر مطلق قرار دیا جائے تو ایک ہی مکان و زمان میں تین قادر مطلق ہستیوں کا وجود عقلاً محال ہے۔ پس ثابت ہوا کہ تین وجود ایک ہی وقت میں جملہ صفات سے متصف ہو کر درجۂ کمال کو حاصل نہیں کر سکتے۔

---

[1] جنگِ مقدس صفحہ ۲۳۴ روحانی خزائن جلد ۶

اس دلیل کو سیدنا حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے جنگِ مقدس میں بیان فرمایا ہے۔ اور یہ استدلال فرمایا ہے۔ کہ اگر تینوں وجودوں میں برابر صفات تسلیم کی جائیں تو ان میں ایک حقیقی تفریق پیدا ہو جاتی ہے۔ جس کی وجہ سے ان میں ماہیت کا اتحاد پیدا نہیں ہو سکتا پس یہ عقیدہ ہی باطل ہے کہ تین وجود بیک وقت صفات میں درجۂ کمال رکھتے ہوں۔ آپؑ فرماتے ہیں :۔

"جبکہ یہ تینوں شخص اور تینوں کامل اور تینوں میں ارادہ کرنے کی صفت موجود ہے اب ارادہ کرنے والا، ابن ارادہ کرنے والا۔ روح القدس ارادہ کرنے والا۔ تو پھر ہمیں سمجھاؤ کہ باوجود اس حقیقی تفریق کے اتحاد ماہیت کیونکر؟" [1]

اور اگر یہ کہا جائے کہ ان میں تقسیم کار ہے یا ان میں صفات کی ایسی تقسیم ہے جس سے ٹکراؤ کی صورت پیدا نہیں ہوتی تو پھر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ پھر وہ کامل کس لحاظ سے ہوئے۔ بلکہ ناقص ثابت ہوئے اور جو ناقص ہو وہ خدا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ بات تو سب کو تسلیم ہے کہ خدا میں کوئی نقص نہیں ہو سکتا ہے۔ اور نہ اس میں کوئی کمی ہو سکتی ہے کہ وہ دوسرے کی مدد یا تعاون کا محتاج ہو حضرت مسیح موعود علیہ السلام عیسائیوں کے اس عقیدہ کی رو سے ان کے خدا کے متعلق فرماتے ہیں :۔

"یہ سہ گوشہ خدا بھی عجیب ہے۔ ہر ایک کے کام الگ الگ ہیں گویا ہر ایک بجائے خود ناقص اور نا تمام ہے اور ایک دوسرے کا متمم ہے۔" [2]

ظاہر ہے کہ ایسا وجود جو ناقص اور نا تمام ہو خدا نہیں ہو سکتا ہے اور جب تثلیث کا کوئی ایک پہلو بھی گر جائے تو ساری تثلیث باطل ہو جاتی ہے۔

دسویں دلیل

عیسائی عقیدہ کے مطابق تینوں خدائی اقانیم میں سے ہر اقنوم اپنی جگہ کامل ہے۔ اس پر یہ اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ اگر تینوں خدا واقعی اپنی جگہ پر کامل ہیں اور حقیقی کمال کا اطلاق ان پر ہو سکتا ہے تو لازمی طور پر ان تینوں کے ملنے سے ایک ایسا وجود بننا چاہیئے جو ان تینوں سے بڑھ کر کمال اپنے اندر رکھتا ہو۔ گویا اکمل ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

"حضرات عیسائی صاحبان کا یہ عقیدہ ہے کہ باپ بھی کامل، اور بیٹا بھی کامل اور رُوح القدس بھی کامل۔ اب جب تینوں کامل ہوئے تو ان تینوں کے ملنے سے اکمل ہونا

---

[1] :۔ جنگِ مقدس صفحہ ۱۹۶ روحانی خزائن جلد ۶ ؛ [2] :۔ ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۳۳ ؛

چاہیئے۔ کیونکہ مثلاً جب تین چیزیں تین تین سیر فرض کی جائیں تو وہ سب مل کر ۹ سیر ہوں گی" [۱]

لیکن عجیب بات یہ ہے کہ عیسائی اس بات کا انکار کرتے ہیں کہ تینوں کاملوں کے ملنے سے جو چیز بنتی ہے وہ اکمل ہے اور درجہ کمال میں بڑھی ہوئی ہے۔

دراصل عیسائیوں کے لئے مشکل یہ ہے کہ ان کی ۔ ؎

نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن

والی حالت ہے۔ اگر وہ اقرار کریں کہ تین کاملوں کے ملنے سے ایک اکمل وجود پیدا ہوتا ہے تو پھر وہ اکمل وجود خدا ہوگا اور ان تینوں اقانیم کی الوہیت اور تثلیث باطل ہو جائے گی۔ اور اگر یہ کہیں کہ تینوں کامل وجود مل کر کسی اکمل وجود کو پیدا نہیں کرتے تو اس سے ان پر سخت اعتراض ہوتا ہے کہ آخر یہ کونسی منطق ہے کہ تین تین سیر کے تین بٹے مل کر ۹ سیر نہ ہوں۔ یہ حساب کا معمولی قاعدہ ہے جس کو ایک بچہ بھی آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ اسی دلیل کو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی بیان فرمایا ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

"ان کاملوں کے ملنے کے بعد یا ملنے کے لحاظ سے جو اجتماعی حالت کا ایک ضروری نتیجہ ہونا چاہیئے وہ کیوں اس جگہ پیدا نہیں ہوا یعنی یہ کیا سبب ہے کہ باوجودیکہ ہر ایک اقنوم تمام کمالات مطلوبہ الوہیت کا جامع تھا پھر ان تینوں جامعوں کے اکٹھا ہونے سے الوہیت میں کوئی زیادہ قوت اور طاقت نہ بڑھی۔ اگر کوئی بڑھی ہے اور مثلاً پہلے کامل تھی پھر ملنے یا ملنے کے لحاظ سے اکمل کہلائے یا مثلاً پہلے قادر تھی اور پھر ملنے کے لحاظ سے اقدر نام رکھا گیا۔ یا پہلے خالق تھی اور پھر ملنے کے لحاظ سے خلاق یا اخلق کہا گیا۔ تو براہ مہربانی اس کا کوئی ثبوت دینا چاہیئے" [۲]

عیسائی اس سوال کا کیا جواب دیں اور اس عقدہ کی کیا وضاحت کریں وہ تو صاف اس بات کا اقرار کر چکے ہیں کہ:۔

" کثرت فی الوحدت ایک ایسا مسئلہ ہے کہ اس کے سمجھنے والا پیدا ہوا، نہ ہوگا" [۳]

گیارہویں دلیل

تثلیث کے رد میں ایک زبردست عقلی دلیل یہ ہے کہ تین خداؤں کا وجود بے معنی اور لغو ہے۔

۱:۔ جنگ مقدس ص۱۱۱ روحانی خزائن جلد ۶؛ ۲:۔ جنگ مقدس ص۱۲۹-۱۳۰ روحانی خزائن جلد ۶؛

۳:۔ بیان ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک مندرج جنگ مقدس ص۱۰۱ روحانی خزائن جلد ۶؛

وجہ یہ ہے کہ خداؤں کی کثرت یا توکسی خاص ضرورت کی وجہ سے ہوگی اور یا کسی ایک کی کمی کو پورا کرنے کے لئے ہوگی۔ ان دونوں صورتوں میں تثلیث پر سخت زد پڑتی ہے۔ اعتراض یہ ہے کہ جب عیسائی صاحبان کے عقیدہ کے مطابق ہر اقنوم اپنی ذات میں کامل، مکمل اور مستقل حیثیت کا مالک ہے اور اسے نہ کسی چیز کی حاجت ہے اور نہ کسی چیز کی کمی تو پھر ایک دوسرا بلکہ تیسرا اقنوم بنانے کی کیا ضرورت ہے؟ کونسی کمی ہے جس کو پورا کیا گیا ہے اور کونسی احتیاج ہے جس نے اس بات پر مجبور کیا ہے؟ ظاہر ہے کہ عیسائی اس بات کا کوئی تسلی بخش جواب نہیں دے سکتے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس بات کو تثلیث کے ردّ میں ایک دلیل کے طور پر پیش فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:-

"جس حالت میں تین اقنوم صفاتِ کاملہ میں برابر درجہ کے ہیں تو ایک کامل اقنوم کے موجود ہونے کے ساتھ جو جمیع صفاتِ کاملہ پر محیط ہے اور کوئی حالتِ منتظرہ باقی نہیں۔ کیوں دوسرے اقنوموں کی ضرورت ہے؟" [1]

بارہویں[۱۲] دلیل

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تثلیث کے عقیدہ کے ردّ میں ایک اور دلیل یہ بیان فرمائی ہے کہ عیسائی تین خداؤں کے نام الگ الگ تجویز کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان تینوں میں کچھ نہ کچھ فرق ضرور ہوگا۔ ورنہ کوئی وجہ نہیں کہ ایک کی بجائے تین نام رکھے جائیں۔ جب ان تینوں وجودوں میں سرِ مُو کوئی فرق نہیں تو تین الگ الگ نام رکھنے بے معنی ہیں۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ ان میں کوئی فرق ہے تو ان میں درجہ بندی اور مرتبہ کی کمی بیشی لازم آئے گی جو الوہیت کی شان کے منافی ہے۔ الوہیت کی شان تو یہ ہے کہ خدا مستجمع جمیع صفاتِ کاملہ ہو۔ اگر ایک بھی صفت میں کمی واقع ہو تو وہ خدا نہیں ہو سکتا۔

نظریہ تثلیث کے مطابق تینوں اقانیم Co-Eternal اور Co-Equal ہیں۔ اگر یہ بات درست ہے تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایک اقنوم کے باپ اور دوسرے کے بیٹا کہلانے کی کیا وجہ تھی؟ باپ یا بیٹا کہلانا تو درجہ یا زمانی تاخر کا متقاضی ہے۔ اگر اس قسم کا کوئی تقدم یا تاخر باپ اور بیٹے میں نہیں تو کلام الٰہی نے یہ بے معنی نام کیوں دئے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ایک کو بیٹے کا اور دوسرے کو باپ کا نام دیا گیا۔ پھر ایک اور سوال یہ ہے کہ کیا ان ناموں میں

---

[1] :- جنگِ مقدس صفحہ ۱۲۹ روحانی خزائن جلد ۶

تبدیلی کی جاسکتی ہے۔ کیا جس کو اب تک آب کہا جاتا رہا ہے اس کو ابن اور جس کو ابن کہا جاتا رہا ہے اس کو آب کہا جاسکتا ہے؟ اگر نہیں تو کوئی وجہ یا صفت ضرور ہوگی جس کی وجہ سے ناموں میں تبدیلی نہیں ہوسکتی۔ گویا ایک اقنوم میں کوئی ایک امتیازی صفت ضرور ہے جو دوسروں میں نہیں پائی جاتی۔ اگر ایسا مان لیا جائے تو تثلیث باطل ہو جاتی ہے۔ پس اس دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ تینوں اقانیم کے لئے الگ الگ نام کس فرق پر دلالت کرتے ہیں۔ اگر فرق نہیں تو اسمی تفریق بے معنی ہے اور اگر واقعی فرق ہے تو تثلیث باطل ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ:۔

"خدا تعالیٰ کے لئے ضروری ہے کہ وہ مستجمع جمیع صفات کاملہ ہو تو اب یہ تقسیم جو کی گئی ہے کہ ابن اللہ کامل خدا اور باپ کامل خدا اور رُوح القدس کامل خُدا اس کے کیا معنے ہیں۔ اور کیا وجہ ہے کہ یہ تین نام رکھے جاتے ہیں کیونکہ تفریق ناموں کی اس بات کو چاہتی ہے کہ کسی صفت کی کمی بیشی ہو مگر جب کہ کسی صفت کی کمی بیشی نہیں تو پھر وہ تینوں اقنوم میں مابہ الامتیاز کون ہے جو ابھی تک آپ لوگوں نے ظاہر نہیں فرمایا جس امر کو آپ مابہ الامتیاز قرار دیں گے وہ بھی منجملہ صفات کاملہ کے ایک صفت ہوگی جو اس ذات میں پائی جانی چاہیئے جو خدا کہلاتا ہے۔ اب جبکہ اس ذات میں پائی گئی۔ جو خدا قرار دیا گیا تو پھر اس کے مقابل پر کوئی اور نام تجویز کرنا یعنی ابن اللہ کہنا یا روح القدس کہنا بالکل لغو اور بے ہودہ ہو جائے گا۔"[1]

تیرھویں دلیل

تثلیث کے علمبردار۔ عیسائی حضرات اپنے موقف کو ثابت کرنے کے لئے عجیب و غریب دلیلیں دیتے ہیں۔ کبھی قدیم افسانوں کا سہارا ڈھونڈتے ہیں اور کبھی عقل کا غلط استعمال کرتے ہیں۔ سیّدنا حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے جن کو خدا تعالیٰ نے کاسرِ صلیب بنا کر بھیجا ہے عیسائیوں کے ان سب حربوں کا دندان شکن جواب دیا ہے۔ آپ کے علم کلام کا ایک خاص پہلو یہ ہے کہ آپ نے دشمن کی دلیل کو ایسے طور پر توڑ کر خود اسی کو اس دلیل کی رُو سے ملزم کر دیا یہ خداداد اعجازی علم کلام کا ایک نمایاں وصف ہے جو آپ کے علم کلام میں نظر آتا ہے۔ اس کی ایک مثال کا یہاں ذکر کرتا ہوں۔

---

[1]:۔ جنگِ مقدس صفحہ ۲۳ روحانی خزائن جلد ۶؎

تثلیث کو ثابت کرنے کی خاطر عیسائی لوگ حضرت مسیح علیہ السلام کو خدا بنانا چاہتے ہیں اور دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ کیا عقلاً ایسا ہونا ممکن نہیں کہ مسیح واقعی خدا ہوں؟

عیسائیوں کی یہ دلیل جس قدر سطحی اور بودی ہے وہ تو واضح ہی ہے کیونکہ مسیح میں وہ صفات ہرگز نہیں پائی جاتیں جو خدائی صفات ہیں (اس امر پر تفصیلی نظر ہم اگلے باب میں ڈالیں گے. انشاءاللہ) یہاں یہ بتانا مقصود ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس فرضی دلیل کو کس عمدہ طریق سے ردّ کیا ہے اور تثلیث کے خلاف کتنی شاندار دلیل پیش فرمائی ہے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ اگر عقل ہی سے استدلال کرنا ہے تو عقل کا فیصلہ تو کلّی نوعیت کا ہوتا ہے. عقل تو ہر فرد اور ہر چیز کے بارہ میں عمومی فیصلہ کرے گی۔ اگر یہ کہو کہ عقلاً مسیح کے خدا ہونے کا امکان ہے تو ایسا امکان تو اور وجودوں کے لئے بھی ہوگا۔ گویا حضرت مسیح کی کوئی خاص خصوصیت نہیں ہے۔ اور اگر سب کو خدا مان لیں تو تثلیث کا افسانہ نہیں بن سکتا۔ پس عیسائیوں کا یہ استدلال بہت ہی کمزور اور غلط استدلال ہے۔

حضرت مسیح پاک علیہ السلام تثلیث کے ردّ میں فرماتے ہیں :۔

"عقل کا فیصلہ تو ہمیشہ کلّی ہوتا ہے اگر عقل کی رُو سے حضرت مسیح کے لئے داخل تثلیث ہونا روا رکھا جائے تو پھر عقل اوروں کے لئے بھی امکان اسکا واجب کریگی"[1]

ظاہر ہے کہ یہ جواب ایسا ہے جس سے تثلیث کا سارا افسانہ باطل ہو جاتا ہے۔ اس قسم کے دندان شکن جواب کی ایک اور مثال حضور کا وہ جواب ہے جو آپ نے لفظ الوہیم سے تثلیث کا استدلال کرنے کے ردّ میں دیا ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں :۔

"یہ کہنا کہ الوھیم کا لفظ جو جمع ہے تثلیث پر دلالت کرتا ہے۔ حالانکہ یہود نے کھلے کھلے طور پر ثابت کر دیا ہے کہ الوھیم کا لفظ توریت میں فرشتہ پر بھی بولا گیا ہے اور ان کے نبی پر بھی اور بادشاہ پر بھی۔ اور لفظ الوھیم سے صرف تین شخص ہی کیوں مراد لئے جاتے ہیں۔ کیونکہ جمع کا صیغہ تین سے زیادہ سینکڑوں ہزاروں پر بھی تو دلالت کرتا ہے۔ سو ان بے ہودہ تاویلات سے بجز اپنی پردہ دری کرانے کے اور کیا آتھم کے لئے نتیجہ نکلا تھا۔ مگر عیسائی بھی عجیب قوم ہے کہ اتنی ذلتیں اُٹھا کر پھر بھی شرمندہ نہیں ہوتی"[2]

---

[1]:۔ جنگِ مقدس صفحہ ۱۲۸ روحانی خزائن جلد ۶ [2]:۔ انجام آتھم صفحہ ۵ روحانی خزائن جلد ۱۱

چودھویں دلیل

تثلیث کے ابطال کے لئے ایک اور دلیل حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ بیان فرمائی ہے کہ تثلیث کا عقیدہ جیسا کہ ہم گذشتہ صفحات میں دیکھ چکے ہیں کسی وحی یا الہام پر مبنی نہیں ہے۔ اور عقل بھی یہی بتاتی ہے کہ یہ عقیدہ خدائی یا الہامی نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ عقیدہ شان الوہیت اور انسانی فطرت کے سراسر خلاف ہے۔ اس عقیدہ کی ثقاہت اور صداقت اور بھی مشتبہ ہو جاتی ہے جب ہم تثلیث کے عقیدہ کی قدیم تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں جس میں لکھا ہے کہ تثلیث کا خیال کوئی جدید خیال نہیں ہے بلکہ ازمنہ رفتہ سے یہ خیال مختلف اقوام میں مختلف شکلوں میں پایا جاتا رہا ہے چنانچہ انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا میں Trinity کے زیر عنوان جو مقالہ لکھا گیا ہے اس میں یہ بات بھی درج ہے اس حصہ کا مفہوم یہ ہے کہ:۔

"اگرچہ نظریہ تثلیث مسیحی مذہب کی خاص خصوصیت ہے لیکن یہ اس مذہب کی امتیازی خصوصیت نہیں ہے۔ ہندی مذہب میں ہمیں برہما شیوا اور وشنو کا تثلیثی گروپ ملتا ہے۔ قرون وسطی کے باپ بیٹے اور روح کی مسیحی تصاویر کی طرح مصر میں ہمیں عزیرس، اسیس اور ہورس پر مشتمل خاندان نظر آتے ہیں۔"

اسی طرح پر جان رابرٹسن John Robertson اپنی کتاب "Pagan Christs" میں لکھتا ہے:۔

The conception of divine Trinity is of unknown antiquity. It flourished in Mesopatamia, in Hindustan, in the platonic philosoply in egypt long before Christianity." [1]

ترجمہ یہ ہے کہ الہٰی تثلیث قدیم زمانہ مجہول کا نظریہ ہے۔ یہ نظریہ میسوپوٹیمیہ، ہندوستان اور افلاطون کی فلاسفی اور مصر میں عیسائیت سے بہت پہلے پھیلا پھولا ہے۔"

ان دونوں حوالوں سے ایک بات ضرور ثابت ہو جاتی ہے کہ تثلیث کا خیال پرانے زمانوں سے انسانی خیال کی ایک پیداوار کے طور پر رہا ہے۔ ہمارا استدلال بھی یہی ہے کہ یہ ایک انسانی خیال ہے کوئی خدائی یا الہامی توثیق اس عقیدہ کو حاصل نہیں ہے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تثلیث کے رد میں اس دلیل کو پیش فرماتے ہوئے لکھا ہے کہ عیسائیوں میں تثلیث کا یہ خیال افلاطون

---

[1] Pagan Christs by John Robertson.

سے آیا ہے اور جس طرح افلاطون نے غلط فلسفہ کے نتیجہ میں اس عقیدہ کو اپنایا اسی طرح کورانہ تقلید کرتے ہوئے عیسائیوں نے اس غلط عقیدہ کو بسروچشم قبول کرلیا۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں:۔

"پادری یوت صاحب لکھتے ہیں کہ حقیقت میں عقیدہ تثلیث کا عیسائیوں نے افلاطون سے اخذ کیا ہے اور اس احمق یونانی کی غلط بنیاد پر ایک دوسری غلط بنیاد رکھدی ہے۔"[1]

اس حوالہ سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ تثلیث کے عقیدہ کا اصل ماخذ کیا ہے۔ اور اس کی تاریخی حیثیت کیا ہے۔ مختصر یہ کہ تثلیث کے عقیدہ کا تاریخی پس منظر اس کے بطلان کا ایک بڑا ثبوت ہے۔

پندرھویں دلیل

تثلیث کے مسیحی عقیدہ کے خلاف ایک اور دلیل یہ ہے کہ ان کے اپنے بیانات اور انکی کتاب کی تعلیمات سے ان کے عقیدہ کی تردید ہوتی ہے۔ مثلاً تثلیث کے مسیحی نقطہ نظر سے باپ، بیٹا، روح القدس برابر کے ازلی ابدی اقنوم ہیں۔ کیونکہ ان تینوں کو co-equal اور Co-eternal قرار دیا جاتا ہے۔ لیکن نئے عہدنامہ میں لکھا ہے کہ مسیح نے کہا:۔

"آدمیوں کا ہر گناہ اور کفر تو معاف کیا جائے گا مگر جو کفر روح کے حق میں ہو وہ معاف نہ کیا جائے گا اور جو کوئی ابن آدم کے برخلاف کوئی بات کہے گا وہ تو اسے معاف کی جائے گی مگر جو کوئی روح القدس کے خلاف کوئی بات کہے گا وہ اسے معاف نہ کی جائے گی نہ اس عالم میں، نہ آنے والے میں۔"[2]

اس حوالہ سے یسوع اور روح القدس کے مقام میں تفاوت واضح طور پر نظر آتا ہے۔ جو تثلیثی خیال کے سراسر خلاف ہے۔ پھر حضرت مسیح ایک اور جگہ فرماتے ہیں:۔

"لیکن جب وہ یعنی سچائی کا روح آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھلائے گا۔ اسلئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سُنے گا وہی کہے گا۔ اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا۔ وہ میرا جلال ظاہر کرے گا۔ اس لئے کہ مجھ ہی سے حاصل کرکے تمہیں خبر دے گا۔ جو کچھ باپ کا ہے وہ سب میرا ہے۔ اس لئے میں نے کہا کہ وہ مجھ ہی سے حاصل کرتا ہے اور تمہیں خبر دے گا۔"[3]

---

[1]: ۔ براہین احمدیہ حصہ سوم حاشیہ ص۳۰ روحانی خزائن جلد ۱

[2]: ۔ متی ۱۲/۳۲

[3]: ۔ یوحنا ۱۶/۱۳-۱۵

یہ حوالہ بھی روح القدس کا مقام باپ کے مقام سے کم تر ثابت کرتا ہے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس دلیل کو بھی اپنی تحریرات میں بیان فرمایا ہے کہ جب تینوں اقنوموں میں برابری اور یکسانیت نہیں تو واضح ہے کہ تینوں خدا نہیں ہو سکتے۔ اگر ان میں سے ہی کوئی خدا مانا جائے تو صرف وہ ہوگا جو دوسروں سے بالا ہوگا۔ ظاہر ہے کہ اس صورت میں تثلیث کا سارا عقیدہ باطل ہو جاتا ہے۔ مذکورہ بالا حوالہ کے ضمن میں حضور علیہ السلام جنگِ مقدس میں فرماتے ہیں :۔

"حضرات عیسائی صاحبان اس جگہ رُوحِ حق سے مراد رُوح القدس لیتے ہیں۔
پر اس طرف توجہ نہیں فرماتے کہ رُوح القدس تو ان کے اصول کے موافق خدا ہے تو
پھر وہ کس سے سُنے گا"

مسیح کے متعلق جب باپ سے کم تر ہونے کے الفاظ آتے ہیں تو مسیحی یہ کہہ کر تاویل کرتے ہیں کہ یہ الفاظ مسیح انسان کے متعلق ہیں اور مسیح کامل انسان بھی ہے اور کامل خدا بھی۔ اب کیا رُوح القدس کے متعلق بھی یہی تاویل ہو سکتی ہے؟

الغرض مسیحی بیانات سے ثابت ہوتا ہے کہ تینوں اقانیم کے درجہ میں برابری نہیں اور یہ امر تثلیث کے عقیدہ کو باطل قرار دیتا ہے۔ کیونکہ ان تینوں کا co-equal اور Co-eternal ہونا ایک بنیادی امر ہے۔

سولہویں دلیل

تثلیث کے باطل عقیدہ کے رد میں ایک اور دلیل یہ ہے کہ تثلیث کی ابتداء اور ایجاد ایک ایسے شخص کی طرف منسوب کی جاتی ہے جو ہرگز قابلِ اعتماد اور قابلِ استناد نہیں ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ موجودہ مسیحیت جو تثلیث اور کفارہ کے اہم عقائد کو پیش کرتی ہیں۔ یہ حضرت مسیح کی اصل تعلیم نہیں ہے بلکہ ایک شخص پولوس نامی کی ایجاد اور اختراع ہے۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں :۔

"یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ مذہب جو عیسائی مذہب کے نام سے شہرت دیا جاتا ہے۔
دراصل پولوسی مذہب ہے نہ مسیحی" [1]

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس اہم اصول اور نظریہ کو جو درحقیقت موجودہ عیسائیت

---

[1] :۔ چشمہ مسیحی ص۴۳ روحانی خزائن جلد نمبر ۲۰

کے سب عقاید کی جڑوں پر تبر کی حیثیت رکھتا ہے۔ اب مسلم اور عیسائی محققین نے تسلیم کر لیا ہے اور برملا اس کا اعتراف کرتے ہیں۔ غلام احمد پرویز اپنی کتاب میں لکھتے ہیں :۔

"یاد رہے کہ موجودہ عیسائیت سینٹ پال (اور اس کے متبع مفکرین) کی اختراع ہے۔ جناب مسیح کی عیسائیت اس سے مختلف تھی"۔ [1]

اسی طرح پر ایک مسیحی ہربرٹ ملر Herbert Miller اپنی کتاب "The uses of the past" میں لکھتے ہیں :۔

"پولوس نے اوّلین کام یہ کیا کہ مسیح کے حقیقی تاریخی وجود کو اپنے خیالات کی بھینٹ چڑھا دیا...... اس نے یہ خیال پیش کیا کہ نجات صرف مسیح کے ذریعہ وابستہ ہے اسلئے خود اپنی اور عام بنی نوع انسان کی بدیوں پر نگاہ رکھتے ہوئے عیسائیت کے عقائد کا بنیادی پتھر مسیح کا نجات دہندہ ہونا بیان کیا۔ جس کے ذریعہ سے آدم کے ہبوط سے لے کر اب تک تمام گناہوں کا کفارہ ہوا۔ پولوس نے بڑے خلوص کے ساتھ اس انجیل کی منادی کی جس کی تعلیم مسیح نے اپنی اناجیل میں قطعاً نہیں دی"۔ [2]

اسی طرح پر بائبل کی "The teacher's commentary" میں لکھا ہے :۔

The doctrine of the incarnation, of the Trinity, of the Atonement, of the Holy spirit and of the church all go back to st. Paul for crucial texts; but paulinism as in it self a complete scheme is largely an invention of scholars" [3]

یعنی تجسم تثلیث، کفارہ، روح القدس اور چرچ کے بارہ میں سب نظریات اپنی اصل کے لحاظ سے سینٹ پال کی ایجاد ہیں۔ لیکن پولوسی فلسفہ ایک مکمل نظام اور سکیم کی صورت میں علماء کی ایجاد کا نتیجہ ہیں۔

ان سب حوالوں سے عیاں ہے کہ تثلیث کا عقیدہ پولوس کا ایجاد کردہ عقیدہ ہے جس کا مسیح کی تعلیم سے کوئی تعلق نہیں۔ جب یہ بات ثابت ہو گئی تو تثلیث کے باطل ہونے میں کیا شک

---

[1] :۔ نظامِ ربوبیت حاشیہ صفحہ ۲۸ مطبوعہ ۱۹۵۴ء

[2] :۔ شائع کردہ نیو امریکن لائبریری ۔ The uses of the past by Herbert Miller p. 156

[3] :۔ "The teacher's Commentary" p. 335

رہ جاتا ہے۔ جب تثلیث مسیح کی تعلیم نہیں بلکہ بعد میں آنے والے کسی اور شخص کے فکر کا شاہکار ہے تو اس کو اصل مسیحی عقیدہ کے طور پر تسلیم کرنا یا دوسروں کے سامنے بیان کرنا نادانی نہیں تو اور کیا ہے؟

عیسائیوں کے لئے تثلیث کے عقیدہ کے کسی حد تک قابل قبول ہونے کی صرف ایک ہی معمولی سی صورت یہ ہوسکتی تھی کہ پولوس رسول حضرت مسیح علیہ السلام کا کوئی معتبر حواری یا موعود جانشین ہوتا۔ تب مسیحی یہ استدلال کر سکتے تھے کہ پولوس کا یہ عقیدہ ایجاد کردہ نہیں بلکہ مسیحی تعلیمات کا ہی نتیجہ اور انہی تعلیمات کی ترجمانی ہے۔ لیکن یہاں معاملہ یہ ہے کہ پولوس کا اپنا وجود نہایت مشتبہ ہے۔ اس بارہ میں مسیحی مصنفین نے اتنا کچھ لکھا ہے کہ اس بارہ میں کسی قسم کا اشتباہ باقی نہیں رہتا کہ پولوس ہرگز ہرگز قابلِ اعتماد نہیں۔ پھر پولوس کے حالات زندگی بتاتے ہیں کہ وہ پہلے یہودی تھا۔ مسیح کا سخت دشمن تھا۔ لیکن بعد میں کسی ذاتی مقصد کے حصول کے لئے عیسائی بنا اور ان مختلف عقاید کو ایجاد کیا۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کا آدمی عیسائیت کا صحیح اور قابل اعتبار ترجمان نہیں ہوسکتا۔

پھر پولوس کے قابل اعتماد نہ ہونے کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ حضرت مسیح نے اس کی بابت کوئی وعدہ یا پیشگوئی نہیں فرمائی۔ پھر پولوس کے حالات بتاتے ہیں کہ وہ زمانے کی ہوا کے ساتھ بدل جانے والا تھا۔ پولوس کی مصلحت بینی کا اندازہ اس کے اپنے اس قول سے ہوسکتا ہے وہ کہتا ہے:۔

> "میں یہودیوں کے لئے یہودی بنا تا کہ یہودیوں کو کھینچ لاؤں۔ جو لوگ شریعت کے ماتحت ہیں ان کے لئے میں شریعت کے ماتحت ہوا تا کہ شریعت کے ماتحتوں کو کھینچ لاؤں۔ بے شرع لوگوں کے لئے بے شرع بنا۔ تا کہ بے شرع لوگوں کو کھینچ لاؤں...... کمزوروں کے لئے کمزور بنا۔ تا کہ کمزوروں کو کھینچ لاؤں۔ میں سب آدمیوں کے لئے سب کچھ بنا ہوا ہوں تا کہ کسی طرح سے بعض کو بچاؤں۔" [1]

پولوس کے اس قول سے واضح ہوتا ہے کہ وہ تو گویا ایک "مرغ بادنما" ہے جو ہوا کے ہر جھونکے کے ساتھ اپنا رُخ بدل لیتا ہے۔ کیا ایسے شخص کے اقوال اور تشریحات معتبر ہوسکتی ہیں۔ الغرض پولوس کی شخصیت اتنی مشتبہ اور ناقابل اعتماد ہے کہ اس کی روایت کو ہرگز مذہبی بنیادی

---

[1] کرنتھیوں $\frac{9}{19-22}$

عقائد کی اساس نہیں قرار دیا جا سکتا ہے۔ مسیحی مصنفین کے واضح بیانات کو چھوڑتے ہوئے میں صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان بیانات پر اکتفا کرتا ہوں جن میں حضور نے پولوس کے قول کے حجّت نہ ہونے کے دلائل بیان فرمائے ہیں۔ آپؑ تحریر فرماتے ہیں:۔

(۱)

"پولوس کا حال آپ سے پوشیدہ نہیں جو فرماتے ہیں کہ میں یہودیوں میں یہودی اور غیر قوموں میں غیر قوم ہوں" ؎۱

(۲)

"پولوس حضرت عیسٰی علیہ السلام کی زندگی میں آپ کا جانی دشمن تھا اور پھر آپ کی وفات کے بعد جیسا کہ یہودیوں کی تاریخ میں لکھا ہے اس کے عیسائی ہونے کا موجب اس کے اپنے بعض نفسانی اغراض تھے جو یہودیوں سے وہ پورے نہ ہو سکے اسلئے وہ ان کو خرابی پہنچانے کے لئے عیسائی ہو گیا اور ظاہر کیا کہ مجھے کشف کے طور پر حضرت مسیح ملے ہیں اور میں ان پر ایمان لایا ہوں اور اس نے پہلے پہل تثلیث کا خراب پودا دمشق میں لگایا اور یہ پولوسی تثلیث دمشق سے ہی شروع ہوئی" ؎۲

(۳)

"پولوس بھی مکفّرین کی جماعت میں داخل تھا جسنے بعد میں اپنے تئیں رسول مسیح کے لفظ سے مشہور کیا۔ یہ شخص حضرت مسیح کی زندگی میں آپ کا سخت دشمن تھا ...... اس شخص کے گذشتہ چال چلن کی نسبت لکھنا ہمیں کچھ ضرورت نہیں کہ عیسائی خوب جانتے ہیں۔ افسوس ہے کہ یہ وہی شخص ہے جسنے حضرت مسیح کو جب تک وہ اس ملک میں رہے بہت دکھ دیا اور جب وہ صلیب سے نجات پاکر کشمیر کی طرف چلے آئے تو اُس نے ایک جھوٹی خواب کے ذریعہ سے حواریوں میں اپنے تئیں داخل کیا اور تثلیث کا مسئلہ گھڑا اور عیسائیوں پر سؤر کو جو توریت کے رو سے ابدی حرام تھا حلال کر دیا۔ اور شراب کو بہت وسعت دیدی۔ اور انجیلی عقیدہ میں تثلیث کو داخل کیا تا ان تمام بدعتوں سے یونانی بت پرست خوش ہو جائیں"۔ ؎۳

؎۱:۔ جنگ مقدس صفحہ ۱۹۴ روحانی خزائن جلد ۶؎ ؎۲:۔ چشمہ مسیحی صفحہ ۵۱ روحانی خزائن جلد ۲۰؎
؎۳:۔ کشتی نوح صفحہ ۶۵۔ روحانی خزائن جلد ۱۹؎

(۴)

"صاف ظاہر ہے کہ اگر پولوس حضرت مسیح کے بعد ایک رسول کے رنگ میں ظاہر ہونے والا تھا جیسا کہ خیال کیا گیا ہے تو ضرور حضرت مسیح اسکی نسبت کچھ خبر دیتے۔ خاص کر کے اسی وجہ سے تو خبر دینا نہایت ضروری تھا کہ جبکہ پولوس حضرت عیسٰی کی حیات کے تمام زمانہ میں حضرت عیسٰی سے سخت برگشتہ رہا۔ اور ان کے دُکھ دینے کے لئے طرح طرح کے منصوبے کرتا رہا تو ایسا شخص ان کی وفات کے بعد کیونکر امین سمجھا جا سکتا ہے۔ بجز اس کے کہ خود حضرت مسیح کی طرف سے اس کی نسبت کھلی کھلی پیشگوئی پائی جائے اور اس میں صاف طور پر درج ہو کہ اگرچہ پولوس میری حیات میں میرا سخت مخالف رہا ہے اور مجھے دکھ دیتا رہا ہے لیکن میرے بعد وہ خدا تعالیٰ کا رسول اور نہایت مقدس آدمی ہو جائے گا۔ بالخصوص جبکہ پولوس ایسا آدمی تھا کہ اس نے موسیٰ کی توریت کے برخلاف اپنی طرف سے نئی تعلیم دی۔ سؤر حلال کیا۔ ختنہ کی رسم تو توریت میں ایک موکدّ رسم تھی اور تمام نبیوں کا ختنہ ہوا تھا اور خود حضرت مسیح کا بھی ختنہ ہوا تھا۔ وہ قدیم حکم الٰہی منسوخ کر دیا اور توریت کی توحید کی جگہ تثلیث قائم کر دی اور توریت کے احکام پر عمل کرنا غیر ضروری ٹھہرایا اور بیت المقدس سے بھی انحراف کیا تو ایسے آدمی کی نسبت جس نے موسوی شریعت کو زیر و زبر کر دیا۔ ضرور کوئی پیشگوئی چاہیئے تھی۔ پس جبکہ انجیل میں پولوس کے رسول ہونے کے بارہ میں خبر نہیں اور حضرت عیسٰی علیہ السلام سے اس کی عداوت ثابت ہے اور توریت کے ابدی احکام کا وہ مخالف تو اس کو کیوں اپنا مذہبی پیشوا بنایا گیا؟ کیا اس پر کوئی دلیل ہے؟"[۱]

ان حوالوں سے ظاہر ہے کہ پولوس کی روایت اور ایجاد پر تثلیث اور دیگر عقائد کو اختیار کرنا سراسر نادانی اور جہالت ہے۔

سترہویں دلیل[۱۷]

تثلیث کے خلاف سترہویں دلیل یہ ہے کہ عیسائی لوگ تثلیث کی نہ تو کوئی واضح صورت اور وضاحت پیش کرتے ہیں اور نہ کر سکتے ہیں اور نہ اس بات کا امکان تسلیم کرتے ہیں کہ ایسی وضاحت

---

[۱] - چشمہ مسیحی صفحہ ۴۵-۴۶ روحانی خزائن جلد ۲۰؛

کبھی بھی ممکن ہو سکے گی۔ ظاہر ہے کہ جو عقیدہ نہ سمجھا جا سکتا ہے اور نہ کسی کو سمجھایا جا سکتا ہے وہ سچا اور درست نہیں ہو سکتا۔ خصوصاً اس صورت میں کہ وہ انسانوں سے متعلق ہو اور اس پر ہی انسانوں کی نجات موقوف ہو۔ اس دلیل کو حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے بیان فرمایا ہے۔ اور لکھا ہے کہ اس عقیدہ کو الٰہی رازوں میں سے ایک راز قرار دینا اور اس طرح اس کی وضاحت کرنے سے راہ فرار اختیار کرنا اس کے بطلان کی ایک دلیل ہے۔

عیسائی کہتے ہیں کہ تثلیث ایک مقدس بھید ہے اور یہ مسئلہ بالائے عقل ہے۔ انسان اس کو سمجھ نہیں سکتا۔ حقیقت ہے یہ مسئلہ بالائے عقل نہیں بلکہ خلافِ عقل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسانی عقل اس کو سمجھ نہیں سکتی۔ سوال یہ ہے کہ اگر واقعی مسیحی حضرات کا یہ بیان درست ہے کہ یہ عقیدہ بالائے عقل ہے تو پھر وہ اس عقیدہ کی وضاحت کرنے کی کیوں کوشش کرتے ہیں اور کیوں اس کو سمجھانے اور حل کرنے میں اپنے اوقات عزیز کو ضائع کرتے ہیں۔ حق یہی ہے کہ یہ مسئلہ خلافِ عقل ہے۔ اور اسی وجہ سے نہ آج تک اس کو کوئی عقلمند سمجھ سکا ہے اور نہ کبھی سمجھ سکے گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس بارہ میں فرماتے ہیں :۔

"انجیل خاموش کے چالاک اور عیّار حامیوں نے اس خیال سے کہ انجیل کی تعلیم عقلی زور کے مقابل بے جان محض ہے نہایت ہوشیاری سے اپنے عقاید میں اس امر کو داخل کر لیا کہ تثلیث اور کفّارہ ایسے راز ہیں کہ انسانی عقل ان کی کنہ تک نہیں پہنچ سکتی۔" [1]

حالانکہ اس عقیدہ کا ایک سربستہ راز ہونا ہی اس کے خلاف ایک زبردست اعتراض کی بنیاد ہے وہ عقیدہ ہی کیا جو انسانوں سے متعلق ہونے کے باوجود کسی انسان کی سمجھ میں کبھی نہ آ سکتا ہو؟۔ کیا عیسائیت اپنے متبعین کو آنکھیں بند کر کے ایمان لانے کی دعوت دیتی ہے؟

جہاں تک اس امر کا تعلق ہے کہ کیا واقعی عیسائی بھی اس عقیدہ کو ایسا راز قرار دیتے ہیں جو سمجھ میں نہ آ سکتا ہو۔ عیسائی پادریوں کے مندرجہ ذیل حوالے ہی کافی ہوں گے۔

پادری عماد الدین صاحب لکھتے ہیں :۔

"تثلیث جو اسرارِ الٰہی میں سے ایک سِرّ ہے اس طرح مذکور ہے کہ خُدا ایک ہے

---

[1] :۔ ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۶۲ ؎

اور خدا تین بھی۔ یعنی وحدت فی التثلیث اور تثلیث فی الوحدت۔ ایک میں تین اور تین میں ایک۔ یہ بات آدمی کی سمجھ سے بالاتر ہے۔" لے

پادری ڈبلیو ٹامس اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:۔

"خلقت کے استدلال اور عقلی دلائل اس میں یعنی مسئلہ تثلیث میں حل نہیں سکتے۔" ٢ے

پادری سی جی فانڈر اپنی کتاب میزان الحق میں لکھتے ہیں:۔

"تثلیث ایک راز بستہ ہے کہ جس کی بابت ہم نہیں جانتے کہ کیسے ہے۔" ٣ے

الغرض یہ بات تو سب کو تسلیم ہے کہ تثلیث کا سمجھنا انسان کے بس کا روگ نہیں ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تثلیث کے ردّ میں اس امر کو بھی پیش فرمایا ہے کہ ایسا عقیدہ جو خلافِ عقل ہو اور انسان کی سمجھ میں نہ آسکتا ہو ایک باطل عقیدہ ہے۔

اٹھارہویں دلیل

الوہیت مسیح تثلیث کی سب سے اہم اور بنیادی دلیل ہے۔ تثلیث کی مسیحی تشریح کے مطابق باپ، بیٹا اور روح القدس تینوں خدا ہیں۔ گویا وہ مسیح علیہ السلام کو بیٹے کی شکل میں خدا تسلیم کرتے ہیں۔ حضرت مسیح علیہ السلام کا خدا ہونا گویا تثلیثی عقیدہ کی اصل بنیاد ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خداداد علم کلام کی ایک نمایاں خوبی یہ ہے کہ آپ نے عیسائیت کے عقاید پر کچھ اس طور سے حملہ کیا ہے کہ ان کے سب ہی عقائد کے ردّ میں دلائل دیتے ہوئے عقاید کی بنیادوں کو مسمار کر دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب بنیاد گر جائے تو عمارت قائم نہیں رہ سکتی۔ اس طرح پر عقیدہ تثلیث کے ردّ میں حضور علیہ السلام نے عمومی طور پر اس عقیدہ کی تردید کرنے کے علاوہ قوی دلائل سے یہ امر ثابت کر دیا ہے کہ مسیح کی الوہیت ایک باطل خیال ہے۔ مسیح ہرگز ہرگز خدا نہ تھے۔ یہ تثلیث کے ردّ میں ایسی دلیل

لے:۔ تحقیق الایمان ص۱۳۳ ؛ ٢ے:۔ تشریح التثلیث ص۲۲ ؛

٣ے:۔ میزان الحق مصنفہ سی جی فانڈر ؛

ہے جس سے تثلیث کی ساری عمارت بیوند زمین ہو جاتی ہے۔

حضور علیہ السلام کی بیان فرمودہ اس دلیل پر اس کی اہمیت اور وسعت کے پیشِ نظر آئندہ باب میں تفصیلی روشنی ڈالی جائے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ ٭

"اب وقت آگیا ہے کہ انسان پرستی
کا شہتیر ٹوٹ جائے"

—————— (مسیح موعودؑ)

باب پنجم

تردیدِ الوہیّتِ مسیح

- تردید کی اہمیّت
- تردید کے اصول
- تردید کے دلائل

"سچ یہی ہے کہ یسوع ابنِ مریم نہ خدا
ہے نہ خدا کا بیٹا ہے"

—————— (مسیح موعود)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

"یہ دردناک نظارہ کہ ایسے لوگ دُنیا میں چالیس کروڑ سے بھی کچھ زیادہ پائے جاتے ہیں جنہوں نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کو خُدا سمجھ رکھا ہے۔ میرے دل پر اس قدر صدمہ پہنچاتا رہا ہے کہ مَیں گمان نہیں کرسکتا کہ مجھ پر میری تمام زندگی میں اس سے بڑھ کر کوئی غم گزرا ہو۔ بلکہ اگر ہم وغم سے مرنا میرے لئے ممکن ہوتا تو یہ غم مجھے ہلاک کر دیتا کہ کیوں یہ لوگ خدائے واحد لا شریک کو چھوڑ کر ایک عاجز انسان کی پرستش کر رہے ہیں اور کیوں یہ لوگ اس نبی پر ایمان نہیں لاتے جو سچی ہدایت اور راہِ راست لے کر دنیا میں آیا۔ ہر ایک وقت مجھے یہ اندیشہ رہا ہے کہ اس غم کے صدمات سے مَیں ہلاک نہ ہو جاؤں .... اور میرا اس درد سے یہ حال ہے کہ اگر دوسرے لوگ بہشت چاہتے ہیں تو میرا بہشت یہی ہے کہ مَیں اپنی زندگی میں اس شرک سے انسانوں کو رہائی پاتے اور خدا کا جلال ظاہر ہوتے دیکھ لوں اور میری رُوح ہر وقت دُعا کرتی ہے کہ اے خدا! اگر مَیں تیری طرف سے ہُوں اور اگر تیرے فضل کا سایہ میرے ساتھ ہے تو مجھے یہ دن دکھلا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے سر سے یہ تہمت اُٹھا دی جائے کہ گویا نعوذ باللہ انہوں نے خدائی کا دعویٰ کیا۔ ایک زمانہ گذر گیا کہ میرے پنجوقت کی یہی دعائیں ہیں کہ خُدا ان لوگوں کو آنکھ بخشے اور وہ اس کی وحدانیت پر ایمان لاویں اور اس کے رسول کو شناخت کرلیں اور تثلیث کے اعتقاد سے توبہ کریں" [1]

---

[1] :۔ تبلیغ رسالت جلد ہشتم صفحہ ۴۷ ۔

تردید کی اہمیّت

الوہیت مسیح کا عقیدہ عیسائی مذہب کے لئے رگِ جان کی حیثیت رکھتا ہے۔ اگر موجودہ عیسائیت کے عقائد کا تجزیہ کیا جائے تو اس کے دو ہی بڑے اصول نظر آتے ہیں۔ تثلیث اور کفّارہ۔ ان دونوں عقائد کے اثبات کے لئے الوہیت مسیح ایک بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ کیونکہ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ مسیح علیہ السلام درحقیقت خدا یا خدا کے بیٹے نہ تھے تو تثلیث کی ایک ٹانگ ٹوٹ جاتی ہے اور یہ عقیدہ باطل قرار پاتا ہے۔ اسی طرح اگر یہ ثابت ہو جائے کہ حضرت مسیح علیہ السلام خدا یا خدا کے بیٹے نہ تھے اور اس وجہ سے بقول نصاریٰ معصوم اور بے گناہ نہ تھے تو پھر کفّارہ کا عقیدہ اپنے پہلے مرحلہ پر ہی غلط ثابت ہو جاتا ہے۔ گویا الوہیت مسیح ایک ایسا مرکزی نقطہ اور بنیادی اینٹ ہے جس پر عیسائیت کے سب عقائد کی عمارت استوار کی گئی ہے۔ اور اس ایک بنیاد کے غلط ثابت ہو جانے سے عیسائیت کے سب کے سب عقائد باطل قرار پاتے ہیں۔

الوہیت مسیح کا مسئلہ ایک اور پہلو سے بھی بہت اہمیّت رکھتا ہے۔ عیسائیوں کے لئے یہ مسئلہ نجات کا سرچشمہ اور مسلمانوں کے لئے ہلاکت کی راہ ہے۔ اس لحاظ سے گویا الوہیت مسیح کا مسئلہ اسلام اور عیسائیت کے درمیان ایک فیصلہ کن امر کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس مسئلہ کے درست ثابت ہونے کی صورت میں اسلام سچا نہیں رہتا اور مسئلہ باطل ہونے کی صورت میں عیسائیت کا سارا شیش محل ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے۔ اس پہلو سے اس عقیدہ کی اہمیّت حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے مقدس الفاظ میں یوں ہے۔ فرمایا:-

"یہ کوئی چھوٹا سا دعویٰ نہیں۔ ایک عظیم الشان دعویٰ ہے۔ حضرات عیسائی صاحبان کے عقیدہ کی رُو سے جو شخص حضرت مسیح کی الوہیّت کا انکار کرے وہ ہمیشہ کے جہنم میں گرا دیا جائے گا۔ اور قرآن کریم کی تعلیم کی رُو سے جو شخص ایسا لفظ منہ پر لاوے کہ فلاں شخص درحقیقت خدا ہے یا درحقیقت مَیں ہی خدا ہوں وہ جہنم کے لائق ٹھہرے گا۔" ؎۱

سیّدنا حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے خداداد علم کلام کا ایک نمایاں وصف یہ ہے کہ آپ نے

؎۱:- جنگِ مقدس صفحہ ۹۶ جلد ۶

عیسائی عقائد کی بنیاد پر ایسے کاری وار کئے ہیں کہ باطل عقائد کا طلسم دھوئیں ہو کر اڑنے لگا ہے۔ یہی کیفیت یہاں پر نظر آتی ہے۔ حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے تثلیث کے خود تراشیدہ عقیدہ کے ردّ میں سب سے زیادہ زور الوہیت مسیح کے باطل ثابت کرنے پر دیا ہے۔ مندرجہ بالا سطور سے واضح ہے کہ یہی خیال اس سارے فسانے کی بنیاد ہے۔ پس آپ نے اپنے خداداد علم کلام کے ذریعے الوہیت مسیح کی ایسے زوردار انداز میں تردید فرمائی ہے کہ آج عیسائی عقائد کا وہی حال ہے جو ایک بلند و بالا عمارت کی بنیادی اینٹیں اکھیڑ لینے سے تصوّر کیا جا سکتا ہے۔

سیّدنا حضرت مسیح پاک علیہ السلام کی بعثت کا عظیم الشان مقصد کسرِ صلیب ہے۔ کسرِ صلیب کا حقیقی مفہوم یہی ہے کہ دلیل اور برہان کی رو سے عیسوی مذہب کو باطل قرار دیا جائے۔ اور ثابت کر دیا جائے کہ یہ مذہب حق اور سچائی پر قائم نہیں ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت سے اپنے اس مفوّضہ فرض کو انتہائی کامیابی اور شان سے ادا فرمایا ہے۔ آپ کے ہاتھوں جس رنگ میں کسرِ صلیب کا ظہور ہوا اس سے ہر صاحب بصیرت بخوبی آگاہ ہے۔ اس وقت مجھے یہ بتانا مقصود ہے کہ کسرِ صلیب کے عظیم الشان مشن کے سلسلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک خاص کام یہ تھا کہ آپ الوہیت مسیح کی خاص طور پر تردید کریں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی تحریر فرمایا ہے کہ جہاں میری بعثت کا اصل مقصد کسرِ صلیب ہے وہاں اسی ضمن میں ایک خاص مشن یہ ہے کہ میں الوہیت مسیح کی تردید کروں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

> "اس وقت میری ساری توجہ اس ایک امر کی طرف ہو رہی ہے کہ یہ مخلوق پرستی دُور ہو اور یہ صلیب ٹوٹ جاوے ..... خدا تعالیٰ نے مجھے اسی طرف متوجہ کر دیا ہے کہ یہ شرک جو پھیل ہوا ہے اور حضرت عیسیٰ کو خدا بنایا گیا ہے اس کو نیست و نابود کر دیا جاوے۔ یہ جوش سمندر کی طرح میرے دل میں ہے۔" [1]

پھر آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

> "ہزاروں راستباز خدا تعالیٰ کا الہام پا کر اب تک گواہی دیتے چلے آئے ہیں کہ مسیح ابن مریم ایک عاجز بندہ ہے اور خدا کا نبی۔ چنانچہ اس زمانہ کے عیسائیوں پر گواہی دینے کیلئے خدا تعالیٰ نے مجھے کھڑا کیا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ تا میں لوگوں پر ظاہر کروں کہ ابن مریم کو خدا ٹھہرانا ایک باطل اور کفر کی راہ ہے۔" [2]

---

[1]:۔ ملفوظات جلد ششم صفحہ ۱۰۲-۱۰۳ ؎ [2]:۔ کتاب البریّہ صفحہ ۵۵ روحانی خزائن جلد ۱۳ ؎

ایک اور موقعہ پر فرماتے ہیں :۔

"مَیں سچ کہتا ہوں کہ میرے لیئے اگر کوئی غم ہے تو یہی ہے کہ نوعِ انسان کو اس ظلم صریح سے بچاؤں کہ وہ ایک عاجز انسان کو خدا بنانے میں مبتلاء ہو رہی ہے۔ اور اس سچے اور حقیقی خُدا کے سامنے ان کو پہنچاؤں جو قادر اور مقتدر خُدا ہے۔" [1] 12

چنانچہ واقعات اس امر پر شاہد ہیں کہ مسیح پاک علیہ السلام نے کسرِ صلیب اور ابطال الوہیت مسیح کے لئے ایسے زبردست دلائل پیش فرمائے ہیں کہ عیسائی حضرات نہ ان کا جواب دے سکے ہیں اور نہ قیامت تک دے سکیں گے۔ جیسا کہ آپ نے خود بھی تحریر فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں :۔

"ہمارے اصول عیسائیوں پر ایسے پتھر ہیں کہ وہ ان کا ہرگز جواب نہیں دے سکتے۔" [2]

ابطال الوہیت مسیح کے سلسلے میں سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جہاں ایک طرف ناقابلِ تردید دلائل کا انبار جمع فرمادیا وہاں دوسری طرف عیسائیوں پر اس امر کو پوری طرح واضح بھی فرمادیا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو خدا بنانا ایک ظلم اور زیادتی ہے۔ آپ نے عیسائیوں کو مخاطب کرتے ہوئے نہایت ہمدردی کے ساتھ فرمایا :۔

"اے عیسائیو! یاد رکھو کہ مسیح ابن مریم ہرگز ہرگز خدا نہیں ہے۔ تم اپنے نفسوں پر ظلم مت کرو۔ خدا کی عظمت مخلوق کو مت دو۔ ان باتوں کے سُننے سے ہمارا دل کانپتا ہے کہ تم ایک مخلوق ضعیف و درماندہ کو خُدا کر کے پکارتے ہو۔ سچے خدا کی طرف آجاؤ تا تمہارا بھلا ہو اور تمہاری عاقبت بخیر ہو۔" [3]

اس کے ساتھ ساتھ آپ نے غیر مبہم الفاظ میں اس بات کا بھی اعلان فرما دیا کہ اب اس باطل عقیدہ کی عمر پوری ہو چکی ہے اب ممکن نہیں کہ یہ باطل عقیدہ زیادہ دیر دنیا میں چل سکے۔ آپ فرماتے ہیں :۔

"اب وقت آگیا ہے کہ انسان پرستی کا شہتیر ٹوٹ جاوے۔" [4]

نیز تحریر فرمایا :۔

"جھوٹے خدا کے لئے اتنا ہی غنیمت ہے کہ اُس نے ایک ہزار نوسو برس تک اپنی خدائی کا سکہ قلب چلا لیا۔ آگے یاد رکھو کہ یہ جھوٹی خدائی بہت جلد ختم ہونے والی ہے۔ وہ دن آتے ہیں کہ عیسائیوں کے سعادت مند لڑکے سچے خدا کو پہچان لیں گے اور پرانے بچھڑے ہوئے

---

[1] :۔ ملفوظات جلد ششم صـ ۱۴۴ ؛ [2] :۔ ملفوظات جلد نہم صـ ۲۱ ؛

[3] :۔ کتاب البریہ صـ ۳۷ روحانی خزائن جلد ۱۳ ؛ [4] :۔ ملفوظات جلد پنجم صـ ۲۶۱ ؛

وحدہٗ لاشریک کو روتے ہُوئے آملیں گے۔ یہ مَیں نہیں کہتا بلکہ وہ رُوح کہتی ہے جو میرے اندر ہے۔ جس قدر کوئی سچائی سے لڑ سکتا ہے لڑے۔ جس قدر کوئی مکر کر سکتا ہے کرے بیشک کرے۔ لیکن آخر ایسا ہی ہوگا۔ یہ سہل بات ہے کہ زمین و آسمان مبدّل ہو جائیں۔ یہ آسان ہے کہ پہاڑ اپنی جگہ چھوڑ دیں لیکن یہ وعدے مبدّل نہیں ہوں گے۔" [1]

اللہ اللہ یہ تحدّی یہ یقین کامل اور غیر متزلزل ایمان صرف اسی کاسرِ صلیب کے دل میں پیدا ہو سکتا ہے جس کو خُدا نے جری اللہ فی حلل الانبیاء بنا کر بھیجا ہو۔ ایسا دعویٰ کرنا کسی مولوی یا متکلم کا کام نہیں قبل اس کے کہ تردید الوہیّت مسیح کے دلائل کو ترتیب وار بیان کیا جائے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان اصولی بیانات کو درج کر دوں جو حضور نے الوہیّت مسیح کی تردید میں تحریر فرمائے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے الوہیّت مسیح کے عقیدہ کے خلاف چار گواہ مقرر فرمائے۔ آپ فرماتے ہیں :۔

"اللہ تعالیٰ نے عیسائیوں کو ملزم کرنے کے لئے چار گواہ ان کے ابطال پر کھڑے کئے ہیں :۔

اوّل :۔ یہودی کہ جو تخمیناً ساڑھے تین ہزار برس سے گواہی دے رہے ہیں کہ ہمیں ہرگز ہرگز تثلیث کی تعلیم نہیں ملی۔ اور نہ کوئی ایسی پیشگوئی کسی نبی نے کی کہ کوئی خدا یا حقیقی طور پر ابن اللہ زمین پر ظاہر ہونے والا ہے۔

دوم :۔ حضرت یحییٰ کی امّت یعنی یوحنا کی امّت جو اب تک بلادِ شام میں موجود ہے۔ جو حضرت مسیح کو اپنی قدیم تعلیم کی رُو سے صرف انسان اور نبی اور حضرت یحییٰ کا شاگرد جانتے ہیں۔

تیسرے :۔ فرقہ موحّدہ عیسائیوں کا جن کا بار بار قرآن شریف میں بھی ذکر ہے جن کی بحث روم سے تیسری صدی کے قیصر نے تثلیث والوں سے کرائی تھی اور فرقہ موحّدہ غالب رہا تھا۔ اور اس وجہ سے قیصر نے فرقہ موحّدہ کا مذہب اختیار کر لیا تھا۔

چوتھے :۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن شریف جنہوں نے گواہی دی کہ مسیح ابن مریم ہرگز خُدا نہیں ہے۔ اور نہ خُدا کا بیٹا ہے۔ بلکہ خُدا کا نبی ہے۔" [2]

---

[1] :۔ سراج منیر صفحہ ۶۶۔ روحانی خزائن جلد ۱۲؛

[2] :۔ کتاب البریّہ صفحہ ۵۵۔ " " " ۱۳؛

اصولی تجزیہ

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے الوہیّت مسیح کے مسئلہ کے بارہ میں اپنی کتاب "کتاب البریّہ" میں تفصیلی بحث فرمائی ہے۔ اس میں آپ فرماتے ہیں کہ کسی بھی عقیدہ کی صداقت معلوم کرنے کے لئے تین معیار ہو سکتے ہیں:۔

۱۔ خدائی کتاب سے اور پرانی تعلیمات سے اس عقیدہ کا ثبوت مل جائے۔

۲۔ عقل اس عقیدہ کی صداقت پر گواہی دے۔

۳۔ آسمانی نشانوں سے وہ عقیدہ درست ثابت ہو۔

ان اصولوں کے بیان فرمانے کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بالوضاحت تحریر فرمایا ہے کہ الوہیّت مسیح کا عقیدہ ان ہر سہ معیاروں کے اعتبار سے باطل قرار پاتا ہے۔ پہلے معیار کے متعلق آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

"اگر ...... ان کے اس جسمانی اور محدود خدا کا جس کا نام وہ یسوع رکھتے ہیں پہلی تعلیموں سے پتہ تلاش کیا جائے یا یہودیوں کے اظہار لئے جائیں تو ایک ذرّہ سی بھی ایسی تعلیم نہیں ملے گی جس سے خدا کا نقشہ کھینچ کر دکھلایا ہو۔ اگر یہودیوں کو یہ تعلیم دی جاتی تو ممکن نہ تھا کہ ان کے تمام فرقے اس ضروری تعلیم کو جو ان کی نجات کا مدار تھی فراموش کر دیتے اور کوئی ایک آدھ فرقہ بھی اس تعلیم پر قائم نہ رہتا"۔ [۱]

اس سلسلہ میں حضور نے یہود کے عملی انکار کو بطور دلیل پیش کیا ہے۔ فرماتے ہیں:۔

"کیا یہ تعجب کی بات نہیں کہ ایک ایسا عظیم الشان گروہ جس میں ہر زمانہ میں ہزارہا عالم فاضل موجود رہے ہیں .... ایک ایسی تعلیم سے ان کو بے خبری ہو جو چودہ سو برس سے برابر ان کو ملتی رہی ...... ایسا ہی صدی بعد صدی ان کے نبی نہایت اہتمام سے اس تعلیم کی تاکید کرتے چلے آئے۔ یہانتک کہ اس صدی تک نوبت پہنچ گئی جس میں ایک شخص نے خدائی کا دعویٰ کیا اور وہ لوگ سب کے سب اس دعویٰ سے سخت انکاری ہوئے اور بالاتفاق کہا کہ یہ دعویٰ اس مسلسل تعلیم کے برخلاف ہے کہ جو توریت اور دوسری کتابوں سے خدا کے نبیوں کی معرفت چودہ سو برس سے آج تک ہمیں ملتی رہی ہے"۔ [۲]

---

[۱]:۔ کتاب البریّہ صفحہ ۔ روحانی خزائن جلد ۱۳؛ [۲]:۔ کتاب البریّہ صفحہ ۵۱-۵۰ روحانی خزائن جلد ۱۳؛

خلاصہ یہ ہے کہ :۔

"منقول کی رُو سے عیسائیوں کا عقیدہ نہایت بودا ہے بلکہ قابلِ شرم ہے"۔ [1]

معیار دوم کے متعلق تحریر فرمایا :۔

" رہا دوسرا ذریعہ شناخت حق کا جو عقل ہے سو عقل تو عیسائی عقیدہ کو دُور سے دھکے دیتی ہے۔ عیسائی اس بات کو مانتے ہیں کہ جس جگہ تثلیث کی منادی نہیں پہنچی ایسے لوگوں سے صرف قرآن اور توریت کی توحید کی رو سے مواخذہ ہوگا تثلیث کا مؤاخذہ نہیں ہوگا پس وہ اس بیان سے صاف گواہی دیتے ہیں کہ تثلیث کا عقیدہ عقل کے موافق نہیں۔ کیونکہ اگر عقل کے موافق ہوتا تو جیسا کہ بے خبر لوگوں سے توحید کا مؤاخذہ ضروری ہے ایسا ہی تثلیث کا مؤاخذہ بھی ضروری ٹھہرتا"۔ [2]

معیار سوم کے بارہ میں آپ نے فرمایا :۔

"تیسرا ذریعہ شناخت حق کا آسمانی نشان ہیں یعنی یہ کہ سچے مذہب کے لئے ضروری ہے کہ اس کا صرف قصوں اور کہانیوں پر سہارا نہ ہو بلکہ ہر ایک زمانہ میں اس کی شناخت کے لئے آسمانی دروازے کھلے رہیں اور آسمانی نشان ظاہر ہوتے رہیں تا معلوم ہو کہ اس زندہ خدا سے اس کا تعلق ہے کہ جو ہمیشہ سچائی کی حمایت کرتا ہے۔ سو افسوس کہ عیسائی مذہب میں یہ علامت بھی پائی نہیں جاتی بلکہ بیان کیا جاتا ہے کہ سلسلہ نشانوں اور معجزات کا آگے نہیں بلکہ پیچھے رہ گیا ہے اور بجائے اس کے کہ کوئی موجودہ آسمانی نشان دکھلایا جائے ان باتوں کو پیش کرتے ہیں کہ جو اس زمانہ کی نظر میں صرف قصے اور کہانیاں ہیں۔ ظاہر ہے کہ اگر یسوع نے کسی زمانہ میں اپنی خدائی ثابت کرنے کیلئے چند ماہی گیروں کو نشان دکھلائے تھے تو اب اس زمانہ کے تعلیم یافتہ لوگوں کو ان اَن پڑھوں کی نسبت نشان دیکھنے کی بہت زیادہ ضرورت ہے کیونکہ ان بے چاروں کو کسی عاجز انسان کی خدائی سمجھ نہیں آتی اور کوئی منطق یا فلسفہ ایسا نہیں جو ایسے شخص کو خدائی کے دعویٰ کی ڈگری دے جس کی ساری رات کی دُعا بھی منظور نہ ہو سکی اور جس نے اپنے زندگی کے سلسلہ میں ثابت کر دیا کہ اس کی روح کمزور ہے اور نادان بھی۔ پس اگر یسوع اب بھی زندہ خدا ہے اور اپنے پرستاروں کی آواز سنتا ہے تو چاہیئے کہ اپنی جماعت کو جو ایک معقول

---

[1] :۔ کتاب البریّہ صفحہ ۵۲ روحانی خزائن جلد ۱۳ ؛ [2] :۔ کتاب البریّہ صفحہ ۵۲۔ روحانی خزائن جلد ۱۳ ؛

عقیدہ پر بے وجہ زور دے یہی ہے اپنے آسمانی نشانوں کے ذریعے سے مدد دے۔ انسان تسلّی پانے کے لئے ہمیشہ آسمانی نشانوں کے مشاہدہ کا محتاج ہے۔ اور ہمیشہ رُوح اس کی اس بات کی بھوکی اور پیاسی ہے کہ اپنے خدا کو آسمانی نشانوں کے ذریعے سے دیکھے اور اسی طرح پر دہریوں اور طبعیوں اور ملحدوں کی کشاکش سے نجات پاوے۔ سو سچا مذہب خدا کے ڈھونڈنے والوں پر آسمانی نشانوں کا دروازہ ہرگز بند نہیں کرتا۔[۱]

ان تینوں معیاروں کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا:۔

"جب میں دیکھتا ہوں کہ عیسائی مذہب میں خداشناسی کے تینوں ذریعے مفقود ہیں تو مجھے تعجب آتا ہے کہ کس بات کے سہارے سے یہ لوگ یسوع پرستی پر بندر مار رہے ہیں کیسی بدنصیبی ہے کہ آسمانی دروازے ان پر بند ہیں معقول دلائل ان کو اپنے دروازے سے دھکے دیتے ہیں۔ اور منقولی دستاویزیں جو گذشتہ نبیوں کی مسلسل تعلیموں سے پیش کرنی چاہیئے تھیں وہ ان کے پاس موجود نہیں۔........ انسان کی عقلمندی یہ ہے کہ ایسا مذہب اختیار کرے کہ جس کے اصول خداشناسی پر سب کا اتفاق ہو۔ اور عقل بھی شہادت دے اور آسمانی دروازے بھی اس مذہب پر بند نہ ہوں۔ سو غور کر کے معلوم ہوتا ہے کہ ان تینوں صفتوں سے عیسائی مذہب بے نصیب ہے۔ اس کا خداشناسی کا طریق ایسا نرالا ہے کہ نہ اس پر یہودیوں نے قدم مارا اور نہ دنیا کی اور کسی آسمانی کتاب نے۔ وہ ہدایت کی اور عقل کی شہادت کا یہ حال ہے کہ خود یورپ میں جس قدر لوگ علوم عقلیہ میں ماہر ہوتے جاتے ہیں وہ عیسائیوں کے اس عقیدہ پر ٹھٹھا اور ہنسی کرتے ہیں"[۲]

اس تمہید کے بعد میں ان دلائل کو بیان کرتا ہوں جو کاسرِ صلیب سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ابطال الوہیتِ مسیح کے سلسلہ میں بیان فرمائے ہیں:۔

پہلی دلیل

الوہیتِ مسیح کی تردید میں سب سے پہلی دلیل یہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السّلام نے خود کبھی اور کسی جگہ یہ دعویٰ نہیں فرمایا کہ میں خدا یا خدا کا بیٹا ہوں۔ خدائی کا معاملہ کوئی ایسا معمولی سا معاملہ نہیں کہ بغیر دعویٰ کے اس کو کسی کی طرف منسوب کر دیا جائے۔ بلکہ حق تو یہ ہے کہ صرف دعویٰ کبھی بھی صداقت کی دلیل

۱:۔ کتاب البریّہ صفحہ ۸۳-۸۴ روحانی خزائن جلد ۱۳ ۲:۔ کتاب البریّہ صفحہ ۸۵ روحانی خزائن جلد ۱۳

نہیں ہوا کرتا۔ بلکہ ہر دعویٰ کو ثابت کرنے کے لئے مضبوط دلیلوں کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ لیکن اگر معاملہ ایسا ہو کہ جس شخص کے بارہ میں ایک بات بیان کی جاتی ہے وہ خود تو نہ صرف یہ کہ اس بات کا مدعی نہیں بلکہ صاف طور پر انکار کرتا ہے لیکن دوسرے لوگ ایک بہت بڑا دعویٰ اس کی طرف منسوب کریں۔ اور خواہ مخواہ اس کے سر پر تھوپنے کی کوشش کریں تو اس صورت میں مدعی سست اور گواہ چست والی مثال صادق آئے گی۔ یہی صورت یہاں پر ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے کبھی دعویٰ الوہیت نہیں کیا بلکہ ہمیشہ اس کی پُرزور تردید کی ہے۔ لیکن افسوس ہے ان عیسائیوں پر جو بغیر کسی دلیل کے اتنے عظیم دعویٰ کو ایک ایسے وجود کی طرف منسوب کرنے سے نہیں شرماتے جو ایسے دعویٰ سے اپنی دست برداری کا اعلان کرتا ہے۔ اور دلی بیزاری کا اظہار کرتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس دلیل کو بیان فرمایا ہے۔ آپ حضرت مسیح علیہ السلام کے ذکر میں فرماتے ہیں:۔

"مسیح نے کہیں اپنی خدائی کا دعویٰ نہیں کیا یہودیوں کے پتھراؤ کرنے پر اور اس کفر کے الزام پر ان کا قولی اور کتابی محاورہ پیش کرکے نجات پائی۔ اپنی خدائی کا کوئی ثبوت نہ دیا۔"[1]

نیز فرمایا:۔

"انہوں نے اپنی نسبت کوئی ایسا دعویٰ نہیں کیا جس سے وہ خدائی کے مدعی ثابت ہوں۔"[2]

پھر آپ نے فرمایا:۔

"یاد رکھو کہ خدائی کے دعویٰ کی حضرت مسیح پر سراسر تہمت ہے انہوں نے ہرگز ایسا دعویٰ نہیں کیا۔"[3]

عیسائی حضرات بعض اوقات کچھ حوالے پیش کرتے ہیں جن کے بعض الفاظ سے وہ یہ استدلال کرتے ہیں کہ گویا مسیح نے الوہیت کا دعویٰ کیا تھا۔ اسکے جواب میں مسیح پاک علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"جس قدر ان کے کلمات ہیں جن سے ان کی خدائی سمجھی جاتی ہے ایسا سمجھنا غلطی ہے۔ اسی رنگ کے ہزاروں کلمات خدا کے نبیوں کے حق میں بطور استعارہ اور مجاز کے ہوتے ہیں۔ ان سے خدائی نکالنا کسی عقلمند کا کام نہیں بلکہ انہیں کا کام ہے جو خواہ مخواہ انسان کو خدا بنانے کا شوق رکھتے ہیں۔"[4]

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس سارے بیان سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے کبھی خدا ہونے

---

[1]:۔ ملفوظات جلد سوم صفحہ ۱۳۵-۱۳۶ ٭ [2]:۔ لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۳۴ روحانی خزائن جلد ۲۰ ٭
[3]:۔ لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۳۴ روحانی خزائن جلد ۲۰ ٭ [4]:۔ " " " " " " ٭

کا دعویٰ نہیں کیا۔ پس جب دعویٰ ہی ثابت نہیں تو اس کے حق میں دلیلیں بیان کرنے کا کیا سوال ہے؟ حضرت مسیح علیہ السلام کا دعویٰ الوہیت نہ کرنا سب سے پہلی دلیل ہے کہ وہ حقیقت میں خدا نہ تھے۔ اگر واقعی خدا تھے تو اس کا اعلان اور دعویٰ کرنے میں کیا روک تھی؟

دوسری دلیل

ابطالِ الوہیتِ مسیح کے لئے دوسری دلیل حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ بیان فرمائی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے ہمیشہ توحید کی منادی کی ہے۔ یہ دلیل گویا پہلی دلیل ہی کے دوسرے رُخ کو پیش کرتی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نہ صرف یہ کہ الوہیت کا کبھی اور کسی جگہ دعویٰ نہیں فرمایا۔ بلکہ

الف :۔ ہمیشہ اس دعویٰ سے انکار کیا اور جب بھی ایسا موقع پیدا ہوا کہ ان کی نسبت ایسا ادّعا بیان کیا گیا تو انہوں نے بجائے تصدیق کرنے کے اس کی پُرزور تردید کی۔

ب :۔ ساری عمر توحید پہ قائم رہے اور اسی کی منادی کرتے رہے۔

یہ دونوں امر انجیل سے ثابت ہو جاتے ہیں۔ اور الوہیت مسیح کے عقیدہ کے خلاف ایسی زبردست حجت ہیں جس کا جواب عیسائی پیش نہیں کر سکتے۔ جہاں تک خدائی کے دعویٰ سے انکار کا تعلق ہے انجیل میں لکھا ہے کہ :۔

"یہودیوں نے اُسے سنگسار کرنے کے لئے پھر پتھر اُٹھائے۔ یسوع نے انہیں جواب دیا کہ مَیں نے تم کو باپ کی طرف سے بہتیرے اچھے کام دکھائے ہیں ان میں سے کس کام کے سبب مجھے سنگسار کرتے ہو۔ یہودیوں نے اُسے جواب دیا کہ اچھے کام کے سبب نہیں بلکہ کفر کے سبب تجھے سنگسار کرتے ہیں۔ اور اس لئے کہ تو آدمی ہو کر اپنے آپ کو خدا بناتا ہے۔ یسوع نے انہیں جواب دیا کہ تمہاری شریعت میں یہ نہیں لکھا ہے کہ مَیں نے کہا تم خدا ہو؟ جبکہ اُس نے انہیں خدا کہا۔ جن کے پاس خدا کا کلام آیا اور کتاب مقدس کا باطل ہونا ممکن نہیں۔ تم اس شخص سے جسے باپ نے مقدس کر کے دنیا میں بھیجا۔ کہتے ہو کہ تو کفر بکتا ہے۔ اس لئے کہ مَیں نے کہا کہ مَیں خدا کا بیٹا ہوں۔"[1]

گویا مسیح نے صاف بتا دیا کہ میرا یہ قول کہ مَیں خدا کا بیٹا ہوں حقیقت پہ محمول نہیں کیا جا سکتا ہے۔ اور اس کے معنے اسی طرز پہ کئے جائیں گے جس طرح اس قول کے کئے جائیں گے کہ "مَیں نے کہا تم خدا ہو۔"

---

[1] :۔ یوحنا ۱۰: ۳۱-۳۶

حضرت مسیح کا یہ بیان خُدا ہونے سے واضح انکار ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس سلسلہ میں فرماتے ہیں :۔

"جب مسیح کو یہودیوں نے اس کے کفر کے بدلے میں کہ یہ ابن اللہ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے پتھراؤ کرنا چاہا تو اُس نے انہیں صاف کہا کہ کیا تمہاری شریعت میں یہ نہیں لکھا کہ تم خدا ہو۔ اب ایک دانشمند خوب سوچ سکتا ہے کہ اس الزام کے وقت تو چاہیئے تھا کہ مسیح اپنی پوری بریت کرتے۔ اور اپنی خدائی کے نشان دکھا کر انہیں ملزم کرتے اور اس حالت میں کہ ان پر کفر کا الزام لگایا گیا تھا تو ان کا فرض ہونا چاہیئے تھا کہ اگر وہ فی الحقیقت خدا یا خدا کے بیٹے ہی تھے تو یہ جواب دیتے کہ یہ کفر نہیں بلکہ مَیں واقعی طور پر خدا کا بیٹا ہوں۔ اور میرے پاس اس کے ثبوت کے لئے تمہاری ہی کتابوں میں فلاں فلاں موقع پر صاف لکھا ہے کہ مَیں قادر مطلق عالم الغیب خُدا ہوں۔ اور لاؤ مَیں دکھا دوں۔ اور پھر اپنی قدرتوں طاقتوں سے ان کو نشانات خدائی بھی دکھا دیتے اور وہ کام جو اُنہوں نے خدائی سے پہلے دکھائے تھے ان کی فہرست الگ دے دیتے۔ پھر ایسے بیّن ثبوت کے بعد کس یہودی فقیہہ یا فریسی کی طاقت تھی کہ انکار کرتا۔ وہ تو ایسے خُدا کو دیکھ کر سجدہ کرتے مگر برخلاف اس کے آپ نے کیا تو یہ کیا کہہ دیا کہ تمہیں خدا لکھا ہے۔ اب خدا ترس دل لے کر غور کرو کہ یہ اپنی خدائی کا ثبوت دیا یا ابطال کیا؟" [1]

حضرت مسیح کے توحید پر قائم ہونے اور توحید کا اعلان کرنے پر انجیل کی مندرجہ ذیل دو آیات کی گواہی ہی کافی ہے۔ لکھا ہے :۔

۱۔ "...... ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ خدائے واحد اور برحق کو اور یسوع مسیح کو جسے تُو نے بھیجا ہے جانیں۔" [2]

۲۔ " اے اسرائیل سُن ہمارا خُدا ایک ہی خداوند ہے۔" [3]

پس ثابت ہُوا کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے ہمیشہ توحید کی منادی کی ہے۔ ہمارا استدلال یہ ہے کہ اگر مسیح خود خُدا تھے اور تثلیث کی ایک کڑی ان کے وجود سے پوری ہوتی تھی تو انہوں نے خدائے واحد کا پرچار کیوں کیا؟

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس دلیل کو ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں :۔

"حضرت مسیح نے کسی جگہ تثلیث کی تعلیم نہیں دی۔ اور وہ جب تک زندہ رہے

---

[1] :۔ ملفوظات جلد سوم صفحہ ۱۳۵ ؛ [2] :۔ یوحنا ۱۷/۳ ؛ [3] :۔ مرقس ۱۲/۲۹-۳۰ ؛

خدائے واحد لاشریک کی تعلیم دیتے رہے "۔ [1]

نیز فرمایا :۔

" ان کا وہ کلمہ جو صلیب پر چڑھائے جانے کے وقت ان کے مُنہ سے نکلا کیسا توحید پر دلالت کرتا ہے کہ انہوں نے نہایت عاجزی سے کہا ایلی ایلی لما سبقتنی یعنی اے میرے خدا! اے میرے خدا تُو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔ کیا جو شخص اس عاجزی سے خُدا کو پکارتا ہے اور اقرار کرتا ہے کہ خُدا میرا رب ہے اس کی نسبت کوئی عقلمند گمان کر سکتا ہے کہ اس نے درحقیقت خدائی کا دعویٰ کیا تھا؟ " [2]

پس حضرت مسیح علیہ السلام کا خدائی کے دعویٰ سے واضح انکار کرنا اور ساری عمر توحید کی اعلانیہ منادی کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ خود خدا نہ تھے۔ کیونکہ اگر ان کو خدا مانا جائے تو ان کے اقوال اور عمل اس کے خلاف پڑتے ہیں۔ یہ اختلاف سہوًا ہو یا عمدًا ہر صورت میں خدا کی شان سے بہت بعید ہے۔

تیسری دلیل

ابطالِ الوہیتِ مسیح کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے استقراء کو ایک دلیل کے طور پر پیش فرمایا ہے۔ یہ وہ دلیل ہے جس کو حضور نے اپنے مباحثہ " جنگِ مقدس " میں سب سے پہلے پیش فرمایا۔

حضور نے یہ بیان فرمایا تھا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا خُدا کے بیٹے کے طور پر دنیا میں آنا استقراء کے خلاف ہے اور اس دلیل کو قرآن مجید نے اس آیت کریمہ میں بیان فرمایا ہے جس میں لکھا ہے ۔

مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۔

کہ مسیح ابن مریم تو خُدا کے ایک رسُول ہیں اور اس جیسے ہزاروں رسول اس سے پہلے گذر چکے ہیں۔ پادری عبداللہ آتھم کی درخواست پر حضور نے سب سے پہلے استقراء کی تعریف فرمائی جو درج ذیل ہے۔ آپ نے فرمایا :۔

" استقراء اس کو کہتے ہیں کہ جزئیات مشہودہ کا جہاں تک ممکن ہے تتبع کر کے باقی جزئیات کا انہی پر قیاس کر دیا جائے یعنی جس قدر جزئیات ہماری نظر کے سامنے ہوں یا تاریخی سلسلہ میں ان کا ثبوت مل سکتا ہو تو جو ایک شان خاص اور ایک حالت خاص

---

[1] : چشمہ مسیحی ص۲۲ روحانی خزائن جلد ۲۰ ؛ [2] : چشمہ مسیحی ص۲۳ روحانی خزائن جلد ۲۰ ؛

قدرتی طور پر وہ رکھتے ہیں اس پر تمام جزئیات کا اس وقت تک قیاس کر لیں جب تک کہ ان کے مخالف کوئی اور جزئی ثابت ہو کر پیش نہ ہو۔" [1]

پھر اس کے بعد یہ استدلال فرمایا کہ اس آیت مذکورہ بالا کی رو سے استقرائی طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ مسیح بھی ایک رسول ہی تھے اور الوہیت مسیح کے باطل ہونے کی دلیل یہ ہے کہ جب وہ رسول ثابت ہو گئے تو خدا یا خدا کے بیٹے کس طرح ہوئے؟ آپ نے دلیل کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:۔

"قیاس استقرائی دنیا کے حقائق ثابت کرنے کے لئے اوّل درجہ کا مرتبہ رکھتا ہے۔ تو اسی جہت سے اللہ جلّ شانہٗ نے سب سے پہلے قیاس استقرائی کو ہی پیش کیا ہے۔ اور فرمایا

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ

یعنی حضرت مسیح علیہ السلام بے شک نبی تھے اور اللہ جلّ شانہٗ کے پیارے رسول تھے مگر وہ انسان تھے۔ تم نظر اٹھا کر دیکھو کہ جب سے یہ سلسلہ تبلیغ اور کلام الٰہی کے نازل کرنے کا شروع ہوا ہے ہمیشہ اور قدیم سے انسان ہی رسالت کا مرتبہ پا کر دنیا میں آتے رہے ہیں یا کبھی اللہ تعالیٰ کا بیٹا بھی آیا ہے۔ اور خَلَتْ کا لفظ اس طرف توجہ دلاتا ہے کہ جہاں تک تمہاری نظر تاریخی سلسلہ کو دیکھنے کے لئے وفا کر سکتی ہے اور گذشتہ لوگوں کا حال معلوم کر سکتے ہو خوب سوچو اور سمجھو کہ کبھی یہ سلسلہ ٹوٹا بھی ہے۔ کیا تم کوئی ایسی نظیر پیش کر سکتے ہو جس سے ثابت ہو سکے کہ یہ امر ممکنات میں سے ہے۔ پہلے بھی کبھی کبھی ہوتا ہی آیا ہے۔ سو عقلمند آدمی اس جگہ ذرا ٹھہر کر اور اللہ جلّ شانہٗ کا خوف کر کے دل میں سوچے کہ حادثات کا سلسلہ اس بات کو چاہتا ہے کہ اس کی نظیر بھی کبھی کسی زمانہ میں پائی جاوے۔" [2]

اسی ضمن میں آپ نے تحریر فرمایا:۔

"اللہ جلّ شانہٗ نے سب سے پہلے ابطال الوہیت کے لئے یہی دلیل استقرائی پیش کی ہے۔" [3]

نیز فرمایا:۔

"اسی بناء پر میں نے کہا تھا کہ اللہ جلّ شانہٗ کی یہ دلیل معقولی کہ قد خلت من قبلہ الرسل جو بطور استقراء کے بیان کی گئی ہے۔ یہ ایک قطعی اور یقینی دلیل استقرائی ہے۔ جب تک کہ اس دلیل کو توڑ کر نہ دکھلایا جائے۔ اور یہ ثابت نہ کیا جائے کہ

---

[1] :۔ جنگِ مقدس صفحہ ۳۱-۳۲ روحانی خزائن جلد ۶ ٭ [2] :۔ جنگِ مقدس صفحہ ۹ روحانی خزائن جلد ۶ ٭
[3] :۔ " " صفحہ ۱۰ " " " ٭

خدا تعالیٰ کی رسالتوں کو لے کر خدا تعالیٰ کے بیٹے بھی آیا کرتے ہیں۔ اس وقت تک حضرت مسیح کا خدا تعالیٰ کا حقیقی بیٹا ہونا ثابت نہیں ہو سکتا۔" مل

دلیل استقرائی کی وضاحت کے ضمن میں حضور نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر یہ کہا جائے کہ کبھی خدا اپنے بیٹے بھی بھیجا کرتا ہے تو اوّل تو اس کی کوئی دلیل ہونی چاہیئے اور پھر عادت کے ثابت کرنے کے لئے ایک نہیں بلکہ کئی بیٹے ایسے ہونے چاہئیں جو یکے بعد دیگرے دنیا کی اصلاح کے لئے آئیں۔ آپ نے فرمایا:-

"خُدا کا کوئی فعل اس کی قدیم عادت سے مخالف نہیں۔ اور عادت کثرت اور کلیت کو چاہتی ہے۔ پس اگر درحقیقت بیٹے کو بھیجنا خدا کی عادت میں داخل ہے تو خدا کے بہت سے بیٹے چاہئیں۔ تا عادت کا مفہوم جو کثرت کو چاہتا ہے۔ ثابت ہو اور تا بعض بیٹے جنّات کے لئے مصلوب ہوں۔ اور بعض انسانوں کے لئے۔ اور بعض ان مخلوقات کے لئے جو دوسرے اجرام میں آباد ہیں۔ یہ اعتراض بھی ایسا تھا کہ ایک لحظہ کے لئے بھی اس میں غور کرنا فی الفور عیسائیت کی تاریکی سے انسان کو چھوڑا دیتا ہے۔" ے

جب عیسائیوں کے سامنے یہ دلیل استقرائی پیش کی جاتی ہے اور مطالبہ کیا جاتا ہے کہ تم کوئی ایک مثال تو پیش کرو کہ کبھی خدا نے اپنے بیٹے کو بھی دنیا میں بھیجا ہو۔ تو وہ خود حضرت مسیح علیہ السلام کو پیش کر دیا کرتے ہیں کہ دیکھو حضرت مسیح خدا کے بیٹے تھے۔

یہ مثال اس وجہ سے درست نہیں کہ خود حضرت مسیح کی ابنیت محلِّ نظر ہے۔ پس جو بات خود قابلِ ثبوت ہو اس کو کسی اور امر کی دلیل کے طور پر کیسے پیش کیا جا سکتا ہے۔ بلکہ یہاں تو یہ صورت ہے کہ ابنیت مسیح ہی کے ثبوت کا سوال ہے۔ کیا کسی امر کے ثبوت کے لئے اسی امر کو بطور ثبوت پیش کیا جا سکتا ہے۔ ہرگز نہیں یہ تو مصادرہ علی المطلوب ہے جو فن مناظرہ میں باطل مانا گیا ہے۔ پس ابنیت مسیح کے دعویٰ کو ابنیت مسیح کی دلیل کے طور پر پیش نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی عیسائیوں کے اس عذر کا جواب تحریر فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:-

"اگر یہ کہو کہ آگے تو نہیں مگر اب تو آگیا ہے تو فن مناظرہ میں اس کا نام مصادرہ علی المطلوب ہے یعنی جو امر متنازعہ فیہ ہے اسی کو بطور دلیل پیش کر دیا جائے مطلب یہ ہے کہ زیر بحث تو یہی امر ہے کہ حضرت مسیح اس سلسلہ متصلہ مرفوعہ کو توڑ کر کیونکر

لے:- جنگِ مقدس صـ۲۳ روحانی خزائن جلد ۶ ۔ ے:- کتاب البریہ صـ۵۹-۶۰ روحانی خزائن جلد ۱۳

بحیثیت ابن اللہ ہونے کے دنیا میں آگئے'' ؎۱

پس ظاہر ہے کہ اس دلیل استقرائی کے جواب میں حضرت مسیح علیہ السلام کو بطور مثال پیش کرنا درست نہیں۔ الغرض حضور نے الوہیت مسیح کے ردّ میں قرآنی آیت پیش فرماتے ہوئے استقراء کو پیش فرمایا ہے۔ اس دلیل کو بیان فرمانے کے بعد آپ فرماتے ہیں :۔

"اللہ جلّ شانہٗ اس دلیل میں صاف توجہ دلاتا ہے کہ تم مسیح سے لیکر انبیاء کے انتہائی سلسلہ تک دیکھ لو جہاں سے سلسلہ نبوت کا شروع ہوا ہے۔ کہ بجز نوع انسان کے کبھی خدا یا خدا کا بیٹا بھی دنیا میں آیا ہے'' ؎۲

پس ظاہر ہے کہ استقراء کی یہ دلیل بہت مضبوط اور وزنی ہے جو الوہیت مسیح اور ابنیت مسیح کو باطل قرار دیتی ہے۔

اس موقعہ پر بعض اوقات عیسائی حضرات حضرت آدم علیہ السلام کی مثال پیش کیا کرتے ہیں۔ کہ جس طرح وہ ایک معروف طریقہ کے برخلاف پیدا ہوئے تھے اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی باقی آنے والے رسولوں سے خلاف بطور ابن اللہ اور خدا دنیا میں آگئے ہیں۔ گویا حضرت آدم علیہ السلام کی مثال پیش کر کے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے استقراء کے خلاف بطور ابن اللہ آنے کا جواز ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس عذر کے ردّ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

"اگر حضرت مسیح کو حضرت آدم علیہ السلام سے مشابہ کرنا ہے اور اس نظیر سے فائدہ اُٹھانا مدّنظر ہے تو چاہیئے کہ جس طرح پر اور جن دلائل عقلیہ سے انتہائی سلسلہ نوع انسان کا حضرت آدم کی پیدائش خاص تسلیم کی گئی ہے اسی طرح پر حضرت مسیح کا ابن اللہ ہونا یا خدا ہونا اور سلسلہ سابقہ مشہودہ مثبتہ کو توڑ کر بحیثیت خدائی و ابنیت خدا تعالیٰ دنیا میں آنا ثابت کر دکھلا دیں پھر کوئی وجہ انکار کی نہ ہوگی کیونکہ سلسلہ استقراء کے مخالف جب کوئی امر ثابت ہو جائے تو وہ امر بھی قانونِ قدرت اور سنّت اللہ میں داخل ہو جاتا ہے سو ثابت کرنا چاہیئے مگر دلائل عقلیہ سے'' ؎۳

چوتھی دلیل

حضرت مسیح علیہ السلام کی الوہیت کے ردّ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآن مجید کے

؎۱:۔ جنگ مقدس صفحہ ۳۲ روحانی خزائن جلد ۶ ؎۲:۔ ایضاً صفحہ ۳۲ ؎۳:۔ ایضاً صفحہ ۳۲، صفحہ ۳۳

ان الفاظ سے بھی استدلال فرمایا ہے کہ وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ۔حضور نے فرمایا ہے :۔
کہ چونکہ حضرت مسیح علیہ السلام کی ماں تھی اور یہ امر سب کو مسلّم ہے خواہ مسلمان ہوں یا عیسائی اس وجہ سے وہ خدا نہیں ہو سکتے ۔وجہ یہ ہے کہ :۔

۱۔ ان کی والدہ چونکہ انسان تھیں اس لئے لازماً وہ بھی اسی نوع میں سے ہوں گے ۔

۲۔ ان کی والدہ کا ہونا ثبوت ہے اس بات کا کہ وہ دوسرے وجود کے محتاج تھے اور جو محتاج ہو وہ خدا نہیں ہو سکتا ۔

۳۔ جن اشیاء میں توالد و تناسل کا سلسلہ جاری ہوتا ہے وہ ہالکۃ الذات ہوتی ہیں ۔پس جو وجود موت کا شکار ہو سکتا ہو (اور عملاً ایسا ہوا ہو) وہ ہرگز خدا نہیں ہو سکتا ۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام قرآن مجید کی آیت کو بیان کرنے کے بعد اس دلیل کو ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں :۔

"...... ایک اور دلیل پیش کرتا ہے وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ یعنی والدہ حضرت مسیح کی راستباز تھی ۔یہ بات نہایت ظاہر اور کھلی ہے کہ قانون قدرت اللہ جلّ شانہٗ کا اسی طرح پر واقع ہے کہ ہر ایک جاندار کی اولاد اس کی نوع کے موافق ہوا کرتی ہے ۔مثلاً دیکھو کہ جس قدر جانور ہیں مثلاً انسان اور گھوڑا اور گدھا اور ہر ایک پرندہ وہ اپنی اپنی نوع کے لحاظ سے وجود پذیر ہوتے ہیں ۔یہ تو نہیں ہوتا کہ انسان کسی پرندہ سے پیدا ہو جاوے یا پرند کسی انسان کے پیٹ سے نکلے ۔"[1]

نیز فرمایا :۔

"دوسری دلیل اس کی (یعنی حضرت مسیح علیہ السلام کی ۔ناقل) عبودیت پر یہ ہے کہ اس کی ماں تھی جس سے وہ پیدا ہوا ۔اور خدا کی کوئی ماں نہیں ۔"[2]

پس ثابت ہوا کہ مسیح کی والدہ کا وجود جس پر سب کا اتفاق ہے ان کے خدا یا خدا کا بیٹا نہ ہونے کی ایک بہت بڑی دلیل ہے ۔

پانچویں دلیل

حضرت مسیح علیہ السلام کی الوہیت کے ردّ میں پانچویں دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے

---

[1] :۔ جنگ مقدس صفحہ ۱۰۱ روحانی خزائن جلد ۶ ؎ [2] :۔ ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۳۹۲ روحانی خزائن جلد ۲۱ ؎

فرمایا ہے۔ کانا یاکلان الطعام یعنی حضرت مسیح اور ان کی والدہ کھانا کھایا کرتے تھے۔ اس آیت سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے الوہیت مسیح کی تردید میں استدلال فرمایا ہے اور اپنی کتابوں میں تحریر فرمایا ہے کہ حضرت مسیح اور اُن کی والدہ کا کھانا کھانا ان کے خدا نہ ہونے کی دلیل ہے کیونکہ:۔

۱۔ جو کھانا کھائے وہ محتاج ہو گیا۔ اور خدا ہر قسم کی احتیاج سے بالا ہے۔

۲۔ کھانا وہی کھاتا ہے جس کا بدن تحلیل پذیر ہو اور خُدا اس سے بلند تر ہے کہ اس میں تحلیل ہونے کی صفت ہو۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ (مسیح اور ان کی والدہ) کھانا کھایا کرتے تھے گویا اب نہیں کھاتے گویا اب وہ زندہ نہیں ہیں تبھی کھانا نہیں کھاتے۔ پس موت بھی الوہیت مسیح کی تردید کا ثبوت ہے۔

یاد رہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا کھانا کھانا دعویٰ بلا دلیل نہیں ہے۔ بلکہ اناجیل میں صاف طور پر ان کے کھانا کھانے کا ذکر ملتا ہے۔ اور کوئی مسیحی اس سے انکار نہیں کرتا پس یہ ایک واقعاتی اور سائنسی دلیل ہے جس سے الوہیت مسیح کی تردید ہوتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس دلیل کو بیان کرتے ہُوئے فرماتے ہیں:۔

"تیسری دلیل اس کی (یعنی حضرت مسیح کی۔ ناقل) عبودیت پر یہ ہے کہ جب وہ اور اس کی ماں زندہ تھے دونوں روٹی کھایا کرتے تھے۔ اور خدا روٹی کھانے سے پاک ہے یعنی روٹی بدل ما یتحلّل ہوتی ہے اور خدا اس سے بلند تر ہے کہ اس میں تحلیل پانے کی صفت ہو مگر مسیح روٹی کھاتا رہتا تھا۔ پس اگر وہ خدا ہے تو کیا خدا کا وجود بھی تحلیل پاتا رہتا ہے؟ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ طبعی تحقیقات کی رو سے انسان کا بدن تین برس تک بالکل بدل جاتا ہے اور پہلے اجزاء تحلیل ہو کر دوسرے اجزاء ان کے قائمقام پیدا ہو جاتے ہیں۔ مگر خدا میں یہ نقص ہرگز نہیں۔ یہ دلیل ہے جس کو خدا تعالیٰ حضرت عیسٰی کے انسان ہونے پر لایا ہے۔" ؎۱

نیز فرمایا:۔

"ایک دلیل یہ پیش کی ہے کانا یاکلان الطعام یعنی وہ دونوں حضرت مسیح اور آپ کی والدہ صدیقہ کھانا کھایا کرتے تھے۔ اب آپ لوگ سمجھ سکتے ہیں کہ انسان کیوں

؎۱۔ ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۳۹۲ روحانی خزائن جلد ۲۱

کھانا کھاتا ہے۔ اور کیوں کھانا کھانے کا محتاج ہے۔ اس میں اصل بھید یہ ہے کہ ہمیشہ انسان کے بدن میں سلسلہ تحلیل جاری ہے۔ یہاں تک کہ تحقیقات قدیم اور جدیدہ سے ثابت ہوتا ہے کہ چند سال میں پہلا جسم تحلیل پاکر معدوم ہو جاتا ہے۔ اور دوسرا بدن بدل ما یتحلل ہو جاتا ہے۔ .... اب جبکہ یہ حال ہے تو کس قدر مرتبہ خدائی سے بعید ہوگا کہ اپنے اللہ کا جسم بھی ہمیشہ اڑتا ہے۔ اور تین چار برس کے بعد اور جسم آوے۔ ماسوا اس کے کھانے کا محتاج ہونا بالکل اس مفہوم کے مخالف ہے جو خدا تعالیٰ کی ذات میں مسلّم ہے۔ اب ظاہر ہے کہ حضرت مسیح ان حاجت مندیوں سے بری نہیں تھے۔ جو تمام انسانوں کو لگی ہوئی ہیں۔" ؎۱

پس جب مسیح کا کھانے کا محتاج ہونا ثابت ہو گیا تو وہ کسی صورت میں خدا نہیں ہو سکتے کیونکہ خدا کی ہستی ہر احتیاج اور ضرورت سے بالاتر ہے۔

چھٹی دلیل

الوہیت مسیح کے خلاف ایک دلیل یہ ہے کہ ان کی الوہیت قیاس کے خلاف ہے اس دلیل کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب براہین احمدیہ میں بیان فرمایا ہے۔ جہاں آپ نے وضاحت فرمائی ہے۔ کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت مریم کے پیٹ سے پیدا ہو کر خدا ہو سکتے ہیں تو پھر از روئے قیاس حضرت مریم کے باقی بچے بھی خدائی صفات سے متصف ہونے چاہئیں۔ کیونکہ ایک رحم سے ایک ہی نوع کی پیدائش ہوتی ہے۔ یہ بات خلاف قیاس ہے کہ حضرت مریم کی اولاد میں سے ایک تو خدا ہو اور باقی اس اعزاز سے محروم ہوں اور عام انسانوں کی طرح ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:۔

"کیا یہ ممکن ہے کہ ایک ہی ماں یعنی مریم کے پیٹ میں سے پانچ بچے پیدا ہو کر ایک بچہ خدا کا بیٹا بلکہ خدا بن گیا۔ اور چار باقی جو رہے ان بےچاروں کو خدائی سے کچھ بھی حصّہ نہ ملا۔ بلکہ قیاس یہ چاہتا ہے کہ جب کسی مخلوق کے پیٹ سے خدا بھی پیدا ہو سکتا ہے۔ یہ نہیں کہ ہمیشہ آدمی سے آدمی اور گدھی سے گدھا پیدا ہو تو جہاں کہیں کسی عورت کے پیٹ سے خدا پیدا ہو تو پھر اس پیٹ سے کوئی مخلوق پیدا نہ ہو بلکہ جس قدر بچے

؎۱ ۔ جنگِ مقدس صفحہ ۱۰۱ روحانی خزائن جلد ۶

پیدا ہوتے جائیں وہ سب خدا ہی ہوں تاکہ وہ پاک رحم مخلوق کی شرکت سے منزّہ رہے اور فقط خدائی ہی کے پیدا ہونے کی ایک کان ہو۔ پس قیاس متذکرہ بالا کی رُو سے لازم تھا کہ حضرت مسیح کے دوسرے بھائی اور بہن بھی کچھ نہ کچھ خدائی میں سے بخرہ پاتے اور ان پانچوں حضرات کی والدہ تو رب الارباب ہی کہلاتی کیونکہ یہ پانچوں حضرات روحانی اور جسمانی قوتوں میں اسی سے فیضیاب ہیں۔" [1]

ساتویں دلیل

حضرت مسیح علیہ السلام کی الوہیت کے ردّ میں ایک دلیل یہ ہے کہ ان کی الوہیت کا عقیدہ عیسائیوں کے اپنے مسلّمات کے خلاف جاتا ہے۔ عیسائی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت مسیح خدا تھے۔ مکمل خدائی صفات سے متصف تھے اس کے ساتھ وہ یہ بھی اعتقاد رکھتے ہیں کہ باپ اور رُوح القدس بھی مکمل خُدا تھے اور یہ سب مل کر ایک مکمل خدا بنتا ہے جس میں کسی قسم کی کوئی زیادتی یا فضیلت نہیں ہے۔

سوال یہ ہے کہ اگر تین وجودوں میں سے ہر ایک وجود کامل خدا ہے اور مکمل خدائی صفات کا مالک ہے تو لازمی طور پر ان کے ملنے سے ایک اکمل تر وجود بننا چاہیئے۔ لیکن ایسا خیال مسیحی عقائد کے مطابق باطل ہے۔ اب اگر یہ مانا جائے کہ یہ تینوں خُدا باہم مل کر ایک مکمل خدا بنتے ہیں تو پھر ان تینوں وجودوں میں سے ہر ایک کی الوہیت باطل ہو جاتی ہے۔ کیونکہ خدا کا وجود ہر قسم کے نقص یا کمی سے پاک ہے۔ پس ان تینوں کامل وجودوں سے باہم مل کر ایک کامل خدا بننے سے استدلال ہوتا ہے کہ مسیح اپنی ذات میں کامل خدا نہ تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس دلیل کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:۔

"حضرات عیسائی صاحبان کا یہ عقیدہ ہے کہ باپ بھی کامل اور بیٹا بھی کامل۔ رُوح القدس بھی کامل۔ اب جب تینوں کامل ہوئے تو ان تینوں کے ملنے سے اکمل ہونا چاہیئے کیونکہ مثلاً جب تین چیزیں ۳۔۳ سیر فرض کی جائیں تو وہ سب مل کر ۹ سیر ہوں گی۔ یہ ایک سخت اعتراض ہے جس سے قطعی طور پر حضرت مسیح کی الوہیت کا بطلان ہوتا ہے۔" [2]

---

[1] :۔ براہین احمدیہ حاشیہ صفحہ ۴۴۲ روحانی خزائن جلد ۱ ٭

[2] :۔ جنگ مقدس صفحہ ۱۱۴ روحانی خزائن جلد ۶ ٭

آٹھویں دلیل

عیسائی حضرات حضرت مسیح علیہ السلام کی الوہیت ثابت کرنے کے لئے بعض اوقات یہ دلیل دیا کرتے ہیں کہ مسیح کی بن باپ پیدائش دلیل الوہیت ہے۔ حالانکہ اگر غور کیا جائے تو صاف پتہ لگتا 1 ہے کہ یہ الوہیت کی کوئی دلیل نہیں۔ اوّل تو یہ کوئی مقررہ معیار نہیں اور دوسرے اگر بن باپ پیدائش ہی دلیل الوہیت ہے تو ان سب وجودوں کو خدا ماننا پڑے گا۔ جو بن باپ پیدا ہوئے ہیں۔ بائیبل میں ملک صدق شالیم کے متعلق لکھا ہے:۔

"یہ بے باپ بے ماں، بے نسب نامہ ہے۔ نہ اس کی عمر کا شروع نہ زندگی کا آخر بلکہ خدا کے بیٹے سے مشابہ ٹھہرا" لہ

اب کیا مسیحی حضرات ملک صدق شالیم کو خدا تسلیم کرتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ سوال یہ ہے کہ اگر بن باپ ولادت ہی دلیلِ الوہیت ہے تو پھر وہ شخص تو خدا سے بڑھ کر ہونا چاہیئے جو بغیر ماں باپ کے پیدا ہوتا ہے۔

اس دلیل کے ردّ میں قرآن مجید نے جو مثال پیش فرمائی ہے وہ حضرت آدم علیہ السلام کی ہے جن کی ماں باپ کے بغیر پیدائش عیسائیوں کو بھی مسلّم ہے۔ حضرت مسیح پاک علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ کی خصوصیات کے بارہ میں صرف ایک بات پیش کی تھی کہ وہ بغیر باپ پیدا ہوا ہے تو خدا تعالیٰ نے فی الفور اس کا جواب دیا اور فرمایا۔ ان مثل عیسٰی عند اللہ کمثل آدم خلقہٗ من تراب ثم قال لہٗ کن فیکون۔ یعنی خدا تعالیٰ کے نزدیک عیسٰی کی مثال آدم کی مثال ہے۔ خدا نے اس کو مٹی سے بنایا پھر کہا کہ ہو جا۔ پس وہ زندہ جیتا جاگتا ہو گیا۔ یعنی حضرت عیسٰی علیہ السلام کا بے باپ ہونا کوئی امر خاص اس کے لئے نہیں تا خدا ہونا اس کا لازم آوے۔ آدم کے باپ اور ماں دونوں نہیں۔" ٹہ

نیز فرمایا:۔

"قرآن شریف میں حضرت عیسیٰ کا بغیر باپ پیدا ہونا (جس سے ان کی خدائی پر دلیل پیش کی جاتی تھی) یہ کہہ کر ردّ کیا کہ ان مثل عیسٰی عند اللہ کمثل آدم خلقہٗ

لہ :- عبرانیوں ۷/۳ ؛ ٹہ :- ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۳۹۵۔ روحانی خزائن جلد ۲۱ ؛

من تراب ثم قال لہٗ کن فیکون"۔ ؎۱

حضرت آدم علیہ السلام کی مثال کے ضمن میں آیت قرآنی ان مثل عیسٰی عند اللّٰہ کمثل آدم خلقہٗ من تراب ثم قال لہٗ کن فیکون کی طرف اشارہ کرتے ہُوئے حضور نے یہ بھی فرمایا کہ:۔

"یاد رہے کہ خدا نے بے باپ پیدا ہونے میں حضرت آدم سے حضرت مسیح کو مشابہت دی ہے اور یہ بات کہ کسی دوسرے انسان سے کیوں مشابہت نہیں دی یہ محض اس غرض سے ہے کہ تا ایک مشہور متعارف نظیر پیش کی جائے کیونکہ عیسائیوں کو یہ دعویٰ تھا کہ بے باپ پیدا ہونا حضرت مسیح کا خاصّہ ہے اور یہ خدائی کی دلیل ہے۔ پس خدا نے اس حجت کو توڑنے کے لئے وہ نظیر پیش کی جو عیسائیوں کے نزدیک مسلّم اور مقبول ہے"۔ ؎۲

پھر صرف حضرت آدم کی ایک مثال پر بس نہیں بلکہ ہم دیکھتے ہیں کہ روزانہ ہزارہا کیڑے بغیر ماں باپ کے پیدا ہوتے ہیں اگر یہی امر دلیل الوہیت ہے تو یہ کیڑے مکوڑے خدا کیوں نہیں؟

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان ہر دو امور کے متعلق فرماتے ہیں:۔

"عیسٰی کی مثال آدم کی مثال ہے خدا نے اس کو مٹی سے پیدا کیا پھر اس کو کہا کہ ہوجا سو وہ ہوگیا۔ ایسا ہی عیسٰی بن مریم۔ مریم کے خون سے اور مریم کی منی سے پیدا ہوُا اور پھر خدا نے کہا کہ ہوجا سو ہوگیا۔ پس اتنی بات میں کونسی خدائی اور کونسی خصوصیّت اس میں پیدا ہوگئی۔ موسم برسات میں ہزارہا کیڑے مکوڑے بغیر ماں اور باپ کے خود بخود زمین سے پیدا ہوجاتے ہیں کوئی انہیں خدا نہیں ٹھہراتا۔ کوئی انکی پرستش نہیں کرتا۔ کوئی ان کے آگے سر نہیں جھکاتا۔ پھر خواہ مخواہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کی نسبت اتنا شور کرنا اگر جہالت نہیں تو اور کیا ہے؟" ؎۳

نیز فرمایا:۔

"مسیح کا بن باپ پیدا ہونا میری نگاہ میں کچھ عجوبہ بات نہیں حضرت آدم ماں اور باپ دونوں نہیں رکھتے تھے اب قریب برسات آتی ہے ضرور باہر جاکر دیکھیں کہ کتنے کیڑے مکوڑے بغیر ماں باپ کے پیدا ہوجاتے ہیں۔ پس اس سے مسیح کی خدائی کا

؎۱:۔ حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹ روحانی خزائن جلد ۲۲؛ ؎۲:۔ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۲۲ حاشیہ روحانی خزائن جلد ۱۷؛
؎۳:۔ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۵۰۱۔ روحانی خزائن جلد ۲۱؛

ثبوت نکالنا صرف غلطی ہے"۔ ؎۱

پس ثابت ہؤا کہ بن باپ ولادت ہرگز الوہیت کی دلیل نہیں ہے۔ اس استدلال کے ضمن میں حضور نے ایک اور لطیف نکتہ یہ بیان فرمایا ہے کہ قرآن مجید میں حضرت عیسٰی علیہ السلام اور حضرت یحیٰی علیہ السلام کی پیدائش کا ذکر ایک ہی جگہ کیا ہے تا یہ بتایا جائے کہ جیسے حضرت یحیٰی علیہ السلام خُدا نہیں اسی طرح حضرت مسیح علیہ السلام بھی خُدا نہ تھے۔ آپ فرماتے ہیں :۔

"ایسا ہی حضرت مسیح کی پیدائش بھی کوئی ایسا امر نہیں ہے جس سے ان کی خدائی مستنبط ہو سکے۔ اس دھوکہ کے دُور کرنے کے لئے قرآن شریف اور انجیل میں حضرت عیسٰی اور حضرت یحیٰی کی ولادت کا قصہ ایک ہی جگہ بیان کیا گیا ہے تا پڑھنے والا سمجھ لے کہ دونوں ولادتیں اگرچہ بطور خارق عادت ہیں لیکن ان سے کوئی خدا نہیں بن سکتا۔ ورنہ چاہیئے کہ یحیٰی بھی جس کا عیسائی یوحنا نام رکھتے ہیں خُدا ہو"۔ ؎۲

نویں دلیل

ابطال الوہیت مسیح پر نویں دلیل یہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام میں خدائی صفات نہیں پائی جاتیں۔ یہ الوہیت مسیح کے خلاف ایک بہت ہی اہم اور وزنی دلیل ہے جس کو حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے اپنی متعدد کتب میں تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔

استدلال یہ ہے کہ اگر حضرت مسیح علیہ السلام واقعی خدا تھے تو اُن میں وہ صفات بھی ضرور ہونی چاہئیں جو ایک خدا کی صفات ہیں لیکن بائبل اور تاریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام میں یہ صفات موجود نہیں تھیں پس ان کی الوہیت کا خیال باطل ہے۔ کیا کوئی ایسا وجود بھی خدا کہلانے کا مستحق ہے جس میں خدائی صفات ہی نہ پائی جاتی ہوں۔ ہرگز نہیں۔ پس ثابت ہؤا کہ حضرت مسیح علیہ السلام ہرگز خدا نہ تھے۔ اس دلیل کی تفصیل یہ ہے کہ انجیل سے جس قدر صفات خدا کی ثابت ہوتی ہیں ان میں سے کوئی بھی حضرت مسیح میں پائی نہیں جاتی۔ مثلاً

۱۔ اللہ تعالیٰ کی ایک صفت قادر مطلق ہونا ہے۔

۲۔ کرنتھیوں ۸/۶ سے اس کا استدلال ہوتا ہے لیکن حضرت مسیح علیہ السلام کی ساری زندگی گواہ ہے کہ وہ ہرگز قادر مطلق نہ تھے بلکہ ایک ضعیف اور کمزور انسان تھے جو ساری عمر

؎۱ : ۔ جنگِ مقدس صفحہ ۱۹۵-۱۹۹ روحانی خزائن جلد ۶ ؎۲ : ۔ نسیم دعوت صفحہ ۱۸ تا ۲۰ روحانی خزائن جلد ۱۹

مشکلات برداشت کرتے رہے اور دُکھ اُٹھاتے رہے اور عیسائی عقیدہ کے مطابق ان کا انجام یہ ہُوا کہ لوگوں نے پکڑ کر ان کو صلیب پر لٹکا کر مار دیا۔

انجیل کی متعدد آیات سے بھی مسیح علیہ السلام کے قادرِ مطلق ہونے کی نفی ہوتی ہے مثلاً حضرت مسیح علیہ السلام کا اپنا اقرار ہے کہ :۔

"مَیں اپنے آپ سے کچھ نہیں کر سکتا۔ جیسا سنتا ہوں عدالت کرتا ہوں اور میری عدالت راست ہے کیونکہ مَیں اپنی مرضی نہیں بلکہ اپنے بھیجنے والے کی مرضی چاہتا ہوں"۔[1]

پھر ان کے بارہ میں لکھا ہے :۔

"اور وہ کوئی معجزہ وہاں نہ دکھا سکا سوا اس کے کہ تھوڑے سے بیماروں پر ہاتھ رکھ کر انہیں اچھا کر دیا"۔[2]

"ہاں وہ کمزوری کے سبب سے صلیب دیا گیا لیکن خدا کی قدرت کے سبب سے زندہ ہے"۔[3]

ان آیات سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام ہرگز قادرِ مطلق نہ تھے۔

۲۔ پھر خدا کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ خود کسی اور سے دُعا نہیں مانگا کرتا بلکہ دوسرے لوگ اسکی محتاج ہوتے ہیں اور اس سے دعائیں مانگتے ہیں۔ خدا کی شان یہ ہے کہ وہ اوروں کی دعائیں قبول کرتا ہے۔ لکھا ہے :۔

"خداوند شریروں سے دُور ہے پر وہ صادقوں کی دُعا سُنتا ہے"۔[4]

لیکن حضرت مسیح علیہ السلام میں یہ صفت موجود نہ تھی۔ نیک لوگوں کی دعائیں قبول کرنے کا کیا سوال وہ تو خود دعائیں کرتے تھے اور قبولیت کے خواستگار ہوتے تھے۔ لکھا ہے :۔

"وہ جنگلوں میں الگ جا کر دُعا مانگا کرتا تھا"۔[5]

"اس نے اپنی بشریت کے دنوں میں زور زور سے پکار کر اور آنسو بہا بہا کر اس سے دعائیں اور التجائیں کیں جو اس کو موت سے بچا سکتا تھا۔ اور خدا ترسی کے سبب اس کی سُنی گئی"۔[6]

"پھر وہ سخت پریشانی میں مبتلا ہو کر اور بھی دلسوزی سے دُعا مانگنے لگا اور اس کا پسینہ گویا خون کی بڑی بڑی بوندیں ہو کر زمین پر ٹپکتا تھا"۔[7]

---

[1] :۔ یوحنا ۵/۳۰ ؛ [2] :۔ مرقس ۶/۵ ؛ [3] :۔ ۲ کرنتھیوں ۱۳/۴ ؛ [4] :۔ امثال ۱۵/۲۹ ؛
[5] :۔ لوقا ۵/۱۶ ؛ [6] :۔ عبرانیوں ۵/۷ ؛ [7] :۔ لوقا ۲۲/۴۴ ؛

۳ - پھر اللہ تعالیٰ کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ علم غیب رکھتا ہے - اور کوئی چیز اس کے احاطہ علم سے باہر نہیں ہوتی - لکھا ہے :-

"تو ہاں تو ہی اکیلا سارے بنی آدم کے دلوں کو جانتا ہے" [1]

لیکن حضرت مسیح علیہ السلام کی یہ صورت نہ تھی - انجیل میں وارد ہے :-

"لیکن اس دن یا اسی گھڑی کی بابت کوئی نہیں جانتا نہ آسمان کے فرشتے نہ بیٹا مگر باپ" [2]

"جب صبح کو پھر شہر میں جاتا تھا تو اسے بھوک لگی اور انجیر کا ایک درخت راہ کے کنارے دیکھ کر اس کے پاس گیا اور پتوں کے سوا اس میں کچھ نہ پا کر اسے کہا کہ آئندہ تجھ میں کبھی پھل نہ لگے اور انجیر کا درخت اسی دم سوکھ گیا" [3]

اس حوالہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مسیح کو بھوک بھی لگا کرتی تھی جو شانِ الوہیت کے سراسر منافی ہے -

۴ - خدا کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ مخلوقات سے بالاتر ہے اور کوئی اور ہستی اس قابل نہیں ہو سکتی کہ خدا کی آزمائش کرے - یعقوب رسول کا قول ہے :-

"نہ تو خدا بدی سے آزمایا جا سکتا ہے اور نہ وہ کسی کو آزماتا ہے" [4]

لیکن حضرت مسیح علیہ السلام کے بارہ میں انجیل کا بیان ہے کہ :-

"اور چالیس دن تک رُوح کی ہدایت سے بیابان میں پھرتا رہا اور ابلیس اُسے آزماتا رہا...... جب ابلیس تمام آزمائشیں کر چکا تو کچھ عرصہ کے لئے اس سے جُدا ہُوا" [5]

۵ - خدا کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ وہ سوتا نہیں ہے - قرآن مجید نے فرمایا ہے :-

لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ

اور زبور میں آتا ہے :-

"وہ جو تیرا حافظ ہے نہ اُونگھے گا - دیکھ وہ جو اسرائیل کا محافظ ہے ہرگز نہ اُونگھے گا اور نہ سوئے گا" [6]

لیکن حضرت مسیح علیہ السلام کے بارہ میں ثابت ہے کہ وہ نہ صرف یہ کہ سویا کرتے تھے بلکہ بڑی گہری نیند سوتے تھے" [7]

---

[1] :- سلاطین ۸/۳۹ ÷ [2] :- مرقس ۱۳/۳۲ ÷ [3] :- متی ۲۱/۱۸-۱۹ ÷ [4] :- قول نمبر ۱/۱۳ ÷
[5] :- لوقا ۴/۱-۱۳ ÷ [6] :- زبور ۱۲۱/۳-۴ ÷ [7] :- مرقس ۴/۳۷-۳۸ ÷

علاوہ ازیں اس قسم کی بشریت کی سب باتیں ان کے ساتھ تھیں ۔

۶ ۔ خدا کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ وہ بے مثل و مانند ہے ۔ کوئی اور ہستی اس کی ذات و صفات میں شریک نہیں ہے لیکن حضرت مسیح علیہ السلام نے ساری زندگی عام انسانوں کی طرح بسر کی ۔ ان کو بھی تکالیف اور مشکلات پیش آتی رہیں وہ خود کہتے ہیں :۔

"لومڑیوں کے بھٹ ہوتے ہیں اور ہوا کے پرندوں کے گھونسلے مگر ابن آدم کے لئے سر دھرنے کی بھی جگہ نہیں" ۔ [۱]

پس واضح ہے کہ حضرت مسیح کو عام انسانوں کے مقابلہ پر کوئی امتیازی شان حاصل نہ تھی ۔

۷ ۔ خدا کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ خدا ہی سب بزرگیوں کا مالک اور مبداء ہے ۔ ہر نیکی اور ہر خوبی اسی کو سزاوار ہے ۔ لیکن حضرت مسیح علیہ السلام اپنے بارہ میں اس صفت کا صاف انکار کرتے ہیں ۔ جب ان کو کسی نے نیک کہا تو انجیل میں لکھا ہے کہ :۔

"یسوع نے اسے کہا تو مجھے کیوں نیک کہتا ہے ؟ کوئی نیک نہیں مگر ایک یعنی خدا" ۔ [۲]

۸ ۔ خدا کی ایک شان یہ ہے کہ وہ جو چاہتا ہے کر لیتا ہے کوئی اس کے ارادہ کی راہ میں حائل نہیں ہو سکتا ۔ قرآن مجید میں بھی آیا ہے ۔ واللہ غالب علیٰ امرہ ۔ لیکن حضرت مسیح علیہ السلام نے بار بار اپنے عجز اور کمزوری کا اقرار کیا ہے ۔ ان کے متعلق لکھا ہے :۔

"پھر تھوڑا آگے بڑھا اور منہ کے بل گر کر یہ دعا مانگی ۔ اے میرے باپ اگر ہو سکے تو یہ پیالہ مجھ سے ٹل جائے" ۔ [۳]

۹ ۔ خدا تعالیٰ کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ کبھی مرا نہیں کرتا حیئٌ لا یموت خدا کی صفت ہے ۔ انجیل میں لکھا ہے :۔

"بقاء صرف اسی کو ہے" [۴]

لیکن عیسائی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ مسیح مر گیا تھا ۔ لکھا ہے :۔

"جب ہم کمزور ہی تھے تو عین وقت پر مسیح بے دینوں کی خاطر موا" ۔ [۵]

۱۰ ۔ اس کے نجات پانے کا کیا سوال ۔ اس کی شان تو یہ ہے کہ وہ انسانوں کو نجات دیتا اور ہلاکتوں سے بچاتا ہے ۔ حضرت مسیح علیہ السلام کا یہ حال ہے کہ وہ دوسروں کو مصیبتوں سے کیا چھڑاتے

---

[۱] :۔ لوقا ۹/۵۸ [۲] :۔ مرقس ۱۰/۱۸ [۳] :۔ متی ۲۶/۳۹ [۴] :۔ تمطاؤس ۶/۱۶
[۵] :۔ رومیوں ۵/۶

وہ تو خود ہلاکتوں میں پڑے رہے اور نجات کے طالب رہے۔ انجیل میں وارد ہے کہ حضرت مسیح نے کہا۔

"اب میری جان گھبراتی ہے پس میں کیا کہوں؟ اے باپ مجھے اس گھڑی سے بچا۔"[1]

اللہ تعالیٰ کی صفات تو بہت زیادہ ہیں لیکن مَیں نے بطور نمونہ مندرجہ بالا ۱۰ صفات انتخاب کی ہیں ان دس صفات پر اور ان کے مقابل پر حضرت مسیح علیہ السلام کی حالت پر غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام میں ان صفات میں سے کوئی ایک صفت بھی نہیں پائی جاتی۔ پس جب حضرت مسیح علیہ السلام کا وجود خدائی صفات اپنے اندر نہیں رکھتا تو ان کو بلا وجہ تحکّم کے طور پر خدا بنانا صریح ظلم اور زیادتی نہیں تو اور کیا ہے؟

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس دلیل کو بار بار اپنی کتابوں میں بیان فرمایا ہے کہ مسیح علیہ السلام میں خدائی کی کوئی صفت بھی تو پائی نہیں جاتی۔ ایک جگہ آپ فرماتے ہیں:۔

"مسیح کے حالات کو پڑھو تو صاف معلوم ہوگا کہ یہ شخص کبھی اس قابل نہیں ہوسکتا کہ نبی بھی ہو چہ جائیکہ خدا یا خدا کا بیٹا۔"[2]

اس ضمن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عبارات میں مختلف صفات کا ذکر اس طرح آپس میں ملا ہوا ہے کہ ہر صفت کا الگ الگ جائزہ لینا بہت مشکل ہے اس لئے مَیں اس دلیل کے ضمن میں حضور علیہ السلام کے سب حوالہ جات اکٹھے ہی پیش کر دیتا ہوں۔ حضور فرماتے ہیں:۔

(۱)

"ایک عاجز انسان جو اپنے نفس کی مدد بھی نہ کر سکا اس کو خدا ٹھہرایا گیا اور اسی کو خَالِقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْض سمجھا گیا۔ دنیا کی بادشاہت جو آج ہے اور کل نابود ہو سکتی ہے اس کے ساتھ ذلت جمع نہیں ہو سکتی پھر خدا کی حقیقی بادشاہی کے ساتھ اتنی ذلتیں کیوں جمع ہوگئیں کہ وہ قید میں ڈالا گیا۔ اس کو کوڑے لگے اور اس کے منہ پر تھوکا گیا اور آخر بقول عیسائیوں کے ایک لعنتی موت اس کے حصّہ میں آئی۔ جس کے بغیر وہ اپنے بندوں کو نجات نہیں دے سکتا تھا۔ کیا ایسے کمزور خُدا پر کچھ بھروسہ ہو سکتا ہے اور کیا خُدا ایک فانی انسان کی طرح مر جاتا ہے پھر صرف جان نہیں بلکہ اس کی عصمت اور اس کی ماں کی عصمت پر بھی یہودیوں نے ناپاک تہمتیں لگائیں اور کچھ بھی اس خدا سے نہ ہو سکا کہ زبردست طاقتیں دکھلا

---

[1]:۔ یوحنا ۱۲/۲۷ ۔

[2]:۔ ملفوظات جلد سوم صفحہ ۱۳۶ ۔

کہ اپنی بریت ظاہر کرتا۔ پس ایسے خدا کا ماننا عقل تجویز نہیں کر سکتی جو خود مصیبت زدہ ہونے کی حالت میں مرگیا اور یہودیوں کا کچھ بھی بگاڑ نہ سکا۔" [۱]

(۲)

"کیا یہ بات عند العقل قبول کرنے کے لائق ہے کہ ایک عاجز مخلوق جو تمام لوازم انسانیت کے اپنے اندر رکھتا ہے خدا کہلاوے؟ کیا عقل اس بات کو مان سکتی ہے کہ مخلوق اپنے خالق کو کوڑے مارے اور خدا کے بندے اپنے قادر خدا کے منہ پر تھوکیں اور اس کو پکڑیں اور اس کو سُولی دیں اور وہ خدا ہو کر ان کے مقابلہ سے عاجز ہو؟ کیا یہ بات کسی کو سمجھ آسکتی ہے کہ ایک شخص خُدا کہلا کر تمام رات دُعا کرے اور پھر اس کی دُعا قبول نہ ہو؟ کیا کوئی دل اس بات پر اطمینان پکڑ سکتا ہے کہ خدا بھی عاجز بچوں کی طرح نو مہینے تک پیٹ میں رہے اور خون حیض کھاوے اور آخر چیختا ہؤا عورتوں کی شرمگاہ سے پیدا ہو؟ کیا کوئی عقلمند اس بات کو قبول کر سکتا ہے کہ خدا بے شمار اور بے ابتداء زمانہ کے بعد مجسّم ہو جائے اور ایک ٹکڑا اس کا انسان کی صورت بنے اور دوسرا کبوتر کی اور یہ جسم ہمیشہ کے لئے ان کے گلے کا ہار ہو جائے۔" [۲]

(۳)

"انھم قد آمنوا بان عیسٰی علیہ السّلام کان یاکل الطعام ویشرب الماء وربّما ابتلی بامراض واوجاع وربّما غلب علیہ الھم والخوف والقلق والکرب والجوع والعطش وکان لا یعلم الغیب وکان یقول انی عبدٌ لیس فی نفسی خیرٌ الّا بتوفیق اللہ۔ وانّہٗ اخذ وصلب ومات وھوَ مع ذالک فی زعمھم الٰہٌ وابن الٰہٍ قاتلھم اللہ انھم یعتقدون بانہٗ انسانٌ وَ نبیٌ فیہ سھو وخطأ و ضعف وجھل وَ أخذہٗ الموت ولا یبرؤنہ من ضعف وذھول ونسیان ثم یقولون انّہٗ ھو اللہ فتعسًا لقوم کافرین۔" [۳]

---

[۱] :۔ حقیقۃ الوحی ص۵۶۔ روحانی خزائن جلد ۲۲؛ [۲] :۔ کتاب البریہ ص۸۶-۸۷ روحانی خزائن جلد ۱۳؛
[۳] :۔ حمامۃ البشریٰ ص۴۱ حاشیہ۔ روحانی خزائن جلد ۷؛

ترجمہ :۔ یہ عیسائی لوگ اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کھانا کھاتے تھے پانی پیتے تھے اور کبھی امراض اور دردوں میں بھی مبتلا ہوتے تھے۔ کبھی ان پر غم، افسوس دُکھ اور تکلیف، بھوک اور پیاس غالب آجایا کرتی تھی۔ ان کو غیب کا علم نہ تھا اور وہ خود کہتے تھے کہ مَیں خدا کا ایک کمزور بندہ ہوں۔ میرے نفس میں خدا کے فضل کے بغیر کوئی بھلائی نہیں اور پھر وہ (ان کے اعتقاد کے مطابق) پکڑا گیا۔ صلیب دیا گیا اور صلیب پر مر گیا لیکن ان ساری باتوں کے باوجود ان کے خیال میں وہ خدا ہے یا خدا کا بیٹا ہے۔ اللہ ان کو سمجھ عطا کرے۔ ایک طرف تو وہ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ انسان تھا۔ ایک نبی تھا پھر اس پر موت آگئی، وہ اس کو کمزوری غفلت اور بھول چوک سے بری قرار نہیں دیتے لیکن اس کے باوجود وہ یہ کہتے ہیں کہ وہ خدا ہے۔ اس کا فرقوم پر صد درجہ افسوس ہے۔ (یہ کیسی جہالت کی بات کرتے ہیں)۔

(۴)

"کیا عقل سلیم اس بات کو قبول کرلے گی کہ ایک مرنے والا اور خود کمزور کسی پہلو سے خدا بھی ہے۔ حاشا وکلّا ہرگز نہیں بلکہ سچا خدا وہی خدا ہے.....جس کو ان باتوں کی حاجت نہیں کہ کوئی اس کا بیٹا ہو اور خودکشی کرے تب لوگوں کو اس سے نجات ملے۔"[1]

(۵)

"اگر ابن مریم کے واقعات کو فضول اور بے ہودہ تعریفوں سے الگ کرلیا جائے تو انجیلوں سے اس کے واقعی حالات کا یہی خلاصہ نکلتا ہے کہ وہ ایک عاجز اور ضعیف اور ناقص بندہ یعنی جیسے کہ بندے ہؤا کرتے ہیں اور حضرت موسیٰ کے ماتحت نبیوں میں سے ایک نبی تھا اور اس بزرگ اور عظیم الشان رسُول کا ایک تابع اور پس رو تھا اور خود اس بزرگی کو ہرگز نہیں پہنچا تھا یعنی اس کی تعلیم ایک اعلیٰ تعلیم کی فرع تھی مستقل تعلیم نہ تھی اور وہ خود انجیلوں میں اقرار کرتا ہے کہ مَیں نہ نیک ہوں نہ عالم الغیب ہوں نہ قادر ہوں بلکہ ایک بندہ عاجز ہوں اور انجیل کے بیان سے ظاہر ہے کہ اس نے گرفتار ہونے سے پہلے کئی دفعہ رات کے وقت اپنے بچاؤ کے لئے دُعا کی اور چاہتا تھا کہ دعا اس کی قبول ہو جائے مگر اس کی وہ دُعا قبول نہ ہوئی اور نیز جیسے

---

[1] :۔ نور القرآن ۲ حاشیہ ص۳۶۔ روحانی خزائن جلد ۹ ؏

عاجز بندے آزمائے جاتے ہیں۔ وہ شیطان سے آزمایا گیا۔ پس اس سے ظاہر ہے کہ وہ ہر طرح عاجز ہی عاجز تھا۔ مخرج معلوم کی راہ سے جو پلیدی اور ناپاکی کا مبرز ہے تولد پا کر مدت تک بھوک اور پیاس اور درد اور بیماری کا دُکھ اُٹھاتا رہا۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ وہ بھوک کے دُکھ سے ایک انجیر کے نیچے گیا مگر چونکہ انجیر پھلوں سے خالی پڑی ہوئی تھی۔ اس لئے محروم رہا اور یہ بھی نہ ہو سکا کہ دو چار انجیریں اپنے کھانے کے لئے پیدا کر لیتا غرض ایک مدت تک ایسی ایسی آلودگیوں میں رہ کر اور ایسے ایسے دُکھ اُٹھا کر باقرار عیسائیوں کے مر گیا اور اس جہان سے اُٹھایا گیا۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ کیا خداوند قادر مطلق کی ذات میں ایسی ہی صفات ناقصہ ہونی چاہئیں۔؟ کیا وہ اسی سے قدوس اور ذوالجلال کہلاتا ہے کہ وہ ایسے عیبوں اور نقصانوں سے بھرا ہوا ہے۔"[1]

(۶)

"افسوس عیسائیوں نے بہت سی جعلسازیاں توکیں مگر یہ جعلسازی نہ سوجھی کہ مسیح کو بھی مُنہ کے راستہ سے ہی پیدا کرتے اور اپنے خدا کو پیشاب اور پلیدی سے بچاتے اور نہ یہ سوجھی کہ موت جو حقیقتِ الوہیت سے بکلی منافی ہے اس پر وارد نہ کرتے اور نہ یہ خیال آیا کہ جہاں مریم کے بیٹے نے انجیلوں میں اقرار کیا ہے کہ مَیں نہ نیک ہوں اور نہ دانا مطلق ہوں نہ خود بخود آیا ہوں نہ عالم الغیب ہوں نہ قادر ہوں نہ دعا کی قبولیت میرے ہاتھ میں ہے۔ مَیں صرف ایک عاجز بندہ اور مسکین آدم زاد ہوں کہ جو ایک مالک رب العالمین کا بھیجا ہوا آیا ہوں ان سب مقاموں کو انجیل سے نکال ڈالنا چاہیئے۔"[2]

(۷)

"کیا کوئی کانشنس یا نور قلب اس بات کو قبول کر سکتا ہے کہ ایک عاجز انسان جو گذشتہ نبیوں سے بڑھ کر ایک ذرہ بھر کوئی کام دکھلا نہ سکا۔ بلکہ ذلیل یہودیوں سے ماریں کھاتا رہا۔ وہی خدا اور وہی زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا اور مجرموں کو سزا دینے والا ہے اور کیا کوئی عقل قبول کر سکتی ہے کہ خدائے قادر باوجود اپنی بے انتہا طاقتوں کے کسی

---

[1] ۔ براہین احمدیہ حاشیہ صفحہ ۴۴۱-۴۴۲ روحانی خزائن جلد ۱
[2] ۔ براہین احمدیہ حاشیہ صفحہ ۴۴۳ روحانی خزائن جلد ۱

دوسرے کی مدد کا محتاج رہے۔ ہمیں کچھ سمجھ نہیں آتا کہ عیسیٰ کے ساتھ خدا تھا کہ جو اپنی مخلصی کے لئے تمام رات رو رو کر دُعا کرتا رہا۔ تعجب کہ جب تینوں خدا اس کے اندر تھے تو وہ چوتھا خدا کون تھا جس کی جناب میں اُس نے رو رو کر ساری رات دُعا کی اور پھر وہ دُعا قبول بھی نہ ہُوئی۔ ایسے خدا پر کیا اُمید رکھی جائے جس پر ذلیل یہودی غالب آئے اور اس کا پیچھا نہ چھوڑا جب تک سولی پر نہ چڑھا دیا۔" [1]

(۸)

"تدبیرِ عالم اور جزا سزا کے لئے عالم الغیب ہونا ضروری ہے اور یہ خدا کی عظیم الشان صفت ہے مگر...... اسے قیامت تک کا علم نہیں اور اتنی بھی اسے خبر نہ تھی کہ بے موسم انجیر کے درخت کے پاس شدّت بھوک سے بے قرار ہو کر پھل کھانے کو جاتا ہے اور درخت کو جسے بذاتِ خود کوئی اختیار نہیں ہے کہ بغیر موسم کے بھی پھل دے سکے بددُعا دیتا ہے۔ اوّل تو خدا کو بھوک لگنا ہی تعجب خیز امر ہے اور یہ خوبی صرف انجیلی خدا ہی کو حاصل ہے کہ بھوک سے بے قرار ہوتا ہے پھر اس پر لطیفہ یہ بھی ہے کہ آپ کو اتنا علم بھی نہیں ہے کہ اس درخت کو پھل نہیں ہے۔ اور پھر اگر یہ علم نہ تھا۔ تو کاش کوئی خدائی کرشمہ ہی وہاں دکھاتے اور بے بہار کے پھل اس درخت کو لگا دیتے تا دنیا کے لئے ایک نشان ہو جاتا مگر اس کی بجائے بددعا دیتے ہیں۔ اب ان ساری باتوں کے ہوتے یسوع کو خدا بنایا جاتا ہے۔" [2]

(۹)

"خدائی کے لئے تو وہ جبروت اور جلال چاہیئے جو خُدا کے حسب حال ہے لیکن یسوع اپنی عاجزی اور ناتوانی میں ضرب المثل ہے۔ یہاں تک کہ ہوائی پرندوں اور لومڑیوں سے بھی ادنیٰ درجہ پر اپنے آپ کو رکھتا ہے اب کوئی بتائے کہ کس بناء پر اس کی خدائی تسلیم کی جاوے۔" [3]

(۱۰)

"عجیب ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے انسانیت کی کمزوریاں تو بہت دکھلائیں اور خدائی کی کوئی خاص قوّت ظاہر نہ ہوئی۔ جو غیر سے ان کو امتیاز دیتی۔ تاہم وہ مسیحیوں کی نظر میں خُدا کر کے مانے گئے۔" [4]

---

[1] :۔ حقیقۃ الوحی حاشیہ صفحہ ۱۵۹ رُوحانی خزائن جلد ۲۲۔
[2] :۔ ملفوظات جلد سوم صفحہ ۱۳۶۔
[3] :۔ ملفوظات جلد سوم صفحہ ۱۴۳۔
[4] :۔ لیکچر لاہور صفحہ ۲۱ رُوحانی خزائن جلد ۲۰۔

(۱۱)

"مسیح جس کو خدا بنایا جاتا ہے اس کی تو کچھ پوچھو ہی نہیں۔ ساری عمر بکھیڑ دھکڑ میں گذری اور ابن آدم کو سر دھرنے کی جگہ ہی نہ ملی۔ اخلاق کا کوئی کامل نمونہ ہی موجود نہیں۔ تعلیم ایسی ادھوری اور غیر مکتفی کہ اس پر عمل کر کے انسان بہت پیچھے جا گرتا ہے۔ وہ کسی دوسرے کو اقتدار و عزت کیا دے سکتا ہے جو اپنی بے بسی کا خود شاکی ہے۔ اوروں کی کیا سُن سکتا ہے جس کی اپنی ساری رات کی گریہ وزاری اکارت گئی اور چلا چلا کر ایلی ایلی لما سبقتانی بھی کہا مگر شنوائی ہی نہ ہوئی اور پھر اس پر طرّہ یہ کہ آخر یہودیوں نے پکڑ کر صلیب پر لٹکا دیا اور اپنے اعتقاد کے موافق ملعون قرار دیا۔" [1]

(۱۲)

"مسیح کی زندگی کے حالات پڑھو تو صاف معلوم ہوگا کہ وہ خدا نہیں ہے اس کو اپنی زندگی میں کس قدر کوفتیں اور کلفتیں اٹھانی پڑیں اور دعا کی عدم قبولیت کا کیسا بڑا نمونہ اس کی زندگی میں دکھایا گیا تھا۔ خصوصاً باغ والی دعا جو ایسے اضطراب کی دعا ہے وہ بھی قبول نہ ہوئی اور وہ پیالہ ٹل نہ سکا۔" [2]

(۱۳)

"عیسائی مذہب توحید سے تہی دست اور محروم ہے۔ بلکہ ان لوگوں نے سچے خدا سے منہ پھیر کر ایک نیا خدا اپنے لئے بنایا ہے جو ایک اسرائیلی عورت کا بیٹا ہے مگر کیا یہ نیا خدا ان کا قادر ہے جیسا کہ اصلی خدا قادر ہے۔ اس بات کے فیصلہ کے لئے خود اسکی سرگزشت گواہ ہے کیونکہ اگر وہ قادر ہوتا تو یہودیوں کے ہاتھ سے ماریں نہ کھاتا۔ رومی سلطنت کی حوالات میں نہ دیا جاتا۔ اور صلیب پر کھینچا نہ جاتا اور جب یہودیوں نے کہا تھا کہ صلیب پر سے خود بخود اتر آ تو ہم ابھی ایمان لے آئیں گے اسی وقت اتر آتا لیکن اس نے کسی موقع پر اپنی قدرت نہیں دکھلائی۔" [3]

(۱۴)

"حضرات پادری صاحبان بھی اپنے خدا کو قادر نہیں سمجھتے کیونکہ ان کا خدا اپنے مخالفوں

---

[1] :۔ ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۳۲ ؎ [2] :۔ ملفوظات جلد ششم صفحہ ۱۰۳ ؎
[3] :۔ نسیم دعوت صفحہ ۵۱ روحانی خزائن جلد ۱۹ ؎

کے ہاتھوں سے ماریں کھاتا رہا زنداں میں داخل کیا گیا کوڑے لگے صلیب پہ کھینچا گیا۔ اگر وہ قادر ہوتا تو اتنی ذلتیں باوجود خدا ہونے کے ہرگز نہ اُٹھاتا اور نیز اگر وہ قادر ہوتا تو اس کے لئے کیا ضرورت تھی کہ اپنے بندوں کو نجات دینے کے لئے یہ تجویز سوچتا کہ آپ مر جائے اور اس طریق سے بندے رہائی پاویں۔ جو شخص خدا ہو کر تین ۳ دن تک مرا رہا اسکی قدرت کا نام لینا ہی قابل شرم بات ہے اور یہ عجیب بات ہے کہ خُدا تو تین دن تک مرا رہا لیکن اس کے بندے تین دن تک بغیر خدا کے ہی جیتے رہے۔" [1]

(۱۵)

"متفق علیہ عقیدہ دنیا میں یہی ہے کہ خدا موت اور تولّد اور بھوک اور پیاس اور نادانی اور عجز یعنی عدم قدرت اور تجسّم اور تحیّز سے پاک ہے مگر یسوع ان میں سے کسی بات سے بھی پاک نہ تھا۔ اگر یسوع میں خُدا کی رُوح تھی تو وہ کیوں کہتا ہے کہ "مجھے قیامت کی خبر نہیں"۔ اور اگر اس کی رُوح میں جو بقول عیسائیاں اقنوم ثانی سے عینیت رکھتی تھی۔ خدائی پاکیزگی تھی تو وہ کیوں کہتا ہے کہ "مجھے نیک نہ کہو"۔ اور اگر اس میں قدرت تھی تو کیوں اس کی تمام رات کی دُعا قبول نہ ہُوئی۔ اور کیوں اس کا اس نامرادی کے کلمہ پر خاتمہ ہُوا۔ کہ اس نے "ایلی ایلی لما سبقتنی" کہتے ہُوئے جان دی۔" [2]

(۱۶)

"پھر کہتے ہیں کہ اس وقت ان کی رُوح انسانی تھی۔ نہ رُوح الوہیت۔ ہم پھر پوچھتے ہیں کہ بھلا ان کی رُوح اگر انسانی تھی تو اس وقت ان کی الوہیت کی رُوح کہاں تھی؟ کیا وہ آرام کرتی تھی اور خواب غفلت میں غرق نوم تھی؟ خود بےچارے نے بڑے درد اور رقت کے ساتھ چلا چلا کر دُعا کی۔ حواریوں سے دُعا کرائی مگر سب بے فائدہ تھیں۔ وہاں ایک بھی نہ سُنی گئی۔ آخر کار خدا صاحب یہودیوں کے ہاتھ سے ملک عدم کو پہنچے۔ کیسے قابل شرم اور افسوس ہیں ایسے خیالات۔" [3]

(۱۷)

"علم رُوح کی صفات میں سے ہے نہ جسم کی صفات میں سے۔ اگر ان میں اللہ تعالیٰ کی

۱:۔ چشمہ مسیحی صفحہ ۳۹-۴۰۔ روحانی خزائن جلد ۲۰۔ ۲:۔ کتاب البریہ صفحہ ۵۲ روحانی خزائن جلد ۱۳۔
۳:۔ ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۳۳۳۔

رُوح تھی اور یہ خود اللہ تعالیٰ ہی تھے تو لاعلمی کے اقرار کی کیا وجہ۔ کیا خدا تعالیٰ بعد علم کے نادان بھی ہو جایا کرتا ہے۔ پھر متی ۱۹ باب ۱۶ میں لکھا ہے "دیکھو ایک نے آ کے اسے (یعنی مسیح سے) کہا۔ اے نیک استاد میں کونسا نیک کام کروں کہ ہمیشہ کی زندگی پاؤں۔ اس نے اسے کہا تو کیوں مجھے نیک کہتا ہے۔ نیک تو کوئی نہیں مگر ایک یعنی خدا" پھر متی ۲۰/۲۰ میں لکھا ہے کہ زبدی کے بیٹوں کی ماں نے اپنے بیٹوں کے حضرت مسیح کے دائیں بائیں بیٹھنے کی درخواست کی تو فرمایا اس میں میرا اختیار نہیں۔ اب فرمائیے قادر مطلق ہونا کہاں گیا۔ قادر مطلق بھی کبھی بے اختیار ہو جایا کرتا ہے۔ اور جبکہ اس قدر تعارض صفات میں واقع ہو گیا کہ حضرات حواری تو آپ کو قادر مطلق خیال کرتے ہیں اور آپ قادر مطلق ہونے سے انکار کر رہے ہیں۔ تو ان پیش کردہ پیشگوئیوں کی کیا عزت اور کیا وقعت باقی رہی جس کے لئے یہ پیش کی جاتی ہیں۔ وہی انکار کرتا ہے کہ میں قادر مطلق نہیں۔ یہ خوب بات ہے پھر متی ۲۶/۳۹ میں لکھا ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ مسیح نے تمام رات اپنے بچنے کے لئے دعا کی اور نہایت غمگین اور دلگیر اور رو رو کر اللہ جل شانہٗ سے التماس کی کہ اگر ہو سکے تو یہ پیالہ مجھ سے گذر جائے۔ اور نہ صرف آپ بلکہ اپنے حواریوں سے بھی اپنے لئے دُعا کرائی۔ جیسے عام انسانوں میں جب کسی پر کوئی مصیبت پڑتی ہے اکثر مسجدوں وغیرہ میں اپنے لئے دُعا کرایا کرتے ہیں۔ لیکن تعجب یہ کہ باوجود اس کے خواہ مخواہ قادر مطلق کی صفت ان پر تھوپی جاتی ہے اور ان کے کاموں کو اقتداری سمجھا جاتا ہے۔ مگر پھر بھی وہ دُعا منظور نہ ہوئی۔ اور جو تقدیر میں لکھا تھا وہ ہو ہی گیا۔ اب دیکھو اگر وہ قادر مطلق ہوتے تو چاہیئے تھا کہ یہ اقتدار اور یہ قدرت کاملہ پہلے ان کے اپنے نفس کے لئے کام آتا۔ جب اپنے نفس کے لئے کام نہ آیا تو غیروں کو ان سے توقع رکھنا ایک طمع خام ہے۔"[1]

(۱۸)

عیسائی مذہب میں :۔

"...... دنیا کو خدائی کا جو نمونہ دیا گیا تھا وہ ایسا کمزور اور ناتواں نکلا کہ تھپیڑ کھاتے، پھانسی دیا گیا۔ اور دشمنوں کا کچھ نہ کر سکا پس انہی باتوں سے وہ خدا کے بھی منکر ہو گئے ہیں۔ اور وہ لوگ بے چارے ہیں بھی معذور کیونکہ یہ سب امور فطرت انسانی کے بالکل خلاف پڑتے

---

[1] :۔ جنگِ مقدس ص۱۲۵ روحانی خزائن جلد ۶

ہیں۔ بھلا...... ایسے کمزور وناتواں خدا کے ماننے سے بجز ذلّت و ادبار کی مار کے اور حاصل ہی کیا؟ انہوں نے بھی فیصلہ کر لیا کہ ایسے خدا سے ہم یونہی اچھے ہیں۔ یہ ان کا قصور نہیں بلکہ تعلیم کا قصور ہے۔" لہ

(۱۹)

"وکیف نظن ان عیسٰی ھو اللہ وما قرأنا فلسفۃ یثبت منھا ان رجلًا کان یأکل ویشرب ویبول ویتغوط وینام ویمرض ولا یعلم الغیب ولا یقدر علی دفع الاعداء ودعاء لنفسہ عند مصیبۃ مبتھلًا متضرّعًا من اوّل اللیل الی آخرہ فما اجیبت دعوتہٗ وما شاء اللہ ان یوافق ارادتہ بارادتہ وقادہ الشیطان الی جبل فاتبعہ فما استطاع ان یفارقہ ومات قائلًا ایلی ایلی لما سبقتنی ومع ذٰلک الٰہ وابن اللہ۔ سبحانہٗ ان ھذا الّا بھتانٌ مبینٌ" ؎ہ

ترجمہ :- ہم کس طرح یہ خیال کر سکتے ہیں کہ حضرت عیسٰی خدا ہیں۔ ہم نے کوئی ایسا فلسفہ نہیں پڑھا کہ جس کی رو سے ثابت ہوتا ہو کہ ایک کھاتا پیتا انسان جو حوائج بشریت اپنے ساتھ رکھتا ہے سوتا بھی ہے اور بیمار بھی ہوتا ہے۔ علم غیب نہیں جانتا اور نہ دشمنوں کے مقابلہ کی طاقت رکھتا ہے اور مصیبت کے وارد ہونے پر شروع رات سے لے کر آخر رات تک انتہائی تضرّع اور عاجزی سے دُعا کرتا رہتا ہے۔ لیکن پھر بھی اس کا ارادہ خدائی ارادہ سے ہم آہنگ نہیں ہوتا اور نہ اس کی دُعا قبول ہوتی ہے۔ شیطان اس کو پہاڑ پر لے جاتا ہے تو اس کے پیچھے پیچھے چل پڑتا ہے اور اتنی بھی طاقت نہیں رکھتا کہ اس کو چھوڑ دے اور انجام کار۔ ایلی ایلی لما سبقتنی کہتے ہوئے جان دے دیتا ہے۔ ان سب باتوں کے باوجود کوئی انسان خدا ہو سکتا ہے۔ یا خدا کا بیٹا ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بہتان سے پاک ہے۔

(۲۰)

"عیسائی عقیدہ کی رُو سے خدا تعالیٰ عالم الغیب نہیں ہے کیونکہ جس حالت میں حضرت

لہ :۔ ملفوظات جلد دہم ۲۲۵، ۲۲۶ ؎ہ :۔ نور الحق حصہ اول ۵۵۔ روحانی خزائن جلد ۸

عیسٰی کو خُدا قرار دیا گیا ہے اور وہ خود اقرار کرتے ہیں کہ مَیں جو خُدا کا بیٹا ہوں مجھے قیامت کا علم نہیں۔ پس اس سے بجز اس کے کیا نتیجہ نکل سکتا ہے کہ خدا کو قیامت کا علم نہیں کہ کب آئے گی۔"[۱]

(۲۱)

"ان کی کمزوریاں گواہی دے رہی ہیں کہ وہ محض انسان تھے۔"[۲]

(۲۲)

"صاف ثابت ہو گیا کہ حضرت مسیح اپنے اقوال کے ذریعے اور اپنے افعال کے ذریعے اپنے تئیں عاجز ہی ٹھہراتے ہیں اور خدائی کی کوئی بھی صفت ان میں نہیں۔ ایک عاجز انسان ہیں۔ ہاں نبی اللہ بے شک ہیں۔ خدا کے سچے رسُول ہیں اس میں کوئی شبہ نہیں۔"[۳]

(۲۳)

"پھر وہ (مسیح۔ ناقل) ابن اللہ کہلا کر قیامت کے وقت سے بھی بے خبر ہے۔ جیسا کہ مسیح کا اقرار انجیل میں موجود ہے کہ وہ باوجود ابن اللہ ہونے کے نہیں جانتا کہ قیامت کب آئے گی۔ باوجود خُدا کہلانے کے قیامت کے علم سے بے خبر ہونا کس قدر بے ہودہ بات ہے بلکہ قیامت تو دُور ہے اس کو تو یہ خبر بھی نہ تھی کہ جس درخت انجیر کی طرف چلا اس پہ کوئی پھل نہیں۔"[۴]

(۲۴)

"عیسائیوں کے اس متناقض بیان کو کون سمجھ سکتا ہے۔ کہ ایک طرف تو یسوع کو خدا ٹھہرایا جاتا ہے پھر وہی خُدا کسی اور خُدا کے آگے رو رو کر دُعا کرتا ہے جبکہ تینوں خدا یسوع کے اندر ہی موجود تھے اور وہ ان سب کا مجموعہ تھا تو پھر اس نے کس کے آگے رو رو کر دُعا کی اسسے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ عیسائیوں کے نزدیک ان تین خداؤں کے علاوہ کوئی اور بھی زبردست خدا ہے جو ان سے الگ اور ان پر حکمران ہے جس کے آگے تینوں خداؤں کو رونا پڑا۔"[۵]

---

[۱]: چشمہ مسیحی ص۳۲ رُوحانی خزائن جلد ۲۰ ؛ [۲]: لیکچر سیالکوٹ ص۲۲ رُوحانی خزائن جلد ۲۰ ؛ [۳]: جنگِ مقدس ص۵۵ رُوحانی خزائن جلد ۶
[۴]: چشمہ مسیحی ص۱۷ " " " ؛ [۵]: حقیقۃ الوحی ص۶۱ روحانی خزائن جلد ۲۲ ؛

(۲۵)

"خدا بھی اس کی تعلیم موجودہ کی رو سے وہ اصل خدا نہیں کہ جو ہمیشہ حدوث اور تولّد اور تجسّم اور موت سے پاک تھا بلکہ انجیل کی تعلیم کی رُو سے عیسائیوں کا خدا ایک نیا خدا
۱۴ ہے۔ یا وہی خدا ہے کہ جس پر بدقسمتی سے بہت سی مصیبتیں آئیں اور آخری حال اس کا پہلے حال سے کہ جو ازلی اور قدیم تھا بالکل بدل گیا اور ہمیشہ قیوم اور غیر مبدّل رہ کر آخر کار تمام قیومی اس کی خاک میں مل گئی" ؎۱

(۲۶)

"پھر ایک اور پہلو سے بھی مسیح کی خدائی کی پڑتال کرنی چاہیئے..... جب ایک وقت قابو آگئے تو اس قدر دُعا کی جس کی کوئی حد نہیں مگر افسوس سے دیکھا جاتا ہے کہ وہ ساری رات کی دُعا عیسائیوں کے عقیدے کے مطابق بالکل ردّ ہو گئی۔ اور اس کا کوئی بھی نتیجہ نہ ہوا۔ اگرچہ خدا کی شان کے ہی یہ خلاف تھا کہ وہ دعا کرے۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ اپنی اقتداری قوت کا کوئی کرشمہ اس وقت دکھا دیتے جس سے بے چارے یہود اقرار اور تسلیم کے سوا کوئی چارہ ہی نہ دیکھتے۔ مگر یہاں الٹا اثر ہو رہا ہے۔ او رے او خویشتن گم است کرا رہبری کند کا معاملہ نظر آتا ہے۔ دعائیں کرتے ہیں۔ چیختے ہیں۔ چلّاتے ہیں مگر افسوس وہ دُعا سُنی نہیں جاتی اور موت کا پیالہ جو صلیب کی لعنت کے زہر سے لبریز ہے نہیں ٹلتا۔ اب کوئی اس خدا سے کیا پائے گا جو خود مانگتا ہے اور اسے دیا نہیں جاتا۔ ایک طرف تو خود تعلیم دیتا ہے کہ جو مانگو سو ملے گا۔ دوسری طرف خود اپنی ناکامی اور نامرادی کا نمونہ دکھاتا ہے۔ اب انصاف سے ہمیں کوئی بتائے کہ کسی پادری کو کیا تسلّی اور اطمینان ایسے خدائے ناکام میں مل سکتا ہے؟" ؎۲

(۲۷)

"یہ عیسائی بدنصیب اس امر کی طرف تو خیال نہیں کرتے کہ اوّل تو خدا اور اس کا مرنا یہ دونوں فقرے آپس میں کیسے متضاد پڑے معلوم ہوتے ہیں۔ جب ایک کان میں یہ آواز ہی پڑتی ہے تو وہ چونک پڑتا ہے کہ ایں یہ کیا لفظ ہیں؟ اور پھر ماسوا اس کے ایک ایسے شخص کو خدا بنائے بیٹھے ہیں کہ جس نے بخیال ان کے ساری رات یعنی چار پہر

؎۱ : ۔ براہین احمدیہ حصہ چہارم حاشیہ در حاشیہ صفحہ ۳۹۴ جلد ۱ ۔ ؎۲ ملفوظات جلد سوم صفحہ ۱۶۴-۱۶۵

کا وقت ایک لغو اور بے ہودہ کام میں جو اس کے آقا اور مولیٰ کی منشاء اور رضا کے خلاف تھا خواہ مخواہ ضائع کیا اور پھر ساری رات رو دیا اور ایسے درد اور گداز کے الفاظ میں دُعائیں کر لوہا بھی موم ہو مگر ایک بھی نہ سُنی گئی۔ واہ اچھا خُدا تھا!"[۱]

(۲۸)

"جس قدر مذہب دنیا میں موجود ہیں سب کے سب بے برکت اور بے نور اور مُردہ ہیں اور پاک تعلیم سے بے بہرہ محض ہیں۔ ...... عیسائیوں نے یہ نمونہ دکھایا کہ ایک عاجز بندہ کو خدا بنا دیا جس نے یہودیوں جیسی تباہ حال قوم سے جو ضربت علیھم الذلۃ والمسکنۃ کی مصداق تھی ماریں کھائیں۔ اور آخر صلیب پر لٹکا دیا گیا اور ان کے عقیدہ کے موافق ملعون ہو کر ایلی ایلی لما سبقتنی کہتے ہُوئے جان دیدی۔ غور تو کرو کیا ایسی صفات والا کبھی خدا ہو سکتا ہے۔ وہ تو خدا پرست بھی نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ وہ خود خدا ہو۔ عیسائی دکھاتے ہیں کہ اسکی وہ ساری رات کی پُرسوز دُعا محض بے اثر گئی۔ اس سے زیادہ بے برکتی کا ثبوت کیا ہو سکتا ہے۔ اور اس سے کیا توقع ہو سکتی ہے کہ وہ دوسروں کے لئے شفیع ہو سکتا ہے۔ ہم کو یاد نہیں کہ دو گھنٹے بھی دُعا کے لئے ملے ہوں اور وہ دُعا قبول نہ ہوئی ہو۔ ابن اللہ بلکہ خود خدا کا معاذ اللہ یہ حال ہے کہ ساری رات رو رو کر چلّا چلّا کر خود بھی دُعا کرتا رہا اور دوسروں سے بھی دُعا کراتا رہا اور کہتا رہا کہ اے خُدا تیرے آگے کوئی چیز انہونی نہیں۔ اگر ہو سکے تو یہ پیالہ ٹل جائے مگر وہ دعا قبول ہی نہیں ہُوئی۔ ...... غرض ایک داغ ہو دو داغ ہوں جس پر بے شمار داغ ہوں کیا وہ خدا ہو سکتا ہے؟ خدا تو کیا وہ عظیم الشان انسان بھی نہیں ہو سکتا۔"[۲]

(۲۹)

"ہم نے بار بار سمجھایا کہ عیسیٰ پرستی، بت پرستی اور رام پرستی سے کم نہیں اور مریم کا بیٹا کشلیا کے بیٹے سے کچھ زیادت نہیں رکھتا۔ کبھی یہ خیال آیا کہ وہ جو تمام عظمتوں کا مالک ہے اس پر انسان کی طرح کیونکر دکھ کی مار پڑ گئی۔ کبھی یہ بھی سوچا کہ خالق نے اپنی ہی مخلوق سے کیونکر مار کھائی؟ کیا یہ سمجھ آسکتا ہے کہ بندہ ناچیز اپنے خدا کو کوڑے ماریں اسکے منہ پر تھوکیں اس کو پکڑیں اس کو سولی دیں اور وہ مقابلہ سے عاجز رہ جائیں بلکہ

---

[۱] :۔ ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۳۴۴ ۔

[۲] :۔ ملفوظات جلد دوم صفحہ ۴۱-۴۲ ۔

خُدا کہلا کر پھر اس پر موت بھی آجائے۔ کیا یہ سمجھ میں آسکتا ہے؟ .... کیا یہ سمجھ میں آسکتا ہے کہ خُدا شیطان کے پیچھے پیچھے چلے اور شیطان اس سے سجدہ چاہے اور اس کو دُنیا کی طمع دے۔ کیا یہ سمجھ میں آسکتا ہے کہ وہ شخص جس کی ہڈیوں میں خُدا گھسا ہوا تھا ساری رات رو رو کر دُعا کرتا رہا اور پھر بھی استجابت دُعا سے محروم اور بے نصیب ہی رہا۔" [1]

(۳۰)

"عیسائیوں کے خدا کا حلیہ یہ ہے کہ وہ ایک آدمی مریم بنت یعقوب کا بیٹا ہے جو تیس برس کی عمر پاکر اس دار الفنا سے گذر گیا۔ جب ہم سوچتے ہیں کہ کیونکر وہ گرفتار ہونے کے وقت ساری رات دُعا کر کے پھر بھی اپنے مطلب سے نامراد رہا اور ذلّت کے ساتھ پکڑا گیا اور مقبول عیسائیوں سے سولی پر کھینچا گیا اور ایلی ایلی کرتا مر گیا۔ تو ہمیں یکدفعہ بدن پر لرزہ پڑتا ہے کہ کیا ایسے انسان کو جس کی دُعا بھی جناب الٰہی میں قبول نہ ہو سکی اور نہایت ناکامی اور نامرادی سے ماریں کھاتا کھاتا مر گیا۔ قادر خدا کہہ سکتے ہیں ذرا اس وقت کے نظارہ کو سامنے لاؤ جبکہ یسوع حوالات میں ہو کر پیلاطوس کی عدالت سے ہیرودیس کی طرف بھیجا گیا۔ کیا یہ خدائی کی شان ہے کہ حوالات میں ہو کر ہتھکڑی ہاتھ میں زنجیر پاؤں میں چند سپاہیوں کی حراست میں چالان ہو کر جھڑکیاں کھاتا گلیل کی طرف روانہ ہوا اور اس حالت پر ملامت میں ایک حوالات سے دوسری حوالات میں پہنچا۔ پیلاطوس نے کرامت دیکھنے پر چھوڑنا چاہا۔ اس وقت کوئی کرامت دکھلا نہ سکا۔ ناچار پھر حراست میں واپس کر کے یہودیوں کے حوالے کیا گیا اور انہوں نے ایک دم میں اسکی جان کا قصہ تمام کر دیا۔ اب ناظرین خود سوچ لیں کہ کیا اصلی اور حقیقی خدا کی یہی علامتیں ہوا کرتی ہیں کیا کوئی پاک کانشنس اس بات کو قبول کر سکتا ہے کہ وہ جو زمین و آسمان کا خالق اور بے انتہا قدرتوں اور طاقتوں کا مالک ہے وہ اخیر پر ایسی بدنصیب اور کمزور اور ذلیل حالت میں ہو جائے کہ شریر انسان اس کو اپنے ہاتھوں میں مل ڈالیں۔ اگر کوئی ایسے خدا کو پوجے اور اس پر بھروسہ کرے تو اسے اختیار ہے۔" [2]

---

[1] انجام آتھم صفحہ ۴۲-۴۳ روحانی خزائن جلد ۱۱۔ [2] ست بچن صفحہ ۱۲۰ روحانی خزائن جلد ۱۰۔

ان سب حوالہ جات سے روز روشن کی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ جب حضرت مسیح علیہ السلام میں خدائی صفات نہیں پائی جاتیں۔ بلکہ وہ عام انسانوں کی طرح ایک انسان تھے تو پھر وہ ہرگز ہرگز خدا نہیں ہو سکتے۔

دسویں دلیل

الوہیت مسیح کے عقیدہ کے خلاف ایک اور دلیل یہ ہے کہ یہ عقیدہ خدائی شان اور تقدس کے خلاف ہے۔ عیسائیوں کے عقیدہ کے مطابق حضرت مسیح خدا کے بیٹے اور خدائی تجلّیات کے واحد مظہر تھے۔ ان سے قبل کوئی اس منصب کا شخص نہیں گذرا۔ ظاہر ہے کہ اس عقیدہ سے خدا تعالیٰ کی ہستی پر بخل اور کنجوسی کا الزام بھی عاید ہوتا ہے۔ اس نے سوائے ایک کے باقی سب کو اپنے فیضان سے محروم رکھا۔ علاوہ ازیں خدا کی شان اور تقدس پر بھی حرف آتا ہے کہ گویا اسکے فیضان کو حاصل کرنے والا اور اس کا مظہر صرف ایک وجود ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے الوہیت مسیح کی تردید کے ضمن میں اس دلیل کو بھی پیش فرمایا ہے۔ حضرت مسیح کو خدا ماننے کے ذکر پر فرمایا:۔

"پھر اس میں خدا تعالیٰ کی بھی ہتک اور بے ادبی لازم آتی ہے گویا خدا نے بخل کیا کہ اپنی تجلّیات کا مظہر صرف ایک ہی شخص کو ٹھہرایا اور اپنے فیوض کو صرف حضرت عیسٰی تک ہی محدود کر دیا۔ غور تو کرو اگر کسی بادشاہ کی رعایا صرف ایک فرد واحد ہی ہو تو کیا اس میں اس بادشاہ کی تعریف ہے یا ہتک؟ اگر یہ کہا جاوے کہ بادشاہ کا فیض اور انعام صرف ایک خاص نفس واحد تک ہی محدود ہے تو پھر اس میں اس بادشاہ کی کیا بڑائی ہے؟ پس جب خدا کے کروڑوں بندے دنیا کے مختلف ممالک میں موجود تھے تو کیا وجہ کہ خدا تعالیٰ نے اپنے فیض کو صرف بنی اسرائیل ہی تک محدود رکھا۔ دیکھو بند پانی بھی آخر کار گندہ ہو جاتا ہے اور کیچڑ کی صحبت سے اس میں ایک قسم کا تعفّن پیدا ہو جاتا ہے تو پھر خدا کے اُوپر ایسا بہتان باندھنا کہ اسکے فیوض اور برکات صرف ایک خاص قوم تک ہی محدود اور بند ہیں۔ خدا کی شان کی ہتک اور بے ادبی ہے"۔ [1]

گیارہویں دلیل

بعض اوقات مسیحی حضرات حضرت مسیح علیہ السلام کی الوہیت کی دلیل یہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام

[1] ملفوظات جلد دہم صفحہ ۲۲۳

بے قصور اور بے گناہ تھے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اوّل تو اناجیل سے حضرت مسیح علیہ السلام کا بے قصور اور بے گناہ ہونا ہی ثابت نہیں اور اگر بالفرض ایسا ثابت بھی ہو جائے تو پھر بھی یہ امر الوہیت کی دلیل نہیں بن سکتا۔ کیونکہ بے قصور ہونا الوہیت کا استحقاق پیدا نہیں کرتا۔

از روئے اناجیل امر واقعہ یہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام بے قصور اور بے گناہ نہ تھے۔ اس کے ثبوت میں کسی قصور یا گناہ کو پیش کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ خود حضرت مسیح علیہ السّلام کا وہ قول ہی کافی ثبوت ہے جس میں لکھا ہے :۔

"یسوع نے اس سے کہا تو مجھے کیوں نیک کہتا ہے؟ کوئی نیک نہیں مگر ایک یعنی خدا" [1]

پھر متی کی انجیل میں لکھا ہے :۔

" اور دیکھو ایک شخص نے پاس آکر اس سے کہا اے استاد میں کونسی نیکی کروں تاکہ ہمیشہ کی زندگی پاؤں ۔ اس نے اس سے کہا کہ تو مجھ سے نیکی کی بابت کیوں پوچھتا ہے ؟ نیک تو ایک ہی ہے" [2]

حضرت مسیح علیہ السلام کے اس قول کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مسیح پاک علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

"تعجب ہے کہ حضرت مسیح نے کسی مقام میں نہیں فرمایا کہ میں خدا تعالیٰ کے حضور میں ہر ایک قصور اور ہر ایک خطا سے پاک ہوں ...... خدا تعالیٰ کے حضور میں حضرت مسیح صاف اپنے تقصیروار ہونے کا اقرار کرتے ہیں ۔ جیسا کہ متی باب ۱۹ سے ظاہر ہے کہ انہوں نے اپنے نیک ہونے سے انکار کیا" [3]

ان حوالہ جات سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح علیہ السّلام نے کبھی اپنے نیک اور بے قصور ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ اس موقعہ پر عیسائی کہہ دیا کرتے ہیں کہ مسیح کے یہ اقوال تو عاجزی اور انکساری کے اظہار کے لئے ہیں ۔ ان کو حقیقت پر محمول نہیں کیا جا سکتا ۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اگر انجیل کے بیانات کو درست سمجھا جائے تو ماننا پڑتا ہے کہ مسیح کا یہ قول کسی عاجزی یا خاکساری کا اظہار نہیں بلکہ ایک حقیقت ہے۔ کیونکہ انجیلی بیانات سے حضرت مسیح علیہ السلام کی خدائی کے ثبوت کا کیا سوال ۔ ان سے تو حضرت مسیح کے ایک کامل اور با اخلاق انسان ہونے کا بھی ثبوت نہیں ملتا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام عیسائیوں کے اس عذر کے ردّ میں کہ مسیح کے یہ اقوال خاکساری پر مشتمل

---

[1] :۔ لوقا $\frac{18}{19}$ ۔ [2] :۔ متی $\frac{19}{16-17}$ ۔ [3] :۔ جنگِ مقدس ص۱۴۲ روحانی خزائن جلد ۶ ۔

ہیں۔ فرماتے ہیں کہ انجیل کے جن مقامات سے عیسائی لوگ حضرت مسیح علیہ السلام کی الوہیت کی دلیل لیتے ہیں:۔

"وہ تو اس کی انسانیت ہی کو ثابت کرتے ہیں۔ اور انسانیت کے لحاظ سے بھی اسے عظیم الشان انسانوں کی فہرست میں داخل نہیں کرتے۔ جب اسے نیک کہا گیا تو اس نے انکار کیا۔ اگر اس کی روح میں بقول عیسائیاں کامل تطہر اور پاکیزگی تھی پھر وہ یہ بات کیوں کہتا ہے کہ مجھے نیک نہ کہو۔ علاوہ بریں یسوع کی زندگی پہ بہت سے اعتراض اور الزام لگائے گئے ہیں اور جس کا کوئی تسلی بخش جواب آج تک ہماری نظر سے نہیں گذرا۔

ایک یہودی نے یسوع کی سوانح عمری لکھی ہے اور وہ یہاں موجود ہے۔ اس نے لکھا ہے کہ یسوع ایک لڑکی پر عاشق ہو گیا تھا اور اپنے استاد کے سامنے اس کے حسن و جمال کا تذکرہ کر بیٹھا تو استاد نے اُسے عاق کر دیا۔ اور انجیل کے مطالعہ سے جو کچھ مسیح کی حالت کا پتہ لگتا ہے وہ آپ سے بھی پوشیدہ نہیں ہے کہ کس طرح پر وہ نامحرم نوجوان عورتوں سے ملتا تھا اور کس طرح پر ایک بازاری عورت سے عطر ملواتا تھا اور یسوع کی بعض نانیوں اور دادیوں کی جو حالت بائبل سے ثابت ہوتی ہے وہ بھی کسی سے مخفی نہیں ...... پھر یہودیوں نے اس کی ماں پر جو کچھ الزام لگائے ہیں وہ بھی ان کتابوں میں درج ہیں۔ ان سب کو اگر اکٹھا کر کے دیکھیں تو اس کا یہ قول کہ مجھے نیک نہ کہو اپنے اندر حقیقت رکھتا ہے۔ اور یہ فروتنی یا انکساری کے طور پر ہرگز نہ تھا۔ جیسا بعض عیسائی کہتے ہیں اب میں پوچھتا ہوں کہ جس شخص کے اپنے ذاتی چال چلن کا یہ حال ہو اور حسب و نسب کا یہ۔ تو کیا خدا ایسا ہی ہؤا کرتا ہے۔ یہ باتیں اللہ تعالیٰ کے تقدس کے صریح خلاف ہیں۔" [1]

پس اس بیان سے واضح ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو بے گناہ قرار دینا اور اس سے الوہیت مسیح کا استدلال کرنا بناء الفاسد علی الفاسد کی مثال ہے۔

بارھویں دلیل

حضرت مسیح علیہ السلام کے حالات زندگی اور آپ کی زندگی کے واقعات اناجیل میں کافی تفصیل سے لکھے گئے ہیں۔ ان حالات کے پڑھنے سے ایک منصف مزاج بآسانی اندازہ لگا سکتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام

---

[1] :۔ ملفوظات جلد سوم صفحہ ۱۳۷، ۱۳۸۔

کی زندگی کوئی غیر معمولی زندگی نہ تھی۔ نہ آپ کے کام نمایاں حیثیت رکھتے ہیں اور نہ آپ کا وجود۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ان حالات کو دیکھ کر کوئی عقلمند انسان حضرت مسیح علیہ السلام کو خدا تسلیم نہیں کر سکتا۔ کیونکہ عقل اس بات کو دُور سے ہی دھکے دیتی ہے کہ انسانوں میں سے ایک انسان جو کوئی غیر معمولی خصوصیت یا برتری بھی نہیں رکھتا خدا قرار دیا جائے۔ اور اس کے ساتھی جو اسی قسم کے ہیں اس منصب سے محروم رہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے الوہیت مسیح کے ردّ میں ایک دلیل یہ بیان فرمائی ہے کہ از روئے فلسفہ حضرت مسیح کی خدائی کو تسلیم کرنا باطل ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اگر مسیح کے انجیلی حالات کو دیکھ کر یہ فیصلہ کیا جائے کہ ایسا شخص خدا ہوتا ہے تو عقل از روئے انصاف بطور کلیت یہ فیصلہ دے گی کہ اس قسم کے تمام اشخاص جو گزشتہ زمانوں میں گزرے یا آئندہ پیدا ہوں گے سب خدا ہیں۔ لیکن ظاہر ہے کہ ایسا استدلال نہ صرف واقعاتی اعتبار سے غلط ہے بلکہ خود عیسائی صاحبان بھی ایسا تسلیم کرنے کو تیار نہیں کہ گزشتہ اور آئندہ زمانہ میں بہت سے خداؤں کا وجود ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس دلیل کو ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں:-

"عقلی عقیدے سب کلیت کے رنگ میں ہوتے ہیں کیونکہ قواعد کلیہ سے ان کا استخراج ہوتا ہے۔ لہٰذا ایک فلاسفر اگر اس بات کو مان جائے کہ یسوع خدا ہے تو چونکہ دلائل کا حکم کلیت کا فائدہ بخشتا ہے۔ اس کو ماننا پڑتا ہے کہ پہلے بھی ایسے کروڑہا خدا گزرے ہیں اور آگے بھی ہو سکتے ہیں اور یہ باطل ہے۔" [1]

نیز فرمایا:-

"ایک طرف تو یہ پادری لوگ کالجوں اور سکولوں میں فلسفہ اور منطق پڑھاتے ہیں اور دوسری طرف مسیح کو ابن اللہ اور اللہ مانتے ہیں اور تثلیث وغیرہ عقائد کے قائل ہیں جو سمجھ ہی میں نہیں آتا کہ کیونکر اس کو فلاسفہ سے مطابق کرتے ہیں۔ انگریزی منطق کی بناء تو منطق استقرائی ہی پر ہے پھر یہ کونسا استقراء ہے کہ یسوع ابن اللہ ہے۔ کونسی شکل پیدا کرتے ہوں گے۔ یہی ہوگا کہ مثلاً اسی قسم کے خواص جن لوگوں کے اندر ہوں وہ خدا یا خدا کے بیٹے ہوتے ہیں اور مسیح میں یہ خواص تھے۔ پس وہ بھی خدا یا خدا کا بیٹا تھا۔ اس سے تو کثرت لازم آتی ہے جو محال مطلق ہے۔ مَیں تو جب اس پر غور کرتا ہوں حیرت بڑھتی ہی جاتی ہے نہیں معلوم یہ لوگ کیوں نہیں سوچتے۔" [2]

---

[1]: کتاب البریہ صفحہ ۵۳ روحانی خزائن جلد ۱۳؛ [2]: ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۲۷۱؛

پس الوہیت مسیح کا عقیدہ فلسفہ اور عقل کے کلی فیصلہ کی رُو سے باطل ہے۔

تیرھویں[۱۳] دلیل

عیسائی عقیدہ یہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو جب یہود نے زبردستی پکڑ کر صلیب پر لٹکا دیا تو وہ صلیب پر مر گیا اور تین دن تک مرا رہا۔ بعد میں زندہ ہو گیا۔ مسیحی عقیدہ کا یہ حصہ کہ حضرت مسیح تین دن کے لئے مر گئے تھے اس بات کی واضح دلیل ہے کہ وہ ہرگز ہرگز خدا نہیں تھے۔ وہ خدا ہی کیا جو مر گیا؟ کیا ایسا خدا قابل اعتبار ہے اور کسی کی مدد کرنے کے قابل سمجھا جا سکتا ہے جو خود صلیب پر لٹک کر مر گیا؟

اسلام نے یہ بیان کیا ہے کہ خدا وہ ہے جو موت اور انتقال سے بالا ہے حیٌّ لا یموت ہے اور مسیحی عقیدہ بھی یہی کہتا ہے کہ خدا پر موت نہیں آیا کرتی۔ چنانچہ خدا کے متعلق آیا ہے:۔

> "بقا صرف اسی کو ہے اور وہ اس نور میں رہتا ہے جس تک کسی کی گذر نہیں ہو سکتی۔ نہ اُسے کسی انسان نے دیکھا نہ دیکھ سکتا ہے۔" [۱]

پس خدا مرنے سے بہت بالا ہے۔ اسکی شان ہی یہ تقاضا کرتی ہے کہ وہ ازل سے ابد تک ہو۔ ھوالاوّل والآخر لیکن مسیحی بھی عجیب ہیں ایک طرف مسیح کی موت کا عقیدہ رکھتے ہیں اور دوسری طرف ان کو خدا بتاتے اور سمجھتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مسیحی عقیدہ کی رو سے حضرت مسیح کی تین دن کی موت کو الوہیت کی تردید میں ایک دلیل کے طور پر پیش فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

(۱)

> "پھر خدا ہونے کے برخلاف وہ مرتا ہے۔ کیا خدا بھی مرا کرتا ہے؟ اور اگر محض انسان مرا ہے تو پھر کیوں یہ دعویٰ ہے کہ ابن اللہ نے انسانوں کے لئے جان دی!" [۲]

(۲)

> "عیسویت کے ابطال کے واسطے تو ایک دانا آدمی کے لئے یہی کافی ہے کہ ان کے اس عقیدہ پر نظر کرے کہ خدا مر گیا ہے۔ بھلا کوئی سوچے کہ خدا بھی مرا کرتا ہے۔ اگر یہ کہیں کہ خدا کی روح نہیں بلکہ جسم مرا تھا تو ان کا کفارہ باطل ہو جاتا ہے۔" [۳]

---

[۱]:۔ تمطاؤس ۱۶/۶ ؛ [۲]:۔ چشمہ مسیحی ص۱۱ روحانی خزائن جلد ۲۰ ؛ [۳]:۔ ملفوظات جلد پنجم ص۲۹۲ ؛

(۳)

"ایک عیسائی یہ بات کہہ کر کہ اس کا خدا کسی زمانہ میں تین دن تک مرا رہا تھا کس درجہ اندر ہی اندر اپنے اس قول سے ندامت اٹھاتا ہے اور کس قدر خود روح اسکی اسے ملزم کرتی ہے کہ کیا خدا بھی مرا کرتا ہے۔ اور جو ایک مرتبہ مر چکا اس پر کیونکر بھروسہ کیا جائے کہ پھر نہیں مرے گا۔ پس ایسے خدا کی زندگی پر کوئی دلیل نہیں بلکہ کیا معلوم کہ شاید مرہی گیا ہو کیونکہ اب زندوں کے اس میں آثار نہیں پائے جاتے وہ اپنے خدا خدا کرنے والوں کو کوئی جواب نہیں دے سکتا۔ کوئی معجزانہ کلام نہیں دکھلا سکتا۔" ۱؎

(۴)

"یہ بات بھی عیسائیوں کی ہی ایجاد ہے کہ خدا بھی مرا کرتا ہے۔" ۲؎

ان حوالہ جات سے ظاہر ہے کہ وہ مسیح جو عیسائیوں کے اعتقاد میں ایک دفعہ مر گیا تھا خواہ تین دن کے لئے ہی ہو ہرگز خدا نہیں ہو سکتا۔

۱۴ چودھویں دلیل

عیسائی حضرات حضرت مسیح علیہ السلام کے معجزات کو بڑے طمطراق سے پیش کرتے ہیں اور ان سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کا استنباط کرتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عیسائیوں کی اس دلیل کا زبردست تنقیدی جائزہ لیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ معجزات مسیح ہرگز ان کی الوہیت کی دلیل نہیں ہیں۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ معجزات اپنی ذات میں الوہیت کی دلیل نہیں ہیں۔ اس اصول کی تائید انجیل کی ان عبارات سے ہوتی ہے۔ مسیح نے اپنے حواریوں سے کہا:۔

"میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اگر ایمان رکھو اور شک نہ کرو تو نہ صرف وہی کرو گے جو انجیر کے درخت کے ساتھ ہوا بلکہ اس پہاڑ سے بھی کہو گے کہ تو اکھڑ جا اور سمندر میں جا پڑ تو یوں ہی ہو جائے گا۔ اور جو کچھ دعا میں ایمان کے ساتھ مانگو گے وہ سب تم کو ملے گا۔" ۳؎

پھر لکھا ہے:۔

"میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ جو مجھ پر ایمان رکھتا ہے یہ کام جو میں کرتا ہوں وہ بھی کرے گا بلکہ ان سے بھی بڑے کام کرے گا۔" ۴؎

۱؎ :۔ چشمہ مسیحی حاشیہ صفحہ ۵۳ روحانی خزائن جلد ۲۰ ؛ ۲؎ :۔ ست بچن صفحہ ۱۶۲ روحانی خزائن جلد ۱۰ ؛ ۳؎ متی ۲۱/۲۱ ؛ ۴؎ یوحنا ۱۴/۱۲

پس ثابت ہوُا کہ معجزات اپنی ذات میں الوہیت کا ثبوت نہیں ورنہ مسیح کے حواری مسیح سے بڑھ کر خدا ہوتے کیونکہ ان کو مسیح سے زیادہ اعلیٰ معجزات دکھانے کی طاقت تھی۔

دوسری بات یہ ہے کہ جس قسم کے معجزات حضرت مسیح علیہ السلام کے بیان کئے جاتے اسی قسم کے معجزات بلکہ اس سے بڑھکر معجزات دیگر انبیاء کے ثابت ہیں۔ مُردوں کو زندہ کرنے کا سوال ہو تو الیسع نبی نے مُردے زندہ کئے۔ (۲۔ سلاطین ۴/۳۵)۔ بیماروں کو اچھا کرنے کا سوال ہو تو یہ جواب ہے کہ الیسع نے سپہ سالار کو جو کوڑھی تھا اچھا کیا۔ (۲۔ سلاطین ۵/۱۴)۔

الغرض جس قدر معجزات مسیح کے بیان کئے جاتے ہیں ان سے بڑھ کر معجزات دیگر انبیاء نے دکھائے پس کیا وجہ ہے کہ مسیح کمتر معجزات کے باوجود خدا ہو گیا اور دوسرے لوگ اعلیٰ معجزات دکھانے کے باوجود انسان کے انسان رہیں۔ یہ بات قرین انصاف نہیں۔ اس ضمن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

- "حضرت مسیح علیہ السلام کے معجزات موسیٰ نبی کے معجزات سے کچھ بڑھ کر نہیں ہیں اور ایلیا نبی کے نشانوں کا جب مسیح کے نشانوں سے مقابلہ کریں تو ایلیا کے معجزات کا پلہ بھاری معلوم ہوتا ہے پس اگر معجزات سے کوئی خدا بن سکتا ہے تو یہ سب بزرگ خدائی کے مستحق ہیں۔" [1]
- "اس کے معجزات دوسرے اکثر نبیوں کی نسبت بہت ہی کم ہیں مثلاً اگر کوئی عیسائی ایلیا نبی کے معجزات سے جو بائبل میں مفصل مذکور ہیں جن میں سے مُردوں کا زندہ کرنا بھی ہے مسیح ابن مریم کے معجزات کا مقابلہ کرے تو اس کو ضرور اقرار کرنا پڑے گا کہ ایلیا نبی کے معجزات شان اور شوکت اور کثرت میں مسیح ابن مریم کے معجزات سے بہت بڑھکر ہیں۔" [2]
- "اگر اس کے معجزات ہیں تو وہ دوسرے نبیوں سے بڑھ کر نہیں ہیں بلکہ الیاس نبی کے معجزات اس سے بہت زیادہ ہیں۔ اور بموجب بیان یہودیوں کے اس سے کوئی معجزہ نہیں ہوُا۔ محض فریب اور مکر تھا۔" [3]
- "محض زبردستی اور تحکم کے طور پر حضرت مسیح کو خُدا بنایا جاتا ہے ان میں کوئی بھی ایک ایسی خاص طاقت ثابت نہیں ہوئی جو دوسرے نبیوں میں پائی نہ جائے بلکہ بعض دوسرے نبی معجزہ نمائی میں ان سے بڑھ کر تھے۔" [4]
- "یہ بات قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہو چکی ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم باذن وحکم الٰہی

---

[1] :۔ لیکچر لاہور صفحہ ۱ روحانی خزائن جلد ۲۰؛ [2] :۔ نسیم دعوت صفحہ ۱۸-۱۹ روحانی خزائن جلد ۱۹؛
[3] :۔ چشمہ مسیحی صفحہ ۱۲ 〃 〃 〃؛ [4] :۔ لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۳۴ 〃 〃 〃 ۲۰؛

الیسع نبی کی طرح اس عمل الترب میں کمال رکھتے تھے۔ گو الیسع کے درجہ کاملہ سے کم رہے ہوئے تھے کیونکہ الیسع کی لاش نے بھی معجزہ دکھلایا کہ اسکی ہڈیوں کے لگنے سے ایک مُردہ زندہ ہوگیا مگر چوروں کی لاشیں مسیح کے جسم کے ساتھ لگنے سے ہرگز زندہ نہ ہوسکیں۔ یعنی وہ دو چور جو مسیح کے ساتھ مصلوب ہوئے تھے۔ بہرحال مسیح کی یہ ترئبی کارروائیاں زمانہ کے مناسب حال بطور خاص مصلحت کے تھیں مگر یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ عمل ایسا قدر کے لائق نہیں جیسا کہ عوام النّاس اس کو خیال کرتے ہیں۔" ۱؎

- "مقابلتاً جب ہم انبیاء سابقین کے معجزات کو دیکھتے ہیں تو وہ کسی حالت میں مسیح کے معجزات سے کم نہیں بلکہ بڑھ کر ہیں کیونکہ بائبل کے مطالعہ کرنے والے خوب جانتے ہیں کہ پہلے نبیوں سے مُردوں کا لگ کر بھی زندہ ہونا ثابت ہے حالانکہ مسیح کے خیالی معجزات میں ان باتوں کا کوئی اثر نہیں ہے۔ مسیح کی لاش نے کوئی مردہ نہیں زندہ کیا پھر بتاؤ کہ مسیح کو کونسی چیز خدا بنا سکتی ہے؟" ۲؎

ان حوالہ جات سے ثابت ہوتا ہے کہ مسیح علیہ السلام کو ان معجزات کی بناء پہ خدا قرار نہیں دیا جاسکتا۔ ورنہ ان لوگوں کو بھی خدا ماننا پڑے گا جنہوں نے مسیح سے بڑھ کر معجزات دکھلائے۔

تیسری بات یہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے خود کبھی معجزہ نمائی کا اقرار نہیں کیا۔ اور نہ ہی یہ دعویٰ فرمایا ہے کہ میں اقتداری معجزات دکھلا سکتا ہوں بلکہ واقعات تو یہ ثابت کرتے ہیں کہ جب معجزہ دکھانے کا موقعہ آیا اس وقت بھی اوّل تو مسیح نے قطعی انکار کر دیا اور مطالبہ کرنے والوں کو بُرا بھلا کہا اور اگر یہ کہا کہ صرف ایک معجزہ دکھایا جائے گا (یعنی یونس نبی کے نشان والا) تو وہ بھی مسیحی بیانات کے مطابق پورا ہوتا نظر نہیں آتا۔ انجیل میں لکھا ہے:-

"ہیرودیس یسوع کو دیکھ کر بہت خوش ہوا کیونکہ وہ مدت سے اسے دیکھنے کا مشتاق تھا اس لئے کہ اسنے اس کا حال سنا تھا اور اس کا کوئی معجزہ دیکھنے کا امیدوار تھا اور وہ اس سے بہتیری باتیں پوچھتا رہا۔ مگر اس نے اسے کچھ جواب نہ دیا۔" ۳؎

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت مسیح علیہ السلام کے اعجاز نمائی سے اس انکار کو اس دلیل کے طور پہ پیش فرمایا ہے کہ ان کو بذات خود معجزہ دکھانے کی قدرت نہیں تھی۔ (اور یہی انبیاء کا مقام ہے کہ وہ خدا کے اذن اور طاقت سے ایسا کیا کرتے ہیں) چنانچہ حضور نے اسی مثال کا ذکر کرتے

۱؎ :- ازالہ اوہام حصہ اوّل حاشیہ صفحہ ۲۵۶-۲۵۸ روحانی خزائن جلد ۳ ۲؎ :- ملفوظات جلد سوم صفحہ ۱۳۲ ۳؎ :- لوقا ۲۳ / ۸-۹

ہوئے فرمایا ہے :۔

" زیادہ تر تعجب یہ ہے کہ حضرت مسیح معجزہ نمائی سے صاف انکار کرکے کہتے ہیں کہ میں ہرگز کوئی معجزہ دکھا نہیں سکتا مگر پھر بھی عوام الناس ایک انبار معجزات کا ان کی طرف منسوب کر رہے ہیں۔ نہیں دیکھتے کہ وہ تو کھلے کھلے انکار کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ ہیرودیس کے سامنے حضرت مسیح جب پیش کئے گئے تو ہیرودیس مسیح کو دیکھ کر بہت خوش ہوا کیونکہ اس (کو) اس کی کوئی کرامت دیکھنے کی امید تھی۔ پر ہیرودیس نے ہرچند اس بارہ میں مسیح سے بہت درخواست کی لیکن اس نے کچھ جواب نہ دیا تب ہیرودیس اپنے تمام مصاحبوں کے سمیت اس سے بے اعتقاد ہو گیا۔ اور اسے ناچیز ٹھہرایا۔ دیکھو لوقا باب ۲۲۔

اب خیال کرنا چاہیئے کہ اگر حضرت مسیح میں اقتداری طور پر جیسا کہ عیسائیوں کا خیال ہے معجزہ نمائی کی قوت تھی تو ضرور حضرت مسیح ہیرودیس کو جو ایک خوش اعتقاد آدمی اور ان کے وطن کا بادشاہ تھا کوئی معجزہ دکھاتے مگر وہ کچھ بھی دکھا نہ سکے "[1]

معجزات مسیح کے دلیل الوہیت نہ ہونے کے سلسلہ میں چوتھی بات یہ ہے کہ مسیح کے ان معجزات کا وجود کوئی یقینی اور قطعی امر نہیں ہے بلکہ محض ایک قصہ کی حیثیت ہے۔ اس کی وجہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ تحریر فرمائی ہے کہ جن لوگوں نے ان معجزات کو بیان کیا ہے وہ حضرت مسیح علیہ السلام کے حواری نہ تھے۔ اور نہ انہوں نے بچشم خود ان معجزات کو دیکھا تھا۔ گویا سنی سنائی بات کو اپنے طور پر قلمبند کر دیا۔ پس کیا یہ روایت قابلِ قبول ہو سکتی ہے۔ خاص طور پر اس صورت میں کہ ان پر ایک ایسے عقیدہ کی عمارت کھڑی کی جا رہی ہو جو عیسائیت کے عقائد میں رگِ جان کی حیثیت رکھتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ معجزات کے ان راویوں کو مبالغہ کرنے کی عادت تھی جو ان کی روایت کو کمزور کر کے ناقابلِ قبول بنا دیتی ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

" اگر گذشتہ معجزات جو اب محض قصوں کے رنگ میں پیش کئے جائیں تو اوّل تو ہر ایک منکر کہہ سکتا ہے کہ خدا جانے کہ ان کی اصل حقیقت کیا ہے۔ اور کسقدر مبالغہ ہے کیونکہ کچھ شک نہیں کہ مبالغہ کرنا انجیل نویسوں کی عادت میں داخل تھا چنانچہ ایک انجیل میں یہ فقرہ موجود ہے کہ مسیح نے اتنے کام کئے کہ اگر وہ لکھے جاتے تو دنیا میں سما

---

[1] :۔ ازالہ اوہام حصہ اوّل صفحہ ۱۰۷-۱۰۶ روحانی خزائن جلد ۳؂

نہ سکتے۔ اب دیکھو کہ وہ کام بغیر لکھنے کے تو دنیا میں سما گئے لیکن لکھنے کی حالت میں وہ دنیا میں نہیں سمائیں گے۔ یہ کس قسم کا فلسفہ اور کس قسم کی منطق ہے۔ کیا کوئی سمجھ سکتا ہے؟" لہ

پھر آپ تحریر فرماتے ہیں کہ ان معجزات کو اس وجہ سے بھی الوہیت کی دلیل قرار نہیں دیا جاسکتا کہ ان کا کوئی واضح تاریخی اور ناقابلِ تردید ثبوت نہیں ہے۔ اگر بنیاد صرف انجیل نویسوں کی روایت ہے تو وہ ناقابلِ اعتبار ہے۔ اس کی ایک وجہ اوپر ذکر ہو چکی ہے۔ بعض اور وجوہ بھی ہیں جن کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:۔

"مَیں نے انجیلوں پر ایک یہ بھی اعتراض کیا تھا کہ ان میں جس قدر معجزات لکھے گئے ہیں جن سے خواہ مخواہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدائی ثابت کی جاتی ہے۔ وہ معجزات ہرگز ثابت نہیں ہیں۔ کیونکہ انجیل نویسوں کی نبوت جو مدارِ ثبوت تھی ثابت نہیں ہو سکی اور نہ اُنہوں نے نبوت کا دعویٰ کیا اور نہ کوئی معجزہ دکھلایا۔ باقی رہا یہ کہ انہوں نے بحیثیت ایک وقائع نویس کے معجزات کو لکھا ہو۔ سو وقائع نویسی کے شرائط بھی ان میں متحقق نہیں کیونکہ وقائع نویس کے لئے ضروری ہے کہ وہ دروغ گو نہ ہو اور دوسرے یہ کہ اس کے حافظہ میں خلل نہ ہو اور تیسرے یہ کہ وہ عمیق الفکر ہو اور سطحی خیال کا آدمی نہ ہو اور چوتھے یہ کہ وہ محقق ہو اور سطحی باتوں پر کفایت کرنے والا نہ ہو اور پانچویں یہ کہ جو کچھ لکھے چشم دید لکھے محض رطب و یابس کو پیش کرنے والا نہ ہو مگر انجیل نویسوں میں ان شرطوں میں سے کوئی شرط موجود نہ تھی۔" ٹہ

پھر مزید وضاحت کے طور پر فرمایا:۔

"یہ ثابت شدہ امر ہے کہ انہوں نے اپنی انجیلوں میں عمداً جھوٹ بولا ہے۔ چنانچہ ناصرہ کے معنے اُلٹے کئے اور عمانوایل کی پیشگوئی کو خواہ مخواہ مسیح پر جمایا اور انجیل میں لکھا کہ یسوع کے تمام کام لکھے جاتے تو وہ کتابیں دنیا میں سما نہ سکتیں۔ اور حافظہ کا یہ حال ہے کہ پہلی کتابوں کے بعض حوالوں میں غلطی کھائی اور بہت سی بے اصل باتوں کو لکھ کر ثابت کیا کہ ان کو عقل اور فکر اور تحقیق سے کام لینے کی عادت نہ تھی بلکہ بعض جگہ ان انجیلوں میں نہایت قابلِ شرم جھوٹ ہے جیسا کہ متی باب ۵ میں یسوع کا یہ قول ہے کہ تم سن چکے ہو کہ اپنے پڑوسی سے محبت کر اور اپنے دشمن سے نفرت کر حالانکہ پہلی کتابوں

لہ:۔ لیکچر لاہور صفحہ ۱ روحانی خزائن جلد ۲۰ ٭ ٹہ:۔ کتاب البریہ صفحہ ۸۱ روحانی خزائن جلد ۱۳ ٭

میں یہ عبارت موجود نہیں ایسا ہی ان کا یہ لکھنا کہ تمام مُردے بیت المقدس کی قبروں سے نکل کر شہر میں آ گئے تھے۔ یہ کس قدر بیہودہ بات ہے اور کسی معجزہ کے لکھنے کے وقت کسی انجیل نویس نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ وہ اس کا چشم دید ماجرا ہے۔ پس ثابت ہوتا ہے کہ وقائع نویسی کے شرائط ان میں موجود نہ تھے۔ اور ان کا بیان ہرگز اس لائق نہیں کہ کچھ بھی اس کا اعتبار کیا جائے۔" ؎۱

اسی ضمن میں آپ مزید فرماتے ہیں :۔

"ایک اور بات قابلِ غور ہے کہ وہ کیا نشانات تھے کہ جن سے حقیقتاً مسیح کی خدائی ثابت ہوتی۔ کیا معجزات۔ اوّل تو سرے سے ان معجزات کا کوئی ثبوت ہی نہیں کیونکہ انجیل نویسوں کی نبوت ہی کا کوئی ثبوت نہیں اگر ہم اس سوال کو درمیان نہ بھی لائیں اور اس بات کا لحاظ نہ کریں کہ انہوں نے ایک محقق اور چشم دید حالات لکھنے والے کی حیثیت سے نہیں لکھے تب بھی ان معجزات میں کوئی رونق اور قوت نہیں پائی جاتی۔" ؎۲

معجزاتِ مسیح کے سلسلہ میں پانچویں بات یہ ہے کہ عیسائی حضرات حضرت مسیح کے مُردوں کو زندہ کرنے پرندے پیدا کرنے پر خاص طور پر بڑا زور دیتے ہیں حالانکہ اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان سے حقیقی زندگی مراد نہیں ہو سکتی کیونکہ اگر واقعی وہ ایسے معجزات دکھا سکتے تھے تو اس زمانہ کے لوگوں نے ان کو قبول کیوں نہ کیا۔ پس عقلی اور واقعاتی ہر دو اعتبار سے ان معجزات کو ظاہر پر محمول کرنا درست نہیں ہے۔ مسیح موعود علیہ السلام نے اس بارہ میں بڑی تفصیل درج فرمائی ہے۔ اختصار کے پیشِ نظر صرف دو حوالوں پر اکتفا کرتا ہوں۔ حضور نے فرمایا :۔

(۱)

"احیاءِ حقیقی تو خود باطل اور الٰہی کتابوں کے مخالف حال اعجازی احیاء جس میں دنیا کی طرف رجوع کرنا اور پھر دنیا میں آباد ہونا نہیں ہوتا ممکن تو ہے مگر خدائی کی دلیل نہیں کیونکہ اس کے مدعی عام ہیں۔" ؎۳

معجزاتِ مسیح کی حقیقت بیان کرتے ہوئے آپ مزید فرماتے ہیں :۔

"عیسائی بار بار حضرت مسیح کے مُردے زندہ کرنے کے معجزات پیش کرتے ہیں مگر ثبوت نا

؎۱ :۔ کتاب البریہ صفحہ ۲۶۰ روحانی خزائن جلد ۱۳ ؛ ؎۲ :۔ ملفوظات جلد سوم صفحہ ۱۳۲ ؛
؎۳ :۔ نور القرآن نمبر ۱ حاشیہ صفحہ ۳۴۱ روحانی خزائن جلد ۹ ؛

ایک کا بھی نہیں ۔ نہ کسی مُردے نے آکر عالم آخرت کی سرگزشت سنائی یا بہشت دوزخ کی حقیقت ظاہر کی یا دوسرے جہان کے چشمدید عجائبات کے بارہ میں کوئی کتاب شائع کی یا اپنی شہادتوں سے فرشتوں کے معبود کا ثبوت دیا بلکہ مُردوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو روحانی یا جسمانی طور پر مُردوں کی مانند تھے۔ پھر گویا دُعا کے ذریعے سے نئی زندگی پائی ۔ یہی حال حضرت عیسیٰ کے پرندے بنانے کا ہے۔ اگر وہ سچ مچ پرندے بناتے تو ایک دنیا ان کی طرف الٹ پڑتی اور پھر کیوں صلیب تک نوبت پہنچتی اور کیا ممکن تھا کہ عیسائی لوگ جو حضرت عیسیٰ کے خدا بنانے پر حریص ہیں وہ ایسے بڑے خدائی نشان کو چھوڑ دیتے۔ بلکہ وہ تو ایک تنکے کا پہاڑ بنا دیتے ۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہ واقع جو قرآن شریف میں مذکور ہے اپنے ظاہری معنوں پر محمول نہیں بلکہ اس سے کوئی خفیف امر مراد ہے جو بہت وقعت اپنے اندر نہیں رکھتا "۔ ؎۱

معجزات مسیح کے دلیل الوہیت نہ ہونے کے سلسلہ میں چھوٹی بات یہ ہے کہ خود عیسائی حضرات میں بھی اب یہ خیال زور پکڑ رہا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے معجزات ان کی الوہیت کی دلیل نہیں ہیں اور نہ ان کی الوہیت ثابت کرنے کے لئے ان معجزات کا سہارا لینا چاہیئے ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی زندگی میں جب اصل معجزہ دکھانے کا وقت تھا تو اس وقت تو انہوں نے معجزہ سے انکار کر دیا ۔ یہ انکار ان کے عجز کا اعتراف ہے ۔ اور جو خود ہی عاجز ہونا تسلیم کرے اس کے خدا ہونے کا کیا سوال ؟ ایک مسیحی مصنف لکھتا ہے :۔

"No miracle is reported which saved him from death, ar smoothed his path during life.' ؎۲

یعنی مسیح کی زندگی میں کوئی ایسا معجزہ نظر نہیں آتا جس نے اس کو موت سے بچا لیا ہو یا زندگی کے دَوران اس کے راستہ کو خوشگوار بنایا ہو۔

اب یہ خیال بھی پیدا ہو رہا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے معجزات ان کی الوہیت کی دلیل نہیں ۔ چنانچہ ایک مسیحی لکھتے ہیں :۔

"ہم صفائی سے سمجھ لیں اور صاف دلی کے ساتھ مان لینے کو تیار ہیں کہ مسیحیت کو ثابت

؎۱ :۔ حقیقۃ الوحی صفحہ ۴۸ حاشیہ ۔ روحانی خزائن جلد ۲۲ ۔

؎۲ :۔ (The begining of Chrischanity pp. 186 by Clarence Tucker Craig.)

کرنے کے لئے مسیح کے معجزات کا سہارا ڈھونڈنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ جیسا کہ پیشتر ہوتا رہا ہے۔ اور نہ اس کی الوہیت کے ثبوت کے لئے ہم ان کے محتاج ہیں"۔ ؎۱

پس حضرت مسیح علیہ السلام کے معجزات کے بارہ میں یہ سب امور اس بات کو پایہ ثبوت تک پہنچا دیتے ہیں اور کسی قسم کا شک باقی نہیں رہنے دیتے کہ معجزات مسیح کو حضرت مسیح علیہ السلام کی الوہیت کے لئے دلیل نہیں بنایا جا سکتا۔ پس معجزات مسیح کا ناقص اور ناقابل ثبوت اور غیر یقینی ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ الوہیت کی بنیاد نہیں بن سکتے۔

اگر یہ سوال ہو کہ جب حضرت مسیح علیہ السلام کے معجزات کی یہ حقیقت اور حیثیت ہے تو پھر ان معجزات کا قرآن مجید میں خاص طور پر کیوں ذکر کیا گیا ہے۔ تو اس کا جواب حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے مقدس الفاظ میں یوں ہے کہ:-

"قرآن شریف میں حضرت مسیح ابن مریم کے معجزات کا ذکر اس غرض سے نہیں ہے کہ اس سے معجزات زیادہ ہوئے ہیں بلکہ اس غرض سے ہے کہ یہودی اس کے معجزات سے قطعاً منکر تھے اور اس کو فریبی اور مکار کہتے تھے۔ پس خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں یہودیوں کے رفع اعتراض کے لئے مسیح ابن مریم کو صاحب معجزہ قرار دیا اور اسی حکمت کی وجہ سے اس کی ماں کا نام صدیقہ رکھا"۔ ؎۲

حضرت مسیح علیہ السلام کے معجزات کی حیثیت کے بارہ میں حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے دو اصولی حوالے درج کر کے میں اس دلیل کو ختم کرتا ہوں۔ حضور فرماتے ہیں:-

"مسیح کے معجزات اور پیشگوئیوں پر جس قدر اعتراضات اور شکوک پیدا ہوتے ہیں میں نہیں سمجھ سکتا کہ کسی اور نبی کے خوارق یا پیش خبریوں میں کبھی ایسے شبہات پیدا ہوئے ہوں"۔ ؎۳

"یہ بیہودہ قصے ہیں جن پر خدائی کا شہتیر رکھا گیا ہے مگر وقت آتا ہے بلکہ آگیا کہ جس طرح روئی کو دھنکا جاتا ہے اس طرح خدا تعالیٰ ان تمام قصوں کو ذرہ ذرہ کر کے اڑا دے گا"۔ ؎۴

؎۱ :- اہل مسجد ص۳۶۹ ؎۲ :- نسیم دعوت ص۱۹ روحانی خزائن جلد ۱۹

؎۳ :- ازالہ اوہام حصہ اول ص۱۰۶ روحانی خزائن جلد ۳ ؎۴ :- سراج منیر ص۲۳ " " " ۱۲

پندرھویں دلیل

الوہیت مسیح کی تردید میں پندرھویں دلیل یہ ہے کہ جو تعلیم حضرت مسیح علیہ السلام نے دی ہے وہ
خدا کی تعلیم اور خدا کے مقرر کردہ اصولوں سے ٹکراتی ہے اگر حضرت مسیح واقعی خدا ہوتے تو ہرگز ممکن نہ 15•
تھا کہ خدا کی اور ان کی تعلیموں میں ٹکراؤ یا تضاد نظر آتا۔

ایک مثال سے اس دلیل کی وضاحت ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں یہ اصول مقرر فرمایا ہے کہ کبھی وہ نرمی کا سلوک کرتا ہے اور کبھی گرفت کرتا ہے۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ وہ نرمی ہی نرمی کرتا چلا جائے اور نہ کبھی ایسا دیکھنے یا سننے میں آیا ہے کہ خدا کسی قوم کو مسلسل عذاب میں مبتلا رکھے۔ خدا تعالیٰ کے مؤاخذہ میں نرمی اور سختی دونوں مناسب طور پر نظر آتی ہیں۔ اس کے مقابل پر حضرت مسیح علیہ السلام نے جو تعلیم پیش کی ہے اس میں سراسر عفو اور معافی اور نرمی پر زور دیا گیا ہے۔ سختی اور مقابلہ سے روکا گیا ہے۔ لکھا ہے :-

"میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ شریر کا مقابلہ نہ کرنا بلکہ جو کوئی تیرے داہنے گال پر طمانچہ مارے دوسرا بھی اس کی طرف پھیر دے اور اگر کوئی تجھ پر نالش کرکے تیرا کرتا لینا چاہے تو چوغہ بھی اسے لے لینے دے اور جو کوئی تجھے ایک کوس بیگار میں لے جائے اس کے ساتھ دو کوس چلا جا۔"[1]

حضرت مسیح علیہ السلام کی اس تعلیم سے واضح ہوتا ہے کہ ان کی تعلیم خدائی منشاء اور خدائی طریق کے مطابق نہیں ہے پس حضرت مسیح علیہ السلام کی انجیلی تعلیم اور خدا تعالیٰ کے طریق میں یہ تضاد ظاہر کرتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا نہیں ہے اگر وہ خدا ہوتے تو ان دونوں تعلیمات میں اختلاف اور تضاد ہرگز نظر نہ آتا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے عفو کی تعلیم تو واضح ہی ہے اس کے مقابل پر خدا تعالیٰ کا جو طریق ہے اس کے بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"خدا تعالیٰ کے فعل میں ہم دیکھتے ہیں کہ ہمیشہ نرمی اور درگزر نہیں بلکہ وہ مجرموں کو طرح طرح کے عذابوں سے سزایاب بھی کرتا ہے۔ ایسے عذابوں کا پہلی کتابوں میں بھی ذکر ہے ....
ہم نے کبھی مشاہدہ نہیں کیا کہ خدا نے اپنی مخلوق کے ساتھ ہمیشہ حلم اور درگذر کا معاملہ کیا ہو اور کوئی عذاب نہ آیا ہو۔"[2]

۱؎ :- متی ۵: ۳۹-۴۱ ۔
۲؎ :- چشمہ مسیحی ص۱۵ روحانی خزائن جلد ۲۰ ۔

پس اس دلیل سے ثابت ہو جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہرگز خدا یا خدا کے بیٹے نہ تھے۔

سولہویں[16] دلیل

عیسائی حضرات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدائی ثابت کرنے کے لئے عام طور پر یہ کہا کرتے ہیں کہ ان کے بارہ میں کتاب مقدس میں بار بار بیٹے (ابن) کا لفظ آیا ہے لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ الفاظ حضرت مسیح علیہ السلام کی خدائی نہیں بلکہ انسانیت کا بہت بڑا ثبوت ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ سب الفاظ بائبل سے پیش کئے جاتے ہیں جس کا الہامی مقام اور حفاظت انتہائی مشکوک امر ہیں۔ یہ ایسی حقیقت ہے جس کو اب تو محقق عیسائیوں نے بھی تسلیم کر لیا ہے۔ پس اس بارہ میں صرف بائبل کی روایت قطعی حجت نہیں ہو سکتی۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر ابن یا بیٹے کے لفظ سے ہی الوہیت کا استدلال کرنا ہے تو پھر ان تمام لوگوں کو بھی خدا ماننا چاہیئے جن کے بارہ میں یہ لفظ بائبل میں آیا ہے لیکن عیسائی ایسا نہیں کرتے ظاہر ہے کہ پھر مسیح علیہ السلام کے بارہ میں بھی ابن کے لفظ سے الوہیت کا استدلال نہیں ہو سکتا۔ آخر کیا وجہ ہے کہ جب مسیح کے بارہ میں یہ لفظ آئے تو الوہیت کی دلیل بن جائے کسی اور کے بارہ میں بیٹے اور خواہ پلوٹھے بیٹے کا لفظ بھی آئے تو وہ انسان کا انسان ہی رہے یہ ہرگز انصاف نہیں۔ بائبل میں بہت سے لوگوں کے بارہ میں ابن کا لفظ آیا ہے۔ مثلاً

"خداوند نے یوں فرمایا ہے کہ اسرائیل میرا بیٹا بلکہ میرا پلوٹھا ہے۔"[1]
"مبارک وہ جو صلح کراتے ہیں کیونکہ وہ خدا کے بیٹے کہلائیں گے۔"[2]
"ہم خدا کے فرزند ہیں۔"[3]
"تم زندہ خدا کے فرزند ہو۔"[4]

الغرض اس قسم کے متعدد حوالے ملتے ہیں۔ پس کیا وجہ ہے کہ ان سب لوگوں کو خدا نہیں قرار دیا جاتا جبکہ ان کے حق میں بھی وہی الفاظ آئے ہیں جو حضرت مسیح علیہ السلام کے حق میں آئے ہیں۔ یہ ایک ایسا قوی اعتراض ہے جس کا کوئی تسلی بخش جواب عیسائی حضرات نہیں دے سکتے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"صرف ابن کا لفظ ان کی (حضرت مسیح کی۔ناقل) خدائی کو ثابت نہیں کر سکتا۔ کیونکہ

---

[1]۔ خروج ۴:۲۲ ؛ [2]۔ متی ۵:۹ ؛ [3]۔ رومیوں ۸:۱۶ ؛ [4]۔ ہوسیع ۱:۱۰ ؛

حقیقت اور مجاز میں باہم تفریق کرنے کے ہم مجاز نہیں ہو سکتے کہ کہہ دیں کہ یہاں تو حقیقت مراد ہے اور فلاں جگہ مجاز ہے۔ یہی لفظ یا اس سے بھی بڑھ کر جب دوسرے انبیاء اور راستبازوں اور قاضیوں پر بولا جاوے تو وہ نرے آدمی رہیں اور مسیح پر بولا جاوے تو وہ خود خدا اور ابن بن جاویں یہ تو انصاف اور راستی کے خلاف ہے۔" لے

اسی ضمن میں فرمایا :۔

"یہ جو کہا جاتا ہے کہ انجیل میں مسیح پر بیٹے کا لفظ آیا ہے اس کے جواب میں ہمیں یہ کہنے کی کوئی ضرورت نہیں کہ انجیل محرّف یا مبدّل ہے۔ بائبل کے پڑھنے والوں سے یہ ہرگز مخفی نہیں ہے کہ اس میں بیٹے کا لفظ کس قدر عام ہے اسرائیل کی نسبت لکھا ہے کہ اسرائیل فرزند من است نخست زادہٗ من است اب اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا اور خدا کی بیٹیاں بھی بائبل سے تو ثابت ہوتی ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ خدا کا اطلاق بھی ہؤا ہے کہ تم خدا ہو۔ اس سے زیادہ اور کیا ثابت ہوگا۔ اب ہر ایک منصف مزاج دانشمند غور کر سکتا ہے کہ اگر ابن کا لفظ عام نہ ہوتا تو تعجب کا مقام ہوتا لیکن جبکہ یہ لفظ عام ہے اور آدم کو بھی شجرۂ ابناء میں داخل کیا گیا ہے اور اسرائیل کو نخست زادہ بتایا گیا ہے اور کثرت استعمال نے ظاہر کر دیا ہے کہ مقدسوں اور راستبازوں پر یہ لفظ حسن ظن کی بناء پر بولا جاتا ہے۔ اب جب تک مسیح پر اس لفظ کے اطلاق کی خصوصیت نہ بتائی جاوے کہ کیوں اس ابنیت میں وہ سارے راستبازوں کے ساتھ شامل نہ کیا جاوے۔ اس وقت تک یہ لفظ کچھ بھی مفید اور مؤثر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جب یہ لفظ عام اور قومی محاورہ ہے تو مسیح پر ان سے کوئی نرالے معنے پیدا نہیں کر سکتا۔ میں اس لفظ کو مسیح کی خدائی یا ابنیت یا الوہیت کی دلیل مان لیتا اگر یہ کسی اور کے حق میں نہ آیا ہوتا۔" لے

نیز فرمایا :۔

"یہ تو دورنگی ہے کہ مسیح کے لئے یہی لفظ آئے تو وہ خدا بنایا جاوے اور دوسروں پر اس کا اطلاق ہو تو وہ بندے کے بندے۔" سے

عیسائی حضرات مسیح علیہ السلام کے حق میں ابن اللہ کے لفظ سے ان کی الوہیت کا استدلال

لے :۔ ملفوظات جلد سوم صـ۱۳۳ ؛ لے :۔ ملفوظات جلد سوم صـ۱۳۱ ؛ سے :۔ ایضاً

کرتے ہیں ۔ اسکی ردّ میں مسیح پاک علیہ السلام کے چند مزید حوالے درج ذیل ہیں ۔ فرمایا :۔

"یہ اور بات ہے کہ مسیح نے اپنے تئیں خدا کا بیٹا کہا ہے ۔ یا کسی اور کتاب میں اس کو بیٹا کہا گیا ہے ۔ ایسی تحریروں سے اس کی خدائی نکالنا درست نہیں ۔ بائبل میں بہت سے لوگوں کو خدا کے بیٹے کہا گیا ہے ۔ بلکہ بعض کو خدا بھی ۔ پھر مسیح کی تخصیص بے وجہ ہے اور اگر ایسا ہوتا بھی کہ کسی دوسرے کو ان کتابوں میں بجز مسیح کے خدا یا خدا کے بیٹے کا لقب نہ دیا جاتا تب بھی ایسی تحریروں کو حقیقت پر حمل کرنا نادانی تھا کیونکہ خدا کے کلام میں ایسے استعارات بکثرت پائے جاتے ہیں ۔ مگر جس حالت میں بائبل کی رو سے خدا کا بیٹا کہلانے میں اور بھی مسیح کے شریک ہیں تو دوسرے شرکاء کو کیوں اس فضیلت سے محروم رکھا جاتا ہے "۔ [1]

پھر آپ تحریر فرماتے ہیں :۔

"انجیل میں تثلیث کا نام و نشان نہیں ۔ ایک عام محاورہ لفظ ابن اللہ کا جو پہلی کتابوں میں آدم سے لیکر اخیر تک ہزارہا لوگوں پر بولا گیا تھا وہی عام لفظ حضرت مسیح کے حق میں انجیل میں آ گیا ۔ پھر بات کا بتنگڑ بنایا گیا ۔ یہاں تک کہ حضرت مسیح اس لفظ کی بنیاد پر خدا بھی بن گئے ۔ حالانکہ نہ کبھی مسیح نے خدائی کا دعویٰ کیا اور نہ کبھی خودکشی کی خواہش ظاہر کی "۔ [2]

نیز فرمایا :۔

"یسوع ابن مریم خدا نہیں ہے ۔ یہ کلمات جو اس کے منہ سے نکلے اہل اللہ کے منہ سے نکلا کرتے ہیں مگر ان سے کوئی خدا نہیں بن سکتا "۔ [3]

ابن اللہ کے انجیلی محاورہ کی اصل بیان کرتے ہوئے آپ نے فرمایا :۔

"توریت میں کہا گیا ہے کہ یعقوب میرا بیٹا بلکہ میرا پلوٹھا بیٹا ہے اور عیسیٰ ابن مریم کو جو انجیلوں میں بیٹا کہا گیا اگر عیسائی لوگ اسی حد تک کھڑے رہتے کہ جیسے ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب اور یوسف اور موسیٰ اور داؤد اور سلیمان وغیرہ خدا کی کتابوں میں استعارہ کے رنگ میں خدا کے بیٹے کہلائے ہیں ایسا ہی عیسیٰ بھی ہے ۔ تو ان پر کوئی

---

[1] :۔ لیکچر لاہور صفحہ ۱۹ روحانی خزائن جلد ۱۹ ۔ [2] :۔ نور القرآن نمبر ۱ صفحہ ۳۶۳ روحانی خزائن جلد ۹ ۔

[3] :۔ کتاب البریہ صفحہ ۲۰۱ روحانی خزائن جلد ۱۳ ۔

اعتراض نہ ہوتا...... یہ تمام استعارات ہیں۔ محبت کے پیرایہ میں۔ ایسے الفاظ خدا تعالیٰ کے کلام میں بہت ہیں۔" ؎۱

نیز فرمایا:-

"پہلی کتابوں میں جو کامل راستبازوں کو خدا کے بیٹے کرکے بیان کیا گیا ہے اس کے بھی یہ معنے نہیں ہیں کہ وہ درحقیقت خدا کے بیٹے ہیں کیونکہ یہ تو کفر ہے اور خدا بیٹوں اور بیٹیوں سے پاک ہے بلکہ یہ معنے ہیں کہ ان کامل راستبازوں کے آئینہ صافی میں عکسی طور پر خدا نازل ہوا تھا اور ایک شخص کا عکس جو آئینہ میں ظاہر ہوتا ہے استعارہ کے رنگ میں گویا وہ اس کا بیٹا ہوتا ہے کیونکہ جیسا کہ بیٹا باپ سے پیدا ہوتا ہے ایسا ہی عکس اپنے اصل سے پیدا ہوتا ہے۔" ؎۲

ان سب حوالہ جات سے ظاہر ہے کہ محض لفظ ابن اللہ سے الوہیت مسیح کا استدلال ایک باطل استدلال ہے۔ مسیح کی اس بارہ میں کوئی خصوصیت نہیں۔ اور اگر خصوصیت ہو بھی تو پھر بھی یہ لفظ دلیل الوہیت نہیں بن سکتا۔ کیونکہ یہ انجیل کا ایک محاورہ ہے۔ جس کو ظاہر پر محمول نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ ایسا کرنا خدا کی شان سے بعید ہے اور عقلاً ناقابل قبول ہے۔ پس ابن اللہ کے لفظ سے الوہیت مسیح کا استدلال باطل ہے۔

لفظ ابن اللہ کے دلیل الوہیت نہ ہونے اور اس کے بطور مجاز استعمال ہونے کا سب سے بڑا واقعاتی ثبوت یہ ہے کہ خود حضرت مسیح علیہ السلام نے اس کو مجاز قرار دیا ہے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جنگ مقدس میں اس امر پر تفصیلی بحث فرمائی ہے۔ اس ضمن میں یوحنا کے باب ۱۰ کو پیش فرمایا ہے۔ اور الوہیت مسیح کی تردید کے نقلی دلائل میں سے اس دلیل کو قطعی اور یقینی قرار دیا ہے۔ یوحنا باب دس میں یوں لکھا ہے:-

"یہودیوں نے اسے سنگسار کرنے کے لئے پھر پتھر اُٹھائے۔ یسوع نے انہیں جواب دیا کہ مَیں نے تم کو باپ کی طرف سے بہتیرے اچھے کام دکھائے ہیں ان میں سے کس کام کے سبب مجھے سنگسار کرتے ہو۔ یہودیوں نے اسے جواب دیا کہ اچھے کام کے سبب نہیں بلکہ کفر کے سبب تجھے سنگسار کرتے ہیں اور اس لئے کہ تو آدمی ہو کر اپنے آپ کو خدا بناتا ہے۔ یسوع نے انہیں جواب دیا کہ تمہاری شریعت میں یہ نہیں لکھا ہے کہ مَیں نے کہا تم

؎۱: حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۶ روحانی خزائن جلد ۲۲۔ ؎۲: حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۵-۶۶ روحانی خزائن جلد ۲۲۔

خدا ہو؟ جبکہ اس نے انہیں خدا کہا جن کے پاس خدا کا کلام آیا اور کتاب مقدس کا باطل ہونا ممکن نہیں۔ آیا تم اس شخص سے جسے باپ نے مقدس کر کے دنیا میں بھیجا کہتے ہو کہ تو کفر بکتا ہے اس لئے کہ میں نے کہا میں خدا کا بیٹا ہوں"۔ [1]

یہ حوالہ ابن اللہ سے استدلال الوہیت کی حقیقت پوری طرح واضح کر دیتا ہے۔ جب مسیح پہ ابن اللہ ہونے کا دعویٰ کرنے کی وجہ سے کفر کا الزام لگایا گیا تو انہوں نے ایک دوسری مثال دے کر خود وضاحت کر دی کہ ابن اللہ سے کیا مراد ہے۔ اگر حضرت مسیح واقعی خدا تھے تو انہیں صاف لفظوں میں اس کا اعلان کرنا چاہیئے تھا۔ اور پھر وہ اس دعویٰ کا ثبوت بھی دیتے لیکن انہوں نے ایسا نہ کیا بلکہ کہا تو یہ کہا کہ میں اس طرح خدا کا بیٹا ہوں جس طرح پہلے انبیاء اور برگزیدوں کے حق میں یہ وارد ہے کہ "تم خدا ہو" گویا جن معنوں میں پہلے نبیوں کو خدا کہا گیا ہے۔ انہی معنوں میں یسوع خدا کا بیٹا تھا۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ ابن اللہ مجازاً استعمال ہوا ہے نہ کہ حقیقتاً۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس سلسلہ میں فرماتے ہیں :۔

"جب مسیح کو یہودیوں نے اس کے اس کفر کے بدلے میں کہ یہ ابن اللہ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے پتھراؤ کرنا چاہا۔ تو اس نے انہیں صاف کہا کہ کیا تمہاری شریعت میں یہ نہیں لکھا کہ تم خدا ہو۔ اب ایک دانشمند خوب سوچ سکتا ہے کہ اس الزام کے وقت تو چاہیئے تھا کہ مسیح اپنی پوری بریت کرتے اور اپنی خدائی کے نشان دکھا کر انہیں ملزم کرتے اور اس حالت میں کہ ان پر کفر کا الزام لگایا گیا تھا تو ان کا فرض ہونا چاہیئے تھا کہ اگر وہ فی الحقیقت خدا یا خدا کے بیٹے ہی تھے تو یہ جواب دیتے کہ یہ کفر نہیں بلکہ میں واقعی طور پر خدا کا بیٹا ہوں اور میرے پاس اس کے ثبوت کے لئے تمہاری ہی کتابوں میں فلاں فلاں موقع پر صاف لکھا ہے کہ میں قادر مطلق عالم الغیب خدا ہوں اور لاؤ میں دکھا دوں اور پھر اپنی قدرتوں طاقتوں سے ان کو نشانات خدائی بھی دکھا دیتے اور وہ کام جو انہوں نے خدائی سے پہلے دکھائے تھے ان کی فہرست الگ دے دیتے پھر ایسے بیّن ثبوت کے بعد کس یہودی فقیہہ اور فریسی کو طاقت تھی کہ انکار کرتا وہ تو ایسے خدا کو دیکھ کر سجدہ کرتے مگر برخلاف اس کے آپ نے کیا تو یہ کیا کہ کہہ دیا کہ تمہیں خدا لکھا ہے۔ اب خدا ترس دل لے کر غور کرو کہ یہ اپنی خدائی کا ثبوت دیا یا ابطال کیا؟" [2]

---

[1] :۔ یوحنا ۱۰: ۳۴ تا ۳۶ ٭ [2] :۔ ملفوظات جلد سوم ص۱۳۵ ٭

پس ثابت ہوا کہ جب ابن اللہ کے لفظ سے کبھی حضرت مسیح علیہ السلام نے بھی اپنی الوہیت کا استدلال نہیں کیا تو کسی اور کا اس لفظ کو الوہیت کی بنیاد قرار دے دینا کس قدر بعید از عقل ہے۔

سترھویں[۱۷] دلیل

الوہیت مسیح علیہ السلام کے رد میں ایک اور دلیل یہ ہے کہ ان کے قول اور فعل میں تضاد پایا جاتا ہے۔ خدا کی شان یہ ہے کہ اسکے قول و فعل میں یا دو اقوال میں کوئی تضاد یا اختلاف نہیں ہوتا۔ اس کا علم کامل اور ازلی ابدی ہوتا ہے۔ وہ حکیم ہے پس اس کے قول اور فعل کے آپس میں متضاد ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہ اصول سب اہل مذاہب نے درست تسلیم کیا ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کی زندگی میں یہ بات نظر نہیں آتی۔ پس وہ خدا نہیں ہو سکتے۔ اس اصول کے بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"یہ بات نہایت معقول ہے کہ خدا کا قول اور فعل دونوں مطابق ہونے چاہئیں یعنی جس رنگ اور طرز پر دنیا میں خداتعالیٰ کا فعل نظر آتا ہے ضرور ہے کہ خداتعالیٰ کی سچی کتاب اپنے فعل کے مطابق تعلیم کرے نہ یہ کہ فعل سے کچھ اور ظاہر ہو اور قول سے کچھ اور ظاہر ہو۔"[۱]

قول و فعل اور دو اقوال میں تضاد کی تفصیل یہ ہے کہ ایک موقع پر حضرت مسیح علیہ السلام نے بقول عیسائی حضرات خدا ہونے کا دعویٰ کیا ہے لیکن دوسری جگہ وہ اقرار کرتے ہیں کہ قیامت کا علم کسی کو نہیں صرف باپ کو ہے۔ اگر ان میں اور باپ میں کوئی تفرق نہ تھی تو اس انکار کے کیا معنے؟ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"خدا کے لئے تو یہ ضرور ہے کہ اسکے افعال اور اقوال میں تناقض نہ ہو۔ حالانکہ انجیل میں صریح تناقض ہے۔ مثلاً مسیح کہتا ہے کہ باپ کے سوا کسی کو قیامت کا علم نہیں ہے اب یہ کیسی تعجب خیز بات ہے کہ اگر باپ اور بیٹے کی عینیت ایک ہی ہے تو کیا مسیح کا یہ قول اس کا مصداق نہیں کہ دروغ گو را حافظہ نباشد۔ کیونکہ ایک مقام پر تو دعویٰ خدائی اور دوسرے مقام پر الوہیت کے صفات کا انکار۔"[۲]

پھر حضرت مسیح علیہ السلام کے اپنے قول و فعل میں بھی باہم تضاد پایا جاتا ہے۔ جو خدا کی شان سے بعید ہے۔ مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ میں ملاحظہ ہو:۔

---

[۱]:۔ چشمہ مسیحی صفحہ ۱۴-۱۵ روحانی خزائن جلد ۲۰ ۔ [۲]:۔ ملفوظات جلد سوم صفحہ ۱۳۰-۱۳۱

حضرت مسیح علیہ السلام کے قول کے بارہ میں فرمایا:۔

"انجیل میں بغیر کسی شرط کے ہر ایک جگہ عفو اور درگذر کی ترغیب دی گئی ہے اور انسانی دوسرے مصالح کو جن پر تمام سلسلہ تمدّن کا چل رہا ہے پامال کر دیا ہے اور انسانی قویٰ کے درخت کی تمام شاخوں میں سے صرف ایک شاخ کے بڑھنے پر زور دیا ہے۔اور باقی شاخوں کی رعایت قطعاً ترک کر دی ہے"۔ [۱]

لیکن کیا مسیح علیہ السلام نے خود اس سراسر عفو و درگذر کی تعلیم پر عمل کیا؟ حضور فرماتے ہیں:۔

"حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خود اخلاقی تعلیم پر عمل نہیں کیا۔ انجیر کے درخت کو بغیر پھل کے دیکھ کر اس پر بد دعا کی اور دوسروں کو دُعا کرنا سکھلایا اور دوسروں کو یہ بھی حکم دیا کہ تم کسی کو احمق مت کہو۔ اور خود اس قدر بد زبانی میں بڑھ گئے کہ یہودی بزرگوں کو ولدالحرام تک کہہ دیا اور ہر ایک وعظ میں یہودی علماء کو سخت سخت گالیاں دیں اور بُرے بُرے اُن کے نام رکھے"۔ [۲]

پس قول و فعل کا یہ تضاد ظاہر کرتا ہے کہ حضرت مسیح ہرگز خدا نہ تھے۔

اٹھارہویں دلیل

الوہیت مسیح کی تردید میں ایک اور دلیل یہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی اخلاقی حالت ایسی ہے کہ وہ خدا کی طرف منسوب نہیں کی جا سکتی۔ خدا کی ہستی ہر کمزوری ہر عیب ہر خامی اور تلخ کلامی سے بہت بالا ہے۔ اس کی نسبت اس قسم کا کوئی خیال کرنا بھی گستاخی ہے لیکن انتہائی افسوس ہے کہ مسیحی حضرات جس ہستی کو الوہیت کے منصب پر فائز کرتے ہیں وہ از روئے انجیل اخلاقی لحاظ سے بہت ہی کمزور اور قابل اعتراض نمونہ کا مالک ہے۔ اگر حضرت مسیح علیہ السلام کے حالات اور واقعات پر انجیلی بیانات کی روشنی میں غور کیا جائے تو واضح ہو جاتا ہے کہ ان کی اخلاقی حالت ہرگز اس قابل نہیں کہ ان کو ایک شریف انسان یا نبی بھی کہا جائے۔ چہ جائیکہ ان کو خدا سمجھ لیا جائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس سلسلہ میں فرماتے ہیں:۔

"فقیہیوں اور فریسیوں کو مخاطب کر کے حضرت مسیح نے غیر مہذب الفاظ استعمال کئے بلکہ تعجب تو یہ ہے کہ ان یہودیوں کے معزز بزرگوں نے نہایت نرم اور مؤدبانہ الفاظ سے

---

[۱] ، [۲]: چشمہ مسیحی صفحہ ۱۲ روحانی خزائن جلد ۲۰۔

سراسر انکساری کے طور پر حضرت مسیح کی خدمت میں یوں عرض کی کہ اے استاد! ہم تم سے ایک نشان دیکھنا چاہتے ہیں۔ اس کے جواب میں حضرت مسیح نے انہیں مخاطب کر کے یہ الفاظ استعمال کئے کہ اس زمانہ کے بد اور حرام کار لوگ نشان ڈھونڈتے ہیں ...... الخ۔ اور پھر اسی پر بس نہیں بلکہ وہ ان معزز بزرگوں کو ہمیشہ دشنام دہی کے طور پر یاد کرتے رہے۔ کبھی انہیں کہا اے سانپو! اے سانپ کے بچو۔ دیکھو متی باب ۲۳ آیت ۳۳ کبھی انہیں کہا اندھے۔ دیکھو متی باب ۱۵ آیت ۱۴ کبھی انہیں کہا اے ریاکارو دیکھو متی باب ۲۳ آیت ۱۳ کبھی انہیں نہایت فحش کلمات سے یہ کہا کہ کنجریاں تم سے پہلے خدا تعالیٰ کی بادشاہت میں داخل ہوں گی اور کبھی ان کا نام سؤر اور کتا رکھا۔ دیکھو متی باب ۲۱ آیت ۳۱ اور کبھی انہیں احمق کہا۔ دیکھو متی باب ۲۳ آیت ۱۷ کبھی انہیں کہا کہ تم جہنمی ہو دیکھو متی باب ۲۳ آیت ۱۶ حالانکہ آپ ہی حلم اور خلق کی نصیحت دیتے تھے۔ بلکہ فرماتے ہیں کہ جو کوئی اپنے بھائی کو احمق کہے جہنم کی آگ کا سزاوار ہوگا۔"[1]

پھر حضور فرماتے ہیں :۔

"انجیلوں میں بہت سے ایسے کلمات پائے جاتے ہیں جن سے نعوذ باللہ حضرت مسیح کا دروغ گو ہونا ثابت ہوتا ہے مثلاً وہ ایک چور کو وعدہ دیتے ہیں کہ آج بہشت میں تو میرے ساتھ روزہ کھولے گا اور ایک طرف وہ خلاف وعدہ اسی دن دوزخ میں جاتے ہیں۔ اور تین دن دوزخ میں ہی رہتے ہیں۔"[2]

عیسائی حضرات کو جو حضرت مسیح کے اخلاق کو بڑے زور سے الوہیت کی دلیل کے طور پر پیش کیا کرتے ہیں۔ ملزم کرتے ہوئے حضرت مسیح پاک علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

"تکبر اور خود بینی جو تمام بدیوں کی جڑ ہے وہ تو یسوع صاحب کے ہی حصہ میں آئی ہوئی معلوم ہوتی ہے کیونکہ اس نے آپ خدا بن کر سب نبیوں کو رہزن اور بٹمار اور ناپاک حالت کے آدمی قرار دیا ہے۔ حالانکہ یہ اقرار بھی اس کے کلام سے نکلتا ہے کہ وہ خود بھی نیک نہیں ہے مگر افسوس کہ تکبر کا سیلاب اس کی تمام حالت کو برباد کر گیا ہے۔ کوئی بھلا آدمی گذشتہ بزرگوں کی مذمت نہیں کرتا۔ لیکن اس نے پاک نبیوں کو رہزنوں اور بٹماروں کے نام سے موسوم کیا ہے۔ اس کی زبان پر

---

[1] ازالہ اوہام حصہ اوّل حاشیہ ص۸-۹ روحانی خزائن جلد ۳
[2] چشمہ مسیحی ص۱۶ روحانی خزائن جلد ۲۰

دوسروں کے لئے ہر وقت بے ایمان حرام کار کا لفظ چڑھا ہوُا ہے۔ کسی کی نسبت ادب کا لفظ استعمال نہیں کیا۔ کیوں نہ ہو خدا کا فرزند جو ہوُا۔" ۱؎

پس ظاہر ہے کہ جس وجود کی اخلاقی حالت اس قسم کی ہو وہ ہرگز خدا نہیں ہو سکتا۔

انیسویں[۱۹] دلیل

مسیحی حضرات الوہیت مسیح کے اثبات کے لئے حضرت مسیح علیہ السلام کی بعض پیشگوئیوں کو پیش کیا کرتے ہیں۔ لیکن یاد رہے کہ صرف پیشگوئیاں اوّل تو معیار الوہیت ہی نہیں ہیں اور پھر خاص طور پر حضرت مسیح کی پیشگوئیاں تو اتنی کمزور اور قابل اعتراض ہیں کہ مسیحی حضرات کو خود انہیں پیش کرتے ہوُئے شرم آنی چاہیئے۔

حضرت مسیح علیہ السلام کے معجزات اور پیشگوئیوں کے دلیل الوہیت نہ ہونے کے سلسلہ میں اصولی رنگ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

"مسیح کے معجزات اور پیشگوئیوں پر جس قدر اعتراضات اور شکوک پیدا ہوتے ہیں۔ مَیں نہیں سمجھ سکتا کہ کسی اور نبی کے خوارق یا پیش خبریوں میں کبھی ایسے شبہات پیدا ہوُئے ہوں۔" ۲؎

مسیح کی پیشگوئیوں کے دلیل الوہیت نہ ہونے کی ایک وجہ یہ ہے کہ ان پیشگوئیوں کی نوعیت ایسی ہے کہ ان کو محض ایک اندازہ یا عمومی بات قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ رسول اور نبی کی پیشگوئی کی شان تو یہ ہوتی ہے کہ اس میں ایک جلال تحدّی اور شوکت پائی جاتی ہے۔ مسیح اگر خدا تھے تو ان کی پیشگوئیوں کی کیفیت تو اس سے بھی بہت بڑھ کر حقیقی اور قطعی فیصلہ شدہ امر کی سی ہونی چاہیئے تھی کیونکہ وہ خود ہی خدا تھے لیکن افسوس کہ ان کی پیشگوئیوں کی یہ کیفیت نظر نہیں آتی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

"پیشگوئیوں کا حال اس سے بھی زیادہ ابتر ہے۔ کیا یہ بھی کچھ پیشگوئیاں ہیں کہ زلزلے آئیں گے۔ مری پڑے گی۔ لڑائیاں ہوں گی قحط پڑیں گے۔" ۳؎

ایک اور موقع پر فرمایا :۔

۱؎ :۔ ست بچن صفحہ ۱۱۱ روحانی خزائن جلد ۱۰ ٭ ۲؎ :۔ ازالہ اوہام حصہ اوّل صفحہ ۶ روحانی خزائن جلد ۳ ٭

۳؎ :۔ ازالہ اوہام حصہ اوّل صفحہ ۱ روحانی خزائن جلد ۳ ٭

"مسیح کی پیشگوئیاں پیشگوئی کا رنگ ہی نہیں رکھتی ہیں۔ جو باتیں پیشگوئی کے رنگ میں مندرج ہیں وہ ایسی ہیں کہ ایک معمولی آدمی بھی ان سے بہتر باتیں کہہ سکتا ہے۔ اور قیافہ شناس مدبّر کی پیشگوئیاں ان سے بدرجہا بڑھی ہوئی ہوتی ہیں۔"[1]

نیز فرمایا:۔

"ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ مسیح کی جو پیشگوئیاں انجیل میں درج ہیں وہ ایسی ہیں کہ ان کو پڑھ کر ہنسی آتی ہے کہ قحط پڑیں گے زلزلے آئیں گے مرغ بانگ دے گا وغیرہ۔ اب ہر ایک گاؤں میں جاکر دیکھو کہ ہر وقت مرغ بانگ دیتے ہیں یا نہیں اور قحط اور زلزلے بالکل معمولی باتیں ہیں جو آجکل کے مدبّر تو اس سے بھی بڑھ کر بتا دیتے ہیں کہ فلاں وقت طوفان آئے گا فلاں وقت بارش شروع ہوگی۔"[2]

پس ظاہر ہے کہ مسیح علیہ السلام کی پیش گوئیاں اپنی کیفیت اور نوعیت کے لحاظ سے کوئی خاص امتیاز اور فضیلت نہیں رکھتیں۔ اور نہ ہی ان میں کوئی قطعیت پائی جاتی ہے۔

مزید برآں یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ یہ پیشگوئیاں باوجود اس قدر غیر واضح ہونے کے پھر بھی پوری نہ ہو سکیں۔ اگر چند ایک پیشگوئیاں بھی ایسی نکل آئیں جو پوری نہیں ہوئیں تو باقی پیشگوئیوں کے بارہ میں بھی ایمان اُٹھ جاتا ہے۔

اس سلسلہ میں مسیح پاک علیہ السلام نے متعدد مثالیں پیش فرمائی ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:۔

(۱)

"پیشگوئیوں کا یہ حال ہے جو اکثر جھوٹی نکلی ہیں۔ کیا باراں حواریوں کو وعدہ کے موافق باراں تخت بہشت میں نصیب ہو گئے۔ کوئی پادری صاحب تو جواب دیں؟ کیا دنیا کی بادشاہت حضرت عیسیٰ کو ان کی اس پیشگوئی کے موافق مل گئی جس کے لئے ہتھیار بھی خریدے گئے تھے۔ کوئی تو بولے؟ اور کیا اسی زمانہ میں حضرت مسیح اپنے دعوے کے موافق آسمان سے اتر آئے؟ مَیں کہتا ہوں کہ اترنا کیا ان کو تو آسمان پر جانا ہی نصیب نہیں ہوا۔"[3]

(۲)

"دیکھو حضرت مسیح کا کس زور سے دعویٰ تھا کہ اس زمانہ کے بعض لوگ ابھی زندہ ہوں گے

---

[1]:۔ ملفوظات جلد سوم صفحہ ۱۳۲ ؛ [2]: ملفوظات جلد سوم صفحہ ۱۱۸ ؛ [3]: چشمہ مسیحی صفحہ ۱۲ روحانی خزائن جلد ۲۰ ؛

کریں پھر آؤں گا مگر وہ سب مر گئے اور اس پر اٹھارہ سو برس اور بھی گزر گئے اور وہ جیسا کہ عیسائیوں کا خیال ہے اب تک نہ آ سکے!!!" [۱]

(۳)

"کہاں یہ پیشگوئی مسیح کی پوری ہوئی کہ اس زمانہ کے لوگ ابھی زندہ ہی ہوں گے کہ میں واپس آجاؤں گا۔ کہاں اس کی یہ پیشگوئی پوری ہوئی کہ وہ داؤد کا تخت قائم کرے گا اور کب یہ پیشگوئی ظہور میں آئی کہ اسکے بارہ حواری بارہ تختوں پر بیٹھیں گے۔ کیونکہ یہودا اسکریوطی مرتد ہو گیا اور جہنم میں جا پڑا اور اس کی بجائے جس کے لئے تخت کا وعدہ تھا ایک نیا حواری تراشا گیا جو مسیح کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔" [۲]

(۴)

"حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے بارہ حواری بہشت میں بارہ تختوں پر بیٹھیں گے۔ مگر یہ بات صحیح نہ ہوئی بلکہ ایک حواری مرتد ہو کر جہنم کے لائق ہو گیا اور آپ نے فرمایا تھا کہ ابھی اس زمانہ کے لوگ زندہ ہوں گے کہ میں دوبارہ آجاؤں گا۔ یہ بات بھی صحیح نہ نکلی اور کئی اور پیشگوئیاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی باعث اجتہادی غلطی کے پوری نہ ہو سکیں۔ غرض یہ اجتہادی غلطیاں تھیں۔" [۳]

(۵)

"پیشگوئیاں نری اٹکل معلوم ہوتی ہیں اور زیادہ افسوس یہ ہے کہ بعض پوری بھی نہ ہوئیں مثلاً یہ پیشگوئی کب اور کس وقت پوری ہوئی کہ تم سے ابھی بعض نہیں مریں گے کہ میں آسمان پر سے اُتر آؤں گا۔ بادشاہت کہاں ملی جسکے لئے تلواریں خریدی گئی تھیں۔ بارہ حواریوں کو بہشتی تختوں کا وعدہ ہوا تھا۔ یہودا اسکریوطی کو تخت کہاں ملا؟" [۴]

(۶)

"کیا یہودی اب تک نہیں کہتے کہ یسوع مسیح نے دعویٰ کیا تھا کہ میں داؤد کا تخت قائم کرنے آیا ہوں اور یسوع کے اس لفظ سے بجز اس کے کیا مراد تھی کہ اُسکی اپنے بادشاہ ہونے کی پیشگوئی تھی جو پوری نہ ہوئی...... یہودی یہ اعتراض بھی کرتے ہیں کہ مسیح نے کہا تھا کہ

---

۱ :- ضیاء الحق ص۲۵۵ روحانی خزائن جلد ۹
۲ :- تذکرۃ الشہادتین ص۲۱ روحانی خزائن جلد ۲۰
۳ :- لیکچر لاہور ص۵۲ " " جلد ۲۰
۴ :- جنگِ مقدس ص۱۹۷ روحانی خزائن جلد ۶

ابھی بعض لوگ زندہ موجود ہوں گے کہ میں واپس آؤں گا۔ مگر یہ پیشگوئی بھی جھوٹی ثابت ہوئی اور وہ اب تک واپس نہیں آیا۔" ؎۱

(۷)

"حضرت عیسیٰ نے فرمایا تھا کہ میرے بارہ حواری بارہ تختوں پر بہشت میں بیٹھیں گے۔ یہ پیشگوئی بھی انجیل میں موجود ہے مگر ایک ان حواریوں میں سے یعنی یہودا اسکریوطی مرتد ہو کر مر گیا۔ اب بتلاؤ بارہ تختوں کی پیشگوئی کس طرح صحیح ہو سکتی ہے؟...... ایسا ہی حضرت عیسیٰ نے فرمایا تھا کہ اس زمانہ کے لوگ ابھی گذر نہیں جائیں گے کہ میں واپس آؤں گا..... ..... انیس صدیاں تو گذر گئیں مگر ابھی تک حضرت عیسیٰ واپس نہیں آئے۔" ؎۲

(۸)

"زیادہ تر قابل افسوس یہ امر ہے کہ جس قدر حضرت مسیح کی پیشگوئیاں غلط نکلیں اسقدر صحیح نہیں نکل سکیں۔ انہوں نے یہودا اسکریوطی کو بہشت کے بارہ تختوں میں سے ایک تخت دیا تھا جس سے آخر وہ محروم رہ گیا۔ اور پطرس کو نہ صرف تخت بلکہ آسمان کی کنجیاں بھی دے دی تھیں۔ اور بہشت کے دروازے کسی پر بند ہونے یا کھلنے اسی کے اختیار میں رکھے تھے مگر پطرس جس آخری کلمہ کے ساتھ حضرت مسیح سے الوداع ہوا وہ یہ تھا کہ اس نے مسیح کے روبرو مسیح پر لعنت بھیج کر اور قسم کھا کر کہا کہ میں اس شخص کو نہیں جانتا۔ ایسا ہی اور بھی بہت سی پیشگوئیاں جو صحیح نہیں نکلیں...... غایت مافی الباب یہ ہے کہ حضرت مسیح کی پیشگوئیاں اوروں سے زیادہ غلط نکلیں۔" ؎۳

ان سب حوالہ جات سے یہ بات بالبداہت ثابت ہو جاتی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی پیشگوئیاں ہرگز ہرگز دلیل الوہیت نہیں بن سکتیں۔ بلکہ وہ پیشگوئیاں الوہیت مسیح کے خلاف واضح دلیل ہیں۔

بیسویں دلیل

مسیحی حضرات جس بات کو بھی حضرت مسیح علیہ السلام کی الوہیت ثابت کرنے کے لئے پیش کرتے ہیں وہ الٹا ان ہی کے خلاف دلیل بن جاتی ہے۔ مثلاً مسیحی یہ کہا کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا درجہ باقی

؎۱ :- تریاق القلوب صفحہ ۳۵۶ روحانی خزائن جلد ۱۵ ؛ ؎۲ :- ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۲۶۳ روحانی خزائن جلد ۲۱ ؛
؎۳ :- ازالہ اوہام حصہ اوّل صفحہ ۸ 〃 〃 〃 ۳ ؛

انبیاء سے بڑھ کر ہے۔ انہیں لازماً یہ دعویٰ کرنا پڑے گا ورنہ یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ جب ان کو دیگر انبیاء پر کوئی فضیلت حاصل نہیں تو وہ خدا کیسے بن گئے۔ جبکہ دیگر انبیاء محض انسان ہیں۔ لیکن مسیحیوں کا یہ دعویٰ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیگر انبیاء پر فضیلت حاصل ہے۔ دعویٰ بلا دلیل ہے۔ کیونکہ واقعات اس بات پر شاہد ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو دیگر انبیاء پر فضیلت حاصل نہیں۔ بلکہ بہت سے ایسے نبی ثابت ہوتے ہیں جو درجہ میں مسیح علیہ السلام سے بڑھے ہوئے ہیں۔ جہاں تک ان کے لقب ابن اللہ کا سوال ہے تو ہم دیکھ چکے ہیں کہ اسرائیل کو خدا کا پلوٹھا بیٹا کہا گیا ہے۔ اور جہاں تک مسیح کے معجزات کا سوال ہے اس کی بھی واضح تردید موجود ہے۔ حضرت مسیح پاک علیہ السّلام فرماتے ہیں :۔

"کیا حضرت موسیٰ مسیح سے بڑھ کر نہیں۔ جن کے لئے بطور تابع اور مقتدی کے حضرت مسیح آئے اور ان کی شریعت کے تابع کہلائے۔ معجزات میں بعض نبی حضرت مسیح سے ایسے بڑھے کہ بموجب آپ کی کتابوں کے ہڈیوں کے چھونے سے مُردے زندہ ہو گئے اور مسیح کے معجزات پراگندگی میں پڑے ہیں کیونکہ وہ تالاب جس کا یوحنا پانچ باب میں ذکر ہے حضرت مسیح کے تمام معجزات کی رونق کھوتا ہے...... کس علمی اور فعلی فضیلت کے رو سے حضرت مسیح کا افضل ہونا ثابت ہوا۔ اگر وہ ضمناً افضل ہوتے تو حضرت یوحنا سے اصطباغ ہی کیوں پاتے۔ ان کے روبرو اپنے گناہوں کا اقرار ہی کیوں کرتے۔ اور نیک ہونے سے کیوں انکار کرتے۔" [1]

یہ تو واقعاتی اور تاریخی ثبوت تھا۔ حضرت مسیح پاک علیہ السّلام کے خداداد علم کلام کی شان یہ ہے کہ آپ نے خود اپنی مثال پیش کر کے فرمایا ہے کہ اگر معجزات اور شفاعت کا ہی سوال ہو تو مَیں دعویٰ کرتا ہوں کہ مَیں مسیح ابن مریم سے بڑھ کر ہوں۔ اس لئے تو آپ نے فرمایا ہے کہ ؎

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو ⁂ اس سے بہتر غلام احمد ہے

چنانچہ اسی سلسلہ میں آپ بڑی تحدّی اور جلال کے ساتھ فرماتے ہیں :۔

"یاد رکھو کہ خدائی کے دعویٰ کی حضرت مسیح پر سراسر تہمت ہے انہوں نے ہرگز ایسا دعویٰ نہیں کیا۔ جو کچھ انہوں نے اپنی نسبت فرمایا ہے وہ لفظ شفاعت کی حد سے بڑھتے نہیں۔ سو نبیوں کی شفاعت سے کس کو انکار ہے۔ حضرت موسیٰ کی شفاعت سے کئی مرتبہ بنی اسرائیل بھڑکتے ہوئے عذاب سے نجات پا گئے۔ اور مَیں خود اس میں صاحب تجربہ

---

[1] :۔ جنگ مقدس صفحہ ۱۶۹ روحانی خزائن جلد ۶ ؛

ہوں۔ اور میری جماعت کے اکثر معزز خوب جانتے ہیں کہ میری شفاعت سے بعض مصائب اور امراض کے مبتلا اپنے دکھوں سے رہائی پا گئے اور یہ خبریں ان کو پہلے سے دی گئی تھیں۔[1]

اللہ اللہ کیا عظیم الشان تحدّی ہے۔ اور کتنا پُر شوکت یہ دعویٰ ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ شان صرف اس شخص کے کلام میں نظر آسکتی ہے جس کو خدا نے اپنے خاص دست قدرت سے کھڑا کیا ہو۔ اور وہ جری اللہ فی حلل الانبیاء بنا کر بھیجا ہو۔ آپ نے اپنے آپ کو ایک زندہ مثال کے طور پر پیش فرما کر دشمن کو خاموش اور لاجواب کر دیا۔

اکیسویں (۲۱) دلیل

عیسائی حضرات حضرت مسیح علیہ السلام کی الوہیت کی ایک دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ عہد نامہ قدیم میں مسیح کے الٰہ ہونے کے بارہ میں پیشگوئیاں پائی جاتی ہیں جو اس بات کا ثبوت ہیں کہ مسیح خدا تھے۔ اوّل یہ بات ہی بڑی کمزوری پر دلالت کرتی ہے کہ مسیح کی الوہیت ثابت کرنے کے لئے قدیم پیشگوئیوں کا سہارا ڈھونڈا جائے۔ کیا خدا کی خدائی اس طرح کی دلیلوں سے ثابت کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی شان تو یہ ہے کہ ؎

قدرت سے اپنی ذات کا دیتا ہے حق ثبوت
اس بے نشان کی چہرہ نمائی یہی تو ہے

تاہم اگر گذشتہ پیشگوئیوں کو ہی پیش کرنا ہو تو بات پھر بھی نہیں بنتی۔ کیونکہ یہ پیشگوئیاں خود حضرت مسیح علیہ السلام کی نظر میں ان کی الوہیت کی دلیل نہیں ہیں۔ ہمارا استدلال یہ ہے کہ اگر حضرت مسیح ان پیشگوئیوں کو اپنی الوہیت کی دلیل سمجھتے تو ضرور ان کو ان لوگوں کے سامنے جو ان کی الوہیت کے منکر اور آپ کو کافر قرار دیتے تھے۔ لیکن مسیح کا ایسا نہ کرنا ثابت کرتا ہے کہ ان کے نزدیک یہ پیشگوئیاں ثبوت الوہیت نہیں ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس دلیل کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:۔

"اگر حضرت مسیح در حقیقت اپنے تئیں ابن اللہ ٹھہراتے تو ضرور یہی پیشگوئیاں وہ پیش کرتے...... جبکہ انہوں نے وہ پیش نہیں کیں تو معلوم ہوا کہ ان کا وہ دعویٰ نہیں تھا۔ اگر انہوں نے کسی اور مقام میں پیش کر دی ہیں اور کسی دوسرے مقام میں یہودیوں کے اس بار بار کے اعتراض کو اس طرح پر اٹھا دیا ہے کہ میں در حقیقت خدا اور خدا کا

---

[1]:۔ لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۳۲ روحانی خزائن جلد ۲۰؛

بیٹا ہوں۔ اور یہ پیشگوئیاں میرے حق میں وارد ہیں۔ اور خدائی کا ثبوت بھی اپنے افعال سے دکھلا دیا ہے۔ تا اس متنازعہ فیہ پیشگوئی سے ان کو مخلصی حاصل ہو جاتی۔ تو برائے مہربانی وہ مقام پیش کرے ...... ہر ایک دانا اس بات کو سمجھتا ہے کہ جب وہ کافر ٹھہرائے گئے اور ان پر حملہ کیا گیا اور ان پر پتھراؤ شروع ہوا تو ان کو اس وقت اپنی خدائی کے ثابت کرنے کے لئے ان پیشگوئیوں کی اگر وہ درحقیقت حضرت مسیح کے حق میں تھیں اور ان کی خدائی پر گواہی دیتی تھیں سخت ضرورت پڑی تھی کیونکہ اس وقت جان جانے کا اندیشہ تھا۔ اور کافر تو قرار پا چکے تھے۔ تو پھر ایسی ضروری اور کارآمد پیشگوئیاں کس دن کے لئے رکھی گئی تھیں۔ کیوں نہیں پیش کیں"۔ [1]

حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق عہد نامہ قدیم کی جن پیشگوئیوں کو پیش کیا جاتا ہے ان کا تجزیہ کرتے ہوئے حضور نے فرمایا :۔

"ان پیشگوئیوں کے متعلق جہاں تک میں کہہ سکتا ہوں دو۲ امر قابلِ غور ہیں :۔

اوّل۔ کیا ان پیشگوئیوں کی بابت یہودیوں نے بھی (جن کی کتابوں میں یہ درج ہیں) یہی سمجھا ہوا تھا کہ ان سے تثلیث پائی جاتی ہے یا مسیح کا خدا ہونا ثابت ہوتا ہے۔

دوم۔ کیا مسیح نے خود بھی تسلیم کیا کہ یہ پیشگوئیاں میرے ہی لئے ہیں اور پھر اپنے آپ کو ان کا مصداق قرار دیکر مصداق ہونے کا عملی ثبوت کیا دیا؟"۔ [2]

جہاں تک پہلی بات کا تعلق ہے کہ کیا یہودی لوگ ان پیشگوئیوں کو حضرت مسیح پر منطبق کرتے اور اس سے اس کی الوہیت کا استدلال کرتے ہیں۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

"یہودیوں نے جو اصل وارث کتاب توریت ہیں اور جن کی بابت خود مسیح نے کہا ہے کہ وہ موسیٰ کی گدی پر بیٹھے ہیں کبھی بھی ان پیشگوئیوں کے یہ معنے نہیں کئے جو آپ یا دوسرے عیسائی کرتے ہیں اور وہ کبھی بھی مسیح کی بابت یہ خیال رکھ کر کہ وہ تثلیث کا ایک جزو ہے منتظر نہیں"۔ [3]

پھر آپ فرماتے ہیں :۔

"یونیٹیرین لوگوں نے تثلیث پرستوں کے بیانات ان پیشگوئیوں کے متعلق سنکر کہا

---

[1] :۔ جنگِ مقدس صفحہ ۸۳ روحانی خزائن جلد ۶ ؛ [2] :۔ ملفوظات جلد سوم صفحہ ۱۲۹-۱۳۰ ؛
[3] :۔ ملفوظات جلد سوم صفحہ ۱۳۰ ؛

ہے کہ یہ قابلِ شرم باتیں ہیں جو پیش کرنے کے قابل نہیں ہیں۔ اور اگر تثلیث اور الوہیت مسیح کا ثبوت اسی قسم کا ہو سکتا ہے تو پھر بائبل سے کیا ثابت نہیں ہو سکتا"۔ ؎۱

نیز فرمایا :-

"یہودی لوگ جو اوّل وارث توریت کے تھے جن کے عہدِ عتیق کی پیشگوئیاں سراسر غلط فہمی کی وجہ سے پیش کی جاتی ہیں کیا کبھی انہوں نے جو اپنی کتابوں کو روز تلاوت کرنے والے تھے اور ان پر غور کرنے والے تھے اور حضرت مسیح بھی ان کی تصدیق کرتے تھے کہ یہ کتابوں کا مطلب خوب سمجھتے ہیں ان کی باتوں کو مانو۔ کیا کبھی انہوں نے ان بہت سی پیش کردہ پیشگوئیوں میں سے ایک کے ساتھ اتفاق کر کے اقرار کیا کہ ہاں یہ پیشگوئی مسیح کو خدا بناتی ہے اور آنے والا مسیح انسان نہیں بلکہ خدا ہوگا۔ تو اس بات کا کچھ بھی پتہ نہیں لگتا .... یہ کیا بات ہے کہ باوجود صدہا پیشگوئیوں کے پائے جانے کے پھر بھی ایک پیشگوئی ان کو سمجھ نہ آئی اور کبھی کسی اور زمانہ میں ان کا یہ عقیدہ نہ ہوا کہ حضرت مسیح بحیثیت خدائی دنیا میں آئیں گے"۔ ؎۲

حضرت مسیح موعود علیہ السلام دلیل کے اس حصّہ کا خلاصہ ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں :-

"یہ اتفاق یہودیوں کا قبل از زمانہ مسیح کہ آنے والا ایک انسان ہے خدا نہیں ہے ایک طالبِ حق کے لئے کافی دلیل ہے"۔ ؎۳

اور جہاں تک پیشگوئیوں کے متعلق اس حصّہ کا تعلق ہے کہ کیا خود حضرت مسیح نے اپنے آپ کو ان کا مصداق قرار دیا ہے یہ بات غلط ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"انجیل کے اس دعویٰ کو رد کرنے کے لئے تو خود انجیل ہی کافی ہے کیونکہ کہیں مسیح کا ادعا ثابت نہیں۔ بلکہ جہاں ان کو موقع ملا تھا کہ وہ اپنی خدائی منوا لیتے وہاں انہوں نے ایسا جواب دیا کہ ان ساری پیشگوئیوں کے مصداق ہونے سے گویا انکار کر دیا"۔ ؎۴

نیز فرمایا :-

"انجیل کو پڑھ کر دیکھ لو اس میں کہیں بھی ایسا نہیں ہوا کہ حضرت مسیح نے ان پیشگوئیوں کو پورا نقل کر کے کہا ہو کہ اس پیشگوئی کے رُو سے مَیں خُدا ہوں اور یہ میری

؎۱ :- ملفوظات جلد سوم صفحہ ۱۲۹ ٭   ؎۲ :- جنگِ مقدس صفحہ ۹۷-۹۸ روحانی خزائن جلد ۶

؎۳ :- جنگِ مقدس صفحہ ۹۵ روحانی خزائن جلد ۶ ٭   ؎۴ :- ملفوظات جلد سوم صفحہ ۱۳۰ ٭

الوہیت کے دلائل ہیں کیونکہ نرا دعویٰ تو کسی دانشمند کے نزدیک بھی قابل سماعت نہیں ہے اور یہ بجائے خود ایک دعویٰ ہے کہ ان پیشگوئیوں میں مسیح کو خدا بنایا گیا ہے۔ مسیح نے خود کبھی دعویٰ نہیں کیا تو کسی دوسرے کا خواہ مخواہ ان کو خدا بنانا عجیب بات ہے۔" لہ

پس اس سارے بیان سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مسیح علیہ السلام کی الوہیت کی دلیل کے طور پر عہد نامہ قدیم کی پیشگوئیوں کو پیش کرنا سراسر زیادتی ہے۔ اور اس کی کوئی وجہ جواز موجود نہیں ہے۔ بلکہ ان پیشگوئیوں کا یہ مسلّم مفہوم کہ آنے والا مسیح انسان ہوگا نہ کہ خدا۔ الوہیت مسیح کی تردید میں واضح دلیل ہے۔

بائیسویں ۲۲ دلیل

الوہیت مسیح کے ردّ میں بائیسویں دلیل یہ ہے کہ عیسائی لوگوں میں بھی مسیح کی الوہیت کے متعلق مکمل اتفاق نہیں پایا جاتا۔ ان میں سے بعض حضرت مسیح کو بطور خدا اپنا نجات دہندہ یقین کرتے ہیں۔ اور بعض دوسرے ان کو محض ایک انسان اور خدا کا نبی سمجھتے ہیں۔ ہمارا استدلال یہ ہے کہ اگر الوہیت مسیح کا عقیدہ مبنی برحقیقت ہوتا اور اس بارہ میں صحفِ سابقہ کی پیشگوئیاں حضرت مسیح علیہ السلام کے اپنے بیانات اور معجزات اس قدر واضح قطعی اور یقینی ہوتے تو ہرگز عیسائیوں میں یہ اختلاف رائے پیدا نہ ہوتا۔ پس یہ اختلافِ رائے اس بات کا ثبوت ہے کہ حضرت مسیح کی الوہیت کا مسئلہ کوئی قطعی اور یقینی مسئلہ نہیں ہے۔ اور اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام عیسائیوں کے اس اختلاف کے بارہ میں فرماتے ہیں :۔

"ایک طرف گھر میں ہی پھوٹ پڑی ہوئی ہو۔ ایک صاحب حضرات عیسائیوں میں سے تو حضرت مسیح کو خدا ٹھہراتے ہیں اور دوسرا فرقہ ان کی تکذیب کر رہا ہے۔" ۲ہ

حضرت مسیح علیہ السلام کی حیثیت کے بارہ میں جس اختلاف کا اُوپر ذکر ہوا ہے اس کا ایک ثبوت مندرجہ ذیل حوالہ بھی ہے۔ ایک مشہور مسیحی مصنف Rev. E. R. Hull اپنی کتاب

What Catholic church is and what she teaches."

میں لکھتے ہیں :۔

Most protestants believe that divinity of christ is clearly

لہ :۔ ملفوظات جلد سوم صفحہ ۱۳۰ ۔ ۲ہ :۔ جنگِ مقدس صفحہ ۱۰ روحانی خزائن جلد ۶ ۔

taught in the bible; yet the socianians have argued with apparent sincerity that the new testament presents christ merely as an inspired man."

یہ حوالہ ظاہر کرتا ہے کہ مسیح کی ذات کے بارہ میں عیسائی فرقوں میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے ۔ یہی شدید اختلاف ہمارے استدلال کی بنیاد ہے ۔ کہ اگر واقعی حضرت مسیح خدا ہوتے اور ان کی خدائی کے ثبوت غیر مبہم اور یقینی ہوتے تو عیسائی فرقوں میں یہ شدید اختلاف رونما نہ ہوتا ۔ پس ثابت ہوا کہ مسیح کی الوہیت کی کوئی مضبوط بنیاد نہیں ہے ۔

تئیسویں دلیل

حضرت مسیح علیہ السلام کی الوہیت کے ردّ میں ایک اور دلیل یہ ہے کہ انسانی عقل کے نزدیک ان کا بطور خُدا دنیا میں آنا ایک بے معنی اور غیر مفید کام ہے ۔ پھر اسے خدا کی حکمت اور علم پر بھی زد پڑتی ہے ۔ کیونکہ انسانوں کی اصلاح اور ارتقاء کے لئے وہ نمونہ پیش کرنا چاہیئے جس کی انسان پیروی کر سکیں ۔ اور اس کے روحانی مقام تک ترقی کر سکتے ہوں ۔ انسان کا خدا بننا ناممکن ہے اس لئے خُدا کے آنے کا سوال پیدا نہیں ہوتا ۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس دلیل کو بھی بیان فرمایا ہے ۔ اور الوہیت مسیح کا ردّ فرمایا ہے ۔ آپ فرماتے ہیں :۔

"انسان اپنی انسانی حدود اور ہیئت کے اندر ترقی مدارج کر سکتا ہے ۔ نہ یہ کہ وہ خدا بھی بن سکتا ہے ۔ جب انسان خدا بن ہی نہیں سکتا تو پھر ایسے نمونے کی کیا ضرورت جسے انسان فائدہ نہیں اٹھا سکتا ۔ انسان کے واسطے ایک انسانی نمونے کی ضرورت ہے جو کہ رسولوں کے رنگ میں ہمیشہ خدا کی طرف سے دنیا میں آیا کرتے ہیں ۔ نہ کہ خدائی نمونہ کی جس کی پیروی انسانی مقدرت سے بھی باہر اور بالاتر ہے ۔ ہم حیران ہیں کہ کیا خدا کا منشاء انسانوں کو خدا بنانے کا تھا کہ ان کے واسطے خدائی کا نمونہ بھیجا تھا "۔ [1]

پھر اسی ضمن میں مزید وضاحت کی غرض سے فرمایا :۔

---

[1] :۔ ملفوظات جلد دہم صفحہ ۲۱۷ ۔

"انسان کا یہ کام نہیں کہ وہ خُدا بن جاوے تو پھر اسے ایسے نمونے کیوں دیئے جاتے ہیں؟ جب کسی کو کوئی نمونہ دیا جاتا ہے تو اسکی نمونہ دینے والے کا یہ منشا ہوتا ہے کہ اس نمونہ کے رنگ میں رنگین ہونے کی کوشش کی جاوے اور پھر وہ اس شخص کی طاقت میں بھی ہوتا ہے کہ (وہ) اس نمونے کے مطابق ترقی کر سکے۔ خدا جو فطرت انسانی کا خالق ہے۔ اور اسے انسانی قویٰ کے متعلق پُورا علم ہے اور کہ اس نے انسانی قویٰ میں یہ مادّہ ہی نہیں رکھا کہ خدا بھی بن سکے تو پھر کیوں اس نے ایسی صریح غلطی کھائی کہ جس کام کے کرنے کی طاقت ہی انسان کو نہیں دی۔ اس کام کے کرنے کے واسطے اسے مجبُور کیا جاتا۔ کیا یہ ظلم صریح نہ ہوگا۔ رسالت اور نبوت کے درجہ تک تو انسان ترقی کر سکتا ہے کیونکہ وہ انسانی طاقت میں ہے۔ پس اگر حضرت مسیح خدا تھے تو اُن کا آنا ہی لاحاصل ٹھہرتا ہے"۔ [1]

پس اس دلیل کا خلاصہ یہی ہے کہ اگر حضرت مسیح علیہ السلام کو خدا مانا جائے تو ان کا دنیا میں آنا ایک بے فائدہ کام ٹھہرتا ہے۔ اور اس طرح ان کو بھیجنے والے خدا کے علم اور حکمت پر بھی زد پڑتی ہے۔ پس عقل کی رُو سے حضرت مسیح علیہ السلام کا خدا ہونا باطل ہے۔

ایک وضاحت

عیسائیوں کے سامنے جب الوہیت مسیح کی تردید کے یہ دلائل رکھے جاتے ہیں تو وہ لاجواب ہو کر راہ فرار اختیار کرتے ہوئے کہہ دیتے ہیں کہ ہم حضرت مسیح علیہ السّلام کی دو[2] حیثیتیں مانتے ہیں۔ ایک مسیح انسان کی اور دوسری مسیح خدا کی۔

مسیح دیکھنے میں عام انسانوں کی طرح انسان بھی تھا۔ لیکن اقنوم ثانی یعنی ابن کے ساتھ اختلاط کی وجہ سے ابن اللہ بھی تھا اور بناء بریں خدا تھا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عیسائیوں کی ان تاویلات رکیکہ کا کڑا محاسبہ فرمایا ہے۔ آپ کے دو[2] حوالے ذیل میں درج کرتا ہوں، جو ان تاویلات کی حقیقت واضح کر دیتے ہیں۔ فرمایا:۔

(۱)

"یہ قول ان کا سراسر فضول اور نفاق اور دروغ گوئی پر مبنی ہے جو وہ کہتے ہیں کہ ہم

---

[1]: ۔ ملفوظات جلد دہم صفحہ ۲۲۲-۲۲۳ ؛

عیسیٰ کو تو ایک انسان سمجھتے ہیں مگر اس بات کے ہم قائل ہیں کہ اسکے ساتھ اقنوم ابن کا تعلق تھا۔ کیونکہ مسیح نے انجیل میں کہیں یہ دعویٰ نہیں کیا کہ اقنوم ابن سے میرا ایک خاص تعلق ہے۔ اور وہی اقنوم ابن اللہ کہلاتا ہے نہ مَیں۔ بلکہ انجیل یہ بتلاتی ہے کہ خود مسیح ابن اللہ کہلاتا تھا اور جب مسیح کو زندہ خدا کی قسم دے کر سردار کاہن نے پوچھا کہ کیا تو خدا کا بیٹا ہے تو اس نے یہ جواب نہ دیا کہ مَیں تو ابن اللہ نہیں بلکہ مَیں تو وہی انسان ہوں جس کو تیس۳۰ برس سے دیکھتے چلے آئے ہو ہاں ابن اللہ وہ اقنوم ثانی ہے جس نے اب مجھ سے قریباً دو۲ سال سے تعلق پکڑ لیا ہے۔ بلکہ اس نے سردار کاہن کو کہا کہ ہاں وہی ہے جو تو کہتا ہے۔ پس اگر ابن اللہ کے معنی اس جگہ وہی ہیں جو عیسائی مراد لیتے ہیں تو ضرور ثابت ہوتا ہے کہ مسیح نے خدائی کا دعویٰ کیا۔ پھر کیونکر کہتے ہیں کہ ہم مسیح کو انسان سمجھتے ہیں۔ کیا انسان صرف جسم اور ہڈی کا نام ہے؟"۔[1]

(۲)

"اگر کوئی یہ کہے کہ اقنوم ثانی کا مسیح کی رُوح سے ایسا اختلاط ہو گیا تھا کہ درحقیقت وہ دونوں ایک ہی چیز ہو گئے تھے اس لئے مسیح نے اقنوم ثانی کی وجہ سے جو اسکی ذات کا عین ہو گیا تھا خدائی کا دعویٰ کر دیا تو اس تقریر کا مآل بھی یہی ہوا کہ بموجب زعم نصاریٰ کے ضرور مسیح نے خدائی کا دعویٰ کیا کیونکہ جب اقنوم ثانی اسکے وجود کا عین ہو گیا اور اقنوم ثانی خدا ہے تو اسکے یہی نتیجہ نکلا کہ مسیح خدا بن گیا"۔[2]

خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ وہ اہم دلائل ہیں کہ جو کاسرِ صلیب سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے الوہیت مسیح کے باطل عقیدہ کے ردّ میں بیان فرمائے ہیں۔ اس ضمن میں حضور علیہ السّلام کا ایک جامع نوٹ بھی ہے جو ذیل میں درج کرتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"جس حالت میں ایک طرف تو حضرت مسیح اپنے کفر کی بریّت ثابت کرنے کے لئے یوحنا باب ۱۰ میں اپنے تئیں خدا اطلاق پانے میں دوسروں کا ہم رنگ قرار دیں اور اپنے تئیں لاعلم بھی قرار دیں کہ مجھے قیامت کی کچھ خبر نہیں کہ کب آئے گی اور یہ بھی روا نہ رکھیں کہ ان کو کوئی نیک کہے اور جابجا یہ فرما دیں کہ مَیں خدا تعالیٰ کی طرف سے بھیجا گیا ہوں اور حواریوں کو یہ نصیحت دیں کہ پیشگوئیاں وغیرہ امور کے وہی معنی کرو جو یہودی

---

[1] :۔ انوارالاسلام صفحہ ۴۹ حاشیہ۔ رُوحانی خزائن جلد ۹۔ [2] :۔ انوارالاسلام صفحہ ۴۹ حاشیہ رُوحانی خزائن جلد ۹۔

کیا کرتے ہیں ۔ اور ان کی باتوں کو سنو اور مانو۔ اور پھر ایک طرف مسیح کے معجزات بھی دوسرے نبیوں کے معجزات سے مشابہ ہوں بلکہ ان سے کسی قدر کم ہوں بوجہ اس تالاب کے قصّہ کے...... جس میں غسل کرنے والے اسی طرح طرح طرح کی بیماریوں سے اچھے ہو جایا کرتے تھے جیسا حضرت مسیح کی نسبت بیان کیا جاتا ہے۔ اور پھر ایک طرف گھر میں پھوٹ پڑی ہوئی ہو۔ ایک صاحب حضرات عیسائیوں میں سے تو حضرت مسیح کو خدا ٹھہراتے ہیں۔ اور دوسرا فرقہ ان کی تکذیب کر رہا ہے۔ ادھر یہودی بھی سخت مکذّب ہوں اور عقل بھی ان نامعلوم خیالات کے مخالف ہو اور پھر وہ آخری نبی جس نے صدہا دلائل اور نشانوں سے ثابت کر دیا ہو کہ مَیں سچا نبی ہوں تو پھر باوجود اس قدر مخالفانہ ثبوتوں کے ایک خاص فرقہ کا خیال اور وہ بھی بے ثبوت کہ ضرور حضرت مسیح خدا ہی تھے کس کام آسکتا ہے اور کس عزّت دینے کے لائق ہے۔" [1]

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بیان فرمودہ ان دلائل و براہین پر یکجائی نظر کرنے سے الوہیت مسیح کے عقیدہ کی حقیقت طشت از بام ہو جاتی ہے۔ اور صداقت آفتاب نیم روز کی طرح چمکنے لگتی ہے کہ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام ہرگز ہرگز خدا نہ تھے۔ بلکہ وہ سچے خالق و مالک خدا کے ایک نبی اور رسول تھے۔ عیسائیوں نے حضرت مسیح کے ساتھ نادان دوست کا سا سلوک کیا ہے جو ان کو خواہ مخواہ خدا بنا دیا ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے خود کبھی اور کسی جگہ خدا ہونے کا دعویٰ تک نہیں فرمایا۔ لیکن اب عیسائی زبردستی ان کو خدا بنا رہے ہیں اور ہر روز اعتراضات کا نشانہ بنتے ہیں ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس باطل عقیدہ کے اختیار کرنے کے نتیجہ میں عیسائیوں پر وارد ہونے والے اعتراضات کے بارہ میں کیا خوب فرماتے ہیں :۔

"بے چارے عیسائی جب سے ابن مریم کو خدا بنا بیٹھے ہیں بڑی بڑی مصیبتوں میں پڑے ہوئے ہیں۔ کوئی دن ایسا نہیں ہوگا کہ خدا ہی کی رُوح ان کے اس اعتقاد کو نفرت سے نہیں دیکھتی ہوگی۔" [2]

بالآخر مسیح پاک علیہ السلام کے اس حوالہ پر اس باب کو ختم کرتا ہوں۔ حضور فرماتے ہیں :۔

"اے عیسائیو! یاد رکھو کہ مسیح ابن مریم ہرگز ہرگز خدا نہیں ہے۔ تم اپنے نفسوں پر ظلم مت کرو۔ خدا کی عظمت مخلوق کو مت دو۔ ان باتوں کے سننے سے ہمارا دل کانپتا ہے کہ تم ایک مخلوق ضعیف درماندہ کو خدا کر کے پکارتے ہو۔ سچے خُدا کی طرف آجاؤ تا تمہارا بھلا ہو اور تمہاری عاقبت بخیر ہو۔" [3]

---

[1] :۔ جنگِ مقدّس صفحہ ۹۹-۱۰۰ جلد ۶ ؛ [2] :۔ ست بچن صفحہ ۱۲۵ ؛ [3] :۔ کتاب البریّہ صفحہ ۳۰ جلد ۱۳ ؛

"یہ عقیدہ غلطیوں کا ایک مجموعہ ہے۔"
(مسیح موعودؑ)

باب ششم

تردیدِ کفّارہ

- کفّارہ
- کفّارہ کی حیثیت اسلام میں
- مسیحی کفّارہ
- مسیحی کفّارہ میں بنیادی غلطیاں
- مسیحی کفّارہ کی تردید کے دلائل

"ہم نجات کے لئے نہ کسی خون کے محتاج ہیں اور نہ کسی صلیب کے حاجت مند اور نہ کسی کفّارہ کی ہمیں ضرورت ہے بلکہ ہم صرف ایک قربانی کے محتاج ہیں جو اپنے نفس کی قربانی ہے۔"
(مسیح موعودؑ)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے تحریر فرمایا ہے :۔

عیسائی مذہب میں

"نجات پانے کے لئے ایک نئی تجویز نکالی گئی ہے اور ایک نیا نسخہ تجویز کیا گیا ہے جو تمام جہان کے اصول سے نرالا اور سراسر عقل اور انصاف اور رحم سے مخالف ہے اور وہ یہ ہے کہ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السّلام نے تمام جہان کے گناہ اپنے ذمّہ لے کر صلیب پر مرنا منظور کیا تا ان کی اس موت سے دوسروں کی رہائی ہو اور خُدا نے اپنے بے گناہ بیٹے کو مارا تا گناہگاروں کو بچا دے۔"

○

" عیسائیوں کا یہ اصول کہ خُدا نے دنیا سے پیار کر کے دنیا کو نجات دینے کا یہ انتظام کیا کہ نافرمانوں اور کافروں اور بدکاروں کا گناہ اپنے پیارے بیٹے یسوع پر ڈال دیا اور دنیا کو گناہ سے چھڑانے کے لئے اس کو لعنتی بنایا اور لعنت کی لکڑی سے لٹکایا۔ یہ اصول ہر ایک پہلو سے فاسد اور قابلِ شرم ہے۔"

○

کفّارہ

عربی زبان کی لغت المنجد میں لکھا ہے:۔

"الکفارۃ ۔ مؤنث الکفار ۔ ما یکفّر به ای یغطّی به الاثم ۔ ما کُفّرَ به من صدقة و صوم و نحوهما" [۱]

گویا کفّارہ سے مراد ایسی چیز ہے جو گناہ کو چھپا دیتی ہے ۔ صدقہ اور روزہ بھی بطور کفارہ ہو سکتے ہیں جبکہ یہ کسی گناہ کی تلافی کے لئے ہوں ۔ لفظ کفّارہ میں از روئے لغت بنیادی طور پر ڈھانپنے اور چھپانے کا مفہوم پایا جاتا ہے ۔

مذہبی اصطلاح میں کفارہ سے مراد ایسا فعل یا عمل ہے جو کسی غلطی کے اثرات کو دُور کرے یا کسی کمی یا کوتاہی کا ازالہ کرے یاد رہے کہ کفّارہ کا یہ بہت وسیع اور عمومی مفہوم ہے ۔ یہ لفظ اسلام اور عیسائیت دونوں میں استعمال کیا جاتا ہے لیکن اس لفظ کے معنوں کی تعیین میں دونوں مذاہب کے نظریات میں بعد المشرقین پایا جاتا ہے ۔

جب عیسائی حضرات سے کفّارہ کے مسئلہ پر بات کی جائے اور ان کے اس عقیدہ کی تردید کی جائے تو وہ فوراً یہ بات پیش کرتے ہیں کہ کفارہ کا اصول تو اسلام میں بھی پایا جاتا ہے ۔ اس لئے مسیحی کفارہ کے ذکر سے قبل ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس بارہ میں اسلام کے موقف کی مختصر وضاحت کر دی جائے ۔

کفّارہ کی حیثیت اسلام میں

مذہب اسلام نے انسانی تخلیق کا مقصد عبودیت تامہ مقرر فرمایا ۔ اور ہر مسلمان پر یہ لازم قرار دیا ہے کہ وہ اس مقصد کے حصول کے لئے پوری پوری اطاعت اور کوشش کرے ۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے :۔

"بلیٰ من اسلم وجهه لله وهو محسن فله اجره عند ربه ولا خوف عليهم ولا هم يحزنون" [۲]

یعنی جو مومن اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کی کامل اطاعت میں لگا دیتا ہے اور احسان کے طریق کو اختیار کرتا ہے تو اس کا اجر دینا خُدا کے ذمہ ہے ۔ نہ ان کو آئندہ کا فکر

---

[۱] :۔ المنجد صـــ ۶۹۱

[۲] :۔ بقرہ ۱۱۳

ہو گا اور نہ ماضی کا کوئی غم ۔

پھر ایک اور جگہ فرمایا :۔

"یا ایھا الانسان انک کادح الی ربک کدحا فملقیہ" (سورۃ الانشقاق :۷)

کہ اے انسان تو خدا کا قرب پوری پوری کوشش صرف کرنے سے حاصل کر سکتا ہے ۔

پس اسلام نے نجات اور تخلیق کے مقصد کو حاصل کرنے کے لئے عمل پر بہت زور دیا ہے ۔ انسان سے کبھی بُرے اعمال بھی سرزد ہو جاتے ہیں اس کے لئے اسلام نے یہ اصول مقرر فرمایا ہے کہ جب کوئی غلطی کر بیٹھو تو اس کی اصلاح کی یہ صورت ہے کہ توبہ اور استغفار کرو۔ مادی قسم کی زیادتی ہے تو اس کی اصلاح بھی کرو۔ آئندہ اس کام سے بچنے کا پورا عزم اور وعدہ کرو اور اس غرض کے لئے اسلام کے مقرر کردہ ذریعہ اصلاح کو بھی قبول کرو ۔ اس طرح ایک بدی کو اور اسکے اثر کو مٹایا جا سکتا ہے۔ گویا بدی کو مٹانے کے لئے انسان مزید نیکیاں کرے اور خود اپنی طرف سے اس غلطی کا ایک بدلہ ادا کرے ۔ یہی وہ اصول ہے جو اسلام نے پیش کیا ہے اور جو کفّارہ کی حقیقی اور درست صورت ہے ۔

کفارہ کا لفظ قرآن مجید میں بھی استعمال ہوا ہے ۔ ایک موقع پر آیا ہے :۔

"ذلك كفارة ایمانکم اذا حلفتم"

پس اسلام نے لفظ کفارہ کو اور اس اصول کو اس کے صحیح لغوی معنوں کے مطابق اس مفہوم میں اپنایا ہے کہ جب کوئی گناہ ہو جائے تو انسان اس کی تلافی سچی توبہ اور استغفار کے ذریعے کرے یہ گویا اس کے گناہ کو چھپا دینے ، مٹا دینے اور اس کے بد نتائج کو ختم کر دینے کی صورت ہوگی۔ اور اسی طریق کو اپنانے سے انسان نیکیوں کی توفیق پاتا ہے نیز اس سے جو غلطیاں بھی سرزد ہو جائیں ان کے بُرے نتائج سے محفوظ رہتا ہے یہی کفارہ کا اصلی اور حقیقی مفہوم ہے ۔

یاد رہے کہ کفارہ کی مختلف صورتیں ہو سکتی ہیں ایک صورت یہ ہے کہ ایک انسان گناہ کرے اور پھر وہ خود ہی اس کی تلافی کی کوشش کرے اور اس سلسلہ میں اپنی طرف سے کوئی قربانی پیش کرے ۔ دوسری صورت یہ ہے کہ ایک انسان گناہ یا کوئی جرم کرے اور اس کی بجائے کوئی دوسرا انسان اپنے آپ کو موت کے گھاٹ اتار کر اپنے نفس کی قربانی پیش کرے ۔ ان دونوں صورتوں میں سے پہلی صورت حقیقی اور سچے کفّارہ کی ہے ۔ کیونکہ اس میں وہی شخص سزا کو برداشت کرتا ہے جو گناہ کا مرتکب ہوتا ہے۔ اسلام اسی اصول کو پیش کرتا ہے لیکن عیسائیت جس قسم کے کفارہ کو پیش کرتی ہے وہ دوسری قسم کا کفّارہ ہے ۔

جس میں گناہ کرنے والے اور بطور کفارہ اپنے آپ کو پیش کرنے والے میں مغایرت ایک بنیادی کڑی ہے اس کا تفصیلی جائزہ ہم آئندہ صفحات میں لیں گے۔

اس بیان سے واضح ہوتا ہے کہ مذہب اسلام نے نجات کے لئے یہی اصول مقرر کیا ہے کہ انسان عبودیت تامہ کو اختیار کرے اور خدا کی پوری پوری اطاعت کرے ہاں اگر اس سے کوئی غلطی ہو جائے تو وہ خود اس کا کفارہ ادا کرے کسی دوسرے کے صلیب پر چڑھنے یا خون بہانے کی ضرورت نہیں۔ عیسائیت کی رو سے نجات کا دارومدار اس بات پر ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے صلیب پر مرنے پر ایمان لایا جائے۔ لیکن اسلام نے نجات کا یہ فلسفہ بیان کیا ہے۔ کہ انسان اس اعلیٰ مقام کو حاصل کرنے کے لئے خود اپنے نفس کی قربانی دے اور اپنے نفس کو خدا کی راہ میں قربانی کر دے جب انسان اس مقام پر آجاتا ہے تو اس لائق ہو جاتا ہے کہ خدا اس کو قبول کرے اور حیات سرمدی کا وارث کرے یہ نجات کا سچا فلسفہ ہے جو اسلام نے پیش کیا ہے اور اس پہلو سے عیسائیت کے عقیدہ کفارہ کی پُرزور تردید کی ہے جو مسیح ناصری کے مصلوب ہونے سے اپنی نجات کو وابستہ کئے ہوئے ہیں۔ اسلامی نظریۂ نجات کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام عیسائیوں کو مخاطب فرماتے ہیں:۔

"اے پیارو! یہ نہایت سچا اور آزمودہ فلسفہ ہے کہ انسان گناہ سے بچنے کے لئے معرفت تامہ کا محتاج ہے نہ کسی کفارہ کا...... ہم اس نجات کے لئے نہ کسی خون کے محتاج ہیں اور نہ کسی صلیب کے حاجتمند اور نہ کسی کفارہ کی ہمیں ضرورت ہے بلکہ ہم صرف ایک قربانی کے محتاج ہیں جو اپنے نفس کی قربانی ہے۔" ؎۱

پھر آپ علیہ السلام اسی سلسلہ میں فرماتے ہیں:۔

"دوسرے بڑی نعمت یہ ہے کہ انسان کو اس بات کا یقین ہو جائے کہ اس کا خدا درحقیقت موجود ہے جو مجرم اور سرکش کو بے سزا نہیں چھوڑتا اور رجوع کرنے والے کی طرف رجوع کرتا ہے۔ یہی یقین تمام گناہوں کا علاج ہے بجز اس کے دنیا میں نہ کوئی کفارہ ہے اور نہ کوئی خون ہے جو گناہ سے بچا سکے۔" ؎۲

اسلامی نظریہ نجات اور اس کی فلاسفی بیان کرتے ہوئے فرمایا:۔

"انسان کی فطرت میں قدیم سے ایک طرف ایک زہر رکھا گیا ہے جو گناہوں کی طرف رغبت دیتا ہے اور دوسری طرف قدیم سے انسانی فطرت میں اس زہر کا تریاق رکھا ہے جو

؎۱:۔ لیکچر لاہور صفحہ ۶ جلد ۲۰؛ ؎۲:۔ نزول المسیح صفحہ ۹۹ جلد ۱۸؛

اللہ تعالیٰ کی محبت ہے۔ جب سے انسان بنا ہے یہ دونوں قوتیں اس کے ساتھ چلی آئی ہیں۔ زہرناک قوت انسان کے لئے عذاب کا سامان تیار کرتی ہے۔ اور پھر تریاقی قوت جو محبت الٰہی کی قوت ہے وہ گناہوں کو یوں جلا دیتی ہے جیسے خس و خاشاک کو آگ جلا دیتی ہے۔" لہ

نیز فرمایا :۔

"اللہ جل شانہٗ قرآن کریم میں جو طریق پیش کرتا ہے وہ تو یہ ہے کہ انسان جب اپنے تمام وجود کو اور اپنی تمام زندگی کو خدا تعالیٰ کی راہ میں وقف کر دیتا ہے تو اس صورت میں ایک سچی اور پاک قربانی اپنے نفس کے قربان کرنے سے وہ ادا کر چکتا ہے اور اس لائق ہو جاتا ہے کہ موت کے عوض میں حیات پاوے کیونکہ یہ آپ کی (عیسائیوں کی ناقل) کتابوں میں بھی لکھا ہے کہ جو خدا تعالیٰ کی راہ میں جان دیتا ہے وہ حیات کا وارث ہوتا ہے۔ پھر جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی تمام زندگی کو وقف کر دیا اور اپنے تمام جوارح اور اعضاء کو اس کی راہ میں لگا دیا تو کیا اب تک اس نے کوئی سچی قربانی ادا نہیں کی کیا جان دینے کے بعد کوئی اور چیز بھی ہے جو اس نے باقی رکھ چھوڑی ہے؟" ٢ہ

پھر اسی سلسلہ میں فرماتے ہیں :۔

"خدا تعالیٰ توبہ قبول کرتا ہے۔ گناہوں کو معاف فرماتا ہے۔ یہاں تک کہ اس معافی کے لئے وہ اس بات کا محتاج نہیں کہ کوئی ناکردہ گناہ سولی پر کھینچا جائے تا وہ گناہ معاف کرے بلکہ وہ صرف توبہ اور تضرع اور استغفار سے گناہ معاف کر دیتا ہے۔" ٣ہ

الغرض اسلام نے انسانی نجات کے لئے کسی اور کی قربانی کی بجائے خود اس انسان کے نیک اعمال۔ اس کی اپنی کوشش اور اپنے نفس کی قربانی پر زور دیا ہے۔ یہی اصول اسلام کے مقرر کردہ کفارہ میں بھی ہے۔

اگر یہ اصول بنایا جائے۔ کہ اگر کسی انسان سے ایک دفعہ غلطی ہو جانے کے بعد اس کی تلافی کی کوئی بھی صورت باقی نہ ہو، خواہ وہ انسان کچھ کرے خواہ اپنے سارے وجود کو توبہ اور ندامت میں ہلاک کر دے لیکن وہ گناہ نہ بخشا جائے تو یہ اصول سراسر ظلم اور زیادتی کا اصول ہوگا۔ گناہوں کی

لہ :۔ چشمہ مسیحی صفحہ ۵۴ جلد ۲۰ ؛ ٢ہ :۔ جنگ مقدس صفحہ ۶۵ ۔ جلد ۶

٣ہ :۔ چشمہ معرفت صفحہ ۵۴ ۔ جلد ۲۳ ؛

تلافی اور غلطی کی اصلاح کے ذریعے کا موجود ہونا انسانی فطرت کی آواز ہے۔ اسلام نے اس کے لئے کفارہ کی ایسی صورت مقرر کی ہے جو اس اصل وجہ کو دُور کرتی ہے جس کی وجہ سے گناہ سرزد ہوُا اسلام کفارہ کی ذمہ داری اس شخص پر ڈالتا ہے جس سے گناہ سرزد ہوُا تا وہ خود اس گناہ کی تلافی کرے اور اس وجہ کا ازالہ کرے جس کے سبب سے گناہ صادر ہوُا تھا اسلام کے پیش کردہ کفارہ کا اصل الاصول یہ ہے کہ۔ ان الحسنات یذھبن السیاٰت۔ کہ نیکیاں بدیوں کو مٹا ڈالتی ہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اسلام کے پیش کردہ حقیقی کفارہ کے اصول کی وضاحت کرتے ہوُئے فرماتے ہیں:۔

"ہم دیکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ بدی سے سخت بیزار ہے تو ہمیں اس سے سمجھ آتا ہے کہ وہ نیکی کرنے سے نہایت درجہ خوش ہوتا ہے۔ پس اس صورت میں نیکی بدی کا کفارہ ٹھہرتی ہے۔ اور جب ایک انسان بدی کرنے کے بعد ایسی نیکی بجالایا جس سے خدا تعالیٰ خوش ہوُا تو ضرور ہے کہ پہلی بات موقوف ہو کر دوسری بات قائم ہو جائے ورنہ خلاف عدل ہوگا اسکی مطابق اللہ جلشانہٗ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔" ان الحسنات یذھبن السیاٰت" یعنی نیکیاں بدیوں کو دور کرتی ہیں۔ ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ بدی میں ایک زہریلی خاصیت ہے کہ وہ ہلاکت تک پہنچاتی ہے۔ اسی طرح ہمیں ماننا پڑتا ہے کہ نیکی میں ایک تریاقی خاصیت ہے کہ وہ موت سے بچاتی ہے۔ مثلاً گھر کے تمام دروازوں کو بند کر دینا۔ یہ ایک بدی ہے جس کی لازمی تاثیر یہ ہے کہ اندھیرا ہو جائے پھر اس کے مقابل پر یہ ہے کہ گھر کا دروازہ جو آفتاب کی طرف ہے کھولا جائے اور یہ ایک نیکی ہے جس کی لازمی خاصیت ہے کہ گھر کے اندر گم شدہ روشنی واپس آجائے۔"[۵]

اسلام کے پیش کردہ سچے کفارہ میں یہ بنیادی شرط ہے کہ گناہ کرنے والا خود فدیہ ادا کرے اس کی وضاحت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"نجات کا سچا طریق قدیم سے ایک ہی ہے جو حدوث اور بناوٹ سے پاک ہے جس پر چلنے والا حقیقی نجات کو اور اس کے ثمرات کو پالیتے ہیں اور اس کے سچے نمونے اپنے اندر رکھتے ہیں یعنی وہ سچا طریق یہی ہے کہ الٰہی منادی کو قبول کر کے اس کے نقش قدم پر ایسا چلیں کہ اپنی نفسانی ہستی سے مر جائیں اور اسی طرح اپنے لئے آپ فدیہ دیں اور یہی طریق ہے جو خدا تعالیٰ نے ابتداء سے حق کے طالبوں کی فطرت

۵:۔ کتاب البریہ صفحہ ۸۱ جلد ۱۳

میں رکھا ہے'' ؎۱

اسلام نے جن معنوں میں کفارہ کے اصول کو پیش فرمایا ہے۔ اس کی وضاحت المسیح الموعودؑ نے فرمائی ہے۔ ایک جگہ گناہوں کے ذکر پر فرماتے ہیں :۔

''خدا نے ان کا ایک علاج بھی رکھا ہے وہ کیا ہے؟ توبہ و استغفار اور ندامت....... جب وہ بار بار ٹھوکر کھانے سے بار بار نادم و تائب ہوں تو وہ ندامت اور توبہ اس آلودگی کو دھو ڈالتی ہیں یہی حقیقی کفّارہ ہے جو اس فطرتی گناہ کا علاج ہے اسی کی طرف اللہ تعالیٰ نے اشارہ فرمایا ہے۔ ومن یعمل سوء او یظلم نفسہ ثم یستغفر اللہ یجد اللہ غفورًا رحیما (الجزو نمبر ۵) یعنی جس سے کوئی بدعملی ہو جائے یا اپنے نفس پر کسی نوع کا ظلم کرے پھر پشیماں ہو کر خدا سے معافی چاہے تو وہ خدا کو غفور و رحیم پائے گا'' ؎۲

حضرت مسیح موعود کے ان حوالہ جات سے واضح ہو جاتا ہے کہ مذہب اسلام میں کفارہ کا لفظ کن معنوں میں استعمال ہوا ہے اور حقیقی اسلامی کفارہ کی کیا شرائط ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس سچے اسلامی کفارہ کا عیسائیت کے بناوٹی کفّارہ سے کوئی جوڑ نہیں۔ عیسائیت انسانی نجات کے لئے جھوٹے کفارہ کو پیش کرتی ہے جبکہ اسلام اس کے صحیح اور فطرتی طریق کی تعلیم دیتا ہے ان دونوں تعلیمات کے فرق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کیا خوب فرماتے ہیں :۔

''ہم...... نجات کے لئے نہ کسی خون کے محتاج ہیں اور نہ کسی صلیب کے حاجتمند اور نہ کسی کفّارہ کی ہمیں ضرورت ہے بلکہ ہم صرف ایک قربانی کے محتاج ہیں جو اپنے نفس کی قربانی ہے'' ؎۳

مسیحی حضرات اپنے مزعومہ کفّارہ کی تائید میں بعض اوقات اسلام کے مسئلہ شفاعت کو اس شکل میں پیش کرتے ہیں کہ گویا یہ بھی کفارہ ہی کی ایک صورت ہے۔ اس غلط فہمی کے ازالہ کے لئے شفاعت کے صحیح مفہوم کی وضاحت ضروری ہے اس کے لئے مَیں حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے مندرجہ ذیل حوالہ جات پر اکتفا کرتا ہوں۔ حضور فرماتے ہیں :۔

''یہ ہرگز نہ سمجھنا چاہیئے کہ شفاعت کوئی چیز نہیں ہمارا ایمان ہے کہ شفاعت حق ہے اور اس پر یہ نصِ صریح ہے وصلِّ علیھم ان صلوتک سکن لھم یہ شفاعت کا فلسفہ ہے

؎۱ :۔ نور القرآن حاشیہ صفحہ ۳۶ ۔ جلد ۹ ؎۲ :۔ براہین احمدیہ حاشیہ صفحہ ۱۸۶-۱۸۷ ۔ جلد ۱

؎۳ :۔ لیکچر لاہور صفحہ ۸ جلد ۲۰

یعنی جو گناہوں میں نفسانیت کا جوش ہے وہ ٹھنڈا پڑ جاوے۔ شفاعت کا نتیجہ یہ بتایا ہے کہ گناہوں کی زندگی پر ایک موت وارد ہو جاتی ہے اور نفسانی جوشوں اور جذبات میں ایک برودت آجاتی ہے جس سے گناہوں کا صدور بند ہو کر ان کے بالمقابل نیکیاں شروع ہو جاتی ہیں ۔" ؎۱

نیز فرمایا :۔

" شفاعت کے مسئلہ نے اعمال کو بے کار نہیں کیا بلکہ اعمال حسنہ کی تحریک کی ہے"۔ ؎۲

شفاعت اور کفارہ ایک نہیں ہے اس کی وضاحت میں آپ فرماتے ہیں :۔

" شفاعت کے مسئلہ کے فلسفہ کو نہ سمجھ کر احمقوں نے اعتراض کیا ہے اور شفاعت اور کفارہ کو ایک قرار دیا۔ حالانکہ یہ ایک نہیں ہو سکتے۔ کفارہ اعمال حسنہ سے مستغنی کرتا ہے اور شفاعت اعمال حسنہ کی تحریک ...... شفاعت اعمال حسنہ کی محرک کس طرح پر ہے؟ اس سوال کا جواب بھی قرآن شریف ہی سے ملتا ہے اور ثابت ہوتا ہے کہ وہ کفارہ کا رنگ اپنے اندر نہیں رکھتی۔ کیونکہ اس پر حصر نہیں کیا جس سے کاہلی اور سستی پیدا ہوتی بلکہ فرمایا اذا سألك عبادى عنى فانى قريب یعنی جب میرے بندے میرے بارے میں تجھ سے سوال کریں کہ وہ کہاں ہے تو کہہ دے کہ میں قریب ہوں ...... پس یہ آیت بھی قبولیت دعا کا ایک راز بتاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طاقت اور قدرت پر ایک ایمان کامل پیدا ہو اور اسے ہر وقت اپنے قریب یقین کیا جاوے ...... اب یہ بات سوچنے کے قابل ہے کہ ایک طرف تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا۔ صل علیھم ان صلوتك سكن لهم تیری صلوٰۃ سے ان کو ٹھنڈ پڑ جاتی ہے اور جوش اور جذبات کی آگ سرد ہو جاتی ہے ۔ دوسری طرف فليستجيبوا لى کا بھی حکم فرمایا ۔ ان دونوں آیتوں کے ملانے سے دعا کرنے اور کروانے والے کے تعلقات پھر ان تعلقات سے جو نتائج پیدا ہوتے ہیں ان کا بھی پتہ لگتا ہے کیونکہ صرف اسی بات پر منحصر نہیں کر دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اور دعا ہی کافی ہے اور خود کچھ نہ کیا جاوے اور نہ یہی فلاح کا باعث ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اور دعا کی ضرورت ہی نہ سمجھی جاوے غرض نہ اسلام میں رہبانیت ہے نہ بیکار نشینی کا سبق ۔ بلکہ ان افراط اور تفریط کی راہوں

؎۱ :۔ ملفوظات جلد چہارم صفحہ ۲۲۷ ۔ ؎۲ :۔ ملفوظات جلد چہارم صفحہ ۲۲۷ ۔

کو چھوڑ کر وہ صراط مستقیم کی ہدایت کرتا ہے نہ یہ چاہا کہ تعذیب جسم کے اصولوں کو اختیار کرو اور اپنے آپ کو مشکلات میں ڈالو نہ یہ کہ سارا دن کھیل اور کود اور تماشوں اور شکار میں گذار دو یا ناول خوانی میں بسر کرو اور رات کو سو کر عیاشی میں۔ خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی راہ یہ ہے کہ اس کے لئے صدق دکھایا جائے"۔ [1]

اسلام میں کفّارہ کی حیثیت کے بارہ میں اس مختصر بیان کے بعد ہم کفّارہ کے اس مفہوم کا تفصیلی جائزہ لیتے ہیں جو عیسائیت دُنیا کے سامنے پیش کرتی ہے۔

مسیحی کفّارہ

کفّارہ کا مسئلہ عیسائیت کا ایک بنیادی اور "مایۂ ناز" مسئلہ ہے۔ ہر مذہب اپنے ماننے والوں کے لئے نجات کی راہ بتاتا ہے۔ عیسائی مذہب میں نجات کا جو طریق بیان کیا جاتا ہے وہ کفّارہ کے مسئلہ پر ایمان لانا ہے۔

عیسائیت کی اصطلاح میں کفّارہ سے مراد یسوع مسیح کی وہ پاکیزہ اور مقدس صلیبی موت کی قربانی ہے جس نے تمام بنی آدم کے گناہوں کو چھپا لیا ہے اور ان کے لئے نجات کی راہ کھول دی ہے۔

کفّارہ کا مسئلہ بڑے منطقی انداز میں پیش کیا جاتا ہے۔ اور در اصل مختلف خیالوں اور اصولوں کو باہم ترتیب دے کر کفّارہ کا اصول بنایا گیا ہے۔

عیسائی حضرات کفّارہ کی وضاحت اس طرح کرتے ہیں کہ تمام بنی آدم گناہ گار ہیں اور آدم نے جو گناہ کیا تھا کہ ممنوعہ پھل کھا لیا تھا اس کی پاداش میں انہیں جنّت سے نکالا گیا۔ یہ گناہ "وراثتاً" ہر شخص کی فطرت میں چلا آ رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اب ہر وہ شخص جو توالد و تناسل کے معروف طریق پر پیدا ہوتا ہے وہ پیدائشی طور پر گناہ گار پیدا ہوتا ہے۔

پھر عیسائی یہ کہتے ہیں کہ ہر انسان لازمی طور پر گناہوں سے رہائی حاصل کر کے نجات پانا چاہتا ہے۔ لیکن وہ یہ بھی عقیدہ رکھتے ہیں کہ کوئی انسان نیک اعمال کرنے کی وجہ سے نجات نہیں پا سکتا۔ اب انسان کے نجات پانے کی ایک ہی صورت ممکن ہے کہ دنیا کا خالق و مالک اس انسان پر رحم کرتے ہوئے اسکے گناہ معاف کر دے اور اس کو نجات سے ہمکنار کر دے لیکن وہ کہتے ہیں کہ خدا عادل ہے - اور گناہ گار کو بغیر سزا کے چھوڑ دینا اسکے عدل کے خلاف ہے۔ اس کے ساتھ بندوں کو نجات دینا بھی لازمی

---

[1] :۔ ملفوظات چہارم صفحہ ۴۲۷ تا ۴۲۹ ؎

ہے کیونکہ خدا کا رحم اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ بندوں کے گناہ بخشے۔

اس طرح کے بیان سے عیسائی اس راہ کو ہموار کرتے ہیں کہ خدا نے بندوں کو نجات دینے کی ایک صورت نکالی جس سے صفت عدل اور صفت رحم دونوں قائم رہتی ہیں اور وہ یہ ہے کہ خدا نے اپنے اکلوتے بیٹے کو جو ہر قسم کے گناہ سے ازلی ابدی طور پر پاک تھا کیونکہ اس کی پیدائش بغیر باپ کے ہوئی تھی۔ دنیا میں بھیجا جس نے خود کو صلیبی موت کے لئے خوشی خوشی پیش کر دیا اور صلیب پر لٹک کر جان دے دی اور اس طرح سب بنی آدم کے گناہ اپنے سر پر لے لئے اور ان کی لعنتوں کو بھی خود برداشت کیا۔ یسوع مسیح نے ایسا اپنی مرضی سے کیا کیونکہ اس نے اسی غرض کے لئے تجسم اختیار کیا تھا کہ گناہگار بنی آدم کے لئے مصلوب ہو کر لعنت کا بوجھ اُٹھا لے۔ لکھا ہے:۔

"مسیح جو ہمارے لئے لعنتی بنا ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھوڑایا"۔[1]

الغرض یہ مسیحیوں کے پیش کردہ کفارہ کا مختصر بیان ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام عیسائیوں کے اس کفارہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ عیسائی مذہب میں

"نجات پانے کے لئے ایک نئی تجویز نکالی گئی ہے اور ایک نیا نسخہ تجویز کیا گیا ہے جو تمام جہان کے اصول سے نرالا اور سراسر عقل اور انصاف اور رحم سے مخالف ہے اور وہ یہ ہے کہ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے تمام جہان کے گناہ اپنے ذمہ لے کر صلیب پر مرنا منظور کیا تا ان کی اس موت سے دوسروں کی رہائی ہو اور خدا نے اپنے بے گناہ بیٹے کو مارا تا گناہ گاروں کو بچا دے"۔[2]

مسیحی کفّارہ کی بُنیادی غلطیاں

جہاں تک مسیحی کفّارہ کے عقیدہ کی غلطیوں کا تعلق ہے تو وہ بے شمار ہیں۔ حضرت مسیح پاک علیہ السلام کیا خوب فرماتے ہیں:۔

"یہ عقیدہ غلطیوں کا ایک مجموعہ ہے"۔[3]

عقیدہ کفارہ کی ان غلطیوں کا مکمل جائزہ تو کفارہ کی تردید کے دلائل کے ضمن میں ہوگا۔ اس جگہ خلاصہ کے طور پر کفارہ کی بنیادی غلطیوں کا مختصراً ذکر کرتا ہوں:۔

---

[1]:۔ گلیتیوں ۳/۱۳ ؂
[2]:۔ لیکچر لاہور صفحہ ۱۰ جلد ۲۰ ؂
[3]:۔ لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۲۳ جلد ۲۰ ؂

۱ ۔ کفارہ کی بنیاد اس امر پر ہے کہ حضرت مسیح خدا اور خدا کے بیٹے تھے ۔ یہ بنیاد باطل ہے ۔

۲ ۔ کفارہ کی ایک بنیادی کڑی یہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے علاوہ سب بنی آدم گناہگار ہیں ۔ یہ مفروضہ باطل اور خود تراشیدہ ہے ۔

۳ ۔ کفارہ کی رُو سے حضرت مسیح علیہ السلام گناہ سے پاک اور معصوم ہیں ۔ یہ بات از روئے اناجیل درست نہیں ۔

۴ ۔ کفارہ کی بنیاد اس پر ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر مر گئے تھے ۔ یہ بات بالبداہت غلط ہے ۔

۵ ۔ کفارہ یہ بتاتا ہے کہ خدا تعالیٰ رحم کے طور پر بندوں کے گناہ معاف نہیں کر سکتا ۔ یہ امر خدائی شان قرآنی بیان اور خود مسیحی مسلمات کی رو سے غلط ہے ۔ خدا ایسا کرتا ہے اور کر سکتا ہے ۔

۶ ۔ کفارہ کی رو سے حضرت مسیح علیہ السّلام نے اپنے آپ کو بخوشی اس قربانی کے لئے پیش کر دیا حالانکہ عملاً ایسا نہیں ہوُا ۔

۷ ۔ کفارہ کا مقصد یہ ہے کہ انسانوں کے گناہ معاف ہو جائیں عملاً ایسا نہیں ہوتا کیونکہ عیسائی تسلیم کرتے ہیں کہ اعمال کا محاسبہ ہوگا ۔

۸ ۔ کفارہ کا مقصد یہ تھا کہ اس سے گناہوں سے بچنے کا جذبہ پیدا ہو ۔ بدیوں سے نفرت پیدا ہو ۔ اور انسان گناہ سے بچ جائے عملاً ایسا نہیں ہوتا بلکہ کفارہ تو گناہ کرنے کی ایک زبردست تحریک بنا ہوُا ہے ۔

۹ ۔ کفارہ کا ایک مقصد یہ بیان کیا جاتا ہے کہ تا اس طرح پر خدا کی صفت رحیمیت اور خدائی رحم کا ظہور ہو جبکہ اس کفارہ کی تفصیلات اس بات کو ردّ کرتی ہیں ۔

۱۰ ۔ کفارہ کا ایک مقصد یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اس سے خدائی عدل کا قیام اور ظہور ہو لیکن کفارہ کا اصول اس کے سراسر خلاف ہے ۔

۱۱ ۔ کفارہ کا مقصد گناہوں کی معافی ہے جبکہ اس طریق قربانی کا گناہوں کی معافی کے ساتھ دُور کا بھی کوئی تعلق نہیں ہے ۔

۱۲ ۔ کفارہ کی عقلی توجیہات کی جاتی ہیں لیکن یہ عقیدہ عقل کے سراسر خلاف ہے ۔

۱۳ ۔ کفارہ کا اصول عام مشاہدہ کے خلاف ہے ۔

۱۴ ۔ کفارہ کو تمام بنی آدم کی نجات کا ذریعہ قرار دیا جاتا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ یہ اصول خدا نے کائنات کو پیدا کرتے وقت پیش کیوں نہ کیا ؟

۱۵ ۔ اگر بنی آدم کی نجات کا یہی طریق ہے تو اس کا ذکر کتب سابقہ اور دیگر ادیان میں کیوں نہیں ملتا ظاہر ہے کہ طریق نجات بار بار بدلا نہیں جاتا ۔

۱۶ ۔ اگر مسیح انسانوں کے لئے کفّارہ ہوا تو کیا خدا نے جنّوں کے لئے اور دیگر مخلوقات کے لئے اپنے اور بیٹے بھی اسی طرح مصلوب ہونے کے لئے بھیجے اگر ایسا ہے تو اس کا ثبوت دیا جائے ۔ اگر نہیں تو کیوں ؟

۱۷ ۔ کفّارہ کا ایک لازمی نتیجہ یہ مانا جاتا ہے کہ حضرت مسیح نے لعنتی موت کو قبول کیا ۔ کیا ایسا گندہ لفظ یعنی لعنت کا جو اصل میں شیطانی خصلت ہے ۔ حضرت مسیح علیہ السلام جیسے پاک نبی کے لئے استعمال کر سکتے ہیں ۔ ہرگز نہیں ۔

۱۸ ۔ اگر یہی مسئلہ بنی آدم کی نجات کا ذریعہ تھا تو علاوہ دیگر کتب میں اس کے ذکر کے خاص طور پر مسیح کی زبانی اس کی پوری تفصیل اور وضاحت ہونی چاہیئے تھی ۔ لیکن ایسا نہیں ہے ۔ یہ بعید از عقل ہے کہ راہِ نجات کا مسیح کی زبانی کوئی تفصیلی بیان نہ ہو ۔

۱۹ ۔ قانون قدرت ہے کہ ادنیٰ کو اعلیٰ کی خاطر قربان کیا جاتا ہے لیکن کفارہ میں اسکے بالکل برعکس ہے کہ معصوم اور اکلوتے ابن اللہ کو گناہ گاروں کے بدلہ مصلوب کیا گیا ۔

۲۰ ۔ کفّارہ کے اصول کی رُو سے باپ شدید ظالم اور بیٹا شدید رحیم نظر آتا ہے باپ بیٹے میں یہ فرق خلاف قیاس ہے ۔

۲۱ ۔ کفارہ کی بنیاد اس امر پر ہے کہ خدا رحم بلا مبادلہ نہیں کرسکتا ۔ یہ بنیاد باطل ہے ۔

۲۲ ۔ کفّارہ انسانوں کے نیک اعمال کی راہ میں ایک زبردست روک ہے ۔

۲۳ ۔ کفّارہ کا اصول ایک متضاد اصول ہے اس کی رُو سے مسیح ابن اللہ کو ملعون قرار دیا جاتا ہے ۔ بیٹے پر لعنت باپ پر بھی لعنت کو مستلزم ہے (نعوذ باللہ) بس کیا الوہیت اور لعنت ایک جگہ جمع ہو سکتے ہیں ۔ ہرگز نہیں ۔

۲۴ ۔ کفّارہ کی رو سے خدا کو ظالم اور غضبناک قرار دینا لازمی ہے ۔ جس نے اکلوتے بیٹے پر ظلم کیا ۔ یہ امر الوہیّت کی شان سے بعید ہے ۔

۲۵ ۔ عقیدۂ تثلیث کے مطابق جب اقانیم ثلاثہ ذات و صفات میں متحد اور یکساں ہیں تو کفّارہ کے اصول کے مطابق اگر ابن اللہ ملعون قرار دیا جائے تو باپ اور روح القدس بھی لعنت کی لپیٹ میں آجاتے ہیں ۔ گویا جب تینوں ایک ہیں تو تینوں ملعون قرار پاتے ہیں یہ کیسے ممکن ہے ؟

۲۶۔ کفارہ کا اصول کہ کوئی معصوم گنہگار کے بدلے سزا اُٹھائے جو بائیبل میں مذکور اصولوں سے متصادم ہے۔

تردید کفّارہ کی اہمیّت

کفارہ کی تردید میں سیّدنا حضرت مسیح پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیش کردہ دلائل ذکر کرنے سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مختصراً یہ ذکر کردیا جائے کہ کفارہ کی تردید کی کیا اہمیّت ہے۔

یاد رہے کہ کفّارہ عیسائیت کا ایک بنیادی نظریّہ ہے اور یہ وہ "مایہ ناز" نظریہ ہے جس کو عیسائی حضرات بڑے فخر کے ساتھ اس طرح دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں کہ گویا یہ عقیدہ ان کے لئے آب حیات کا حکم رکھتا ہے کیونکہ ان کے خیال میں انسانوں کی نجات اس عقیدہ پر ایمان لانے سے وابستہ ہے۔ پس عیسائیت کی صداقت اور اس کے پیغام نجات کی بنیاد یہی کفارہ کا مسئلہ ہے کیونکہ اس میں ساری عیسائیت کا خلاصہ اور اس کا مقصد بیان کیا گیا ہے۔ عیسائی پادری اور دیگر مسیحی کفّارہ کے نظریہ کو بہت اہمیّت دیتے ہیں کیونکہ بقول ان کے اس میں انسانیت کا راز مضمر ہے۔ کفّارہ کی اہمیت کے بارہ میں انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا کا حوالہ ملاحظہ ہو:۔

> "The doctrine of salvation has taken the most prominent place in the christian faith; so prominent, indeed, that to a large portion of belivers it has been the supreme doctrine, and the doctrine of deity of Jesus has been valued only because of its necessity on the effect of the atonement." [1]

یعنی:۔" عقیدہ کفارہ کو عیسائی مذہب میں سب سے زیادہ امتیازی مقام حاصل ہے۔ اتنا زیادہ کہ مسیحیوں کی اکثریت کے نزدیک یہ عقیدہ دیگر سب عقاید سے مقدم اور افضل ہے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ الوہیت مسیح کے نظریہ کو صرف اس وجہ سے اہمیّت دی گئی ہے کہ کفّارہ کے اثبات کے لئے اس امر کی ضرورت پڑتی ہے۔"

مسیحی مصنف کا یہ حوالہ کفّارہ کی اہمیّت کو پوری طرح واضح کردیتا ہے گویا یہ عقیدہ دیگر سب عقائد سے زیادہ اہم اور بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ اس مصنف کے خیال میں الوہیّت مسیح کا عقیدہ

---

[1]:- Encyclopedia Britanica, vol 5 pp. 634

اپنی ذات میں کوئی ایسا ضروری عقیدہ نہ تھا اگر کفارہ کے اثبات کے لئے اس کی ضرورت نہ ہوتی۔
اس ضمن میں ایک اور حوالہ ملاحظہ ہو ایک مسیحی شیخ کامل منصور لکھتے ہیں :-

"بے شک کفارہ مسیحیت کی بنیادی اصل ہے اور سب سے بڑا رکن جس کی عقلی دلیل یہ ہے کہ اگر کفارہ سے انکار کیا جائے تو خدا کی صفتِ عدل و رحم سے انکار لازم آتا ہے۔ کیونکہ کفارہ کے بغیر یہ دونوں صفتیں جمع نہیں ہوسکتی ہیں"۔ [1]

اس حوالہ سے بھی ظاہر ہے کہ مسیحی حضرات کفارہ کے عقیدہ کو سب سے زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ اس اہمیت کے پس منظر میں یہ بات بالکل واضح ہے کہ اگر یہ ثابت کر دیا جائے کہ کفارہ کا عقیدہ ایک باطل عقیدہ ہے تو عیسائیت کی ساری عمارت دھڑام سے زمین پر آرہتی ہے۔ کفارہ کی تردید کی اس اہمیت کے پیش نظر ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کفارہ کی تردید پر خاص توجہ دی ہے کیونکہ آپ کی آمد کا مقصد ہی کسرِ صلیب یعنی عیسائیت کو بالجملہ باطل ثابت کرنا تھا۔

تردید کفارہ کے دلائل

مسیحی کفارہ کی حقیقت اور اس کی تردید کی اہمیت کے بیان کے بعد اب کفارہ کی تردید میں ان دلائل کو بیان کیا جاتا ہے۔ جو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسی سلسلہ میں اپنی کتب اور بیانات میں ذکر فرمائے ہیں۔

مسیحی عقیدہ کی مذکورہ بالا وضاحت پر غور کرنے سے یہ اندازہ ہوسکتا ہے کہ یہ عقیدہ عیسائیت کے بعض اور عقائد کی بنیاد پر اختیار کیا گیا ہے۔ اس طرح وہ ساری خرابیاں جو ان عقائد میں الگ الگ طور پر تھیں وہ سب اس ایک عقیدہ میں یکجائی طور پر جمع ہوگئی ہیں کیونکہ اس عقیدہ کی مثال تو بناء الفاسد علی الفاسد کی سی ہے اور جب اس کفارہ کی بنیادی اینٹیں ہی غلط رکھی گئی ہیں تو کیسے ممکن ہے کہ ان غلط اینٹوں پر استوار کی جانے والی عمارت نقائص سے پاک ہو۔ ؎

خشتِ اوّل چوں نہد معمار کج ٭ تا ثریا مے رود دیوار کج

پس عیسائیت کا عقیدہ کفارہ عیسائیت کے باقی عقائد کی غلطیوں کو بھی اپنے اندر رکھتا ہے۔ مسیح پاک علیہ السّلام نے اس ساری تفصیل کو کس خوبی اور عمدگی سے ایک بلیغ فقرہ میں سمو دیا ہے۔ آپ کفارہ کے بارہ میں فرماتے ہیں :-

---

[1] :- شیخ میخائل منصور کیوں مسیحی ہوئے از شیخ کامل منصور صلا بار اوّل مطبوعہ ۱۹۳۲ء

"یہ عقیدہ غلطیوں کا ایک مجموعہ ہے"۔ [۱]

نیز فرمایا :۔

"عیسائیوں کا یہ اصول کہ خُدا نے دنیا سے پیار کر کے دنیا کو نجات دینے کا یہ انتظام کیا کہ نافرمانوں اور کافروں اور بدکاروں کا گناہ اپنے پیارے بیٹے یسوع پر ڈال دیا اور دنیا کو گناہ سے چھڑانے کے لئے اس کو لعنتی بنایا اور لعنت کی لکڑی سے لٹکایا یہ اصول ہر ایک پہلو سے فاسد اور قابل شرم ہے"۔ [۲]

پہلی دلیل

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے کفّارہ کے خلاف سب سے پہلی دلیل یہ بیان فرمائی ہے کہ یہ اصول قرآن مجید کی معقولی اور فطرتی تعلیم کے خلاف ہے۔ قرآن مجید فرماتا ہے :۔

"لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی"۔ [۳]

کہ کوئی جان دوسری جان کا بوجھ ہرگز نہ اُٹھائے گی۔ گویا انسان کو دوسرے کے بدلہ میں کوئی سزا نہ دی جائے گی۔ کفّارہ کا اصل الاصول یہ ہے کہ مسیح گنہگاروں کے بدلہ میں مصلوب ہوُا لکھا ہے :۔

"مسیح بے دینوں کی خاطر مرا"۔ [۴]

"مسیح کتابِ مقدس کے مطابق ہمارے گناہوں کے لئے مؤا"۔ [۵]

پس کفّارہ کا اصل الاصول قرآن مجید کے پیش کردہ اس اصول سے ٹکراتا ہے۔

یاد رہے کہ قرآن مجید کا یہ اصول ہم زبردستی عیسائیوں کے سامنے پیش نہیں کرتے بلکہ دو وجوہات سے ایسا کرتے ہیں :۔

الاوّل :۔ یہ اصول عین عدل و انصاف اور عقل کے مطابق ہے اور ہر مذہب و ملّت کا انسان اس کو تسلیم کرتا ہے۔

الثانی :۔ خود بائبل سے اس اصول کی تائید ہوتی ہے۔ مثلاً لکھا ہے :۔

"وہ جان جو گناہ کرتی ہے سو ہی مرے گی"۔ [۶]

پھر لکھا ہے :۔

---

[۱] :۔ لیکچر سیالکوٹ ص۳۲ ؛ [۲] :۔ "سراج دین عیسائی کے چار سوالوں کے جواب" ص۲ جلد ۱۲ ؛ [۳] :۔ الانعام ۱۶۵ ؛
[۴] :۔ رومیوں ۵/۶ ؛ [۵] :۔ کرنتھیوں ۱۵/۳ ؛ [۶] :۔ حزقیل ۱۸/۴ ؛

"وہ جان جو گناہ کرتی ہے سو ہی مرے گی بیٹا باپ کی بدکاری کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا اور نہ باپ بیٹے کی بدکاری کا بوجھ اُٹھائے گا۔ صادق کی صداقت اسی پر ہوگی اور شریر کی شرارت اسی پر پڑے گی۔" [1]

پس ثابت ہؤا کہ قرآن مجید کا یہ اصول عقل اور عیسائی مسلمات کے اعتبار سے درست ہے اور چونکہ کفّارہ اس اصول کے سراسر خلاف ہے پس کفّارہ کا عقیدہ باطل ٹھہرا۔ اس دلیل کو پیش کرتے ہوئے سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السّلام فرماتے ہیں:۔

"رہا وہ مسئلہ جو انجیل میں نجات کے بارہ میں بیان کیا گیا ہے۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مصلوب ہونا اور کفّارہ۔ اس تعلیم کو قرآن شریف نے قبول نہیں کیا۔..... اور نجات کے لئے اس امر کو ضروری نہیں جانتا کہ ایک گناہ گار کا بوجھ کسی بے گناہ پر ڈال دیا جائے۔" [2]

نیز فرمایا:۔

"قرآن کوئی لعنتی قربانی پیش نہیں کرتا بلکہ ہرگز جائز نہیں رکھتا کہ ایک کا گناہ یا ایک کی لعنت کسی دوسرے پر ڈالی جائے۔ چہ جائیکہ کروڑہا لوگوں کی لعنتیں اکٹھی کر کے ایک کے گلے میں ڈال دی جائیں۔ قرآن کریم صاف فرماتا ہے کہ لا تزر وازرۃ وزر اخریٰ یعنی ایک کا بوجھ دوسرا نہیں اُٹھائے گا۔" [3]

دوسری دلیل

کفّارہ کے ردّ میں دوسری دلیل یہ ہے کہ کفّارہ کی بنیاد میں یہ امر داخل ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام انسان نہیں تھے بلکہ خُدا کے بیٹے تھے جو بنی نوع انسان کے لئے مصلوب ہوئے۔ یہ ایک ایسا امر ہے جس کا کوئی بھی مسیحی انکار نہیں کرتا کہ الوہیّت مسیح کفّارہ کی سب سے بڑی کڑی ہے۔ انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا میں لکھا ہے:۔

"The doctrine of deity of Jesus has been valued only because of its necessity on the effect of the atonement." [4]

یعنی الوہیت مسیح کے نظریہ کو صرف اس وجہ سے اہمیّت دی گئی ہے کہ کفّارہ کے اثبات کے لئے اس امر کی ضرورت پڑتی ہے۔

---

[1]:۔ حزقیل ۱۸: ۲۰-۲۱ ؛ [2]: چشمہ معرفت صفحہ ۲۱۲ جلد ۲۳ ؛ [3]:۔ سراج دین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب صفحہ ۲ جلد ۱۲ ؛

[4]:۔ Encyclopedia Britanica vol. 5 pp. 634

پھر پادری ٹامس ہاول بشیر لکھتے ہیں :-

"بعد حمد و تعریف خدا قدوس۔ عادل رحیم و منجی جہاں کے واضح ہے کہ مسئلہ کفارہ خداوند مسیح عیسٰی کی الوہیت کے مسئلہ سے متعلق ہے"۔ [1]

پادری ڈبلیو ٹامس نے بھی اپنی کتاب تشریح التثلیث میں یہ تسلیم کیا ہے کہ اگر مسیح خدا نہیں تو کفارہ باطل ہوتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں :-

"اگر یہ ثابت ہو جائے کہ یسوع اور رُوح القدس خدا نہیں ہے اور ان میں یہ قدرت نہیں کہ گناہ معاف کر سکیں یا انسان کی گنہگار رُوح کو نیا اور صاف کر سکیں تو ہمیں نجات کی ساری اُمید ہمیشہ کے واسطے جاتی رہے گی"۔ [2]

ان حوالوں سے جو صرف بطور نمونہ درج کئے گئے ہیں یہ حقیقت پوری شان سے واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السّلام کی الوہیت عقیدہ کفّارہ کی بنیاد ہے۔

کفارہ کی تردید میں ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام ہرگز ہرگز خدا نہیں تھے بلکہ وہ خدا کے ایک بندے اور ایک رسول تھے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کی الوہیت کی تردید میں ہم ایک گذشتہ باب میں تفصیلی ذکر کر چکے ہیں۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پیشکردہ دلائل سے اس بات کو ثابت کر آئے ہیں کہ حضرت مسیح ابن مریم ہرگز ہرگز خدا نہیں تھے اور جب ان کی الوہیت ہی ثابت نہ ہوئی تو کفّارہ خود بخود باطل ہو جاتا ہے۔

تیسؔری دلیل

کفّارہ کی ایک بنیادی کڑی یہ ہے کہ تمام بنی آدم موروثی طور پر گناہ گار ہیں۔ عیسائی کہتے ہیں کہ آدم نے ممنوعہ درخت کا پھل کھا کر گناہ کیا اور اس کے بعد یہ گناہ ورثہ کے طور پر سب بنی آدم میں چلتا رہا ہے اور اب کوئی بھی انسان جو دوسرے انسان کے نطفہ سے پیدا ہوا ہو گناہ کی لعنت سے آزاد نہیں۔ اگر اس اصول کو تسلیم نہ کیا جائے تو کفّارہ کا افسانہ اپنے پہلے ہی مرحلہ میں ناتمام رہ جاتا ہے۔ خود عیسائیوں کو یہ تسلیم ہے کہ جب تک یہ نہ مانا جائے کہ تمام بنی آدم گناہ گار ہیں اس وقت تک کفارہ کو آسانی سے نہیں سمجھا جا سکتا۔ پادری سلطان محمد پال لکھتے ہیں :-

---

[1] :- یوحنا ۱: ۱ تا ۳ و ۱۴، کلسیوں ۲/۹، اثبات کفارہ حصہ اوّل از پادری ٹامس ہاول بشیر لاہور ۱۹۱۳ء ص ۱

[2] :- تشریح التثلیث از پادری ڈبلیو ٹامس ص ۱۲

"اگر یہ ثابت ہو جائے کہ بابا آدم نے گناہ کیا اور اس گناہ کے باعث جنت سے نکالے گئے اور ان کے گناہ کی سزا میں جملہ ذریت آدم شامل ہے اور سب نے گناہ کیا کوئی نیکوکار نہیں۔ ایک بھی نہیں۔ تو پھر مسیحی کفارہ کا سمجھنا آسان تر ہو جاتا ہے۔" ؎۱

گویا تمام بنی آدم کا گنہگار ہونا کفارہ کی ایک بنیادی کڑی اور اصول ہے۔ تردید کفارہ کے ضمن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس امر کو پیش فرمایا ہے کہ یہ اصول غلط ہے۔ یہ کہنا کہ تمام بنی آدم موروثی طور پر گناہ گار ہیں ایک ایسا دعویٰ ہے جس کا اوّل تو مثبت طور پر کوئی ثبوت نہیں دیا جا سکتا اور دوسرے خود بائبل کی شہادت اس کے خلاف ہے بائبل میں بہت سے لوگوں کے بارہ میں صاف طور پر لکھا ہے کہ وہ نیک تھے۔ مثلاً لکھا ہے:۔

"نوح اپنے قرنوں میں صادق اور کامل تھا اور نوح خدا کے ساتھ ساتھ چلتا تھا۔" ؎۲

حضرت زکریا اور ان کی بیوی کے متعلق لکھا ہے:۔

"وہ دونوں خدا کے حضور راستباز اور خداوند کے سارے حکموں اور قانونوں پر بے عیب چلنے والے تھے۔" ؎۳

اس قسم کے متعدد حوالے ملتے ہیں جن سے یوحنا۔ ہابیل۔ دانیال۔ یوسیع۔ زکریا اور ان کی بیوی۔ حزقیاہ۔ سمسون بن منوحہ۔ صموئیل۔ شمعون۔ یوسف شوہر مریم کا از روئے بائبل کوئی گناہ ثابت نہیں ہوتا گویا وہ بے گناہ ٹھہرے۔

اس سلسلہ میں تیسری بات یہ ہے کہ بائبل سے اصولی طور پر اس بات کا علم ہوتا ہے کہ دنیا میں ہر دو قسم کے لوگ رہتے ہیں۔ اچھے بھی اور برے بھی۔ چنانچہ لکھا ہے:۔

"تاکہ تم اپنے باپ کے جو آسمان پر ہے بیٹے ٹھہرو کیونکہ وہ اپنے سورج کو بدوں اور نیکوں دونوں پر چمکاتا ہے اور راستبازوں اور ناراستوں دونوں پر مینہ برساتا ہے۔" ؎۴

ان تینوں امور سے اس عیسائی مفروضہ کا غلط ہونا بالبداہت ثابت ہو جاتا ہے کہ سب کے سب بنی آدم موروثی طور پر گناہ گار ہیں اور ایک بھی نیک نہیں اور اس مفروضہ کے غلط ہونے سے کفارہ باطل ہو جاتا ہے۔

چوتھی دلیل

کفارہ کے عقیدہ کی ایک کڑی یہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام ہر قسم کے گناہ سے خواہ وہ کسبی ہو یا

؎۱:۔ ہمارا قرآن از سلطان محمد پال ضمیمہ ص۲ بار اوّل لاہور ۱۹۲۸ء ؎۲:۔ پیدائش ۶/۹ ؎۳:۔ لوقا ۱/۶ ؎۴:۔ متی ۵/۴۵

موروثی پاک ہیں اور اسی وجہ سے صرف وہ ہی اس قابل ہیں کہ وہ ابن آدم کے لئے کفّارہ ہوسکیں۔ ایک عیسائی مسٹر ولیم ایڈ لکھتے ہیں :۔

"اگر مسیح میں ایک گناہ بھی ہوتا تو وہ ہمارا نجات دہندہ نہ ہوسکتا لیکن اس میں کوئی گناہ نہ تھا۔" [1]

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس مفروضہ کی پُرزور تردید فرمائی ہے۔ آپ فرماتے ہیں :۔

"یسوع کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ وہ موروثی اور کسبی گناہ سے پاک ہے۔ حالانکہ یہ صریح غلط ہے۔" [2]

عیسائی حضرات کے اس مفروضہ کے غلط ہونے کا ثبوت مختلف پہلوؤں سے دیا جا سکتا ہے :۔

اوّل :۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے کسی جگہ یہ اعتراف یا دعویٰ نہیں کیا کہ میں ہر قسم کے گناہ سے پاک ہوں۔ اگر ایسا دعویٰ ہے تو اس کا ثبوت دینا مدعی کا کام ہے جو کہ مسیح کی معصومیت کا قائل ہے۔

دوم :۔ بے گناہ ہونے کے دعویٰ کے بالکل برعکس انجیل سے یہ پتہ چلتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے اس بات کو بھی ناپسند کیا کہ کوئی ان کو نیک کہے۔ لکھا ہے کہ حضرت مسیح نے کہا :۔

"تو مجھے نیک کیوں کہتا ہے نیک تو کوئی نہیں مگر ایک یعنی خدا۔" [3]

سوئم :۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے جو حالات اناجیل میں درج ہیں ان سے نہ ان کی شرافت ثابت ہوسکتی ہے اور نہ معصومیت۔ صرف ایک آیت اس جگہ پیش کرتا ہوں۔ یوحنا ۲/۱ تا ۱۰ سے ثابت ہے کہ حضرت مسیح نے لوگوں کو شراب پلائی تھی۔ (نیز ملاحظہ ہو متی ۲۲/۲۰۔۲ ، یوحنا ۱۲/۱۔۲ ، لوقا ۷/۳۹ ، لوقا ۱۱/۵ ، متی ۱۱/۱۸۔۱۹ ، یوحنا ۱۲/۱ تا ۶ وغیرہ)۔

چہارم :۔ حضرت مسیح کا یوحنا سے بپتسمہ لینا ثابت ہے (ملاحظہ ہو مرقس ۱/۹) یہ بپتسمہ تو گناہوں کی معافی کے لئے ہوتا ہے۔ اگر مسیح واقعی بے گناہ تھا تو اُس نے بپتسمہ کیوں لیا۔ جبکہ کوئی ایسا استثناء بھی مذکور نہیں کہ یہ گناہوں کی معافی کے لئے نہیں تھا۔

پنجم :۔ عیسائی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام حضرت مریم کے پیٹ سے پیدا ہوئے تھے۔ اور اس کے ساتھ ان کی کتاب میں یہ بھی لکھا ہے کہ :۔

"وہ جو عورت سے پیدا ہوا ہے کیونکر پاک ہوسکتا ہے۔" [4]

پس ثابت ہوا کہ حضرت مسیح بے گناہ نہ تھے۔

---

[1] "مسیح کے خون کے سبب سے محفوظ" مصنفہ ولیم ایڈ ایم۔ اے (ترجمہ) صفحہ ۸ بار اوّل

[2] کتاب البریہ صفحہ ۸۶ جلد ۱۳ [3] لوقا ۱۸/۱۹ ، مرقس ۱۰/۱۸ [4] ایوب ۲۵/۴

ششم :- عیسائی یہ کہتے ہیں کہ ورثہ کا گناہ مرد کے نطفہ کے ذریعے منتقل ہوتا ہے۔ اس وجہ سے سب لوگ تو گناہگار ہیں سوائے مسیح کے جو بغیر کسی مرد کے تعلق کے حضرت مریم کے پیٹ سے پیدا ہؤا۔ عیسائیوں کا یہ اصول اگر درست مان لیا جائے تو ملک صدق شالیم کو ہر قسم کے گناہ سے ازلی ابدی طور پر پاک تسلیم کرنا پڑے گا۔ کیونکہ اسکے بارہ میں لکھا ہے :-

"یہ بے باپ بے ماں بے نسب نامہ ہے نہ اس کی عمر کا شروع نہ زندگی کا آخر"۔ ؎۱

پس اگر پاک فدیہ کے لیئے بے گناہ ہونا شرط ہے اور گناہ ورثہ میں چلتا ہے تو ملک صدق سالم کو کفارہ ہونا چاہیئے جو بغیر ماں باپ کے پیدا ہؤا نہ کہ مسیح کو جس کی ماں موجود تھی۔

ہفتم :- عیسائی حضرات حضرت مسیح علیہ السّلام کے گناہ سے پاک ہونے کی یہ دلیل بھی دیا کرتے ہیں کہ ان کے ساتھ اقنوم ثانی کا تعلق تھا جو اتحاد اور عینیت کے طور پر تھا۔ یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ وہ بے گناہ ہوں اس کا جواب یہ ہے کہ اگر بے گناہ ہونا ہی اقنوم ثانی سے تعلق کی شرط ہے تو یہ تعلق سب سے پہلے ملک صدق سالم سے ہونا چاہیئے تھا جس میں عیسائی مسلمات کی رو سے ورثہ کے گناہ کا شائبہ تک نہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تحریر فرمایا ہے کہ عیسائی کہتے ہیں کہ :-

"اقنوم ثانی کا تعلق جو حضرت یسوع سے اتحاد اور عینیت کے طور سے تھا یہ پاک ہونے اور پاک رہنے کی شرط سے تھا اور اگر وہ گناہ سے پاک نہ ہوتا یا آئندہ پاک نہ رہ سکتا تو یہ تعلق بھی نہ رہتا"۔ ؎۲

پھر حضور اس کے جواب میں فرماتے ہیں :-

"اس سے معلوم ہؤا ہے کہ یہ تعلق کسبی ہے ذاتی نہیں۔ اور اس قاعدہ کی رُو سے فرض کر سکتے ہیں کہ ہر ایک شخص جو پاک رہے وہ بلا تامّل خدا بن سکتا ہے اور یہ کہنا کہ "بجز یسوع کسی دوسرے شخص کا گناہ سے پاک رہنا ممتنع ہے"۔ یہ دعویٰ بلا دلیل ہے اس لئے قابل تسلیم نہیں۔ عیسائی خود قائل ہیں کہ ملک صدق سالم بھی جو مسیح سے بہت عرصہ پہلے گذر چکا ہے گناہ سے پاک تھا۔ پس پہلا حق خدا بننے کا اس کو حاصل تھا۔ ایسا ہی عیسائی لوگ فرشتوں کا بھی کوئی گناہ ثابت نہیں کر سکتے۔ پس وہ بھی بوجہ اولیٰ خدا بننے کے لئے استحقاق رکھتے ہیں"۔ ؎۳

؎۱:- عبرانیوں ۷/۳ ۞ ؎۲:- کتاب البریہ ص۶۵ جلد ۱۳ ۞

؎۳:- کتاب البریہ ص۶۵ جلد ۱۳ ۞

پس اس سارے بیان سے ثابت ہوا کہ حضرت مسیح علیہ السلام بے گناہ نہ تھے۔ حضرت مسیح پاک علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"یسوع کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ وہ موروثی اور کسبی گناہ سے پاک ہے حالانکہ یہ صریح غلط ہے۔ عیسائی خود مانتے ہیں کہ یسوع نے اپنا تمام گوشت و پوست اپنی والدہ سے پایا تھا۔ اور وہ گناہ سے پاک نہ تھی اور نیز عیسائیوں کا یہ بھی اقرار ہے کہ ہر ایک درد اور دُکھ گناہ کا پھل ہے اور کچھ شک نہیں کہ یسوع بھوکا بھی ہوتا تھا اور پیاسا بھی اور بچپن میں قانونِ قدرت کے موافق خسرہ بھی اسے نکلا ہوگا۔ اور چیچک بھی اور دانتوں کے نکلنے کے دُکھ بھی اُٹھائے ہوں گے اور موسموں کے تپوں میں بھی گرفتار ہوتا ہوگا اور بموجب اصول عیسائیوں کے یہ سب گناہ کے پھل ہیں پھر کیونکر اس کو پاک فدیہ سمجھا گیا علاوہ اس کے جبکہ رُوح القدس کا تعلق صرف اسی حالت میں بموجب اصول عیسائیوں کے ہو سکتا تھا کہ جب کوئی شخص ہر ایک طرح سے گناہ سے پاک ہو تو پھر یسوع جو بقول ان کے موروثی گناہ سے پاک نہیں تھا اور نہ گناہوں کے پھل سے بچ سکا اس سے کیونکر رُوح القدس نے تعلق کر لیا بظاہر اس سے زیادہ تر ملک صدق سالم کا حق تھا کیونکہ بقول عیسائیوں کے وہ ہر طرح کے گناہ سے پاک تھا۔" [1]

پس جب حضرت مسیح کا معصوم اور بے گناہ ہونا ثابت نہیں جو کفارہ کی ایک بہت ہی اہم بنیاد ہے تو ثابت ہوا کہ کفّارہ باطل ہے۔ اس دلیل کے آخر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک حوالہ درج کرتا ہوں جس میں حضور نے فرمایا ہے کہ اگر حضرت مسیح کا بے گناہ ہونا ثابت بھی ہو جائے۔ تب بھی یہ کوئی ایسی خوبی نہیں کہ اسکی وجہ سے وہ دوسرے لوگوں کے گناہوں کا کفّارہ ہو سکے۔ نیز حضرت مسیح علیہ السلام کے بالکل بے گناہ نہ ہونے کی حکمت بیان فرمائی ہے۔ حضور فرماتے ہیں:۔

"عیسائی لوگ یسوع کی تعریف میں کہا کرتے ہیں کہ وہ بے گناہ تھا حالانکہ بے گناہ ہونا کوئی خوبی نہیں۔ خوبی تو اس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اعلیٰ درجہ کے تعلقات ہوں اور انسان قربِ الٰہی کو حاصل کرے۔

کیونکہ خدا تعالیٰ جانتا تھا کہ یسوع کی لوگ حد سے زیادہ ناجائز عزّت کریں گے اس واسطے پہلے ہی سے اس کا وہ حال ہوا جس سے ہر بات میں اس کا عجز اور کمزور انسان

---

[1] :۔ کتاب البریّہ صفحہ ۸۸ جلد ۱۳

ہونا ثابت ہوتا ہے۔" لہ

پانچویں دلیل

مسیحی کفارہ کا ایک اہم پہلو موروثی گناہ ہے عیسائی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ابتداء میں حضرت آدم علیہ السلام نے گناہ کیا پھر گناہ کا یہ ورثہ نطفہ کے ذریعے بنی آدم میں سرایت کر گیا اور آج انسانی نسل کا کوئی فرد اس موروثی گناہ سے محفوظ نہیں یہ عیسائی مفروضہ بالکل بے بنیاد ہے کیونکہ :۔

اوّل :۔ اگر یہ مانا جائے کہ سب انسان پیدائشی طور پر گناہگار ہیں تو اس کی خدا تعالیٰ کے عدل پر حرف آتا ہے یہ بنی آدم پر انتہائی ظلم ہے کہ جو انسان بھی پیدا ہو وہ ماں کے پیٹ سے اپنے ساتھ گناہ کی لعنت لے کر آئے۔ یہ امر خدا کے عدل اور انصاف اور پھر عقل انسانی اور فطرت انسانی کے سراسر منافی ہے۔

دوم :۔ ہم دیکھ آئے ہیں کہ بائبل کی رو سے کم از کم دس گیارہ افراد ایسے ہیں جن کا کوئی گناہ ثابت نہیں پس اگر ان کو گناہ سے بری مان لیا جائے اور ایسا کئے بغیر چارہ نہیں ورنہ بائبل کا بیان غلط ٹھہرتا ہے۔ (یا عیسائی محاورہ میں کتاب مقدس کا باطل ہونا ممکن نہیں) تو اس کے ساتھ ہی موروثی گناہ کا مسئلہ ختم ہو جاتا ہے۔

سوم :۔ یہ مسئلہ قرآن مجید کی تعلیم کے منافی ہے۔ قرآن مجید میں ہے" لا تزر وازرۃ وزر اخریٰ" کہ کوئی جان دوسری جان کا بوجھ نہ اُٹھائے گی۔ پس ایک انسان کے گناہ کا اثم اور نتیجہ دوسرے پر کیسے وارد ہو سکتا ہے۔ یاد رہے کہ یہ اصول ایسا ہے کہ عیسائی تعلیمات سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے کہ ایک کے بدلہ میں دوسرے کو سزا نہیں دی جا سکتی۔ جیسا کہ ہم کفارہ کے ردّ میں دلیل اوّل کے ضمن میں دیکھ آئے ہیں۔

چہارم :۔ موروثی گناہ کا مسئلہ بائبل کی اپنی تعلیمات کے سراسر منافی ہے۔ بائبل میں صاف طور پر لکھا ہے :۔

> "ان دنوں میں یہ پھر نہ کہا جائے گا کہ باپ دادوں نے کچے انگور کھائے اور لڑکوں کے دانت کھٹے ہو گئے کیونکہ ہر ایک اپنی بدکاری کے سبب مرے گا۔ ہر ایک جو کھٹے انگور کھاتا ہے اسی کے دانت کھٹے ہوں گے۔" لہ

گویا یہ قطعاً نہیں ہو سکتا کہ ایک انسان ظلم کرے اور اس کی سزا دوسرے کے سر تھوپ دی جائے ایک شخص کھٹے انگور کھائے اور دانت دوسرے کے کھٹے ہو جائیں پس ثابت ہوا کہ موروثی گناہ کا فلسفہ

لہ :۔ ملفوظات جلد ہشتم صفحہ ۱۶۲ ؛   لہ :۔ یرمیاہ ۳۱ / ۲۹ - ۳۰ ؛

باطل ہے ۔

موروثی گناہ کا یہ مسئلہ کہ گناہ نطفہ کے ذریعہ منتقل ہوتا ہے عیسائیوں نے اس وجہ سے اختیار کیا ہے کہ اس طرح وہ مسیح کو گناہوں سے بری قرار دے سکیں جو کسی انسان کے نطفہ سے پیدا نہیں ہوئے حالانکہ اگر ان کے فلسفہ کی رو سے ہی دیکھا جائے تو مسیح عام انسانوں سے بھی زیادہ گناہگار قرار پاتا ہے تفصیل اسکی یہ ہے کہ بائبل کی رُو سے ممنوعہ پھل کو کھانے کا گناہ سب سے پہلے عورت نے کیا تھا اس نے پہلے خود پھل کھایا پھر مرد کو دیا ۔ عورت کا گناہ دگنا اور مرد کا اس سے نصف ہے ۔

پس جو لوگ مرد و عورت کے ملاپ سے پیدا ہوتے ہیں ان میں اوسط درجہ کا گناہ سرایت کرتا ہے لیکن جو وجود صرف عورت سے پیدا ہوا اس میں ایک عام انسان سے زیادہ گناہ کا مادہ آنا چاہیئے ۔ پس موروثی گناہ کے فلسفہ سے تو عیسائی حضرات کے خلاف زبردست دلیل قائم ہوتی ہے ۔

اس بیان سے واضح ہے کہ موروثی گناہ کا مسئلہ باطل ہے اور جب یہ مسئلہ باطل ہوا تو سب کے سب بنی آدم کے گنہگار ہونے کا بھی کوئی سوال نہ رہا اور اس طرح کفارہ کی ضرورت ہی باطل ہو جاتی ہے ۔

چھٹی دلیل

کفارہ کی تردید میں چھٹی دلیل یہ ہے کہ اس عقیدہ کی رُو سے حضرت مسیح علیہ السلام گناہگاروں کیلئے قربانی دیئے گئے حالانکہ اعلیٰ چیز کو ادنیٰ چیز کے لئے قربان کرنا عقلاً بھی درست نہیں اور پھر قانونِ قدرت میں اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی ۔ دنیا کا اصول یہ ہے کہ ہمیشہ ادنیٰ چیز کو اعلیٰ چیز کے لئے قربان کیا جاتا ہے اور ہونا بھی ایسا ہی چاہیئے کیونکہ اعلیٰ چیز کی بقاء اور ترقی زیادہ ضروری ہے ۔ ہم روزانہ اس چیز کو مشاہدہ کرتے ہیں ۔ "Surwval of the Fittest" کا اصول بھی یہی بتاتا ہے ۔

عجیب بات یہ ہے کہ بائبل سے بھی اسی اصول کی تصدیق ہوتی ہے ۔ لکھا ہے :۔

"شریر صادق کا فدیہ ہوگا اور دغا باز راستبازوں کے بدلہ میں دیا جائے گا ۔" (امثال ۲۱/۱۸)

لیکن کفارہ کا مسیحی نظریہ بائبل کے اس بیان کے برخلاف یہ کہتا ہے کہ :۔

مسیح جو پاک ، معصوم ، خدا کا اکلوتا بیٹا بلکہ خود خدا تھا وہ بدکاروں ، گناہ گاروں اور ذلیل انسانوں کے بدلہ میں مصلوب ہوا ۔ ؂

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

بائبل کے علاوہ پادریوں نے بھی اس اصول کی صداقت کو تسلیم کیا ہے چنانچہ پادری ڈبلیو گولڈسیک لکھتے ہیں :۔

"نباتات کھائی جاتی ہے اور چوپایہ کو زندگی اور قوت بخشتی ہے۔ اور پھر وقت پہ اس سے انسان کی پرورش ہوتی ہے۔" [1]

پس ثابت ہوا کہ از روئے شریعت، از روئے بائیبل، از روئے مشاہدہ اور از روئے عقل ادنیٰ چیز کو اعلیٰ کی خاطر قربان کرنا چاہیئے لیکن حضرت مسیح علیہ السلام کی قربانی اس لحاظ سے انوکھی اور نرالی قربانی ہے کہ اس میں گنا ہگار انسانوں کے لئے مسیح جیسا معصوم وجود، خدا کا اکلوتا بیٹا، قربان کیا جاتا ہے۔ معمولی سے معمولی سمجھ رکھنے والا انسان بھی اسے بڑی حماقت تصور کرے گا کہ ایک شخص اپنے دس روپوں کی مالیت کے سامان کے لئے اس پر سو روپیہ کی رقم خرچ کر دے۔ ہر شخص کہے گا کہ ایسے شخص کا دماغی توازن درست نہیں ہے اور اس کا یہ فعل معقولیت سے کوسوں دور ہے۔ یہی فتویٰ عیسائیوں کے اس خدا پر صادق آتا ہے جس نے چند گنا ہگار دنیا داروں کی خاطر اپنے اکلوتے جگر گوشے کو صلیب پر چڑھانا پسند کیا۔" [2]

اس دلیل کو پیش کرتے ہوئے سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السّلام فرماتے ہیں :۔

"خدا کا قانون جس پر چلنے کے لئے انسانی زندگی مجبور ہے قدیم سے یہی ہے کہ ادنیٰ اعلیٰ پر قربان کیا جاتا ہے۔" [3]

پھر آپ فرماتے ہیں :۔

"جس فدیہ کو وہ پیش کرتے ہیں وہ خدا تعالیٰ کے قانونِ قدرت کے مخالف ہے کیونکہ الٰہی قانون پر غور کر کے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ قدیم سے سنّت اللہ یہی ہے کہ ادنیٰ اعلیٰ پر قربان کیا گیا ہے مثلاً انسان اشرف المخلوقات اور بالاتفاق تمام عقلمندوں کے تمام حیوانات سے اعلیٰ ہے۔ سو اسکی صحت اور بقاء اور پائیداری نیز اسکے نظام تمدن کے لئے تمام حیوانات ایک قربانی کا حکم رکھتے ہیں۔ پانی کے کیڑوں سے لیکر شہد کی مکھیوں اور ریشم کے کیڑوں اور تمام حیوانات بکری گائے وغیرہ تک جب ہم نظر ڈالتے ہیں تو یہ سب انسانی زندگی کے خادم اور نوع انسان کی راہ میں فدیہ معلوم ہوتے ہیں۔ ایک بیمار سے بدن کی پھنسی کے لئے بسا اوقات جوک جان دیتی ہے تا ہم اس پھنسی سے نجات پاویں۔ ہر روز کروڑہا بکری اور بیل اور مچھلیاں وغیرہ ہمارے لئے اپنی جان دیتی ہیں تب ہماری بقاء صحت کے مناسب حال غذا میسر ہوتی ہے۔ پس اس تمام سلسلہ پر نظر ڈال کر معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے اعلیٰ کے لئے ادنیٰ کو فدیہ مقرر کیا ہے لیکن اعلیٰ کا ادنیٰ کے لئے قربان ہونا اسکی نظیر خدا کے قانونِ قدرت میں ہمیں نہیں ملتی۔" [4]

---

[1] الکفّارہ ؛ [2] کفارہ کی حقیقت صفحہ ۳۲ ؛ [3] کتاب البریّہ صفحہ ۹۶ جلد ۱۳ ؛ [4] کتاب البریّہ صفحہ ۹۵-۹۶ جلد ۱۳ ؛

نیز فرمایا :۔

" جس فدیہ کو عیسائی پیش کرتے ہیں وہ خدا کے قدیم قانونِ قدرت کے بالکل مخالف ہے کیونکہ قانونِ قدرت میں کوئی اس بات کی نظیر نہیں کہ ادنیٰ کے بچانے کے لئے اعلیٰ کو مارا جائے۔ ہمارے سامنے خدا کا قانونِ قدرت ہے۔ اس پر نظر ڈالنے سے ثابت ہوتا ہے کہ ہمیشہ ادنیٰ اعلیٰ کی حفاظت کے لئے مارے جاتے ہیں۔ چنانچہ جس قدر دنیا میں جانور ہیں۔ یہانتک کہ پانی کے کیڑے وہ سب انسان کے بچانے کے لئے جو اشرف المخلوقات ہے کام میں آرہے ہیں پھر یسوع کے خون کا فدیہ کس قدر اس قانون کے مخالف ہے جو صاف صاف نظر آرہا ہے اور ہر ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ جو زیادہ قابل قدر اور پیارا ہے ۔ اسکی بچانے کے لئے ادنیٰ کو اعلیٰ پر قربان کیا جاتا ہے چنانچہ خدا تعالیٰ نے انسان کی جان بچانے کے لئے کروڑہا حیوانوں کو بطور فدیہ کے دیا ہے اور ہم تمام انسان بھی فطرتاً ایسا ہی کرنے کی طرف راغب ہیں۔ تو پھر خود سوچ لو کہ عیسائیوں کا فدیہ خدا کے قانونِ قدرت سے کسقدر دُور پڑا ہوا ہے ۔"[1]

جب عیسائیوں کے سامنے اعلیٰ کے لئے ادنیٰ کی قربانی کا اصول پیش کیا جاتا ہے تو وہ عام طور پر اس قسم کی مثالیں دیتے ہیں کہ فلاں بڑے آدمی نے ایک معمولی انسان کے لئے قربانی کی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس عذر کا بھی مکمل جواب تحریر فرمایا ہے ۔ حضور نے اپنی کتاب کتاب البریہ میں سرفلپ سڈنی کی مثال کا ذکر کیا ہے کہ اسکی مرنے سے قبل پانی کا ایک ہی پیالہ جو موجود تھا ایک دوسرے جاں بلب سپاہی کو دیکر اس کی جان بچائی۔ اس کے جواب میں حضور نے جو تفصیل درج فرمائی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ مثال اس اصول کو نہیں توڑتی۔ ایک بڑے آدمی کی قربانی ایثار کہلاتی ہے ۔ لیکن یہاں اس اصول میں سوال قانونِ قدرت کا ہے کسی زید یا بکر کے ایک وقتی یا عارضی کام کا نہیں ہے ۔ عام قانونِ قدرت، اور مشاہدہ اس بات پر گواہ ہیں کہ ادنیٰ کو اعلیٰ کی خاطر قربان کیا جاتا ہے نہ کہ اعلیٰ کو ادنیٰ کی خاطر۔ پس کفارہ کا اصول بالبداہت قانونِ قدرت کے خلاف ہے لہٰذا غلط ہے ۔

ساتویں دلیل

عیسائی حضرات کفارہ کی تائید میں یہ کہا کرتے ہیں کہ کیا دوسرے انسان کے لئے قربانی کرنا اور اسکی خاطر دُکھ اٹھانا اچھی بات نہیں ہے ۔ اس طریق سے وہ مسیح کی قربانی کے حق میں وجہ جواز تلاش کرنا چاہتے

---

[1] :۔ کتاب البریہ صلا جلد ۱۳ ؛

ہیں ۔لیکن اگر غور کیا جائے تو مسیح علیہ السلام کی مزعومہ قربانی کا حقیقی اور مخلصانہ قربانی سے کوئی جوڑ نہیں ہے ۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس دلیل کو بڑی وضاحت سے بیان فرمایا ہے ۔حضور نے تحریر فرمایا ہے کہ بنی نوع انسان کی خدمت کرنا اور ان کی خاطر تکالیف برداشت کرنا بے شک ایک عمدہ بات ہے لیکن قربانی کا یہ طریق کہ خود اپنے آپ کو ہلاک کر لینا اور محض اس موہوم اُمید پر کہ اس سے بنی نوع انسان کو فائدہ ہوگا ایک بہت ہی بے معنی اور عبث فعل ہے ۔ایسی حرکت ایک نبی کی شان سے بعید ہے ۔پس قربانی کا جو طریق کفّارہ میں پیش کیا گیا ہے وہ کسی عقلمند کا کام نہیں کہلا سکتا بلکہ خودکشی کی ایک ایسی مذموم کوشش ہے جس کو کوئی عقلمند نہ پسند کر سکتا ہے نہ جائز قرار دے سکتا ہے ۔اسی بناء پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قربانی کے اس طریق کی پُرزور تردید فرمائی ہے ۔حضور فرماتے ہیں :۔

”بے شک خدا کے بندوں اور اپنے بنی نوع کے لئے جان دینا اور انسان کی بھلائی کے لئے دکھ اٹھانا نہایت قابل تعریف امر ہے مگر یہ بات ہرگز قابل تعریف نہیں کہ ایک شخص بے اصل وہم پر بھروسہ کر کے کنوئیں میں کود پڑے کہ میرے مرنے سے لوگ نجات پا جائیں گے ۔جان قربان کرنے کا یہ طریق تو بے شک صحیح ہے کہ خدا کے بندوں کی معقول طریق سے خدمت کریں اور ان کی بھلائی میں اپنے تمام انفاس خرچ کر دیں اور ان کے لئے ایسی کوشش کریں کہ گویا اس راہ میں جان دے دیں مگر یہ ہرگز صحیح نہیں ہے کہ اپنے سر پر پتھر ماریں یا کنوئیں میں ڈوب مریں یا پھانسی لے لیں اور پھر تصوّر کریں کہ اس بے جا حرکت سے نوعِ انسان کو کچھ فائدہ پہنچے گا۔“ [1]

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر حضرت مسیح نے صلیب پر مرنا اپنی خوشی سے قبول کیا تھا تو یہ درحقیقت خودکشی ہے اور خودکشی خواہ دوسروں کی نجات کے خیال سے ہی کیوں نہ ہو، ایک گناہ ہے ۔پس اگر حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنی خوشی اور مرضی سے اس صلیبی موت کو قبول کیا جیسا کہ عیسائی دعویٰ کرتے ہیں تو یہ ایک شرمناک فعل ہے ۔ایک خودکشی ہے جس پر فخر کرنے کی بجائے اپنے سر ندامت سے جھکا لینے چاہئیں ۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

”یسوع کا مصلوب ہونا اگر اپنی مرضی سے ہوتا تو خودکشی اور حرام کی موت تھی۔“ [2]

پھر اسی سلسلہ میں فرماتے ہیں :۔

” دوسرے کی نجات کے لئے خودکشی کرنا خود گناہ ہے۔“ [3]

---

[1] :۔ست بچن صفحہ ۱۴۷ جلد ۱۰ ؛ [2] :۔ست بچن حاشیہ صفحہ ۱۶۲ جلد ۱۰ ؛ [3] :۔لیکچر لاہور صفحہ ۱۹ جلد ۲۰ ؛

نیز فرمایا:۔

"کچھ شک نہیں کہ اگر یہ خودکشی مسیح سے بالارادہ ظہور میں آئی تھی تو بہت بے جا کام کیا۔ اگر وہی زندگی وعظ و نصیحت میں صرف کرتا تو مخلوقِ خدا کو فائدہ پہنچتا۔ اس بے جا حرکت سے دوسروں کو کیا فائدہ ہوا۔" ؎۱

پھر آپ فرماتے ہیں:۔

"اگر یسوع نے خودکشی کی تو میں اس سے زیادہ ہرگز تسلیم نہیں کروں گا کہ ایک ایسی بیوقوفی کی حرکت اس سے صادر ہوئی جس سے اسکی انسانیت اور عقل پر ہمیشہ کے لئے داغ لگ گیا۔ ایسی حرکت جس کو انسانی قوانین بھی ہمیشہ جرائم کے نیچے داخل کرتے ہیں کیا کسی عقلمند سے صادر ہو سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ پس ہم یہ پوچھتے ہیں کہ یسوع نے کیا سکھلایا اور کیا دیا؟ کیا وہ لعنتی قربانی جس کا عقل اور انصاف کے نزدیک کوئی بھی نتیجہ معلوم نہیں ہوتا۔" ؎۲

اس سلسلہ میں آپ کا ایک اور جامع حوالہ یہ ہے۔ فرمایا:۔

"اگر یہ سچ ہے کہ یسوع نے اس خیال سے کہ میرے مرنے سے لوگ نجات پا جائیں گے۔ درحقیقت خودکشی کی ہے تو یسوع کی حالت نہایت ہی قابلِ رحم ہے اور یہ واقعہ پیش کرنے کے لائق نہیں بلکہ چھپانے کے لائق ہے۔" ؎۳

اس "قربانی" کے مسئلہ کا ایک اور پہلو بھی ہے۔ ہمارے نزدیک تو مسیح کا اس طرح جان دینا ایک فضول اور عبث کام نظر آتا ہے لیکن عیسائی مسیح کے اس طرح صلیب پر مرنے کو بڑا ہی مستحسن اور مبارک کام خیال کرتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اگر واقعی یہ بات درست ہے کہ یہ قربانی کا طریق اچھا ہے تو کیا وہ لوگ بھی اچھے ہیں جنہوں نے اس قربانی کی تقریب پیدا کی اور اس منصوبہ کے محرک ہوئے کیونکہ اصول بھی ہے کہ نیک قربانیوں کے محرک بھی نیک ہی ہوا کرتے ہیں۔ ہم پوچھتے ہیں کہ کیا عیسائی یہودا اسکریوطی کو نیک اور اپنا محسن قرار دے سکتے ہیں جس نے انجیل کی رُو سے بقول ان کے اس پاک قربانی کا سبب پیدا کیا۔ ظاہر ہے کہ عیسائی ہرگز ایسا نہیں کرتے اور نہ ایسا کر سکتے ہیں کیونکہ انجیل میں یہودا اسکریوطی کے بارہ میں صاف لکھا ہے کہ اس میں شیطان سمایا ہوا ہے۔

پس ثابت ہوا کہ نہ اس قربانی کے محرک نیک لوگ تھے اور نہ یہ قربانی اپنی ذات میں پاکیزہ تھی بلکہ

؎۱:۔ چشمۂ مسیحی ص۱۶ جلد ۲۰ ؎۲:۔ سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب ص۳۲ جلد ۱۲

؎۳:۔ سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب ص۵ جلد ۱۲

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بجا طور پر اس کو ایک لعنتی قربانی قرار دیا ہے۔ کیا ایسی لعنتی قربانی گناہوں کی بخشش کا ذریعہ ہو سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ پس کفارہ باطل ہے۔

آٹھویں دلیل

کفارہ کی تردید میں ایک دلیل حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ پیش فرمائی ہے کہ کفارہ کی اس قسم کی قربانی کی تعلیم یہود کی کتب میں نہیں ملتی حالانکہ اگر یہی نجات کا حقیقی ذریعہ ہے تو سب قدیم مذاہب کی کتب میں اس کا ذکر ہونا چاہیئے۔ پس یہود کی کتب میں اس کا ذکر نہ ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ کفارہ باطل ہے۔

ہمارا استدلال یہ ہے کہ اگر یہ قربانی واقعی حق تھی اور انسانی نجات کا یہی ایک ذریعہ ہے تو اس کا ذکر یہود کی کتب میں ضرور ہونا چاہیئے۔ کیونکہ اوّل تو حضرت مسیح علیہ السلام یہود کی شریعت کے ماتحت اور اس کے پابند تھے۔ انہوں نے خود کہا ہے کہ :-

"یہ نہ سمجھو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں۔ منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جائیں ایک نقطہ یا ایک شوشہ توریت سے ہرگز نہ ٹلے گا جب تک سب کچھ پورا نہ ہو جائے۔"[1]

پس ثابت ہوا کہ حضرت مسیح توریت کے پابند تھے۔ ظاہر ہے کہ اگر انہوں نے کفارہ کی تعلیم دی ہوتی تو اس کی بنیاد توریت پر ہونی چاہیئے تھی۔ پس اگر کفارہ صحیح ہے تو اس کا ذکر یہود کی کتب میں ہونا لازمی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ کفارہ کے متعلق عیسائی یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہ بنی آدم کی نجات کا ذریعہ ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر یہ نجات کا ذریعہ ہے تو یہی ذریعہ یہود کے لئے بھی ہوگا۔ اس صورت میں اس کا ذکر لازمی طور پر ان کی کتب میں ہونا چاہیئے۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ ذریعہ پہلے نہیں تھا بلکہ بعد میں بنا ہے۔ کیونکہ ایسا ہونا عقلاً محال ہے۔ نیز بہت سے اور اعتراضات بھی وارد ہوتے ہیں۔

پس ان دو وجوہ سے یہود کی کتب میں کفارہ کا ذکر ملنا ضروری ہے۔ تب ہی اس عقیدہ کو عیسائیت کا صحیح عقیدہ قرار دیا جا سکتا ہے لیکن یہود کی کتب میں یا توریت میں کسی جگہ اس کفارہ کا ذکر تک نہیں جس کفارہ کو عیسائی پیش کرتے ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ یہ عقیدہ اصل شریعت کا پیش کردہ نہیں بلکہ بعد کی ایجاد ہے۔ نیز اس کی بنیاد شریعت نہیں بلکہ انسانی تخیّل ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس دلیل کو اپنی کتب میں پیش فرمایا ہے۔ اور اس کے سب ممکن پہلوؤں پر بھی روشنی ڈالی ہے۔

---

[1] :- متی ۵ : ۱۷-۱۸ ؛

حضور کے الفاظ میں یہ دلیل اس طرح ہے۔ فرمایا :-

"جب اس اصول کو اس پہلو سے دیکھا جائے کہ کیا اس لعنتی قربانی کی تعلیم یہودیوں کو بھی دی گئی ہے یا نہیں تو اور بھی اس کے کذب کی حقیقت کھلتی ہے۔" ؎۱

پھر فرمایا :-

"یہ بات ظاہر ہے کہ اگر خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں انسانوں کی نجات کے لئے صرف یہی ایک ذریعہ تھا کہ اس کا ایک بیٹا ہو اور وہ تمام گنہگاروں کی لعنت کو اپنے ذمہ لے لے اور پھر لعنتی قربانی بن کر صلیب پر کھینچا جائے تو یہ امر ضروری تھا کہ یہودیوں کے لئے توریت اور دوسری کتابوں میں جو یہودیوں کے ہاتھ میں ہیں اس لعنتی قربانی کا ذکر کیا جاتا۔ کیونکہ کوئی عقلمند اس بات کو باور نہیں کر سکتا کہ خدا کا وہ ازلی ابدی قانون جو انسانوں کی نجات کے لئے اس نے مقرر کر رکھا ہے ہمیشہ بدلتا رہے اور توریت کے زمانہ میں کوئی ہو۔ اور انجیل کے زمانہ میں کوئی اور۔ قرآن کے زمانہ میں کوئی اور ہو اور دوسرے نبی جو دنیا کے اور حصوں میں آئے ان کے لئے کوئی اور ہو اب ہم جب تحقیق اور تفتیش کی نظر سے دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ توریت اور یہودیوں کی تمام کتابوں میں اس لعنتی قربانی کی تعلیم نہیں ہے۔" ؎۲

نیز فرمایا :-

"ایک عقلمند کو نہایت انصاف اور دل کی صفائی کے ساتھ سوچنا چاہیئے کہ اگر یہی بات سچ ہوتی کہ خدا تعالیٰ نے یسوع مسیح کو اپنا بیٹا قرار دیکر اور غیروں کی لعنت اس پر ڈال کر پھر اس لعنتی قربانی کو لوگوں کی نجات کے لئے ذریعہ ٹھہرایا تھا اور یہی تعلیم یہودیوں کو ملی تھی تو کیا سبب تھا کہ یہودیوں نے آج تک اس تعلیم کو پوشیدہ رکھا اور بڑے اصرار سے اس کے دشمن ہیں۔" ؎۳

پھر اسی سلسلہ میں فرمایا :-

"یہ اعتراض اور بھی قوت پاتا ہے جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ یہودیوں کی تعلیم کو تازہ کرنے کے لئے ساتھ ساتھ نبی بھی چلے آئے تھے اور حضرت موسیٰ نے کئی لاکھ انسانوں کے سامنے توریت کی تعلیم کو بیان کیا تھا۔ پھر کیونکر ممکن تھا کہ یہودی لوگ ایسی تعلیم کو جو متواتر نبیوں سے ہوتی آئی بھلا دیتے۔ حالانکہ ان کو حکم تھا کہ خدا کے احکام اور وصایا کو اپنی چوکھٹوں اور دروازوں اور

؎۱ :- سراجدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب ص۸ جلد ۱۲ ؛ ؎۲ :- سراجدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب ص۸ جلد ۱۲
؎۳ :- " " " " " ص۸-۹ جلد ۱۲ ؛

آستینوں پر لکھیں اور بچوں کو سکھائیں اور خود حفظ کریں۔ اب کیا یہ بات سمجھ آسکتی ہے یا کسی کا پاک کانشنس یہ گواہی دے سکتا ہے کہ باوجود اتنی نگہداشت کے سامانوں کے تمام فرقے یہود کے توریت کی اس پیاری تعلیم کو بھول گئے جس پر ان کی نجات کا مدار تھا۔"[1]

نیز فرمایا:-

"اگر یہودیوں کو نجات کے لئے اس لعنتی قربانی کی تعلیم دی جاتی تو کچھ سبب معلوم نہیں ہوتا کہ کیوں وہ اس تعلیم کو پوشیدہ کرتے ہاں یہ ممکن تھا کہ وہ یسوع مسیح کو خدا کا بیٹا کر کے نہ مانتے اور اس کی صلیب کو سچے بیٹے کی صلیب تصوّر نہ کرتے اور یہ کہتے کہ وہ حقیقی بیٹا جس کی قربانی سے دنیا کو نجات ملے گی یہ نہیں ہے بلکہ آئندہ کسی زمانہ میں ظاہر ہوگا مگر یہ تو کسی طرح ممکن نہ تھا کہ تمام فرقے یہود کے سرے سے ایسی تعلیم سے انکار کر دیتے جو ان کی کتابوں میں موجود تھی اور خدا کے پاک نبی اس کو تازہ کرتے آئے تھے۔"[2]

ان حوالہ جات سے عیاں ہے کہ کفارہ کی تعلیم کا توریت میں پایا جانا ازبس ضروری تھا لیکن عملاً ایسا نہیں ہے۔ پس ثابت ہوا کہ عیسائیت کا پیش کردہ کفّارہ کا نظریہ ایک باطل عقیدہ ہے جو بعد کی ایجاد معلوم ہوتا ہے، اس لئے ہرگز قابل قبول نہیں ہے۔

نویں دلیل

عقیدہ کفّارہ کے مطابق عیسائی اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ خداوند یسوع مسیح نے بڑی خوشی کے ساتھ گناہگاروں کے لئے صلیب پر جان دینے کو قبول کیا اور ایسا یقین رکھنا ضروری بھی ہے کیونکہ اگر واقعی دوسروں کو نجات دلانے کا نیک عزم دل میں ہو تو وہ قربانی بڑی خوش دلی سے ہونی چاہیئے۔ عیسائیوں کے اس یقین کی ایک بنیاد ان کا یہ اعتقاد بھی ہے کہ یسوع مسیح اس مقصد کے لئے مجسم ہوئے تھے گویا وہ شروع سے اس غرض کے لئے تیار کئے گئے تھے کہ بالآخر نوع انسان کے لئے صلیبی موت کو قبول کریں۔

یہ عیسائیوں کا اعتقاد ہے جو کفّارہ کے عقیدہ کے ساتھ لازم و ملزوم ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قربانی رضامندی اور دلی خواہش سے ہوئی ہے کیونکہ یہ بات تو ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ زبردستی کی قربانی نجات کا ثمرہ پیدا نہیں کر سکتی ہے۔

اس اعتقاد کے بالمقابل جب ہم واقعات پر نظر کرتے ہیں تو صاف نظر آتا ہے کہ حضرت مسیح نے

---

[1]: سراج دین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب صفحہ ۹ جلد ۱۲ [2]: ایضاً صفحہ ۱۰ جلد ۱۲

اپنی مرضی سے صلیبی موت کو قبول نہیں کیا۔ اگر وہ دل سے ایسا ہی کرنا چاہتے تو وہ ہرگز ہرگز کسی طرح صلیب سے بچ جانے کے لئے خدا کے حضور تضرّع اور عاجزی کے ساتھ رو رو کر دعائیں نہ کرتے۔ لیکن بائیبل سے ثابت ہے کہ اُنہوں نے ایسا کیا۔ لکھا ہے :۔

"گھٹنے ٹیک کر یوں دُعا کرنے لگا کہ اے باپ اگر تو چاہے تو یہ پیالہ مجھ سے ہٹا لے"۔ [1]

نیز لکھا ہے :۔

"اس نے اپنی بشریت کے دنوں میں زور زور سے پکار کر اور آنسو بہا بہا کر اس سے دعائیں اور التجائیں کیں جو اس کو موت سے بچا سکتا تھا"۔ [2]

پس ثابت ہے کہ مسیح ہرگز صلیب پر مرنا نہ چاہتے تھے۔ وہ بچنا چاہتے تھے لیکن ان کو زبردستی پکڑ کر صلیب پر لٹکا دیا گیا۔ گویا وہ تو زبردستی صلیب پر لٹکائے گئے اور مسیحیوں نے ان کو اپنے گناہوں کا کفّارہ سمجھ لیا۔ پس یہ امر کہ خود حضرت مسیح علیہ السّلام صلیبی موت کو پسند نہ کرتے تھے بلکہ اس سے نفرت کرتے تھے، کفارہ کے ابطال پر ایک زبردست دلیل ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس دلیل کو ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں :۔

(۱)

"دوسرے کی نجات کے لئے خودکشی کرنا خود گناہ ہے اور مَیں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ ہرگز مسیح نے اپنی رضامندی سے صلیب کو منظور نہیں کیا بلکہ شریر یہودیوں نے جو چاہا اس سے کیا اور مسیح نے صلیبی موت سے بچنے کے لئے باغ میں ساری رات دُعا کی اور اس کے آنسو جاری ہو گئے۔ تب خدا نے بباعث اس کے تقویٰ کے اس کی دُعا قبول کی اور اس کو صلیبی موت سے بچا لیا جیسا کہ خود انجیل میں بھی لکھا ہے۔ پس یہ کیسی تہمت ہے کہ مسیح نے اپنی رضامندی سے خودکشی کی"۔ [3]

(۲)

"یہ بات کہ اس لعنتی موت پر مسیح خود راضی ہو گیا تھا اس دلیل سے ردّ ہو جاتی ہے کہ مسیح نے باغ میں رو رو کر دُعا کی کہ وہ پیالہ اس سے ٹل جائے اور پھر صلیب پر کھینچنے کے وقت چیخ مار کر کہا ایلی ایلی لما سبقتنی یعنی اے میرے خدا۔ اے

---

[1] :۔ لوقا ۲۲/ ۴۱ تا ۴۲ [2] :۔ عبرانیوں ۵/۷

[3] :۔ لیکچر لاہور صفحہ ۱۹ جلد ۲۰

میرے خدا! تُو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا - اگر وہ صلیبی موت پر راضی تھا تو اس نے کیوں دعائیں کیں"۔ لہ

(۳)

"یہ کہنا کہ اس نے عمداً اپنے تئیں صلیب پر چڑھایا تا اس کی امت کے گناہ بخشے جائیں۔ اس سے زیادہ کوئی بے ہودہ خیال نہیں ہوگا جس شخص نے تمام رات اپنی جان بچانے کے لئے رو رو کر ایک باغ میں دُعا کی اور وہ بھی منظور نہ ہوئی اور پھر گھبراہٹ اس قدر اس پر غالب آئی کہ صلیب پر چڑھنے کے وقت ایلی ایلی لما سبقتنی کہہ کر اپنے خُدا کو خُدا کر کے پکارا اور اس شدتِ بے قراری میں باپ کہنا بھی بھول گیا اس کی نسبت کوئی خیال کر سکتا ہے کہ اس نے اپنی مرضی سے جان دی"۔ ٢ہ

ان تین حوالوں میں حضور نے اس امر کو بدلائل ثابت کیا ہے کہ حضرت مسیح نے اپنی مرضی اور خوشی سے صلیبی موت قبول نہیں کی اور جب یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ یہ قربانی خوشی کی نہیں بلکہ زبردستی کی ہے تو یہ ہرگز کفارہ نہیں ہو سکتی۔ حضور اس دلیل کو مختصراً یوں بیان فرماتے ہیں :۔

"یسوع کا مصلوب ہونا اگر اپنی مرضی سے ہوتا تو خودکشی اور حرام کی موت تھی اور خلافِ مرضی کی حالت میں کفّارہ نہیں ہو سکتا"۔ ٣ہ

دسویں دلیل

کفّارہ کی تردید میں ایک بہت ہی زبردست دلیل حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ بیان فرمائی ہے کہ کفّارہ کی رُو سے حضرت مسیح علیہ السلام ملعون ثابت ہوتے ہیں اور عیسائی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ وہ لعنتی بن گئے تھے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کا ملعون ہونا عقلاً، اخلاقاً، شرعاً اور واقعتاً بالبداہت غلط اور ناقابلِ قبول ہے لہٰذا کفّارہ باطل ہے۔

حضرت مسیح علیہ السلام کو یہود نے صلیب پر لٹکا کر اپنے خیال میں مار دیا - ان کی کتاب کی رو سے جو صلیب پر مرے وہ لعنتی ہوتا ہے لکھا ہے :۔

"جسے پھانسی ملتی ہے وہ خدا کی طرف سے ملعون ہے"۔ ٤ہ

جب عیسائیوں نے یہود کے اس دعویٰ کو قبول کر لیا کہ ہم نے مسیح کو صلیب پر مار دیا ہے تو وہ اس کے

لہ :۔ حقیقۃ الوحی حاشیہ صفحہ ۶۰ جلد ۲۲ ؛ ٢ہ :۔ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۱ جلد ۲۲ ؛

٣ہ :۔ ست بچن حاشیہ صفحہ ۱۶۲ جلد ۱۰ ؛ ٤ہ :۔ استثناء ۲۱/۲۲ ؛

ملعون ہونے کا بھی انکار نہیں کر سکتے تھے۔ تب انہوں نے یہ عقیدہ بنالیا کہ مسیح ہمارے لئے لعنتی بنا اور ہمارے گناہ اس نے اُٹھا لئے۔ لکھا ہے:-

"مسیح جو ہمارے لئے لعنتی بنا ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھوڑایا۔" ؎[1]

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ دلیل دی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السّلام کو ہرگز ہرگز ملعون قرار نہیں دیا جا سکتا۔ حضور نے اس دلیل کو اس ترتیب سے بیان فرمایا ہے:-

۱۔ حضرت مسیح علیہ السلام کا مصلوب اور ملعون ہونا عیسائی عقیدہ میں شامل ہے لعنت خواہ تین دن کے لئے ہو یا کم و بیش بہرحال وہ مسیح پر اس لعنت کو ضرور وارد کرتے ہیں۔

۲۔ لعنت کے مفہوم کی پوری پوری وضاحت کی ہے کہ لعنت خدا سے دُوری کا نام ہے اور تاریکی و ظلمت کا دوسرا نام ہے۔ اسی وجہ سے لعین شیطان کا نام ہے۔

۳۔ لعنت کا یہ مفہوم عقلاً ہم حضرت مسیح پر ہرگز وارد نہیں کر سکتے۔ کیا خدا کا ایک پیارا نبی لعنت کی ظلمت سے کچھ بھی حصّہ لے سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔

۴۔ حضرت مسیح نے اپنے بارہ میں جو کچھ کہا لعنت کا مفہوم اس کے سراسر خلاف ہے۔ مسیح نے اپنے آپ کو نُور کہا۔ کیا نور اور لعنت کی ظلمت اکٹھے ہو سکتے ہیں۔

۵۔ عیسائی حضرت مسیح کو خُدا بھی مانتے ہیں اور ملعون بھی۔ یہ متضاد صفات ایک ہی وجود میں بیک وقت پائی نہیں جا سکتیں۔

۶۔ اگر بیٹے کو ملعون قرار دیا جائے تو باپ بھی ملعون بنتا ہے پس کیا عیسائی خدا کو بھی لعنت کا مورد قرار دیں گے؟ (العیاذ باللہ)

۷۔ اگر واقعی حضرت مسیح نے ملعون ہو کر دوسروں کو نجات دی ہے اور اس کے سوا نجات کی کوئی صورت نہیں تو ایسی نجات پر ہزار لعنت بھیجنی چاہیئے جس کے لئے خُدا کے ایک پیارے بندے اور نبی کو ملعون بنانا پڑے۔

الغرض ان سب امور کو پیش فرما کر حضور نے ثابت فرمایا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو ہرگز ہرگز ملعون نہیں کہا جا سکتا اور جب وہ ملعون نہ ہوئے یعنی تصلیب کا نتیجہ ان پر وارد نہ ہوا تو مسیحی کفّارہ خود بخود باطل ہو گیا۔

اس دلیل کے سلسلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بہت سے حوالہ جات ملتے ہیں جن میں لعنت کا مفہوم، حضرت مسیح پر اس کا وارد نہ ہونا، ملعون ہونے کے نتائج اور اس لعنت سے کفارہ کے ابطال پر

؎[1]۔ گلیتوں $\frac{3}{13}$

استدلال - یہ سب امور بڑی وضاحت سے بیان ہوئے ہیں - ان سب حوالہ جات کا اس جگہ درج کرنا باعث تطویل ہوگا - اس لئے میں چند منتخب حوالہ جات درج کرتا ہوں - حضور علیہ السلام فرماتے ہیں :-

(۱)

"حضرت مسیح علیہ السلام کو لعنتی ٹھہرانے کا عقیدہ جو عیسائیوں کے مذہب کا اصل الاصول ہے ایسا صریح البطلان ہے کہ ایک سطحی خیال کا انسان بھی معلوم کر سکتا ہے کہ کسی طرح ممکن نہیں کہ ایسا مذہب سچا ہو جس کی بنیاد ایسے عقیدے پر ہو جو ایک راستباز کے دل کو لعنت کے سیاہ داغ کے ساتھ ملوّث کرنا چاہتا ہے" لہ

(۲)

"لعنت ایک ایسا مفہوم ہے جو شخص ملعون کے دل سے تعلق رکھتا ہے اور کسی شخص کو اس وقت لعنتی کہا جاتا ہے جبکہ اس کا دل خدا سے بالکل برگشتہ اور اس کا دشمن ہو جائے اسی لئے لعین شیطان کا نام ہے اور اس بات کو کون نہیں جانتا کہ لعنت قرب کے مقام کے ردّ کرنے کو کہتے ہیں اور یہ لفظ اس شخص کے لئے بولا جاتا ہے جس کا دل خدا کی محبت اور اطاعت سے دُور جا پڑے اور درحقیقت وہ خدا کا دشمن ہو جائے - لفظ لعنت کے یہی معنی ہیں جس پر تمام اہل لغت نے اتفاق کیا ہے - اب ہم پوچھتے ہیں کہ اگر درحقیقت یسوع مسیح پر لعنت پڑ گئی تھی تو اس سے لازم آتا ہے کہ درحقیقت وہ موردِ غضب الٰہی ہو گیا تھا اور خدا کی معرفت اور اطاعت اور محبت اس کے دل سے جاتی رہی تھی اور خدا اس کا دشمن اور وہ خدا کا دشمن ہو گیا تھا اور خدا اس سے بیزار اور وہ خدا سے بیزار ہو گیا تھا جیسا کہ لعنت کا مفہوم ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ وہ لعنت کے دنوں میں درحقیقت کافر اور خدا سے برگشتہ اور خدا کا دشمن اور شیطان کا حصہ اپنے اندر رکھتا تھا - پس یسوع کی نسبت ایسا اعتقاد کرنا گویا نعوذ باللہ اس کو شیطان کا بھائی بنانا ہے" ۔ ۲ہ

(۳)

"لعن اور لعنت ایک لفظ عبرانی اور عربی میں مشترک ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ ملعون انسان کا دل خدا سے بکلّی برگشتہ اور دُور اور مہجور ہو کر ایسا گندہ اور ناپاک ہو جائے جس طرح جذام سے جسم گندہ اور خراب ہو جاتا ہے اور عرب اور عبرانی کے اہل زبان اس بات

لہ - تریاق القلوب صفحہ ۱۰۱ جلد ۱۵ :

۲ہ :- سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب صفحہ ۶ جلد ۱۲ :

پر متفق ہیں کہ ملعون یا لعنتی صرف اس حالت میں کسی کو کہا جاتا ہے جبکہ اس کا دل درحقیقت خدا سے تمام تعلقاتِ محبت اور معرفت اور اطاعت کے توڑ دے اور شیطان کا ایسا تابع ہو جائے کہ گویا شیطان کا فرزند ہو جائے اور خدا اُس سے بیزار اور وہ خدا سے بیزار ہو جائے اور خدا اُس کا دشمن اور وہ خدا کا دشمن ہو جائے۔ اسی لئے لعین شیطان کا نام ہے پس وہی نام حضرت مسیح علیہ السلام کے لئے تجویز کرنا اور ان کے پاک اور منور دل کو نعوذ باللہ شیطان کے تاریک دل سے مشابہت دینا اور وہ جو بقول ان کے خدا سے نکلا ہے اور وہ جو سراسر نور ہے اور وہ جو آسمان سے ہے اس کی نسبت نعوذ باللہ یہ خیال کرنا کہ وہ لعنتی ہو کر یعنی خدا سے مردود ہو کر اور خدا کا دشمن ہو کر اور دل سیاہ ہو کر اور برگشتہ ہو کر اور معرفتِ الٰہی سے نابینا ہو کر شیطان کا وارث بن گیا اور اس لقب کا مستحق ہو گیا جو شیطان کے لئے خاص ہے یعنی لعنت۔ یہ ایک ایسا عقیدہ ہے کہ اس کے سننے سے دل پاش پاش ہوتا ہے اور بدن پر لرزہ پڑتا ہے کیا خدا کے مسیح کا دل خدا سے ایسا برگشتہ ہو گیا جیسے شیطان کا دل؟ کیا خدا کے پاک مسیح پر کوئی ایسا زمانہ آیا جس میں وہ خدا سے بیزار اور درحقیقت خدا کا دشمن ہو گیا۔ یہ بڑی غلطی اور بڑی بے ادبی ہے۔ قریب ہے جو آسمان اس سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے۔" [۱]

(۴)

"یسوع کا لعنتی ہو جانا گو وہ تین دن کے لئے ہی ہی عیسائیوں کے عقیدہ میں داخل ہے اور اگر یسوع کو لعنتی نہ بنایا جائے تو مسیحی عقیدہ کی رُو سے کفارہ اور قربانی وغیرہ سب باطل ہو جاتے ہیں گویا اس تمام عقیدہ کا شہتیر لعنت ہے۔" [۲]

(۵)

"جب لعنت اپنے مفہوم کے رو سے مسیح جیسے راستباز انسان پر ہرگز جائز نہیں تو پھر کفارہ کی چھت جس کا شہتیر لعنت ہے کیونکر ٹھہر سکتی ہے۔" [۳]

اس دلیل کے ضمن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے یہ پانچ منتخب حوالہ جات اپنے مفہوم میں بڑے واضح ہیں۔ اسی دلیل کو حضور علیہ السلام نے اپنی متعدد کتب میں تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ اپنی کتب:۔

---

[۱]:- ستارہ قیصرہ صفحہ ۱۳، ۱۴ جلد ۱۵

[۲]:- سراج دین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب صفحہ جلد ۱۲

[۳]:- کتاب البریۃ صفحہ ۵۹ جلد ۱۳

- سراجدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب کے صفحات ص ۲۳، ص ۵، ص ۶ روحانی خزائن جلد ۱۲ -
- کتاب البریہ ص ۶۳، ص ۶۴، حاشیہ ص ۳۴، ص ۳۵، حاشیہ در حاشیہ ص ۲۸۴، ص ۲۸۸، حاشیہ ص ۲۸۵ تا ص ۲۸۶، حاشیہ ص ۲۸۹، ۲۹۰، حاشیہ ص ۲۷۹ تا ص ۲۸۵، ص ۶۸، حاشیہ ص ۲۳۳ جلد ۱۳ -
- تحفہ گولڑویہ ص ۲۳، ص ۲۴، ۲۵، ص ۲۵ حاشیہ - جلد ۱۷ -
- تریاق القلوب ص ۱۰۹-۱۱۰، ص ۴۱-۴۲، ص ۱۱۰، ص ۱۱۰-۱۱۱ جلد ۱۵ -
- حقیقۃ الوحی ص ۵۵۲، ص ۴۲ - جلد ۲۲ -
- سراج منیر ص ۴۶ جلد ۱۲ -
- ملفوظات جلد سوم ص ۱۶۷ - ۱۶۸، ص ۱۱۰ -
- ازالہ اوہام ص ۲۹۳ جلد ۳

پر بھی اس دلیل کو وضاحت سے بیان فرمایا ہے۔

اس دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ لعنت ایک بہت ہی ناپاک مفہوم ہے جو ہرگز کسی پاک باز انسان یعنی حضرت مسیح علیہ السلام پر وارد نہیں ہو سکتا لیکن چونکہ ایسا ماننا کفارہ کا ایک لازمی جزو ہے پس ثابت ہؤا کہ یہ عقیدہ سراسر ناپاک اور باطل عقیدہ ہے۔

اس دلیل کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دو حوالوں پر ختم کرتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں:-

"بہتر ہوتا کہ عیسائی اپنے لئے دوزخ قبول کر لیتے مگر اس برگزیدہ انسان کو ملعون اور شیطان نہ ٹھہراتے۔ ایسی نجات پر لعنت ہے جو بغیر اس کے کہ راستبازوں کو بے ایمان اور شیطان قرار دیا جائے مل نہیں سکتی۔" [1]

نیز فرمایا:-

"اگر نجات اسی طرح حاصل ہو سکتی ہے کہ اوّل یسوع کو شیطان اور خدا سے برگشتہ اور خدا سے بیزار ٹھہرایا جائے تو لعنت ہے ایسی نجات پر!!! اس سے بہتر تھا کہ عیسائی اپنے لئے دوزخ قبول کر لیتے لیکن خدا کے ایک مقرب کو شیطان کا لقب نہ دیتے۔" [2]

گیارہویں دلیل

کفارہ کی تردید میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیش فرمودہ گیارہویں دلیل یہ ہے کہ یہ عقیدہ ایک متضاد

---

[1] :- سراج منیر ص ۶۳ جلد ۱۲

[2] :- سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب ص ۵ جلد ۱۲

نوعیت کا عقیدہ ہے اور کسی متضاد نوعیت کے عقیدہ کو درست تسلیم نہیں کیا جا سکتا ۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ اس عقیدہ کی رُو سے حضرت مسیح علیہ السلام کا ملعون ہونا ایک لازمی امر ہے اس کے بغیر عیسائیوں کے نزدیک وہ نوعِ انسان کے گناہوں کا کفارہ ہو ہی نہیں سکتے (حضرت مسیح کے ملعون ہونے کی تفصیل ہم گذشتہ دلیل کے تحت ذکر کر آئے ہیں) ایک طرف تو عیسائیوں کا یہ اعتقاد ہے اور دوسری طرف وہ حضرت مسیح علیہ السلام کو خدا، خُدا کا بیٹا اور ازلی ابدی طور پر معصوم و بے گناہ خیال کرتے ہیں ۔

اب ہمارا سوال یہ ہے کہ کیا لعنت اور الوہیت ایک جگہ پر اکٹھے ہو سکتے ہیں ۔ ہرگز نہیں ۔ اگر حضرت مسیح علیہ السلام واقعی خُدا تھے تو کیا پھر وہ لعنتی بھی بن گئے تھے ۔ اور اگر وہ لعنتی مانے جائیں تو کیا کوئی لعنتی وجود خُدا ہو سکتا ہے ۔ یہ ایک ایسا عجیب تضاد ہے جو کفّارہ میں پایا جاتا ہے اور جس کا عیسائی کوئی جواب نہیں دے سکتے ۔

پھر عیسائی لوگ حضرت مسیح علیہ السلام کو پاک اور معصوم قرار دیتے ہیں اور ان کی اس قربانی کو پاکیزہ قربانی سمجھتے ہیں ۔ سوال یہ ہے کہ یہ کیسی پاکیزہ قربانی ہے جس کا نتیجہ لعنت ہے ۔ کیا وہ قربانی جس کے نتیجہ میں قربانی دینے اور اپنی جان گنوانے والا مردود اور ملعون ہو جاتا ہے کسی اور کو پاک کر سکتی ہے؟ ہرگز نہیں ۔

الغرض لعنت اور پاکیزگی کے اعتبار سے اس عقیدہ میں واضح اور بیّن تضاد پایا جاتا ہے جس میں تطبیق کی کوئی صورت نہیں ۔ اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسی بات کو بطور دلیل بیان فرمایا ہے ۔ آپ مسیحی کفارہ کے تضاد پر روشنی ڈالتے ہُوئے فرماتے ہیں :۔

(۱)

"کس کس بات کو پیش کیا جاوے ایک صلیب ہی ایسی چیز ہے جو ساری خدائی اور نبوت پر پانی پھیر دیتی ہے کہ جب مصلوب ہو کر ملعون ہو گیا تو کاذب ہونے میں کیا باقی رہا" [۱]

(۲)

"ایک ناچیز انسان کو خدا بھی کہتے ہیں اور پھر ملعون بھی" [۲]

(۳)

"عیسائیوں کی اس خوش اعتقادی پر سخت افسوس آتا ہے کہ جب دل ہی ناپاک ہو گیا تو اور کیا باقی رہا وہ دوسروں کو کیا بچائے گا اگر کچھ بھی شرم ہوتی اور عقل و فکر سے کام لیتے تو مصلوب

---

[۱] :۔ ملفوظات جلد سوم صفحہ ۱۷۱ ۔ [۲] :۔ سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب صفحہ ۲۹ جلد ۱۲ ۔

اور ملعون کے عقیدے کو پیش کرتے ہوئے یسوع کی خدائی کا اقرار کرنے سے ان کو موت آجاتی "۔[1]

ان تینوں حوالہ جات سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ کفارہ مسیح میں واضح تضاد ہے۔ اس تضاد کی وجہ سے اس کفارہ کو درست قرار نہیں دیا جاسکتا۔

بارہویں دلیل

کفارہ کی تردید میں بارہویں دلیل یہ ہے کہ یہ ایک ایسا عقیدہ ہے جس کا کوئی ثبوت عیسائیوں کی کتاب سے نہیں ملتا۔ عقلاً اور شرعاً بہت ہی ضروری ہے کہ ایسے اہم عقیدہ کا جو عیسائیوں کے قول کے مطابق بنی آدم کی نجات کا واحد ذریعہ ہے، واضح طور پر اس کتاب میں ذکر ہوتا۔ لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ عملاً ایسا نہیں ہے۔ یہ درست ہے کہ بائیبل کی چند آیات اس ضمن میں ضرور پیش کی جاتی ہیں لیکن نجات جیسے اہم مسئلہ کا جو ہر انسان سے تعلق رکھتا ہے صرف چند آیات میں مشتبہ طور پر بیان ہونا ایک ناقابل قبول امر ہے۔

بائیبل کی رُو سے غور کرتے ہوئے ایک تو اس عقیدہ کی پوری وضاحت نہیں ملتی لیکن اس مطالعہ کا دوسرا پہلو اس اصول کو سراسر باطل قرار دیتا ہے کیونکہ بائیبل کے مطالعہ سے پتہ لگتا ہے کہ وہ اس اصول کے خلاف ہے کہ ایک کے گناہ کی سزا دوسرے شخص کو دیدی جائے یا ایک کے جرم کے بدلہ میں کسی غیر مجرم کو پکڑ لیا جائے۔ اس سلسلہ میں بائیبل کے چند حوالے بطور نمونہ ملاحظہ ہوں۔ لکھا ہے :۔

۱۔ "اولاد کے بدلے باپ دادے نہ مارے جائیں۔ باپ دادوں کے بدلے نہ اولاد قتل کی جائے۔ ہر ایک اپنے گناہوں کے بدلے ہی مارا جاوے گا۔" (استثناء ۲۴/۱۶)

۲۔ "بیٹوں کے بدلے باپ دادا نہ قتل ہوں گے۔ نہ باپ دادوں کے بدلے بیٹے قتل ہوں گے بلکہ ہر ایک آدمی اپنے گناہ کے بدلے مارا جاوے۔" (۲۔ تواریخ ۲۵/۴)

۳۔ "ان ایام میں پھر یوں نہ کہیں گے کہ باپ دادا نے کچے انگور کھائے اور اولاد کے دانت کھٹے ہو گئے۔ کیونکہ ہر ایک اپنی ہی بدکرداری کے سبب سے مرے گا۔ ہر ایک جو کچے انگور کھاتا ہے اسی کے دانت کھٹے ہوں گے۔" (یرمیاہ ۳۱/۲۹-۳۰)

۴۔ "جو جان گناہ کرتی ہے وہی مرے گی۔" (حزقیل ۱۸/۴)

۵۔ "جو جان گناہ کرتی ہے وہی مرے گی بیٹا باپ کے گناہ کا بوجھ نہ اُٹھائے گا اور نہ باپ بیٹے کے گناہ کا بوجھ۔ صادق کی عدالت اسی کے لئے ہوگی اور شریر کی شرارت شریر کیلئے۔" (حزقیل ۱۸/۲۰)

---

[1] :۔ ملفوظات جلد سوم صفحہ ۱۷۴-۱۷۵۔

بائیبل کے ان حوالوں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس کی تعلیم کفّارہ کے اصول کے سراسر خلاف ہے کیونکہ کفّارہ کی رُو سے ایک معصوم اور بے گناہ کو گناہگاروں اور بدکاروں کی نجات کے لئے صلیب پہ لٹکایا گیا۔ ظاہر ہے کہ کفّارہ کا اصول بائیبل کی تعلیمات سے ہم آہنگ نہیں بلکہ صریح طور پر مخالف ہے۔ پس معلوم ہوتا ہے کہ وہ مسیحی کفارہ جس کو مسیحی آجکل پیش کرتے ہیں ہرگز اصل تعلیمات کا حصہ نہیں ہے بلکہ بعد کی ایجاد ہے جو اصل تعلیمات سے واضح طور پر متصادم ہے۔ پس ثابت ہُوا کہ کفّارہ یہود کی اصل تعلیم کے خلاف ہے لہٰذا باطل ہے۔ وہ عقیدہ ہی کیا ہُوا جس کی تائید اس مذہب کی اپنی کتاب سے بھی نہ ہو سکے بلکہ اس پر مستزاد یہ کہ وہ عقیدہ اس مذہب کی تعلیمات کے سراسر خلاف ہو۔

تیرھویں۱۳ دلیل

کفّارہ کے عقیدہ کو پیش کرتے ہُوئے عیسائی حضرات یہ کہا کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ عادل اور رحیم ہے۔ عدل سزا کا متقاضی ہے اور رحم معافی کا۔ اس طرح وہ یہ ثابت کرتے ہیں کہ عدل اور رحم دو ایسی صفتیں ہیں جو آپس میں ٹکراتی ہیں۔ اگر خدا عدل کرے تو وہ بغیر سزا کے کسی مجرم کو چھوڑ نہیں سکتا۔ پس رحم بلا مبادلہ جائز نہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ میں اس اصول کا خلاصہ یہ ہے:۔

”رحم بلا مبادلہ میں عیسائی صاحبوں کا یہ اصول ہے کہ خدا تعالیٰ میں صفت عدل کی بھی ہے اور رحم کی بھی۔ صفت عدل کی یہ چاہتی ہے کہ کسی گناہگار کو بغیر سزا کے نہ چھوڑا جائے اور صفت رحم کی یہ چاہتی ہے کہ سزا سے بچایا جائے۔ اور چونکہ عدل کی صفت رحم کرنے سے روکتی ہے اس لئے رحم بلا مبادلہ جائز نہیں“۔ ؎۱

پس عیسائی یہ کہتے ہیں کہ چونکہ خدا رحم بلا مبادلہ نہیں کر سکتا اس لئے اس نے بنی آدم کے گناہ معاف کرنے کے لئے مسیح کو مصلوب کر کے کفارہ بنایا۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس اصول کی تردید فرمائی ہے اور ثابت فرمایا ہے کہ رحم بلا مبادلہ ہو سکتا ہے۔ پس کفّارہ کا مسئلہ باطل ہے۔

اس سلسلہ میں سب سے پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس بات کو ثابت فرمایا ہے کہ عدل اور رحم آپس میں ٹکراتے نہیں ہیں بلکہ خدا تعالیٰ کا عدل بھی ایک رنگ کا رحم ہی ہے جو بنی نوع انسان پر کیا جاتا ہے خدا کا عدل یہ سمجھ لیا جائے کہ وہ کسی برائی پر صرف اسی قدر سزا دیتا ہے جتنی وہ برائی ہے حالانکہ اس کو قدرت حاصل ہے کہ اسے زیادہ سزا بھی دے دے۔ پس خدا کا عدل کرنا بھی دراصل بنی آدم کے حق میں ایک رحم

؎۱:۔ جنگِ مقدس صفحہ ۱۲۵ جلد ۶

ہے اور ان دونوں صفتوں میں کوئی ایسا تضاد نہیں کہ یہ بیک وقت جمع نہیں ہوسکتیں۔ حضور فرماتے ہیں:۔

"یہ وسوسہ کہ عدل اور رحم دونوں خدا تعالیٰ کی ذات میں جمع نہیں ہو سکتے کیونکہ عدل کا تقاضا ہے کہ سزا دی جائے اور رحم کا تقاضا ہے کہ درگزر کی جائے۔ یہ ایک ایسا دھوکہ ہے کہ جس میں قلت تدبّر سے کوتہ اندیش عیسائی گرفتار ہیں۔ وہ غور نہیں کرتے کہ خدا تعالےٰ کا عدل بھی تو ایک رحم ہے وجہ یہ کہ وہ سراسر انسانوں کے فائدہ کے لئے ہے۔ مثلاً اگر خدا تعالیٰ ایک خونی کی نسبت باعتبار اپنے عدل کے حکم فرماتا ہے کہ وہ مارا جائے تو اس سے اس کی الوہیت کو کچھ فائدہ نہیں بلکہ اس لئے چاہتا ہے کہ تا نوعِ انسان ایک دوسرے کو مار کر نابود نہ ہو جائیں۔ سو یہ نوعِ انسان کے حق میں رحم ہے اور یہ تمام حقوق عباد خدا تعالیٰ نے اسی لئے قائم کئے ہیں کہ تا امن قائم رہے اور ایک گروہ دوسرے گروہ پر ظلم کرکے دنیا میں فساد نہ ڈالیں۔ سو یہ تمام حقوق اور سزائیں جو مال اور جان اور آبرو کے متعلق ہیں درحقیقت نوعِ انسان کے لئے ایک رحم ہے"۔ [1]

نیز فرمایا:۔

"حقیقت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کا عدل ہی بجائے خود ہے اور رحم بجائے خود ہے جو لوگ اچھے کام کرکے اپنے تئیں رحم کے لائق بناتے ہیں ان پر رحم ہو جاتا ہے اور جو لوگ مار کھانے کے کام کرتے ہیں ان کو مار پڑتی ہے پس عدل اور رحم میں کوئی جھگڑا نہیں۔ گویا دو نہریں ہیں جو اپنی اپنی جگہ پر چل رہی ہیں۔ ایک نہر دوسرے کی ہرگز مزاحم نہیں ہے"۔ [2]

الغرض آپ نے یہ اصول ثابت فرمایا ہے کہ عیسائیوں کا یہ کہنا کہ خدا رحم بلا مبادلہ اس وجہ سے نہیں کرسکتا کہ صفتِ عدل اور رحم کے تقاضے آپس میں ٹکراتے ہیں۔ بالکل غلط ہے۔ عدل اور رحم کی صفات اپنی اپنی مستقل حیثیت رکھتی ہیں ان میں باہم کوئی ٹکراؤ نہیں۔

اس اصول کی وضاحت کے بعد حضور نے رحم بلا مبادلہ کے جواز میں بہت سے دلائل دیئے ہیں ایک دلیل آپ نے یہ دی ہے کہ اگر یہ کہا جائے کہ خدا رحم بلا مبادلہ نہیں کرسکتا تو کیا وجہ ہے کہ حضرت موسیٰ اور دوسرے بزرگوں کی سفارش اور شفاعت سے گناہگاروں کے گناہ بخشے گئے۔ اگر یہ اصول ایسا ہی محکم تھا تو اس وقت کیوں یہ اصول روک نہ بن گیا۔ بائیبل میں لکھا ہے:۔

"سو تو اپنی رحمت کی فراوانی سے اس امت کا گناہ جیسے تو مصر سے لے کر یہاں تک ان

---

[1]:۔ کتاب البریہ ص۴۳ جلد ۱۳

[2]:۔ کتاب البریہ ص۴۴ جلد ۱۳

لوگوں کو معاف کرتا رہا ہے اب بھی معاف کر دے۔ خداوند نے کہا کہ میں نے تیری درخواست کے مطابق معاف کیا۔" (گنتی ۱۴/۱۹-۲۰)

اسی طرح پر شفاعت سے گناہ معاف ہونے کا ذکر استثناء ۹/۱۹ اور خروج ۳۲ میں بھی ہے۔ ان سب حوالوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ضروری نہیں کہ خدا ہر موقع پر اپنے عدل کے تقاضا کو پورا کرے اور سزا ہی دے بلکہ وہ عدل کے بغیر بھی رحم کر سکتا ہے اور کسی نبی یا بزرگ انسان کی شفاعت سے گناہ اور خطا کو معاف کر سکتا ہے۔ اسی کا نام رحم بلا مبادلہ کرنا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ خدا کو یہ طاقت حاصل ہے کہ وہ رحم بلا مبادلہ کرے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس سلسلہ میں فرماتے ہیں :۔

"توریت کے رو سے بہت سے مقامات ایسے ثابت ہوتے ہیں جس سے آپ (عیسائیوں ناقل) کا مسئلہ رحم بلا مبادلہ باطل ٹھہرتا ہے پھر اگر آپ توریت کو حق اور منجانب اللہ مانتے ہیں تو حضرت موسیٰ کی وہ شفاعتیں جن کے ذریعہ سے بہت مرتبہ بڑے بڑے گنہگاروں کے گناہ بخشے گئے۔ نکمی اور بے کار ٹھہرتی ہیں۔" [1]

نیز فرمایا :۔

"جب ہم نظر غور سے دیکھتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ہمیشہ نیکوں کی شفاعت سے بدوں کے گناہ بخشے گئے ہیں دیکھو گنتی باب ۱۴/۱۹ ایسا ہی گنتی ۱۲/۱۳ استثناء ۹/۱۹ خروج ۳۲۔" [2]

رحم بلا مبادلہ کے جواز میں ایک اور دلیل یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے عام قانون قدرت میں ایسی بیشمار مثالیں ملتی ہیں کہ وہ دنیا میں رحم بلا مبادلہ کرتا ہے۔ پس قانونِ قدرت کی شہادت ثابت کرتی ہے کہ رحم بلا مبادلہ ہو سکتا ہے۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

"قانونِ قدرت صاف شہادت دے رہا ہے کہ خدا تعالیٰ کا رحم بلا مبادلہ قدیم سے جاری ہے جس قدر خدا تعالیٰ نے زمین و آسمان کو پیدا کر کے اور طرح طرح کی نعمتیں انسانوں کو بخش کر اپنا رحم ظاہر کیا ہے کیا اس سے کوئی انکار کر سکتا ہے جیسا کہ اللہ جلشانہٗ فرماتا ہے وان تعدّوا نعمت اللہ لاتحصوھا (س ۱۳۔ ر ۱۷) یعنی اگر تم خدا تعالیٰ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو ہرگز گن نہیں سکتے۔" [3]

رحم بلا مبادلہ کے حق میں ایک اور دلیل یہ ہے کہ انجیل کی رُو سے انسانوں کو دنیا میں اپنے گنہگاروں

---

[1] :۔ جنگِ مقدس صفحہ ۱۱۶ جلد ۶۔ [2] :۔ جنگِ مقدس صفحہ ۱۱۶ جلد ۶۔
[3] :۔ ″ ″ صفحہ ۱۲۹ ″۔

کو بخشنے کا اختیار حاصل ہے۔ خود حضرت مسیح کے متعلق بھی انجیل یہی بتاتی ہے اور پھر حضرت مسیح علیہ السلام کی تعلیم بھی اپنے متبعین کو یہی ہے کہ تم گناہ بخشو۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب مخلوق رحم بلا مبادلہ کر سکتی ہے، گناہ بخش سکتی ہے تو ان کا خالق و مالک۔ خدا کیوں ایسا نہیں کر سکتا؟ پھر یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ انجیل میں لکھا ہے کہ تم خُدا کے اخلاق کو اپناؤ۔ اگر خدا کا یہ خلق نہیں کہ وہ گناہگاروں کے گناہ بخشتا ہے تو پھر بندوں سے یہ کیسے توقع ہو سکتی ہے کہ وہ ایسا کریں کیا وہ خُدا سے بڑھکر با اخلاق ہوں گے۔ اور اگر خدا رحم بلا مبادلہ نہیں کر سکتا تو مسیح نے کس بناء پر بندوں کو ایسا کرنے کی تعلیم دی جبکہ ایک طرف انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ خُدا کے اخلاق کو اپناؤ۔ پس ثابت ہوتا ہے کہ جب ابن آدم گناہ بخش سکتا ہے تو ان کا خدا تو ضرور ہی یہ صفت اپنے اندر رکھتا ہے۔ گناہ معاف کرنے کا ہی دوسرا نام رحم بلا مبادلہ ہے۔ ابن آدم کے گناہ بخشنے کے بارہ میں لکھا ہے:۔ 1

"ابن آدم کو زمین پر گناہوں کے معاف کرنے کا اختیار حاصل ہے۔" (متی ۹/۲)

اس دلیل کو بیان کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"حضرت مسیح بھی گناہ بخشنے کے لئے وصیت فرماتے ہیں کہ تم اپنے گناہگار کی خطا بخشو۔ ظاہر ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی صفات کے برخلاف ہے کہ کسی کا گناہ بخشا جائے تو انسان کو ایسی تعلیم کیوں ملتی ہے بلکہ حضرت مسیح تو فرماتے ہیں کہ میں تجھے سات مرتبہ تک نہیں کہتا بلکہ ستر کے سات مرتبہ تک یعنی اس اندازہ تک کے گناہوں کو بخشتا چلا جا۔ اب دیکھئے کہ جب انسان کو یہ تعلیم دی جاتی ہے کہ گویا تو بے انتہا مراتب تک اپنے گناہگاروں کو بلا عوض بخشتا چلا جا اور خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ بلا عوض ہرگز نہ بخشوں گا تو پھر یہ تعلیم کیسی ہوئی۔ حضرت مسیح نے تو ایک جگہ فرما دیا ہے کہ تم خدا تعالیٰ کے اخلاق کے موافق اپنے اخلاق کرو کیونکہ وہ بدوں اور نیکوں پر اپنا سورج چاند چڑھاتا ہے اور ہر ایک خطا کار اور بے خطا کو اپنی رحمتوں کی بارشوں سے متمتع کرتا ہے پھر جبکہ یہ حال ہے تو کیونکر ممکن تھا کہ حضرت مسیح ایسی تعلیم فرماتے جو اخلاقِ الٰہی کے مخالف ٹھہرتی ہے یعنی اگر خدا تعالیٰ کا یہی خلق ہے کہ جب تک سزا نہ دی جائے کوئی صورت رہائی کی نہیں تو پھر معافی کے لئے دوسروں کو کیوں نصیحت کرتا ہے۔" لہ

رحم بلا مبادلہ کے حق میں ایک اور دلیل یہ ہے کہ بائیبل سے گناہوں کی معافی کا واضح طور پر ثبوت ملتا ہے لکھا ہے:۔

لہ:۔ جنگِ مقدس ص ۱۱۵-۱۱۶۔ جلد ۶؎

۱ - "اگر تم آدمیوں کے قصور معاف کرو گے تو تمہارا آسمانی باپ بھی تم کو معاف کرے گا" (متی ۶/۱۴)

۲ - "توبہ کرو۔ رجوع کرو۔ تمام گناہ معاف ہوں گے" (اعمال ۳/۱۹)۔

یہی مضمون حزقیل ۱۸/۲۱ اور متی ۱۸/۲۱ وغیرہ میں بھی بیان ہؤا ہے۔ ان سب حوالوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ گناہوں کو معاف کرنا بائیبل کی رو سے خدا کی ایک صفت ہے اور ایسا ہوتا چلا آیا ہے۔ پس معلوم ہؤا کہ خدا رحم بلا مبادلہ کر سکتا ہے۔

رحم بلا مبادلہ کے حق میں ایک اور دلیل یہ ہے کہ رحم کے مقابل پر قہر کی صفت ہے۔ ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ قہر بلا مبادلہ عام ہوتا ہے۔ پس یہ بات خدائی مقام کے زیادہ لائق ہے کہ رحم بلا مبادلہ بھی ہو۔ اس دلیل کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یوں بیان فرمایا ہے :-

"رحم بلا مبادلہ کا جو سوال کیا جاتا ہے اس کا...... دوسرا پہلو یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے قانونِ قدرت کو دیکھا جائے کہ آیا رحم اور قہر کے نفاذ میں اس کی عادات کیونکر ظاہر ہے کہ رحم کے مقابل پر قہر ہے۔ اگر رحم بلا مبادلہ جائز نہیں تو پھر قہر بلا مبادلہ بھی جائز نہ ہوگا۔ اب ایک نہایت مشکل اعتراض پیش آتا ہے...... قہر بلا مبادلہ کی صورت یہ ہے کہ ہم اسے دنیا میں اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ ہزار ہا کیڑے مکوڑے اور ہزار ہا حیوانات بغیر کسی جرم اور بغیر ثبوت کسی خطا کے قتل کئے جاتے ہیں ہلاک کئے جاتے ہیں ذبح کئے جاتے ہیں یہاں تک کہ ایک قطرہ پانی میں صدہا کیڑے ہم پی جاتے ہیں اگر غور کر کے دیکھا جائے تو ہمارے تمام امور معاشرت خدا تعالیٰ کے قہر بلا مبادلہ پر چل رہے ہیں یہاں تک کہ جو ریشم کے کیڑے بھی انسان استعمال کرتا ہے اس میں اندازہ کر لینا چاہیئے کہ کس قدر جانیں تلف ہوتی ہیں اور حضرت عیسائی صاحبان جو ہر روز اچھے اچھے جانوروں کا عمدہ گوشت تناول فرماتے ہیں ہمیں کچھ پتہ نہیں لگتا کہ یہ کس گناہ کے عوض میں ہو رہا ہے۔ اب جبکہ یہ ثابت شدہ صداقت ہے کہ اللہ جل شانہ' بلا مبادلہ قہر کرتا ہے اور اس کا کچھ عوض ملتا ہمیں معلوم نہیں ہوتا تو پھر اس صورت میں بلا مبادلہ رحم کرنا اخلاقی حالت سے انسب امداد کی ہے۔" [1]

ان سب دلائل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ رحم بلا مبادلہ کر سکتا ہے۔ جب یہ بات ثابت ہو گئی تو کفارہ کا اصول باطل قرار پاتا ہے اور اس کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ جب خدا انسانوں کے گناہ بغیر کسی معاوضہ کے معاف کر سکتا ہے تو اس کو کیا ضرورت ہے کہ اپنے بیٹے کو صلیب کی مصیبت اٹھانے کی تکلیف دے۔

---

[1] :- جنگ مقدس ص۱۱۵ جلد ۶ ؎

بلکہ اس صورت میں تو خدا کا ایسا کرنا ایک لغو کام ٹھہرتا ہے۔

تیرھویں دلیل تو اس جگہ ختم ہوئی لیکن یہاں اس امر کی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ اسلام کا اس سلسلہ میں یہ اصول ہے کہ خدا تعالیٰ رحم بلا مبادلہ کر سکتا ہے اور کرتا ہے۔ ہر روز اس کے رحم کے لاکھوں نظارے دیکھنے میں آتے ہیں اوّل تو عدل اس کی طرف عام مشہور معنوں میں منسوب ہی نہیں ہو سکتا کیونکہ عدل کرنے والا عدل کرنے پر مجبور ہوتا ہے وہ مالک نہیں ہوتا۔ خدا کا مقام اس سے بہت بلند ہے وہ کسی دنیاوی حاکم کی طرح نہیں کہ اس کے اوپر کوئی اور حاکم ہوتے ہیں۔ وہ تو سب حاکموں سے بالا ہے۔

اسلام کی رُو سے خدا تعالیٰ کی صفت رحیم ہے اور یہی صفت اس کے عدل، سزا یا غضب پر مقدم ہے۔ اسلام کے نظریہ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں:۔

"واضافة العدل الحقیقی الی اللہ تعالیٰ باطل لا اصل لها لان العدل لا یتصور الا بعد تصوّر الحقوق وتسلیم وجوبها ولیس لاحد حق علٰی رب العالمین۔ الا ترٰی ان اللہ سخر کل حیوان للانسان واباح دماءها لادنٰی ضرورته۔ فلو کان وجوب العدل حقًا علی اللہ تعالیٰ لما کان له سبیل لاجراء هذه الاحکام والّا فکان من الجائرین ولکن اللہ یفعل ما یشاء فی ملکوته...... فلما کان ملاک الامر الوعد والوعید لا العدل الحتید الذی کان واجبًا علی اللہ الوحید انهدم من هذا الاصول المنیف الممرّد الذی بناه النصاری من اوهامهم فثبت ان ایجاب العدل الحقیقی الی اللہ تعالیٰ خیال فاسد ومتاع کاسد لا یقبله الّا من کان من الجاهلین ومن هنا نجد ان بناء عقیدة الکفّارة علٰی عدل اللہ بناء فاسد علی فاسد فتدبّر فیه فانّه یکفیك لکسر الصلیب النصاری ان کنت من المناظرین"۔ لہ

نیز فرمایا:۔

"مسلمانوں کا یہ اصول ہے کہ رحم کی صفت عام اور اوّل مرتبہ پر ہے جو صفت عدل پر سبقت رکھتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قال عذابی اصیب به من اشاء

لہ:۔ کرامات الصادقین صفحہ ۲۰۲-۲۰۷۔ جلد ۷

ورحمتی وسعت کل شیئٍ (ص ۱۰۹) پس اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ رحمت عام اور وسیع ہے اور غضب یعنی عدل بعد کسی خصوصیت کے پیدا ہوتی ہے یعنی جب صفت قانونِ الٰہی سے تجاوز کرنے کے بعد اپنا حق پیدا کرتی ہے ......۔ اس تحقیق سے ثابت ہُوا کہ عدل کو رحم کے ساتھ کچھ بھی علاقہ نہیں "۔ ؎

یعنی رحم کا مقام عدل سے بہت بلند ہے اور خدا کی صفت عدل نہیں بلکہ وہ تو رحیم ہے۔ مجسّم رحمت ہے۔

پس اس سارے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ کفّارہ کا اصول اس مفروضہ پر مبنی ہے کہ رحم بلا مبادلہ نہیں کیا جا سکتا۔ حالانکہ یہ بات غلط ہے۔ خدا رحم بلا مبادلہ کرتا ہے اور کر سکتا ہے۔ یہی اصول مسیحی تعلیمات سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ پس کفّارہ کا عقیدہ باطل ہے۔

چودھویں دلیل

کفّارہ کو پیش کرتے ہوئے عیسائی یہ کہتے ہیں کہ یہ نجات کا ایک ایسا ذریعہ ہے جو تمام بنی آدم کے لئے ہے لیکن اس کے مقابل پر حضرت مسیح علیہ السلام کا یہ کہنا کہ مَیں صرف بنی اسرائیل کی گمشدہ بھیڑوں کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ ثابت کرتا ہے کہ وہ تمام لوگوں کے لئے کفّارہ نہیں ہو سکتے۔ پس مسیح کا اپنا قول کفّارہ کے اصول کو باطل ثابت کرتا ہے۔

جہاں تک اس دعویٰ کا تعلق ہے کہ نجات کا طریقہ تمام بنی آدم کے لئے ہے عقلاً ایسا ہی ہونا چاہیئے کیونکہ نجات کا جو بھی طریق ہوگا وہ سب کے لئے یکساں اور سب زمانوں میں ایک سا ہوگا۔ یہ تو نہیں ہو سکتا کہ یہود کے لئے اور طریق ہو اور نصاریٰ کے لئے اور۔ پس عیسائیوں کا یہ قول کہ کفارہ سب بنی آدم کے لئے نجات کا ذریعہ ہے نجات کے اصول کے عالمگیر ہونے کے پہلو سے تو درست ہو سکتا ہے لیکن یہ دعویٰ اپنی ذات میں اس وجہ سے قابلِ غور، قابلِ قبول یا قابلِ توجہ نہیں ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا مشن عالمگیر نہیں تھا۔ انہوں نے خود کہا ہے کہ :-

"مَیں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا"۔ (متی ۱۵/۲۴)

پس ہمارا استدلال یہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام جو رسولاً الی بنی اسرائیل تھے وہ کس طرح ایک ایسی تعلیم پیش کر سکتے ہیں جو سب بنی آدم سے تعلق رکھتی ہو اور وہ نجات کے حصول کے لئے اس تعلیم پر عمل کرنے کے پابند ہوں۔ اوّل تو ان کا ایسی تعلیم کو پیش کرنا ہی غلط ہے کیونکہ اپنی حد سے تجاوز کرنے کے

؎ :- جنگِ مقدس ص ۱۲۵ جلد ۶

مترادف ہے اور اگر ان کی طرف کوئی اور ایسی تعلیم منسوب کرے (جیسا کہ کفّارہ کی صورت میں کی جاتی ہے) تو وہ ہرگز قابل التفات نہیں کیونکہ یہ ان کے منصب سے بالا اور دائرۂ کار سے خارج ہے۔

پس ثابت ہُوا کہ مسیح کا بنی اسرائیل کا رسول ہونا کفّارہ کے عالمگیر ذریعہ نجات کے منافی ہے پس کفّارہ کا اصول باطل ہے۔

پندرھویں۱۵ دلیل

کفّارہ کی تردید میں سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک دلیل یہ ہے کہ یہ مسئلہ عقل کے بالکل خلاف ہے۔ عیسائی حضرات اس مسئلہ کو مختلف منطقیانہ بحثوں کے ذریعہ درست ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور کئی عقلی دلائل بھی پیش کرتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ مسئلہ عقل و دانش کے سراسر خلاف ہے۔ ایک معمولی سمجھ کا انسان بھی اس بات کو جان سکتا ہے کہ اگر قصور ایک انسان کا ہے تو دوسرے انسان کو صلیب چڑھانے اور مارنے سے اس قصور کا کیا علاج ہو سکتا ہے؟ اگر بیمار ایک شخص ہو اور دوائی دوسرا شخص پی لے تو کیا اس سے بیمار کو کچھ فائدہ پہنچ سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ اوّل تو قربانی کا یہ طریق ہی خلافِ عقل ہے اور اس پر بہت سے اعتراضات وارد ہوتے ہیں لیکن اگر بغیر کسی معقول دلیل کے وقتی طور پر یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ اس قربانی سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں تو پھر عقلاً اسی وجود کے گناہ معاف ہوں گے جو یہ قربانی دیتا ہے۔ عقل اس خیال کو دُور سے ہی دھکے دیتی ہے کہ ایک انسان کے سر میں درد ہو اور دوسرا اس کی بھلائی اور فائدہ کے خیال سے اپنے سر پر پتھر مار لے اور سمجھے کہ اس سے دوسرے کی سردرد کا علاج ہو جائے گا۔ الغرض یہ عقیدہ عقل کے سراسر خلاف ہے لہٰذا باطل ہے اور کوئی صاحبِ عقل و فراست ایک لمحہ کے لئے بھی اس کو صحیح عقیدہ نہیں سمجھ سکتا۔

عقل کے اعتبار سے یہ اعتراض بھی وارد ہوتا ہے کہ اگر واقعی یسوع مسیح صلیب پر مر کر لعنتی ہو گیا تھا جیسا کہ عیسائی تسلیم کرتے ہیں۔ تو کیا ایسا شخص جو خود لعنت کے نیچے ہے کسی اور کو لعنت سے بچا کر نجات دے سکتا ہے۔ جو خود مقروض ہو وہ کسی دوسرے کا قرض کیسے ادا کر سکتا ہے؟ عقلاً وہی شخص فدیہ ہو سکتا ہے جو خود پاک ہو۔ جب مسیح ان کے قول کے مطابق ملعون ہے تو دوسروں کا فدیہ کیسے ہو سکتا ہے؟ الغرض اس قسم کے متعدد اعتراضات ہیں جو ازرُوئے عقل اس عقیدہ پر پڑتے ہیں۔ پس یہ مسئلہ خلافِ عقل ہونے کی وجہ سے باطل ہے۔

اس دلیل کا استنباط حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جن عبارات سے ہوتا ہے وہ درج ذیل

ہیں۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

(۱)

"مسیح کا اپنی امت کی نجات کے لئے مصلوب ہونا اور امت کا گناہ ان پر ڈالے جانا ایک ایسا مہمل عقیدہ ہے جو عقل سے ہزاروں کوس دُور ہے۔" [۱]

(۲)

"عقل تجویز نہیں کر سکتی کہ زید اپنے سر پر پتھر مارے اور بکر کی اس سے دردِ سر جاتی رہے۔" [۲]

(۳)

"تعجب کا مقام ہے کہ زید کی خودکشی سے بکر کو کیا حاصل ہوگا۔ اگر کسی کا کوئی عزیز اس کے گھر میں بیمار ہو اور وہ اس کے غم سے چھری مارے تو کیا وہ عزیز اس نابکار حرکت سے اچھا ہو جائے گا یا اگر مثلاً کسی کے بیٹے کو دردِ قولنج ہے تو اس کا باپ اس کے غم میں اپنا سر پتھر سے پھوڑے تو کیا اس احمقانہ حرکت سے بیٹا اچھا ہو جائے گا۔" [۳]

(۴)

"یہ ہنسی کی بات ہے کہ کوئی شخص دوسرے کے سر درد پر رحم کر کے اپنے سر پہ پتھر مارے یا دوسرے کے بچانے کے خیال سے خودکشی کرے۔ میرے خیال میں ہے کہ دنیا میں کوئی ایسا دانا نہیں ہوگا کہ ایسی خودکشی کو انسانی ہمدردی میں خیال کر سکے۔ بے شک انسانی ہمدردی بہت عمدہ چیز ہے اور دوسروں کے بچانے کے لئے تکالیف اٹھانا بڑے بہادروں کا کام ہے مگر کیا ان تکلیفوں کے اٹھانے کی یہی راہ ہے جو یسوع کی نسبت بیان کیا جاتا ہے۔ کاش اگر یسوع خودکشی سے اپنے تئیں بچاتا اور دوسروں کے آرام کے لئے معقول طور پہ عقلمندوں کی طرح تکلیفیں اٹھاتا تو اس کی ذات سے دنیا کو فائدہ پہنچ سکتا ہے۔" [۴]

(۵)

"عقل بھی تسلیم نہیں کرتی کہ گناہ تو زید کرے اور بکر پکڑا جائے اس مسئلہ پر انسانی گورنمنٹوں نے بھی عمل نہیں کیا۔" [۵]

---

۱ :۔ لیکچر سیالکوٹ ص۳۴ جلد ۲۰

۲ :۔ لیکچر لاہور ص۱۹ جلد ۲۰

۳ :۔ نور القرآن ۲ حاشیہ ص۳۹ جلد ۹

۴ :۔ سراج دین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب ص۵۰ جلد ۱۲

۵ :۔ چشمۂ معرفت ص۲۱۴ جلد ۲۳

(۶)

" اگر مثلاً خالد کے پیٹ میں درد ہو اور زید اس پر رحم کر کے اپنا سر پھوڑے تو زید نے خالد کے حق میں کوئی نیکی کا کام نہیں کیا بلکہ اپنے سر کو احمقانہ حرکت سے ناحق پھوڑا۔ نیکی کا کام تب ہوتا کہ جب زید خالد کے لئے مناسب اور مفید طریق کے ساتھ سرگرم رہتا۔ اور اس کے لئے عمدہ دوائیں میسّر کرتا اور طبابت کے قواعد کے موافق اس کا علاج کرتا مگر اس کے سر کے پھوڑنے سے زید کو تو کوئی فائدہ نہ پہنچا۔ ناحق اُس نے اپنے وجود کے ایک شریف عضو کو دکھ پہنچایا۔" [1]

(۷)

"کون عقلمند اس بات کو باور کرے گا کہ زید کو مسہل دیا جائے اور بکر کے زہریلے مواد اس سے نکل جائیں۔ بدی حقیقی طور پر تبھی دُور ہوتی ہے کہ جب نیکی اس کی جگہ لے لے یہی قرآنی تعلیم ہے)کسی کی خودکشی سے دوسرے کو کیا فائدہ"۔ [2]

(۸)

"ہم نے خُدا کے قانونِ قدرت میں کبھی نہیں دیکھا کہ زید اپنے سر پر پتھر مارے اور اس سے بکر کی دردِ سر جاتی رہے۔ پھر ہمیں معلوم نہیں ہوتا کہ مسیح کی خودکشی سے دوسروں کی اندرُونی بیماری کا دُور ہونا کس قانون پر مبنی ہے اور وہ کونسا فلسفہ ہے جس سے ہم معلوم کر سکیں کہ مسیح کا خون کسی دوسرے کی اندرونی ناپاکی کو دُور کر سکتا ہے"۔ [3]

(۹)

"یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ زید کے سر میں درد ہو اور بکر اپنا سر پتھر سے پھوڑے اور یہ سمجھا جاوے کہ اس نسخہ سے زید کو آرام ہو جاوے گا"۔ [4]

(۱۰)

"یہ تو ظاہر ہے کہ کسی ایک کے سر پر چوٹ لگنے سے ہمارے سر کا درد نہیں جا سکتا۔ اور کسی کے بھوکے رہنے سے ہم سیر نہیں ہو سکتے"۔ [5]

(۱۱)

"یہ کیسی نامعقول بات ہے کہ خدا ہمیں نجات نہیں دے سکتا جب تک کہ ایک معصوم کو اپنی

---

[1]:۔ اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ ۱۳۴ جلد ۱۰۔ [2]:۔ نور القرآن ۲ صفحہ ۴۲۳ جلد ۹۔ [3]:۔ چشمۂ مسیحی صفحہ ۱۵ جلد ۲۰۔

[4]:۔ ملفوظات جلد ہفتم صفحہ ۱۸۰-۱۸۱۔ [5]:۔ کتاب البریّہ صفحہ ۶۲ جلد ۱۳۔

جناب سے ردّ نہ کرے اور اسکے بدل بیزار نہ ہو اور اس کا دشمن نہ ہو جائے اور اسکے دل کو سخت اور اپنی محبت اور معرفت سے دُور اور محروم نہ کر دیوے یعنی جب تک کہ اس کو لعنتی نہ بنادے اور مجرموں میں اس کو داخل نہ کرے۔۔۔۔۔ سچ کہو کیا دنیا میں کوئی عقل قبول کر سکتی ہے کہ جو شخص آپ ہی لعنتی ہو پھر وہ کسی کے لئے خداتعالیٰ کی جناب میں سفارش کر سکے۔ دیکھو عیسائی مذہب میں کس قدر بے ہودہ اور دُور از عقل و دیانت باتیں ہیں کہ اوّل ایک شخص عاجز مصیبت رسیدہ کو ناحق بے وجہ خدا بنایا جاتا ہے۔ پھر ناحق بے وجہ یہ اعتقاد رکھا جاتا ہے کہ وہ لعنتی ہو گیا۔ خدا اسکے بیزار ہو گیا اور وہ خُدا سے بیزار ہو گیا۔ خدا اس کا دشمن ہو گیا وہ خدا کا دشمن ہو گیا۔ خدا اسکے دُور ہو گیا اور وہ خدا سے دُور ہو گیا۔ پھر ان سب کے بعد یہ اعتقاد بھی ہے کہ ایسی لعنتی موت پر ایمان لانے سے تمام گناہوں کے مواخذہ سے فراغت ہو جاتی ہے۔" لہ

(۱۲)

" قانونِ قدرت میں اعمال اور ان کے نتائج کی نظیریں تو موجود ہیں کفّارہ کی نظیر کوئی موجود نہیں۔ مثلاً بھوک لگتی ہے تو کھانا کھا لینے کے بعد وہ فرو ہو جاتی ہے یا پیاس لگتی ہے پانی سے جاتی رہتی ہے تو معلوم ہوا کہ کھانا کھانے یا پانی پینے کا نتیجہ بھوک کا جاتے رہنا یا پیاس کا بجھ جانا ہوا۔ مگر یہ تو نہیں ہوتا کہ بھوک لگے زیدؔ کو اور بکرؔ روٹی کھائے اور زید کی بھوک جاتی رہے۔ اگر قانونِ قدرت میں اس کی کوئی نظیر موجود ہوتی تو شاید کفّارہ کا مسئلہ مان لینے کی گنجائش نکل آتی مگر جب قانونِ قدرت میں اس کی کوئی نظیر ہی نہیں ہے تو انسان جو نظیر دیکھ کر ماننے کا عادی ہے اسے کیونکر تسلیم کر سکتا ہے۔ عام قانون انسانی میں بھی تو اسکی نظیر نہیں ملتی ہے۔ کبھی نہیں دیکھا گیا کہ زیدؔ نے خون کیا ہو اور خالدؔ کو پھانسی ملی ہو۔ غرض یہ ایک ایسا اصول ہے جس کی کوئی نظیر ہرگز موجود نہیں۔" ٢ہ

ان سب حوالوں سے ثابت ہوتا ہے کہ کفّارہ کا مسئلہ عقل کے خلاف ہے لہٰذا باطل ہے:۔

سولھویں دلیل

کفّارہ کی تردید میں ایک اور دلیل یہ ہے کہ کفّارہ کا مسئلہ عدل کے خلاف ہے۔ عیسائی تو اس مسئلہ کو درست ثابت کرنے کے لئے عدل کو بنیاد بناتے ہیں اور یوں کہا کرتے ہیں کہ خدا چونکہ عادل ہے اسلئے بغیر

لہ:۔ ایام الصلح صفحہ ۱۰۹ جلد ۱۴ ؛ ٢ہ:۔ ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۱۴۸ ؛

سزا کے گناہ معاف نہیں کر سکتا۔ لہٰذا اس نے اپنے عدل کے تقاضا کو پُورا کرنے کے لئے یہ انتظام کیا کہ گناہگاروں کے بدلہ میں اپنے بیٹے کو صلیب دیا تا نوع انسان نجات بھی پا جائے اور اس کے عدل کا تقاضا بھی پُورا ہو جائے۔

لیکن اگر اس قصّہ پر جو عیسائی پیش کرتے ہیں غور کیا جائے تو صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ اس کفّارہ کے ذریعہ عدل کے تقاضے پُورے ہونے کا کیا سوال، یہ مسئلہ تو عدل و انصاف کے سراسر خلاف ہے۔ عدل اس بات کا نام ہے کہ اصل مجرم کو سزا دی جائے اور اتنی سزا دی جائے جتنا اس کا جُرم ہے لیکن عیسائیوں کے خُدا کے عدل کا یہ عالم ہے کہ دنیا جہان کے گناہگاروں، مجرموں اور بدکاروں کے بدلہ میں اپنے معصوم اور بے گناہ اکلوتے بیٹے کو صلیب پر لٹکا دیا۔ جہاں اس نے تڑپ تڑپ کر جان دی۔ کیا یہی وہ عدل ہے جس کا دعویٰ عیسائی حضرات کرتے ہیں اور کیا ان کے خُدا کے عدل کا یہی عالم ہے کہ گناہ تو کوئی کرے اور سزا کسی اور کو دیدی جائے۔ کیا یہی عدل ہے کہ ایک بے گناہ اور معصوم کو بغیر کسی گناہ کے وہ سزا دی جاتی ہے اور لعنت کا ایسا طوق پہنایا جاتا ہے جس سے قیامت تک خلاصی نہیں ہو سکتی۔ تف ہے اس عدل پر جو عیسائی اپنے خدا کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

عدل کا تقاضا تو یہ تھا کہ اصل مجرموں کو سزا دی جاتی اور ان کو لعنت کا مورد بنایا جاتا لیکن عیسائیوں کے خُدا نے اپنے 'عدل' کو یوں پُورا کیا کہ دُنیا کے سب انسانوں کے گناہوں کی لعنت اپنے اکلوتے بیٹے پر ڈال دی۔ ان لوگوں کی لعنت بھی جن کو مسیح جانتے تک بھی نہیں۔ اس سے تو یہ بھی استنباط ہوتا ہے کہ عیسائیوں کا خدا اس بات کی بھی قدرت نہیں رکھتا کہ اصلی مجرموں کو پکڑے اور سزا دے بلکہ وہ صرف دنیا کے دکھانے کی خاطر محض اپنے وقار کی خاطر، یہ بہانا بنا لیتا ہے کہ بیٹے کو مصلوب کروا دیتا ہے تا دنیا دیکھ لے کہ خدا نے عدل کر دیا ہے۔

عیسائی حضرات یہ بھی عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت مسیح کو خُدا نے صرف تین دن کے لئے جہنم میں بھیجا اور وہ تین دن کے لئے لعنت کا شکار رہے۔ سوال یہ ہے کہ یہ کس قسم کا عدل ہے کہ باقی لوگ ملعون ہوں تو ہمیشہ کے لئے اور خدا کا بیٹا ملعون ہو تو صرف تین دن کے لئے۔ یہ صرف اسی عدل کی رُو سے درست ہو سکتا ہے جس کو عیسائی موم کی ناک کی طرح اپنی مرضی سے ڈھالتے اور موڑتے ہیں۔

الغرض جس پہلو سے بھی دیکھا جائے کفّارہ کا یہ عقیدہ عدل کے خلاف پڑتا ہے۔ پس اس وجہ سے یہ عقیدہ باطل ہے کیونکہ خلافِ عدل کام کو نہ خدا کی طرف منسوب کیا جا سکتا ہے اور نہ کوئی عقلمند اس بات پر یقین کر سکتا ہے۔ ایمان لانے کا سوال تو بعد کا ہے۔

کفارہ کے خلافِ عدل ہونے کی اس دلیل کا استنباط حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مندرجہ ذیل

حوالہ جات سے ہوتا ہے۔ حضور اس دلیل کو بیان کرتے ہُوئے فرماتے ہیں :۔

(۱)

"خُدا کی صفات عدل و انصاف سے یہ بہت بعید ہے کہ گناہ کوئی کرے اور سزا کسی دوسرے کو دی جائے۔" ؎۱

(۲)

"اگر میزانِ عدل کے لحاظ سے اس کو جانچا جائے تو صریح یہ بات ظلم کی صورت میں ہے کہ زید کا گناہ بکر پر ڈال دیا جائے۔ انسانی کانشنس اس بات کو ہرگز پسند نہیں کرتا کہ ایک مجرم کو چھوڑ کر اس مجرم کی سزا غیر مجرم کو دی جائے۔" ؎۲

(۳)

"یہ بھی سمجھ میں نہیں آتا کہ زید کوئی گناہ کرے اور بکر کو اسکے عوض سولی پر کھینچا جائے۔ یہ عدل ہے یا رحم کوئی عیسائی ہم کو بتلادے۔ ہم اسکے اقراری ہیں کہ خُدا کے بندوں کی بھلائی کے لئے جان دینا یا جان دینے کے لئے مستعد ہونا ایک اعلیٰ اخلاقی حالت ہے لیکن سخت حماقت ہوگی کہ خودکشی کی بے جا حرکت کو اس مد میں داخل کیا جائے۔ ایسی خودکشی تو سخت حرام اور نادانوں اور بے صبروں کا کام ہے۔" ؎۳

(۴)

"هذه عقيدتهم ولكن من نقدها بعين المعقول ووضعها على معيار التحقيقات سلكها مسلك الهذيانات - وان تعجب فما تجد اعجب من قولهم هذا لا يعلمون ان العدل اهم واوجب من الرحيم فمن ترك المذنب واخذ المعصوم ففعل فعلًا ما بقي منه عدل ولا رحم وما يفعل مثل ذلك الّا الذي هو اضلّ من المجانين۔" ؎۴

ترجمہ :۔ یہ کفارہ ان عیسائیوں کا عقیدہ ہے لیکن جو شخص بھی اس پر عقلمندی کی نگاہ سے غور کرے گا اور تحقیقات کے معیار سے اس کو جانچے گا وہ اس کو ایک لغو کام قرار دے گا۔ اگر تو اس بات پر تعجب کرتا ہے تو عیسائیوں کا یہ قول اور یہ عقیدہ اس سے بھی زیادہ قابلِ تعجب ہے۔ یہ نہیں جانتے کہ خدائے رحیم کو یہ بات زیادہ

؎۱ :۔ لیکچر سیالکوٹ صـ۳۲ جلد ۲۰ ؎۲ :۔ سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب صـ۲ ۔ جلد ۱۲
؎۳ :۔ نور القرآن ۱ حاشیہ صـ۲۹ جلد ۹ ؎۴ :۔ کرامات الصادقین صـ۲۲ ۔ جلد ۷

سزاوار اور مناسب ہے کہ وہ عدل کرے لیکن جو گناہگار کو چھوڑ دے اور اس کے بدلہ میں کسی معصوم کو پکڑے تو اس کا یہ فعل ایسا ہوگا جس میں نہ عدل ہے اور نہ رحم۔ ایسا کام دیوانوں میں سے سب سے زیادہ گمراہ شخص کے سوا اور کون کر سکتا ہے۔

(۵)

"عیسائیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ خدا تعالیٰ کا عدل بغیر کفّارہ کے کیونکر پورا ہو، بالکل مہمل ہے۔ کیونکہ ان کا یہ اعتقاد ہے کہ یسوع باعتبار اپنی انسانیت کے بے گناہ تھا مگر پھر بھی ان کے خدا نے یسوع پر ناحق تمام جہان کی لعنت ڈال کر اپنے عدل کا کچھ بھی لحاظ نہ کیا۔ اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان کے خدا کو عدل کی کچھ بھی پرواہ نہیں...... یہ خوب انتظام ہے کہ جس بات سے گریز تھا اسی کو بہ اقبح طریق اختیار کر لیا گیا۔ واویلا تو یہ تھا کہ کسی طرح عدل میں فرق نہ آوے اور رحم بھی وقوع میں آ جائے۔ مگر ایک بے گناہ کے گلے پر ناحق چھری پھیر کر نہ عدم قائم رہ سکا اور نہ رحم"۔ [1]

پھر خدا کے عدل کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ وہ اپنے اعلان کرنے کے بعد کسی غلطی پر گرفت کرے۔ پس اس صورت میں یہ لازم آتا ہے کہ کفّارہ کی تعلیم سے قبل گزرنے والے لوگوں سے مواخذہ نہ ہو لیکن عیسائی حضرات اس بات کے قائل ہیں کہ گذشتہ سب لوگوں کے گناہوں کی خطا بھی یسوع مسیح نے اُٹھالی ہے۔ سوال تو یہ ہے کہ جب گذشتہ زمانے کے لوگوں کو حضرت مسیح کے اس ہونیوالے کفّارہ کا علم ہی نہیں تھا تو ان کی سزا کیسی؟ اور ان کے بدلے کسی کو موردِ لعنت بنانا کیسا؟ کیونکہ عدل کا ایک تقاضا یہ ہے کہ جب تک پہلے سے اعلان اور اطلاع نہ ہو، کوئی گرفت نہ کی جائے۔ پس ظاہر ہوا کہ اگر کفّارہ مسیح سے قبل کے لوگوں کو گنہگار قرار دیا جائے تو یہ بات عدل کے خلاف ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس سلسلہ میں فرماتے ہیں:۔

"اذا كانت المواخذات مشروطة بوعد الله تعالى ووعيده فكيف يجوز تعذيب احد قبل اشاعة قانون الاحكام وتشييده وكيف يجوز اخذ الاولين والآخرين۔ عند صدور معصية ما سبقها وعيد عند ارتكابها وما كان احد عليها من المطلعين فالحق ان العدل لا يوجد اثره الا بعد نزول كتاب الله ووعده ووعيده واحكامه وحدوده وشرائط"۔ [2]

ترجمہ:۔ جبکہ مواخذہ خدا تعالیٰ کے وعدہ و وعید کے ساتھ مشروط ہے تو پھر احکام کے قوانین کے اعلان اور وضاحت سے قبل کسی انسان پر گرفت کرنا کیسے جائز ہو سکتا ہے اور کس طرح اوّلین اور آخرین کو

---

[1] :۔ کتاب البریّہ صـ۸۴ جلد ۱۳ ؛

[2] :۔ کرامات الصادقین صـ۳۲ جلد ۷ ؛

معصیت کے ارتکاب پر پکڑنا درست سمجھا جا سکتا ہے جبکہ ان کو پہلے سے خبردار نہیں کیا گیا تھا۔ اور کوئی بھی اس قانون کو جانتا نہ تھا۔ پس حق یہ ہے کہ عدل کا سوال تو کتاب اللہ، وعدہ، وعید، احکام، حدود اور شرائط کے نزول کے بعد ہی ہوتا ہے۔

اس حوالہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ استدلال فرمایا ہے کہ کفارہ کی تعلیم سے قبل کے لوگوں پر گرفت اور ان کے بدلے کسی اور کو سزا دینا کسی طرح عدل کے مطابق نہیں سمجھا جا سکتا۔

الغرض حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مذکورہ بالا حوالہ جات سے یہ بات پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ کفارہ کا مسئلہ عدل و انصاف کے سراسر خلاف ہے۔ اس مسئلہ کو عیسائی حضرات عدل و انصاف کی بنیاد پر پیش کرتے ہیں حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اس سارے عقیدہ کی بنیاد ہی بے انصافی اور ظلم پر ہے پھر اس فاسد مسئلہ سے قیام عدل کی توقع کیسے پوری ہو سکتی ہے۔ حق تو یہ ہے کہ کفارہ کے مسئلہ میں کسی مرحلہ پر بھی عدل ثابت نہیں ہوتا۔ پس خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اس خلافِ عدل منصوبہ کو نہ خدا کی طرف منسوب کیا جا سکتا ہے اور نہ بطور ذریعہ نجات تسلیم کیا جا سکتا ہے۔

سترھویں دلیل

کفارہ کی تردید میں ایک اور دلیل یہ ہے کہ یہ مسئلہ رحم کے خلاف ہے۔ عیسائی حضرات تو یہ کہتے ہیں کہ مسیح کی قربانی کا مقصد ہی یہ تھا کہ کسی طرح خدا کا عدل اور رحم پورا ہو لیکن درحقیقت اس قصہ سے نہ عدل پورا ہوتا ہے نہ رحم۔

رحم کا تقاضا تو یہ ہے کہ مجرم اور قصوروار کو بھی بخش دیا جائے۔ اور اس کو سزا دی جائے لیکن یہاں یہ عجیب قسم کا رحم ہے کہ خدا نے بظاہر بندوں پر تو رحم کیا کہ ان کے گناہوں اور بدکاریوں پر گرفت نہ کی۔ لیکن دوسری طرف یہ ظلم کیا کہ اپنے معصوم اور بے گناہ اکلوتے بیٹے کو بغیر کسی جرم کے صلیب پر لٹکا دیا۔ اور سخت دلی سے قتل کروا دیا۔ اب کوئی بتائے کہ کیا خدا کے رحم کی یہی کیفیت ہوتی ہے؟ کیا رحم و محبت کا تقاضا یہی تھا کہ چیختے چلاتے اکلوتے بیٹے کو صلیبی موت دے دی جائے اور اس کی رات بھر کی دردمندانہ دعاؤں پر کان تک نہ دھرا جائے؟

ہم عیسائیوں سے یہ پوچھتے ہیں کہ اگر واقعی ان کا خدا رحیم تھا اور رحم کرنا چاہتا تھا تو اوّل تو اُسے گناہ معاف کر دینے چاہئیں تھے۔ مگر ان کے عقیدہ کے مطابق وہ گناہ معاف نہ کر سکتا تھا تو اس نے رحم کرنے کی یہ صورت کیوں نہ اختیار کی کہ خود گنہ گاروں کی خاطر صلیب پر لٹک کر مر جاتا کیونکہ خدا کا مرنا عیسائیوں کے

نزدیک کوئی عیب نہیں اور اس بات کی نوبت نہ آتی کہ خدا کا بیٹا دلدوز آہیں بھرتا ہوا اور ایلی ایلی لما سبقتانی کی فریاد کرتا ہوا صلیب پر اپنی جان دیتا۔ گناہگاروں کو معاف کرنا اور اپنے بیٹے پر یہ ظلم یہ بات ہرگز رحم نہیں کہلا سکتی۔

عیسائی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ مسیح صلیب پر مر گئے۔ تین دن تک مرے رہے اور پھر خدا نے ان کو زندہ کر دیا۔ سوال یہ ہے کہ اگر خدا تین دن کے مُردہ مسیح کو زندہ کر کے رحم کا سلوک کر سکتا ہے تو وہ براہ راست گناہگاروں کے گناہ کیوں نہیں بخش سکتا۔ جبکہ ہم ایک گذشتہ دلیل کے ضمن میں دیکھ آئے ہیں کہ معاف کرنا اور توبہ قبول کرنا خدا کی صفت ہے اور اسی کا بندوں کو حکم دیا گیا ہے۔ پھر یہ بھی سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر کفارہ رحم پر مبنی ہے تو خدا نے یہ کیا ظلم کیا کہ یہ نسخہ حضرت مسیح کے ذریعے ظاہر کیا ان سے پہلے کے لوگوں کو اس سے کیوں محروم رکھا گیا؟ الغرض اس قسم کے مختلف اعتراضات پیدا ہوتے ہیں اور صاف معلوم ہوجاتا ہے کہ کفّارہ کا رحم سے کوئی تعلق نہیں۔ اور عیسائی کفّارہ کو رحم ہی کے سبب سے پیش کرتے ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ نہ ایسے کفّارہ کی ضرورت ہے اور نہ اس میں حقیقتاً رحم پایا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

”یہ بھی سمجھ میں نہیں آتا کہ زیدؔ کوئی گناہ کرے اور بکرؔ کو اس کے عوض سولی پر کھینچا جائے۔ یہ عدل ہے یا رحم۔ کوئی عیسائی ہم کو بتلا دے۔“[1]

پھر آپ فرماتے ہیں:۔

”عیسائی جب کفّارہ کا اصول بیان کرتے ہیں تو اپنی تقریر کو خدا تعالیٰ کے رحم اور عدل سے شروع کیا کرتے ہیں مگر میں پوچھتا ہوں کہ جب زیدؔ کے بدلے پھانسی بکرؔ کو ملی تو یہ کونسا انصاف اور رحم ہے۔“[2]

پھر فرمایا:۔

”یہ خوب انتظام ہے کہ جس بات سے گریز تھا اسی کو بہ اقبح طریق اختیار کر لیا گیا۔ واویلا تو یہ تھا کہ کسی طرح عدل میں فرق نہ آوے اور رحم بھی وقوع میں آجائے مگر ایک بے گناہ کے گلے پر ناحق چھری پھیر کر نہ عدل قائم رہ سکا نہ رحم۔“[3]

پھر آپ فرماتے ہیں:۔

---

[1]:۔ نور القرآن نمبر۲ حاشیہ صفحہ ۲۹۔ ر۔خ جلد ۹ ۔ [2]:۔ ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۱۷۵ ۔
[3]:۔ کتاب البریہ صفحہ ۴۳۔ ر۔خ جلد ۱۳ ۔

"اس طریق میں انصاف اور رحم دونوں کا خون ہے کیوں کہ گنا ہگار کے عوض میں بیگناہ کو پکڑنا خلاف انصاف ہے اور نیز بیٹے کو اس طرح ناحق سخت دلی سے قتل کرنا خلاف رحم ہے۔ اور اس حرکت سے خاک فائدہ نہیں۔" [۱]

اسی سلسلہ میں حضور فرماتے ہیں :۔

"عیسائی جو کچھ پیش کرتے ہیں وہ اور بھی عجیب ہے۔ وہ خدا تعالیٰ کو رحیم تو مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ رحیم ہے لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ رحم بلا مبادلہ نہیں کر سکتا۔ جب تک بیٹے کو پھانسی نہ دے لے اس کا رحم کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ تعجب اور مشکلات بڑھ جاتی ہیں جب اس عقیدہ کے مختلف پہلوؤں پر نظر کی جاتی ہے اور پھر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے اکلوتے بیٹے کو پھانسی بھی دیا لیکن یہ نسخہ رحم پھر بھی خطا ہی گیا سب سے پہلے تو یہ کہ یہ نسخہ اسی وقت یاد آیا جب بہت سی مخلوق گناہ کی موت سے تباہ ہو چکی اور ان پر کوئی رحم نہ ہو سکا کیونکہ پہلے کوئی بیٹا پھانسی پر نہ چڑھا۔" [۲]

کفارہ کا اصول خدا تعالیٰ کی بے رحمی کو ظاہر کرتا ہے کیونکہ اُس نے مجرموں کی بجائے اپنے بیٹے کو موت کے گھاٹ اتارا حالانکہ کوئی ظالم سے ظالم باپ بھی ایسا نہیں کرتا۔ کہ اس کا نوکر کوئی غلطی کرے تو وہ اپنے بیٹے کو پیٹنا شروع کر دے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہ کرے کہ سولی پر چڑھا کر اس کو ملعون بنا دے۔ ایسا کرنا رحم سے بھی بعید ہے اور انجیلی تعلیم کے بھی خلاف ہے۔ کیونکہ لکھا ہے :۔

"تم میں سے ایسا کون سا آدمی ہے کہ اگر اس کا بیٹا اس سے روٹی مانگے تو وہ اسے پتھر دے یا اگر مچھلی مانگے تو اسے سانپ دے۔ پس جبکہ تم بُرے ہو کر اپنے بچوں کو اچھی چیزیں دینی جانتے ہو تو تمہارا باپ جو آسمان پر ہے اپنے مانگنے والوں کو اچھی چیزیں کیوں نہ دے گا۔" [۳]

لیکن اس کے برخلاف خدا نے اپنے اکلوتے بیٹے سے ظلم و ستم کا جو سلوک روا رکھا وہ سب پر ظاہر ہے۔ پس ثابت ہوا کہ کفارہ کے عقیدہ کا رحم سے کچھ بھی تعلق نہیں۔ یہ تو ظلم و ستم کی ایک گھناؤنی صورت ہے اس کو قیام رحم کا ذریعہ قرار دینا تو پرلے درجے کی حماقت ہے۔ نہ ہی رحم کی بنیاد پر اس اصول کو پیش کیا جا سکتا ہے پس کفارہ باطل ثابت ہوتا ہے۔

اٹھارھویں دلیل

کفارہ کی تردید میں اٹھارہویں دلیل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بیان کے مطابق یہ ہے کہ یہ بات سخت

---

[۱]: لیکچر لاہور صفحہ ۱۵ - ر۔ خ جلد ۲۰ ؛ [۲]:۔ ملفوظات جلد ہفتم صفحہ ۱۰۱ ؛ [۳]:۔ متی ۷ : ۹–۱۱ ؛

قابل اعتراض اور خدا کے عدل و انصاف اور رحم کے منافی ہے کہ وہ نجات کے اس طریق کو بنی آدم کا سلسلہ شروع کرنے کے اتنے عرصہ بعد جاری کرتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کفارہ کے عقیدہ پر یہ اعتراض کیا ہے کہ گناہوں کی معافی اور نجات کا طریق ہر زمانہ میں یکساں ہوتا ہے اور ہونا چاہیئے۔ پس اگر کفارہ ہی بنی نوع انسان کی نجات کا ذریعہ ہے تو خدا کو چاہیئے تھا اس عقیدہ کا بنی آدم کا سلسلہ شروع کرتے ہی دنیا میں اعلان کر دیتا کیونکہ جب سے انسان پیدا ہوا ہے گناہ کا سلسلہ جاری ہے اور ہر دور میں انسان نجات کے محتاج اور طالب رہے ہیں۔ یہ انسانوں پر بڑی ہی زیادتی ہوگی اگر یہ سمجھا جائے کہ خدا نے نجات کے اس طریق کو پوشیدہ رکھا اور محض مسیح ابن مریم کے ذریعہ سے صرف انیس سو سال پہلے اس کا اعلان کیا گیا۔ اس عقیدہ سے تو خدا کا بخل، سہو و نسیان اور ظلم ظاہر ہوتا ہے۔

پس اس طرز استدلال کو اختیار کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کفارہ کے اصول پر اعتراض کیا ہے اور اس بنیاد پر اس کو باطل قرار دیا ہے۔ آپ گناہ اور اسکی فلاسفی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"انسان کی فطرت میں قدیم سے ایک طرف ایک زہر رکھا گیا ہے جو گناہوں کی طرف رغبت دیتا ہے اور دوسری طرف قدیم سے انسانی فطرت میں اس زہر کا تریاق رکھا ہے جو خدا تعالیٰ کی محبت ہے جب سے انسان بنا ہے یہ دونوں قوتیں اسکے ساتھ چلی آتی ہیں۔ زہرناک قوت انسان کے لئے عذاب کا سامان تیار کرتی ہے اور پھر تریاقی قوت جو محبت الٰہی کی قوت ہے وہ گناہ کو یوں جلا دیتی ہے جیسے خس و خاشاک کو آگ جلا دیتی ہے۔"[۱]

پھر اس ضمن میں عیسائیت کے طریق نجات یعنی کفارہ کا رد فرماتے ہوئے یہ دلیل دی ہے کہ یہ طریقہ بنی آدم کے سلسلہ کے اتنی دیر بعد کیوں بتایا گیا۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"یہ ہرگز نہیں کہ گناہ کی قوت جو عذاب کا سامان تھی وہ تو قدیم سے انسان کی فطرت میں رکھ دی گئی ہے لیکن گناہوں سے نجات پانے کے لئے جو سامان ہے وہ کچھ تھوڑی مدت سے پیدا ہوا ہے۔ یعنی صرف اس وقت سے جبکہ یسوع مسیح نے صلیب پائی۔ ایسا اعتقاد وہی قبول کریگا جو اپنے دماغ میں ایک ذرہ عقل سلیم کا نہیں رکھتا۔ بلکہ یہ دونوں سامان قدیم سے اور جب سے کہ انسان پیدا ہوا انسانی فطرت کو دئے گئے ہیں۔ یہ نہیں کہ گناہ کے سامان تو پہلے سے خدا تعالیٰ نے انسانی فطرت میں رکھ دئے مگر نجات دینے کی دوا ابتدائی ایام میں اس کو یاد نہ آئی یہ چار ہزار برس بعد سوجھی۔"[۲]

---

[۱]:۔ چشمۂ مسیحی ص۵۸ ر۔خ جلد ۲۰ ؛ [۲]: چشمۂ مسیحی ص۵۲ ۔ ر۔خ جلد ۲۰ ؛

پھر اس مضمون کی اور وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

"کیا خدا تعالیٰ کو یہ طریق معافی گناہوں کا صدہا برس سوچ سوچ کر پیچھے سے یاد آیا۔ ظاہر ہے کہ انتظام الٰہی جو انسان کی فطرت سے متعلق ہے وہ پہلے ہی ہونا چاہیئے۔ جب سے انسان دنیا میں آیا گناہ کی بنیاد اسی وقت سے پڑی پھر یہ کیا ہوگیا کہ گناہ تو اسی وقت زہر پھیلانے لگا مگر خدا تعالیٰ کو چار ہزار برس گذرنے کے بعد گناہ کا علاج یاد آیا؟...... یہ سراسر بناوٹ ہے۔" [1]

انیسویں دلیل [19]

کفّارہ کی تردید میں ایک اور دلیل یہ ہے کہ عیسائی مسلمات کی رُو سے کفارہ کا سارا معاملہ ایسا ہے جس میں سراسر دھوکہ نظر آتا ہے۔ پس ظاہر ہے کہ نہ اس کو خدائی کام قرار دیا جا سکتا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ دھوکہ کرنے سے پاک ہے اور نہ اس دھوکے والے عقیدہ کو نجات کا ذریعہ سمجھا جا سکتا ہے۔ اگر اسی کفّارہ کو نجات کا ذریعہ سمجھا گیا تو اس کے ذریعہ حاصل ہونے والی نجات بھی ایک دھوکہ ہی ہوگی۔

تفصیل اس بیان کی یہ ہے کہ عیسائی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ صلیبی موت کے تین دن بعد خدا نے مسیح کو زندہ کر دیا تھا۔ اب یہ ایک صریح دھوکہ ہے جس کو خدا کی طرف منسوب کیا جاتا ہے گویا خدا نے سارے جہان کے گناہوں سے کفّارہ کے طور پر بقول عیسائیاں لوگوں کے سامنے اپنے اکلوتے بیٹے کو پھانسی کی سزا دی لیکن اس کے معاً بعد لوگوں کی نظر سے چھپ چھپا کر اسے زندہ کر لیا۔ گویا دنیا کی نظروں میں دھول جھونک دی۔ دنیا پر تو یہ ظاہر کیا کہ میں عدل کے تقاضا کو پورا کرتے ہوئے لوگوں کے گناہوں کے بدلے اپنے اکلوتے بیٹے کو صلیب کی لعنتی موت سے ہمکنار کر رہا ہوں لیکن در پردہ اس نے اپنے بیٹے کو پھر زندہ کر دیا۔ یہ مغالطہ دہی نہیں تو اور کیا ہے؟

مغالطہ دہی کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ ایک طرف تو یہ کہا جاتا ہے کہ خدا نے بندوں کے گناہ اس لئے معاف نہ کئے کہ اس طرح خدا کے رحم اور عدل کا تقاضا پورا نہیں ہو سکتا۔ لیکن دوسری طرف مسیح کو موت دینے کے بعد اس کو بغیر کسی عدل کے رحم کا مظاہرہ کرتے ہوئے دوبارہ زندگی دے دی۔

ایک اور پہلو سے بھی یہ کفّارہ محض مغالطہ ثابت ہوتا ہے۔ عیسائی ایک طرف تو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ کفّارہ سے سب گناہ بخشے جاتے ہیں اور دوسری طرف اس بات کو بھی پیش کرتے ہیں کہ انسان کے بُرے اعمال کا بھی حساب ہوگا۔ یہ دونوں باتیں بیک وقت درست نہیں ہو سکتیں۔ اگر دوسری بات سچی ہے کہ

---

[1] جنگِ مقدس صفحہ ۱۱۱۔ ر۔ خ جلد ۶

اعمال کا محاسبہ ضرور ہو گا جیسے کہ لکھا ہے :۔

"میں تو سچ کہتا ہوں کہ جب تک تو کوڑی کوڑی ادا نہ کرے وہاں سے ہرگز نہ چھوٹے گا" [۱]

تو پھر کفّارہ کو صحیح عقیدہ قرار دینا کیونکر درست ہو گیا کیونکہ ایک طرف تو یہ یقین دلایا کہ بس اب گناہ معاف ہو گئے اور پھر گناہ کرنے والوں سے مؤاخذہ بھی شروع کر دیا۔ عیسائی حضرات خود فیصلہ کریں کہ اس واضح تضاد کے ہوتے ہوئے کفّارہ کو مغالطہ نہ کہا جائے تو اور کیا کہا جائے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس سلسلہ میں فرماتے ہیں :۔

"عیسائی کہتے ہیں کہ مسیح کا خون ہمارے لئے منجی ہؤا۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ اگر تمہارے گناہوں پر بھی باز پرس ہوتی ہے اور تمہیں ان کی سزا بھگتنی ہے تو پھر یہ نجات کیسی ہے"؟ [۲]

پھر اسی سلسلہ میں آپ فرماتے ہیں :۔

"اگر یہ ہدایت ہوتی کہ اس وقت کے گناہ عیسائیوں کے لئے کفّارہ ہوئے ہیں تو یہ اور بات تھی مگر جب یہ مان لیا گیا ہے کہ قیامت تک پیدا ہونے والوں کے گناہوں کی گٹھڑی یسوع اُٹھا کر لے گیا۔ اور اس نے سزا بھی اُٹھائی پھر گناہگار کو پکڑنا کس قدر ظلم ہے۔ اوّل تو بے گناہ کو گناہگار کے بدلے سزا دینا ہی ظلم ہے اور پھر دوسرا ظلم یہ ہے کہ اوّل گناہگاروں کے گناہ کی گٹھڑی یسوع کے سر پر رکھ دی۔ اور گناہ گاروں کو مژدہ سنا دیا کہ تمہارے گناہ اس نے اُٹھا لئے اور پھر وہ گناہ کریں تو پکڑے جاویں۔ یہ عجیب دھوکہ ہے جس کا جواب عیسائی کبھی نہیں دے سکیں گے"۔ [۳]

بیسویں دلیل

کفّارہ کی تردید میں ایک دلیل حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ بھی بیان فرمائی ہے کہ کفّارہ پولوس کی ایجاد ہے۔ اور اس کا کوئی قول مختلف وجوہات کی بناء پر اتنا معتبر نہیں ہو سکتا کہ اس کو کسی ایسے عقیدہ کی بنیاد قرار دیا جا سکے جس پر بنی آدم کی نجات کا انحصار ہے۔

عیسائی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ پولوس نے ہی سب سے پہلے کفّارہ کا یہ اصول اس وضاحت کے ساتھ دنیا میں پیش کیا۔ اس نے کہا ہے :۔

---

[۱] :۔ متی ۵/۲۶ ۔ [۲] :۔ ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۱۴۱ ۔

[۳] :۔ ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۱۵۱ ۔

"مسیح کتاب مقدس کے مطابق ہمارے گناہوں کے لئے مؤا" ۱؎

نیز لکھا ہے :-

"مسیح جو ہمارے لئے لعنتی بنا اس نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑایا"۔ ۲؎

عیسائی بھی تسلیم کرتے ہیں کہ کفّارہ کی تشریح سب سے پہلے پولوس نے ہی پیش کی تھی۔ ایک عیسائی لکھتا ہے :-

"ہمیں اس بات پر غور کرنا ہے کہ ہم اس معافی کو کس طرح حاصل کر سکتے ہیں۔ یعنی خدا کے اس کام سے کیونکر فیضیاب ہو سکتے ہیں...... سب سے پہلا مسیحی جس نے اس مسئلہ پر غور کر کے تشریح پیش کی وہ مقدس پولس تھا"۔ ۳؎

پس اس بات میں کوئی شک نہیں کہ تثلیث اور کفّارہ کے دونوں عقائد کو پولوس نے ہی بنایا اور پیش کیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کفّارہ کے رد میں اس امر کو بھی بطور دلیل بیان فرمایا ہے کہ پولوس کے قول پر کسی عقیدہ کی بنیاد نہیں رکھی جا سکتی۔ کیونکہ اُس کے اپنے اقوال اس کو دیانت اور ثقاہت کے معیار سے نیچے گرا دیتے ہیں۔ اس سلسلہ میں مفصّل ذکر تثلیث کی تردید کے ضمن میں گزر چکا ہے۔

اکیسویں دلیل [۲۱]

کفّارہ کی تردید میں ایک دلیل یہ ہے کہ یہ قیاس کے خلاف ہے۔ عیسائی بیان کے مطابق باپ نے تو مخلوق کے گناہ معاف نہ کئے اور سختی سے عدل پُورا کرنے پر زور دیا لیکن اسی باپ کا اکلوتا بیٹا آگے آیا اور اس نے صلیب پر جان دے کر مخلوق کو گناہوں سے نجات دی۔ اس بیان سے باپ کو شدید ظالم اور بیٹے کو از حد رحیم و کریم ماننا لازم آتا ہے جو قیاس کے خلاف ہے۔ کیونکہ باپ اور بیٹے میں طبائع کا اس قدر فرق ایک عجیب امر ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس دلیل کو پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

"یہ ایک جھوٹا قصّہ کہ ایک باپ ہے جو سخت مغلوب الغضب اور سب کو ہلاک کرنا چاہتا ہے اور ایک بیٹا ہے جو نہایت رحیم ہے جس نے باپ کے مجنونانہ غضب کو اس طرح لوگوں سے ٹال دیا ہے کہ آپ سولی پر چڑھ گیا۔ اب بے چارے محقق یورپین ایسی بیہودہ باتوں کو کیوں کر مان لیں"۔ ۴؎

اس تضاد کے علاوہ اس عقیدہ کی مسیحی وضاحت سے خدا کے طریق عمل پر بھی اعتراض وارد ہوتا ہے۔ اس خلافِ قیاس تضاد اور طریق عمل کے بارہ میں حضور فرماتے ہیں :-

---

۱؎ :- کرنتھیوں ۱۵/۳ ؛ ۲؎ :- گلیتون ۳/۱۳ ؛ ۳؎ :- انجیل کا تجزیہ ص۱۸ ؛ ۴؎ : ست بچن ص۱۶۹-۱۷۰ حاشیہ جلد ۱۰

" والعجب کل العجب من اله النّصارٰی - انہٗ بزعمهم صلب ابنه و اضاع وحیدہٗ کالمجنون الغضبان - وما سلك فی المجازات طریق العدل والرفق والاحسان بل خوّف من العذاب الابدی الذی لا ینقطع فی حین من الاحیان - فاین الرحم فی مثل هٰذا القهّار الذی فوّض الابن المحبوب الی الکفّار - وما خفّف عذابه کالرحماء الاخیار - بل القٰی عباده فی جهنّم لابد الابدین - زاد العذاب زیادۃً فاحشة مکروهة ثمّ ادّعیٰ انهٗ قتل ابنه لینجی المذنبین رحمة فما هٰذا الّا طریق الظالمین المزوّدین ". [1]

ترجمہ :- عیسائیوں کے خُدا پر حد درجہ تعجب آتا ہے کیونکہ ان کے خیال کے مطابق اس نے اپنے بیٹے کو صلیب دی ۔ اپنے اکلوتے بیٹے کو ایک دیوانے اور غضبناک انسان کی طرح ہلاک کر دیا ۔ سزا دینے میں اُس نے عدل ، نرمی اور احسان کے طریق کو اختیار نہ کیا بلکہ ابدی عذاب سے ڈرایا جو کبھی بھی ختم نہیں ہوتا پس ایسے ظالم سے رحم کس طرح صادر ہو سکتا ہے ۔ جس نے اپنے پیارے بیٹے کو کفّار کے سپرد کر دیا ۔ رحم دل شرفاء کے طریق کے برخلاف اُس نے رحم کو ذرا بھی کم نہ کیا بلکہ اپنے بندوں کو ہمیشہ کے لئے جہنّم میں ڈال دیا اور ان کے عذاب کو حد سے زیادہ کرتا چلا گیا اور پھر دوسری طرف یہ بھی دعویٰ کیا کہ اس نے اپنے بیٹے کو اس لئے قتل کیا ہے کہ تا وہ رحمت کے طور پر گناہگاروں کو گناہ سے نجات عطا کرے ۔ یہ طریق ظالموں اور جھوٹوں کا طریق ہے ۔

نیز فرمایا :-

" عیسائیوں نے خُدا کو تو ظالم جانا اور بیٹے کو رحیم کہ باپ تو گناہ نہ بخشے اور بیٹا جان دیکر بخشوائے ۔ بڑی بے وقوفی ہے کہ باپ بیٹے میں اتنا فرق ۔ والد مولود میں مناسبت ۔ اخلاق عادات کی ہؤا کرتی ہے مگر یہاں تو بالکل نداد "۔ [2]

عیسائیوں کے عجیب عقائد کے ذکر پر فرمایا :-

" ویظنّون ان المسیح صلب ولعن لاجل معاصیهم واخذ لانجاءهم و عذب لتخلیصهم وان الخلق احفظ الاب بذنوبهم وکان الاب فظا غلیظ القلب سریع الغضب بعیدا عن الحلم والکرم مختاظاً کالحرق المضطرم فاراد ان ید خلهم فی النار فقام الابن ترحّمًا علی الفجار

---

[1] :- انجام آتھم حاشیہ صـــ ۱۲۱-۱۲۲ ـ جلد ۱۱ ؛ [2] :- ملفوظات جلد اوّل صـــ ۳ ؛

وکان حلیمًا رحیمًا کالابرار فمنع الاب من قهره وزیادته فما امتنع وما رجع من ارادته فقال الابن یا ابت ان کنت زمعت تعذیب الناس و اهلاکهم بالنفاس ولا تمتنع ولا تغفر ولا ترحم ولا تزدجر فما انا احمل اوزارهم واقبل ما ابادهم فاغفرلهم وافعل بی ما ترید ان کان قلیلاً او یزید فرضی الاب علی ان یصلب ابنه لاجل خطایا الناس فنجا المذنبین واخذ المعصوم وعذبه بانواع البأس کالمذنبین هذا ما قالوا ولکن العجب من الاب الذی کانَ نشوانًا اَو فی السبات انه نسی عند صلیب ابنه ما کتب فی التوراة وقال لا اهلک الا الذی عصانی ولا آخذ اً احدًا مکان احدٍ من العصاة فنکث العهد واخلف الوعد وترک العاصین واخذا حدًّا من المعصومین لعله ذهل قوله السابق من کبر السن وارذل العمر وکان من المعمرین" [1]

ترجمہ:۔ اور یہ خیال کر رہے ہیں کہ مسیح ان کے گناہوں کے لئے مصلوب اور ملعون ہوا اور ان کے بچانے کے لئے ماخوذ اور معذب ہوا اور خلقت نے باپ کو اپنے گناہوں سے غصہ دلایا اور باپ سخت دل سریع الغضب تھا حلم اور کرم اس میں نہیں تھا بلکہ غصہ سے آگ کی طرح بھڑکا ہوا تھا۔ سو اس نے چاہا کہ خلقت کو دوزخ میں ڈالے سو بیٹا بدکاروں پر رحم کرکے شفاعت کے لئے کھڑا ہو گیا اور بیٹا حلیم اور رحیم اور نیک آدمی تھا۔ پس اس نے اپنے باپ کو قہر اور زیادت سے منع کیا مگر باپ اپنے ارادہ سے باز نہ آیا سو بیٹے نے کہا اے باپ اگر تیرا یہی ارادہ ہے کہ لوگوں کو ہلاک کرے اور کسی طرح ان کو نہیں بخشتا اور رحم کرتا ہے سو میں تمام لوگوں کے گناہ اپنی گردن پر لے لیتا ہوں سو ان کو تو بخش دے اور جو تو نے عذاب دینا ہے وہ مجھے عذاب دے سو اس کلمہ سے باپ غضبناک راضی ہو گیا اور اس کے حکم سے بیٹا پھانسی دیا گیا تا گنہگاروں کو چھوڑ دے۔ اور گنہگاروں کی طرح اس معصوم پر عذاب ہوا۔ یہ وہ باتیں ہیں جو عیسائی کہتے ہیں لیکن باپ سے تعجب ہے کہ وہ اپنے بیٹے کو پھانسی دینے کے وقت اپنے اس قول کو بھول گیا جو توریت میں کہا تھا کہ میں اسی کو ہلاک کروں گا جو میرا گناہ کرے اور میں ایک کی جگہ دوسرے کو نہیں پکڑوں گا۔ سو اس نے عہد کو توڑا اور وعدہ کے خلاف کیا اور گنہگاروں کو چھوڑ دیا اور ایسے آدمی کو پکڑا جس پر کوئی گناہ نہیں تھا۔ شاید وہ اپنا پہلا قول بباعث بڑھاپے اور پیرانہ سالی کے بھول گیا کیونکہ معمر تھا۔

---

[1] :۔ نور الحق حصہ اوّل صفحہ ۱۰۲-۱۰۳۔ روحانی خزائن جلد ۸ ؎

بائیسویں۲۲ دلیل

کفارہ کی تردید میں ایک اور دلیل یہ ہے کہ عیسائیوں کے اعتقاد کے مطابق حضرت مسیح علیہ السلام کی صلیبی موت سے تمام بنی آدم کے گناہ کا کفارہ ہو گیا ہے گویا آدم سے لیکر قیامت تک آنے والے لوگوں کے لئے مسیح کی قربانی گناہوں کا کفارہ قرار دی جاتی ہے لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ سوال اُٹھایا ہے کہ تاریخ سے ثابت ہے کہ حضرت آدم سے بھی بہت قبل اس دنیا میں مخلوقات آباد تھیں۔ ظاہر ہے کہ وہ گناہ بھی کرتے ہوں گے تو ان کے لئے گناہوں کی معافی کی کیا صورت خُدا نے اختیار کی ہے۔ اس سوال کے ۲ دو جواب ہو سکتے ہیں۔ اگر عیسائی یہ کہیں کہ خدا نے ایسا کوئی انتظام نہیں کیا تو یہ بات ایک طرف ان کے اس دعویٰ کو باطل کرتی ہے کہ مسیح کی قربانی سب انسانوں کے لئے ہے اور دوسری طرف خدا تعالیٰ کے عدل اور رحم پر حرف آتا ہے کہ اس نے ان لوگوں کی معافی کا کیوں انتظام نہ کیا؟ اور اگر عیسائی یہ کہیں کہ خدا نے ان کی مغفرت کا بھی انتظام کیا ہے تو وہ انتظام لازماً یہی ہوگا کہ خدا کا کوئی بیٹا ان کے لئے قربان ہو جیسے آدم کے بعد کے انسانوں کے لئے مسیح نے اپنی جان کی قربانی دی کیونکہ طریق نجات ہر زمانہ میں ایک جیسا ہوتا ہے اس صورت میں عیسائیوں کو یہ ثبوت دینا چاہیئے کہ خدا کے کتنے اور کون سے بیٹے کب کب اس طرح پر قربان ہوتے رہے ورنہ ان کا دعویٰ باطل ہوگا۔ الغرض یہ اعتراض ایک دو دھاری تلوار ہے جس سے کفارہ کا اصول باطل ٹھہرتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام فرماتے ہیں: ۔

"عیسائیوں نے باوجود بدیہی ثبوت اس بات کے کہ قدامت نوع عالم ضروری ہے پھر اب تک کوئی ایسی فہرست پیش نہیں کی جس سے معلوم ہو کہ ان غیر محدود عالموں میں جو ایک دوسرے سے بالکل بے تعلق تھے کتنی مرتبہ خدا کا فرزند سولی پر کھینچا گیا کیونکہ یہ تو ظاہر ہے کہ بموجب اصول عیسائی مذہب کے کوئی شخص بجز خُدا کے فرزند کے گناہ سے خالی نہیں۔ پس اس صورت میں تو یہ سوال ضروری ہے کہ وہ مخلوق جو ہمارے اس آدم سے بھی پہلے گذر چکی ہے جن کا ان بنی آدم کے سلسلہ سے کچھ تعلق نہیں ان کے گناہ کی معافی کا کیا بندوبست ہوا تھا اور کیا یہی بیٹا ان کو نجات دینے کے لئے پہلے بھی کئی مرتبہ پھانسی مل چکا ہے یا وہ کوئی دوسرا بیٹا تھا جو پہلے زمانوں میں پہلی مخلوق کے لئے سولی پر چڑھتا رہا۔ جہاں تک ہم خیال کرتے ہیں ہمیں تو یہ سمجھ آتا ہے کہ اگر صلیب کے بغیر گناہوں کی معافی نہیں تو عیسائیوں کے خُدا کے بے انتہا اور ان گنت بیٹے ہوں گے جو وقتاً فوقتاً ان معرکوں میں کام آئے ہوں گے اور ہر ایک اپنے

وقت پر پھانسی ملا ہوگا ۔ پس ایسے خدا سے کوئی بہبودی کی اُمید رکھنا لاحاصل ہے جس کے خود اپنے ہی جوان بچے مرتے رہے۔" [۱]

نیز فرمایا :۔

" وہ اس بات کے قائل نہیں ہیں کہ وہ ہمیشہ سے اور غیر متناہی زمانوں سے اپنے پیارے بیٹوں کو لوگوں کے لئے سولی پر چڑھاتا رہا بلکہ کہتے ہیں کہ یہ تدبیر ابھی اس کو کچھ تھوڑے عرصہ سے ہی سوجھی ہے اور ابھی بڈھے باپ کو یہ خیال آیا ہے کہ بیٹے کو سولی دلا کر دوسروں کو عذاب سے بچادے۔" [۲]

پھر آپ اسی سلسلہ میں فرماتے ہیں :۔

" اگر یہ اعتقاد کیا جاوے کہ خُدا خود ہی آکر دنیا کو نجات دیا کرتا ہے یا اسکے بیٹے ہی آتے ہیں تو پھر اور لازم آئے گا اور ہر زمانہ میں نیا خدا یا اسکے بیٹوں کا آنا ماننا پڑے گا جو صریح خلاف بات ہے۔" [۳]

تئیسویں [۲۳] دلیل

کفارہ کی تردید میں ایک اور دلیل حضور علیہ السلام نے یہ پیش فرمائی ہے کہ عیسائی یہ تسلیم کرتے ہیں کہ ان کا خدا کسی کو گناہ میں ہلاک کرنا نہیں چاہتا ۔ اسی وجہ سے اسنے کفارہ کے طریق کو پیش کیا ہے لیکن اس صورت میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ بنی آدم کے لئے تو ان کے خیال میں حضرت مسیح کا بطور کفارہ قربان ہونا کافی ہوگیا لیکن جنوں اور شیاطین کی نجات کے لئے خدا نے کیا طریق اختیار کیا کیونکہ ان کی تعداد بھی زیادہ ہے اور گناہ بھی زیادہ بڑے ہیں پس خدا کے لئے ضروری تھا کہ وہ ان جنوں اور شیاطین کے لئے بھی اپنے کسی اور بیٹے کو مصلوب کرتا اگر ایسا ہوا ہے تو اس کا ثبوت دینا عیسائیوں کے ذمہ ہے اور اگر ایسا کوئی انتظام خُدا نے نہیں کیا اور واقعہ بھی یہی ہے کہ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ خدا کے اور بیٹے جنوں کی نجات کے لئے مصلوب ہوئے ہوں تو پھر کفارہ کا اصول ناکافی اور نامکمل ثابت ہوتا ہے اور خدا کے رحم اور عدل پر زد پڑتی ہے ۔ اس طرح یہ سارا اصول ہی باطل ٹھہرتا ہے ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

"عیسائی یہ اقرار کرتے ہیں کہ ان کا خدا کسی کو گناہ میں ہلاک کرنا نہیں چاہتا ۔ پھر اس صورت میں ان پر یہ اعتراض ہے کہ اس خدا نے ان شیاطین کی پلید روحوں کی نجات کے لئے کیا

---

[۱] :۔ ست بچن صفحہ ۱۶۴ جلد ۱۰ ؛ [۲] :۔ ست بچن صفحہ ۱۲۳ رخ جلد ۱۰ ؛ [۳] :۔ ملفوظات جلد سوم صفحہ ۱۳۶ ؛

بندوبست کیا۔ جن پلید روحوں کا ذکر انجیل میں موجود ہے کیا کوئی ایسا بیٹا بھی دنیا میں آیا جس نے شیاطین کے گناہوں کے لئے اپنی جان دی ہو۔ یا شیاطین کو گناہ سے باز رکھا ہو۔ اگر ایسا کوئی انتظام نہیں ہوا تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عیسائیوں کا خدا اس بات پر ہمیشہ راضی رہا ہے جو شیاطین کو جو عیسائیوں کے اقرار سے بنی آدم سے بھی زیادہ ہیں ہمیشہ کی جہنم میں جلا دے پھر جبکہ ایسے کسی بیٹے کا نشان نہیں دیا گیا تو اس صورت میں تو عیسائیوں کو اقرار کرنا پڑا کہ ان کے خدا نے شیاطین کو جہنّم کے لئے ہی پیدا کیا ہے"۔ [1]

نیز فرمایا :۔

"والعجب من الابن انه كان يعلم ان معشر الجن سبق الانس فى الخطاء ولا ينتهجون محجة الاهتداء بل تجاوز والحد فى شباة الاعتداء ثمّ تغافل من امر سيّاتهم وما توجه الٰى مواساتهم وماشاء ان ينتفع الجن من كفارته ويكون لهم حيات من ابارته و نجات من نار ابدية التى اعدّت لهم فما نفعهم ابارته ولا كفّارته وكانوا يومنون بالمسيح كما شهد عليه الانجيل بالبيان الصريح فكان الابن ما دعا تلك المذنبين الٰى هذا القِرىٰ وتقاعس كبخيل وضنين ومن المحتمل ان يكون للاب ابن آخر صلب لتلك المعشر بل من الواجبات ان يكون كذالك لتنجية العصاة۔ فانّ ابنا اذا صلب لنوع الانسان مع قلّة العصيان فكم من حرى ان يُصْلَبَ ابن اٰخر۔ لنوع جنى الذى ذنبهم اكبر و اكثر۔ والا فيلزم الترجيح بلا مرجح باليقين و يثبت بخل الاب او بخل البنين ولاشك ان فكر مغفرة قوم عادين والتغافل من قوم اٰخرين عدول صريح وظلم مبين بل يثبت من هذا جهل الاب المنان اما كان يعلم ان المذنبين قومان ولا يكفى لهم صليب بل اشتدت الحاجة الٰى ان يكون ابنان وصليبان لايقال ان الابن كان واحدا فرضى ليصلب لنوع الانسان وما كان ابن اٰخر لكفارة ابناء الجان لانا نقول فى جوابه ان الاب كان قادرًا علٰى ان يلد ابنا آخر وما كان كالعاجز الحيران فلا ريب انه ترك الحق عمدًا ومن النسيان او ما طلب ابناً ثانياً مخافة بقرة كالجيان"۔ [2]

---

[1] ست بچن صفحہ ۱۶۵۔ ر۔خ جلد ۱۰

[2] نور الحق حصہ اوّل صفحہ ۱۰۳تا۱۰۵۔ ر۔خ جلد ۸

ترجمہ :۔ "اور بیٹے سے یہ تعجب ہے کہ وہ خوب جانتا تھا کہ جنوں کا گروہ آدمیوں سے گناہ میں بڑھ گیا ہے اور وہ سیدھا راستہ اختیار نہیں کرتے بلکہ بے راہی کی تیزی میں حد سے زیادہ بڑھ گئے ہیں۔ پھر اس نے ان کے بارے میں تغافل کیا۔ اور ان کی ہمدردی کے لئے کچھ توجہ نہ کی۔ اور نہ چاہا کہ اس کے کفارہ سے جن کا گروہ فائدہ اُٹھاوے اور ان کو اس ابدی عذاب سے نجات ہو جو ان کے لئے تیار کیا گیا ہے۔ سو جنوں کو اس کے مصلوب ہونے نے کچھ بھی فائدہ نہ پہنچایا۔ حالانکہ وہ اس پر ایمان لاتے تھے۔ جیسا کہ اس پر انجیل گواہی دے رہی ہے پس گویا بیٹے نے اپنے اس کفارہ کی مہمانی کی طرف ان گناہگاروں کو نہیں بلایا۔ اور انجیلوں کی طرح تاخیر کی اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ باپ کا کوئی اور بیٹا ہو جو جنوں کے لئے پھانسی دیا گیا ہو۔ بلکہ یہ تو واجبات میں سے ہے کہ ایسا ہی ہو۔ کیونکہ جب ایک بیٹا نوع انسان کے لئے جو تھوڑے ہیں پھانسی دیا گیا۔ پس کس قدر لائق ہے کہ ایک دوسرا بیٹا جنوں کے لئے پھانسی ملے۔ جو گناہ اور تعداد کے لحاظ سے بنی آدم سے بڑھے ہوئے ہیں۔ ورنہ ترجیح بلا مرجح لازم آئے گی۔ اور باپ اور بیٹوں کا بخل ثابت ہوگا اور کچھ شک نہیں کہ ایک قوم کی مغفرت کا فکر، دوسری قوم سے تغافل صریح ظلم اور بے جا کارروائی ہے بلکہ اس سے تو باپ کا جہل ثابت ہوتا ہے کیا اس کو معلوم نہیں تھا کہ گناہگار لوگ دو قومیں ہیں صرف ایک قوم تو نہیں۔ سو دو قوموں کے لئے صرف ایک بیٹے کا پھانسی دینا کافی نہیں۔ بلکہ کافی طور پر یہ مقصد کب پورا ہوسکتا ہے کہ جب دو بیٹوں کو پھانسی دیا جاتا۔ یہ بات کہنے کے لائق نہیں کہ بیٹا تو صرف ایک ہی تھا وہ اس پر راضی تھا کہ وہ فقط نوع انسان کے لئے پھانسی دیا جاوے۔ کوئی دوسرا بیٹا تو نہیں تھا کہ تا جنوں کے لئے پھانسی دیا جاتا۔ کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ باپ اس بات پر قادر تھا کہ اس بات کے لئے کوئی اور بیٹا جنے جیسا کہ اس نے پہلا بیٹا جنا۔ پس کچھ شک نہیں کہ اس نے جنوں کے گروہ کو عمداً عذاب ابدی میں چھوڑا اور محض بخل کی راہ سے ان کے لئے کوئی پھانسی پر نہ لٹکایا۔"

چوبیسویں دلیل

انجیلی تعلیم کی رو سے موت گناہ کی سزا ہے۔ لکھا ہے :۔

"پس جس طرح ایک آدمی کے سبب سے گناہ دنیا میں آیا اور گناہ کے سبب سے موت آئی اور یوں موت سب آدمیوں میں پھیل گئی اس لئے کہ سب نے گناہ کیا۔" لہ

عیسائی اس اصول کو اس غرض کے لئے پیش کرتے ہیں کہ تا وہ یہ ثابت کرسکیں کہ تمام بنی آدم موروثی طور پر گناہگار ہیں اور اس طرح کفارہ کی ضرورت ثابت ہوسکے۔

لہ :۔ رومیوں ۵ : ۱۲

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس بات کی پُرزور تردید فرمائی ہے کہ موت گناہ کا پھل ہے۔ اگر یہ بات ثابت ہو جائے کہ آدم جس نے سب سے پہلے گناہ کیا اس سے پہلے بھی موت موجود تھی تو اس سے یہ اصول ٹوٹ جائے گا کہ گناہ سے موت پیدا ہوئی اور لازمی طور پر اس سے موروثی گناہ کا مسئلہ بھی باطل ہو جائیگا۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس بنیاد کو توڑ دیا ہے کہ آدم سے پہلے موت تھی بلکہ اس کے بعد ہوئی جس کو عیسائی گناہ کا پھل قرار دیتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"عیسائی کہتے ہیں کہ" انسان اور تمام حیوانات کی موت آدم کے گناہ کا پھل ہے"۔ حالانکہ یہ خیال دو طور سے صحیح نہیں ہے۔ اوّل یہ کہ کوئی محقق اس بات سے انکار نہیں کر سکتا کہ آدم کے وجود سے پہلے بھی ایک مخلوقات دنیا میں رہ چکی ہے اور وہ مرتے بھی تھے اور اس وقت نہ آدم موجود تھا اور نہ آدم کا گناہ۔ پس یہ صورت کیونکر پیدا ہو گئی۔ دوسرے یہ کہ اس میں شک نہیں کہ آدم بہشت میں بغیر ایک منع کئے ہوئے پھل کے اور سب چیزیں کھاتا تھا۔ پس کچھ شک نہیں ہو سکتا کہ وہ گوشت بھی کھاتا ہو گا۔ اس صورت میں بھی آدم کے گناہ سے پہلے حیوانات کی موت ثابت ہوتی ہے اور اگر اس سے بھی درگذر کریں تو کیا ہم دوسرے امر سے بھی انکار کر سکتے ہیں کہ آدم بہشت میں ضرور پانی پیتا تھا کیونکہ کھانا اور پینا ہمیشہ سے ایک دوسرے سے لازم پڑے ہوئے ہیں اور طبی تحقیقات سے ثابت ہے کہ ہر ایک قطرہ میں کئی ہزار کیڑے ہوتے ہیں پس کچھ شک نہیں کہ آدم کے گناہ سے پہلے کروڑہا کیڑے مرتے تھے پس اسی سے بہرحال ماننا پڑتا ہے کہ موت گناہ کا پھل نہیں اور یہ امر عیسائیوں کے اصول کو باطل کرتا ہے۔"[1]

ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیش کردہ مثالوں سے آدم سے پہلے موت کا وجود ثابت ہو جاتا ہے۔ پس موروثی گناہ اور سب بنی آدم کا گنہگار ہونا باطل ہوا۔ اور اس صورت میں نہ کفّارہ کی کچھ ضرورت رہتی ہے اور نہ بنیاد قائم رہتی ہے۔

پچیسویں[۲۵] دلیل

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کفّارہ کی تردید میں ایک دلیل یہ بیان فرمائی ہے کہ جب بُرے کاموں سے انسان سزا اور جہنّم کا مستحق ٹھہرتا ہے تو عقلی طور پر یہ استدلال کیا جا سکتا ہے کہ نیکیاں کرنے والا جنّت کا مستحق ہو گا۔ پس اس استدلال کی موجودگی میں نہ کفّارہ کی ضرورت رہتی ہے اور نہ یہ طریق نجات کا درست ثابت ہوتا ہے۔

---

[1] ۔ کتاب البریّہ صفحہ ۔ ر۔خ جلد ۱۳

جسمانی اور روحانی نظام میں جزا و سزا کی مشابہت کا ذکر کرتے ہُوئے حضور فرماتے ہیں :-

"بدکاروں کے لئے عالم آخرت کی سزا ضروری ہے کیونکہ جبکہ ہم دنیا میں جسمانی پاکیزگی کے قواعد کو ترک کر کے فی الفور کسی بلا میں گرفتار ہو جاتے ہیں، اسلئے یہ امر بھی یقینی ہے کہ اگر ہم روحانی پاکیزگی کے اصول کو ترک کریں گے تو اسی طرح موت کے بعد بھی کوئی عذاب مولم ضرور ہم پر وارد ہوگا۔ جو وباء کی طرح ہمارے ہی اعمال کا نتیجہ ہوگا"۔ [1]

اس پر حاشیہ میں فرمایا :-

"اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کفّارہ کچھ چیز نہیں بلکہ جیسا کہ ہم اپنے جسمانی بدطریقوں سے وباء کو اپنے پرلے آتے ہیں اور پھر حفظ صحت کے قواعد کی پابندی سے اس سے نجات پاتے ہیں۔ یہی قانونِ قدرت ہمارے روحانی عذاب اور نجات سے وابستہ ہے"۔ [2]

گویا بُرے اعمال سے انسان دوزخ اور اچھے اعمال سے جنّت کا مستحق بن جاتا ہے۔ پھر حضور نے اس عقلی استدلال کو ایک اور رنگ میں بھی بیان فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں :-

"ایک اور امر منصفوں کے لئے قابلِ غور ہے اور وہ یہ کہ عقلی تحقیق سے ثابت ہوتا ہے کہ نیک کام بلاشبہ اپنے اندر ایک ایسی تاثیر رکھتے ہیں جو نیکوکار کو وہ تاثیر نجات کا پھل بخشتی ہے کیونکہ عیسائیوں کو بھی اس بات کا اقرار ہے کہ بدی اپنے اندر ایک ایسی تاثیر رکھتی ہے کہ اس کا مرتکب ہمیشہ کے جہنّم میں جاتا ہے۔ تو اس صورت میں قانون قدرت کے اس پہلو پر نظر ڈال کر یہ دوسرا پہلو بھی ماننا پڑتا ہے کہ علیٰ ہذا القیاس نیکی بھی اپنے اندر ایک تاثیر رکھتی ہے کہ اس کا بجالانے والا وارث نجات بن سکتا ہے"۔ [3]

اس حوالہ میں حضور نے تحریر فرمایا ہے کہ عیسائی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ برائی بُرا نتیجہ پیدا کرتی ہے چنانچہ لکھا ہے :-

"بدکار خدا کی بادشاہت کے وارث نہ ہوں گے۔ نہ چور نہ زناکار، نہ شرابی۔ نہ ظالم۔ نہ عیاش"۔ [4]

پھر لکھا ہے :-

"جو جان گناہ کرتی ہے وہی مرے گی"۔ [5]

اس سے ثابت ہُوا کہ عیسائی بُرائی کے بُرے اثر کے ضرور قائل ہیں۔ پس حضور علیہ السلام کا یہ استدلال عقلی

---

[1] :- ایام الصلح صفحہ ۱۱۲۔ ر۔ خ جلد ۱۴ ؛ [2] :- ایام الصلح حاشیہ صفحہ ۱۱۳۔ ر۔ خ جلد ۱۴ ؛
[3] :- کتاب البریّہ صفحہ ۴۲۔ ر۔ خ جلد ۱۳ ؛ [4] :- کرنتھیوں ۶ : ۹، ۱۰ ؛ [5] :- حزقیل ۱۸ : ۲۰ ؛

طور پر بالکل درست ہے ۔ کہ پھر نیک اعمال کے نتیجہ میں بھی نیک اثر پیدا ہونا چاہیئے اور نجات ملنی چاہیئے ۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس جگہ تو عقل سے استدلال فرمایا ہے۔ ویسے امر واقعہ بھی یہی ہے کہ عیسائی تعلیمات سے بھی اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ نیک اعمال سے انسان کو نجات مل جاتی ہے ۔ یاد رہے کہ عیسائی کفّارہ کی بنیاد میں اس مفروضہ کو بھی شامل کرتے ہیں کہ نیک اعمال سے نجات نہیں ہو سکتی ۔ حالانکہ بائیبل کے مندرجہ ذیل حوالوں سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عقلی استدلال کے عین مطابق یہ ثابت ہوتا ہے کہ نیک اعمال سے انسان نجات حاصل کر لیتا ہے ۔ لکھا ہے کہ :۔

"مبارک وہ جو دل کے غریب ہیں کیونکہ آسمانی بادشاہت ان کی ہے ۔ مبارک ہیں وہ جو دل کے پاک ہیں خدا کو دیکھیں گے"۔ [1]

پھر لکھا ہے :۔

"جیسے جسم بے روح ہوتا ہے ویسے ایمان بھی بے عمل مُردہ ہے"۔ [2]

نیز لکھا ہے :۔

"توبہ کرو کیونکہ آسمان کی بادشاہت نزدیک آگئی ہے"۔ [3]

پھر حزقیل نبی کی کتاب کے باب ۱۸ میں اور حضرت مسیح کے مشہور پہاڑی وعظ میں اس بات کو بڑی وضاحت سے بیان کیا گیا ہے کہ جو سُن کر عمل نہیں کرتا وہ نقصان اُٹھائے گا ۔

پس ان بیانات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نیک اعمال بجا لانا بائیبل کے رُو سے بھی ضروری ہے ۔ اسلئے عیسائیوں کا یہ مفروضہ باطل ہو جاتا ہے کہ نیک اعمال کے وسیلے سے نجات نہیں ہو سکتی ۔ نجات صرف کفّارہ سے ہے ۔ سوال یہ ہے کہ اگر کفّارہ کے باوجود نیک اعمال کی ضرورت ہے جیسا کہ ثابت ہو چکا تو پھر ایسے کفّارہ کی ضرورت ہی کیا ؟

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو استدلال عقلی رنگ میں پیش فرمایا تھا وہ بائیبل کی تعلیم سے بھی ثابت ہوتا ہے اور اس طرح کفّارہ کا ایک بنیادی مفروضہ باطل ہو جاتا ہے ۔

چھبیسویں دلیل [26]

جب کفّارہ کے عقیدہ کا مختلف اعتبار سے تجزیہ کیا جاتا ہے اور اس پر کڑی تنقید کی جاتی ہے تو عیسائی حضرات یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ کفّارہ بھی تثلیث کی طرح ایک راز ہے جس کی حقیقت کو سمجھنا انسانی سمجھ سے باہر ہے ۔ اگر تو یہ اس وجہ سے ہے کہ کفّارہ کا مسئلہ انسانی عقل کے خلاف ہے تو پھر تو یہ مسئلہ ہی باطل ہو جاتا ہے ۔

---

[1] :۔ متی ۵/۳، ۸ ؛ [2] :۔ یعقوب ۲/۲۶ ؛ [3] :۔ متی ۴/۱۷ ؛

اور اگر اس وجہ سے اس کو راز قرار دیا جاسکتا ہے کہ انسانی عقل اپنی کمزوری یا کوتاہی کی وجہ سے اس کو سمجھنے سے قاصر ہے تو یہ امر عیسائیت کے خلاف ایک زبردست اعتراض کی بنیاد بنتا ہے کہ وہ کیوں ایسے عقائد پیش کرتی ہے جن کو کوئی انسان کبھی سمجھ ہی نہیں سکتا۔ کیا ان کو راز قرار دینا کسی غلطی اور خامی کی پردہ پوشی کا ذریعہ ہے یا عیسائیت اپنے ماننے والوں سے یہ مطالبہ کرتی ہے کہ وہ آنکھیں بند کر کے ہر صحیح یا غلط عقیدہ کو مان لیا کریں۔ بہرحال ہر عقیدہ کو راز قرار دے کر اس کی دلیل دینے سے گریز کرنا عندالعقل قابلِ قبول نہیں۔ بلکہ ایسا طریق واضح کرتا ہے کہ ان عقائد میں کوئی ایسی بنیادی خامی اور غلطی ہے جس کی وجہ سے یہ نہ سمجھے جا سکتے ہیں اور نہ سمجھائے جا سکتے ہیں۔ آخر ان کو راز قرار دینے کی کیا حکمت اور کیا وجہ ہے۔ ؎

"کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی اس دلیل کو پیش فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"انجیل خاموش کے چالاک اور عیار حامیوں نے اس خیال سے کہ انجیل کی تعلیم عقلی زور کے مقابل بے جان محض ہے نہایت ہوشیاری سے اپنے عقائد میں اس امر کو داخل کر لیا کہ تثلیث اور کفارہ ایسے راز ہیں کہ انسانی عقل ان کی کنہ تک نہیں پہنچ سکتی"[۱]

پس ثابت ہوا کہ کفارہ کو ایک راز قرار دینا اس کے باطل ہونے کی زبردست دلیل ہے کیونکہ کوئی ایسا عقیدہ جو انسانوں سے متعلق بلکہ ان کی نجات کا ذریعہ ہو سربستہ راز نہیں رکھا جا سکتا اور نہ ایسا ہونا چاہیئے ورنہ اس عقیدہ کا وجود اور عدم برابر ہوں گے۔

ستائیسویں دلیل

کفارہ کی تردید میں ایک اور دلیل یہ ہے کہ کفارہ کو اگر بالفرض نجات کا ذریعہ تسلیم بھی کر لیا جائے تو یہ نجات کا کوئی مکمل اور قابلِ اعتبار ذریعہ نہیں کیونکہ یہ بات عیسائی مسلّمات میں داخل ہے کہ مسیح نے ایک ہی دفعہ صلیب پائی مسیح دو دفعہ مصلوب نہیں ہو سکتا۔ اب اگر مسیح دوبارہ مصلوب ہو کر ایک بار پھر گناہوں کا کفارہ نہیں ہو سکتا تو وہ گناہ جو کفارہ پر ایمان لانے کے بعد سرزد ہوں ان کی بخشش کا ذریعہ کیا ہو؟ اس اشکال کا عیسائیت کے پاس کوئی جواب نہیں۔ ایک ہی صورت ان گناہوں کے کفارہ کی ہو سکتی ہے کہ خدا کا بیٹا بار دگر مصلوب ہو لیکن ایسا ہو نہیں سکتا۔ گویا پھر ان گناہوں کا کوئی علاج نہ ہوا۔ پس کفارہ کا اصول ناکافی اور نامکمل ہے۔ یہ تو گویا ایک لحاظ سے نجات کی راہ بند کر دیتا ہے۔

---

[۱]:۔ ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۶۲

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے اس دلیل کو مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان فرمایا ہے :۔

"عیسائیوں کے اصول کے موافق مسیح کے خون پر ایک بار ایمان لا کر اگر گناہ ہو جاوے تو پھر صلیب مسیح کوئی فائدہ نہیں دے سکتی۔ کیونکہ مسیح دو مرتبہ صلیب پر نہیں چڑھے گا تو کیا یہ بات صاف نہیں ہے کہ ان ..... کیلئے بخشے جانے اور نجات کی راہ بند ہے۔" [۱]

عیسائی یہ کہا کرتے ہیں کہ پولوس کا یہ کہنا کہ مسیح دوبارہ مصلوب ہو کر گناہوں کا کفارہ نہیں ہو سکتا غلط ہے۔ اور حقیقت میں کفارہ پر ایمان لانے کے بعد پھر کوئی گناہ سرزد نہیں ہوتا تو ایک تو یہ بات مشاہدہ کے خلاف ہے۔ دوسرے اگر پھر چوری کرنے کے باوجود وہ چوری نہ کہلائے گی تو اس طرح تو معاشرہ کا امن تباہ و برباد ہو جائے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس عذر کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں :۔

"اگر یہ کہو کہ پولوس نے غلطی کھائی ہے یا جھوٹ بولا ہے اور اصل بات یہی ہے کہ لعنتی قربانی پر ایمان لانے کے بعد کوئی گناہ گناہ نہیں رہتا۔ چوری کرو۔ زنا کرو۔ خون ناحق کرو۔ جھوٹ بولو امانت میں خیانت کرو غرض کچھ کرو۔ کسی گناہ کا مواخذہ نہیں تو ایسا مذہب ایک ناپاکی پھیلانے والا مذہب ہوگا۔ اور وقت کی گورنمنٹ کو مناسب ہوگا کہ ایسے عقاید کے پابندوں کی ضمانتیں لیوے۔" [۲]

اٹھائیسویں دلیل

کفارہ کا عقیدہ اس وجہ سے بھی غلط ثابت ہوتا ہے کہ اس عقیدہ کی بنیاد ایسے امور پر رکھی گئی ہے جو صریح طور پر گناہ کی صورت ہیں۔ استدلال یہ ہے کہ کیا وہ عقیدہ جس کی بنیاد ہی گناہ پر ہو وہ گناہ سے نجات کا ذریعہ ہو سکتا ہے عقل اس بات کو ہرگز ہرگز تسلیم نہیں کر سکتی کہ ایسا عقیدہ جو گناہ کی پیداوار ہے اور جس پر یقین رکھنے سے گناہ لازم آتا ہے وہ بنی آدم کی نجات کا ذریعہ ہو۔ پس اس وجہ سے کفارہ کا عقیدہ ایک باطل عقیدہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

"یہ اصول ہی اپنی جڑھ میں گناہ رکھتا ہے۔" [۳]

مَیں بطور مثال صرف دو گناہوں کا ذکر کرتا ہوں جن پر بنیاد رکھ کر کفارہ کا عقیدہ بنایا گیا ہے۔ ایک شرک ہے اور دوسرا خدا کے ایک نبی کو ملعون قرار دینا کفارہ کا اصل الاصول یہ ہے کہ حضرت مسیح خدا ہیں اور اس کے بیٹے ہیں ظاہر ہے کہ یہ واضح شرک ہے اور ایسا زبردست گناہ ہے جس کے علی الاعلان ارتکاب کے بعد رحمت کی امید اور نجات کی توقع نہیں ہو سکتی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام فرماتے ہیں :۔

---

۱ : ملفوظات جلد ہفتم صفحہ ۱۸۲ ؛ ۲ : سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب صفحہ ۱۲، ۱۳ جلد ۱۲ ؛ ۳ : ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۱۴۵ ؛

"گناہوں سے بچانے کے لئے ایک اور بڑا گناہ تجویز کیا کہ انسان کو خدا بنایا گیا۔ کیا اس سے بڑھ کر کوئی اور گناہ ہو سکتا ہے؟ پھر خدا بنا کر اسے معاً ملعون بھی قرار دیا۔ اس سے بڑھ کر گستاخی اور بے ادبی اللہ تعالیٰ کی کیا ہوگی؟ ایک کھاتا پیتا حوائج کا محتاج خدا بنا لیا گیا۔"[1]

نیز فرمایا:۔

"اپنے بچاؤ کے لئے اور گناہوں سے نجات پانے کے لئے ایک ایسا گناہ تجویز کیا جو کسی صورت میں بخشا نہ جاوے یعنی شرک کیا اور عاجز انسان کو خدا بنا لیا۔"[2]

دوسرا گناہ خدا کے نبی کو ملعون قرار دینا ہے۔ کفارہ کی رُو سے عیسائی اس بات کو مانتے ہیں کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام نے صلیب جان دیکر بنی آدم کے سب گناہ اُٹھا لئے اور ہماری خاطر لعنتی بنا۔ لکھا ہے:۔

"مسیح جو ہمارے لئے لعنتی بنا۔"[3]

لعنت کا مفہوم ایک گذشتہ دلیل کے ضمن میں بیان ہو چکا ہے۔ کسی عام انسان پر کوئی معمولی سا الزام لگانا بھی ایک بڑا کام ہے لیکن خدا کے ایک برگزیدہ نبی اور معصوم انسان کو لعنتی اور ملعون قرار دینا تو اتنا بڑا گناہ ہے کہ انسان کے ایمان پر موت وارد کرتا ہے۔ لیکن عیسائی محض اپنی نجات کی خاطر خدا کے ایک نبی کو ملعون بنانے پر بھی تیار ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تو فرماتے ہیں:۔

"بہتر ہوتا کہ عیسائی اپنے لئے دوزخ قبول کر لیتے مگر اس برگزیدہ انسان کو ملعون اور شیطان نہ ٹھہراتے ایسی نجات پر لعنت ہے جو بغیر اس کے جو راستبازوں کو بے ایمان اور شیطان قرار دیا جائے مل نہیں سکتی۔"[4]

پھر آپ فرماتے ہیں:۔

"اگر نجات اسی طرح حاصل ہو سکتی ہے کہ اوّل یسوع کو شیطان اور خُدا سے برگشتہ اور خدا سے بیزار ٹھہرایا جائے۔ تو لعنت ہے ایسی نجات پر!! اس سے بہتر تھا کہ عیسائی اپنے لئے دوزخ کو قبول کر لیتے مگر خُدا کے ایک مقرب کو شیطان کا لقب نہ دیتے۔"[5]

پس ظاہر ہے کہ خدا کے نبی کو ملعون اور شیطان قرار دینا کتنا عظیم گناہ ہے۔ لیکن کفارہ کی رو سے اس گناہ کا ارتکاب کرنا لازم ہے۔ عجیب بات ہے کہ عیسائی اس گناہ کے ارتکاب کو گناہ سے نجات کا ذریعہ قرار دیتے ہیں۔

ع ایں چہ بوالعجبی است

---

[1] :۔ لیکچر لدھیانہ صفحہ ۱۴۔ ر۔خ جلد ۲۰ ٭ [2] :۔ لیکچر لدھیانہ صفحہ ۱۴۔ ر۔خ جلد ۲۰ ٭ [3] :۔ گلیتوں ۳/۱۳ ٭
[4] :۔ سراج منیر صفحہ ۲۲۔ ر۔خ جلد ۱۲ ٭ [5] :۔ سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب صفحہ ۔ ر۔خ جلد ۱۲ ٭

خلاصہ دلیل یہ ہے کہ کفارہ کی بنیاد گناہ پر ہے پس یہ گناہ سے نجات کا ذریعہ کیسے ہو سکتا ہے۔ لہٰذا اس کا سارا فلسفہ باطل ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس دلیل کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے، آپ فرماتے ہیں :۔

"ایک عاجز انسان کو خدا بنانا ...... اور اس شخص کو خدا کا بھی کہنا اور پھر شیطان کا بھی۔ کیا ان گندی اور نامعقول باتوں کو ماننا پاک فطرت لوگوں کا کام ہے؟!!" لہ

انتیسویں[۲۹] دلیل

کفّارہ کے خلاف ایک دلیل یہ ہے کہ اس عقیدہ میں ایک عجیب قسم کا تضاد پایا جاتا ہے جو اس کو باطل قرار دیتا ہے۔

عیسائی حضرات یہ کہتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے جو خُدا تھے صلیب پر مر کر جان دیدی اور ملعون ہو گئے۔ اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ کیا خدا یا خدا کا بیٹا ملعون اور مصلوب ہو سکتا ہے؟ کیا خدا مرا بھی کرتا ہے۔ اس کی صفت تو یہ ہے کہ :۔

"بقا صرف اسی کو ہے" ٹہ

پس اگر مسیح خُدا تھا اور مر گیا تو پھر وہ خدا نہیں ثابت ہو سکتا۔ اور جب مسیح خدا نہیں تو انکی قربانی کفارہ نہیں ہو سکتی۔

اس اعتراض کے جواب میں وہ یہ کہتے ہیں کہ مسیح میں دو شخصیتیں تھیں۔ ایک انسان کی اور دوسری خُدا کی۔ ایک جسم تھی اور ایک رُوح ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ مسیح کی ان شخصیات میں عیسائی کوئی حد فاصل نہ مقرر کرتے ہیں اور نہ کر سکتے ہیں۔ دراصل اس طرح وہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ صلیب پر صرف مسیح انسان مرا تھا۔ مسیح جو خُدا تھا وہ نہ مرا گویا ان کی رُوح خدا تھی جو مری نہیں بلکہ زندہ رہ گئی۔

عیسائیوں کے اس جواب پر یہ مقولہ صادق آتا ہے کہ آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا۔ ایک اعتراض سے تو عیسائی بظاہر بچ گئے کہ ان کا خدا صلیب پر نہیں مرا لیکن ایک دوسرا زبردست اعتراض ان کی اس وضاحت پر یہ پڑتا ہے کہ جب مسیح جو خدا تھا وہ نہیں مرا بلکہ مسیح انسان صلیب پر مرا ہے تو وہ کفّارہ کیسے ہُوا؟ کفّارہ کے لئے تو ضروری ہے کہ خدا اپنی قربانی دے جو پاک اور معصوم ہے۔ مسیح جو انسان تھا اور مریم کے پیٹ سے پیدا ہُوا وہ تو گناہگار تھا۔ وہ اس قربانی کے لائق نہیں ٹھہر سکتا۔ پس ثابت ہُوا کہ اگر مسیح انسان نے صلیب پر جان دی تو وہ ایسا وجود نہیں کہ اسکی قربانی تمام بنی آدم کے گناہ کا کفّارہ ہو سکے۔ اس

لہ ۱۔ سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب صفحہ ۔ ر۔ خ جلد ۱۲ ٹہ ۲۔ ۱۔ تمطاؤس ۱۶/۶ ؛

تشریح سے تو گویا کفارہ کا سارا اصول ہی باطل ہو جاتا ہے ۔

کفارہ پر تضاد کا یہ اعتراض ایسا ونسی ہے کہ اسکے مقابل پر عیسائیوں کی حالت نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن والی ہے ۔ مسیح کو خدا کہیں تو مرنے سے اس کی خدائی باطل ہوتی ہے ۔ مسیح کو انسان کہیں تو کفارہ کا اصول ٹوٹتا ہے ۔ فرار کی کوئی راہ نہیں ۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مندرجہ ذیل حوالہ جات میں یہ دلیل مذکور ہے ۔ حضور فرماتے ہیں :-

(۱) " عیسویت کے ابطال کے واسطے تو ایک دانا آدمی کے لئے یہی کام ہے کہ ان کے اس عقیدہ پر نظر کرے کہ خُدا مر گیا ہے ۔ بھلا کوئی سوچے کہ خدا بھی مرا کرتا ہے ۔ اگر یہ کہیں کہ خُدا کی رُوح نہیں بلکہ جسم مرا تھا تو ان کا کفارہ باطل ہو جاتا ہے " [۱]

(۲) " پھر خدا ہونے کے برخلاف وہ مرتا ہے ۔ کیا خدا بھی مرا کرتا ہے ؟ اور اگر محض انسان مرا ہے تو پھر کیوں یہ دعویٰ ہے کہ ابن اللہ نے انسانوں کے لئے جان دی " [۲]

(۳) " عیسائی کفارہ پر اس قدر زور دیتے ہیں حالانکہ یہ بالکل لغو بات ہے ان کے اعتقاد کے موافق مسیح کی انسانیت قربان ہو گئی مگر صفت خدائی زندہ رہی ۔ اب اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ وہ جو دنیا کے لئے فدا ہوا وہ تو ایک انسان تھا ۔ خدا نہ تھا حالانکہ کفارہ کے لئے بموجب انہی کے اعتقاد کے خدا کو قربان ہونا ضروری تھا مگر ایسا نہیں ہوا بلکہ ایک انسانی جسم فدا ہوا اور خدا زندہ رہا اور اگر خدا فدا ہوا تو اس پر موت آئی " [۳]

تیسویں دلیل [۳۰]

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علم کلام کا ایک نمایاں وصف ہم نے یہ دیکھا ہے کہ آپ ہمیشہ مخالفین کے عقائد کا رد فرماتے ہوئے اُن کے عقائد کی بنیاد پر تبر رکھتے ہیں ۔ کیونکہ اگر کسی عقیدہ کی بنیاد یا اصل ہی باطل ہو جائے تو اس پر کوئی عمارت نہ استوار ہو سکتی ہے اور نہ قائم رہ سکتی ہے ۔ یہ باطل شکن حربہ آپ نے کفارہ کی تردید میں بھی استعمال فرمایا ہے ۔

عیسائی حضرات کفارہ کی غرض و غائت یہ بیان کرتے ہیں کہ اس سے انسانوں کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں ۔ اور ان کو نجات مل جاتی ہے ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عیسائیوں کے اس دعویٰ کا مختلف

---

[۱] :- ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۲۹۲ ؛
[۲] :- چشمہ مسیحی صفحہ ۱۶ ۔ ر ۔ خ جلد ۲۰ ؛
[۳] :- ملفوظات جلد دہم صفحہ ۱۶۶ ؛

پہلوؤں سے جائزہ لے کر غلط قرار دیا ہے۔ کفّارہ اور گناہوں کی معافی کے سلسلہ میں حضور نے جو دلائل بیان فرمائے ہیں وہ اس جگہ بیان ہوں گے۔

اس ضمن میں حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے سب سے پہلے یہ اصولی تجزیہ فرمایا ہے کہ کیا کفّارہ اور گناہ کے درمیان کوئی تعلق بھی ہے یا نہیں۔ اور کیا عقلی اور منطقی طور پر یہ ممکن ہے کہ کفّارہ پر ایمان لانے والوں کے گناہ بخشے جائیں۔ حضور نے سب سے پہلے گناہ کی حقیقت اور فلاسفی بیان کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔ 2

"اگر روحانی فلاسفی کی رو سے گنہ کی حقیقت پر غور کی جائے تو اس تحقیق کی رو سے بھی یہ عقیدہ فاسد ٹھہرتا ہے کیونکہ گناہ درحقیقت ایک ایسا زہر ہے جو اس وقت پیدا ہوتا ہے کہ جب انسان خدا کی اطاعت اور خدا کی پُرجوش محبت اور محبّانہ یادِالٰہی سے محروم اور بے نصیب ہو اور جیسا کہ ایک درخت جب زمین سے اکھڑ جائے اور پانی چوسنے کے قابل نہ رہے تو وہ دن بدن خشک ہونے لگتا ہے۔ اور اس کی تمام سرسبزی برباد ہو جاتی ہے۔ یہی حال اس انسان کا ہوتا ہے جس کا دل خدا تعالیٰ کی محبت سے اکھڑا ہوا ہوتا ہے۔ پس خشکی کی طرح گناہ اس پر غلبہ کرتا ہے۔" [1]

گویا گناہ ایک تاریکی خشکی اور لاتعلقی کا نام ہے جو اس وقت پیدا ہوتا ہے کہ جب انسان خدا سے اپنے تعلق اور رشتہ کو توڑ لیتا ہے۔ ہر عقلمند انسان اس بات کو سمجھ سکتا ہے کہ جب تک کسی بات کے سبب کو دُور نہ کیا جائے مسبّب کے زائل ہونے کا سوال نہیں ہوتا۔ مثلاً تاریکی اس وقت تک دُور نہیں ہو سکتی جب تک روشنی نہ آئے۔ بھوک اس وقت تک دُور نہیں ہو سکتی جب تک کچھ کھایا نہ جائے۔ اسی طرح پر گناہ بھی اس وقت تک دُور نہیں ہو سکتا جب تک اسکے اصل سبب کو ختم نہ کیا جائے۔ پس عقلی طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ گناہ کا علاج گناہ کے سبب کو دُور کرنا ہے۔ حضور فرماتے ہیں:۔

(۱) "گناہ کے دُور کرنے کا علاج صرف خدا کی محبت اور عشق ہے۔" [2]

(۲) "چونکہ گناہ کی خشکی بے تعلقی سے پیدا ہوتی ہے اس لئے اس خشکی کے دُور کرنے کے لئے سیدھا علاج مستحکم تعلق ہے۔" [3]

(۳) "اس خشکی کا علاج خدا کے قانونِ قدرت میں تین طور سے ہے۔ (۱) ایک محبت (۲) استغفار جس کے معنے ہیں دبانے اور ڈھانکنے کی خواہش۔ کیونکہ جب تک مٹی میں درخت

---

[1] :۔ سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب صـ۲۔ ر۔خ جلد ۱۲؛ [2] :۔ ایضاً صـ۲؛ [3] :۔ ایضاً صـ۳؛

کی جڑ جمی رہے تب تک وہ سرسبزی کا امیدوار ہوتا ہے۔ (۳) تیسرا علاج توبہ ہے یعنی زندگی کا پانی کھینچنے کے لئے تذلّل کے ساتھ خدا کی طرف پھرنا۔ اور اس کے اپنے تئیں نزدیک کرنا۔ اور معصیت کے حجاب سے اعمال صالحہ کے ساتھ اپنے تئیں باہر نکالنا"۔ ؎۱

(۴) "گناہ کی فلاسفی یہی ہے کہ وہ خدا سے جُدا ہو کر پیدا ہوتا ہے۔ لہٰذا اس کا دُور کرنا خدا کے تعلق سے وابستہ ہے۔ پس وہ کیسے نادان لوگ ہیں جو کسی کی خودکشی کو گناہ کا علاج کہتے ہیں"۔ ؎۲

گناہ کی فلاسفی اور علاج کو بیان کرنے کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ استدلال فرمایا ہے کہ گناہ کا جو علاج عیسائی حضرات بیان کرتے ہیں اس کا گناہ کی حقیقی فلاسفی اور اس کے علاج کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس امر کو مثالوں سے واضح کرتے ہوئے حضور فرماتے ہیں:۔

(۱) "سب سے پہلے ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ کفارہ میں اور گناہوں سے بچنے میں کوئی رشتہ بھی ہے یا نہیں؟ جب ہم غور کرتے ہیں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں میں باہم کوئی رشتہ اور تعلق نہیں۔ مثلاً اگر ایک مریض کسی طبیب کے پاس آوے تو طبیب اس کا علاج کرنے کے بجائے اُسے یہ کہدے کہ تو میری کتاب کا جز لکھدے تیرا علاج یہی ہے تو کون عقلمند اس علاج کو قبول کرے گا۔ پس مسیح کے خون اور گناہ کے علاج میں اگر یہی رشتہ نہیں ہے تو اور کونسا رشتہ ہے۔ یا یُوں کہو کہ ایک شخص کے سر میں درد ہوتا ہے اور دوسرا آدمی اس پہ رحم کھا کر اپنے سر میں پتھر مارے اور اس کے درد سر کا اُسے علاج تجویز کرے۔ یہ کیسی ہنسی کی بات ہے۔ پس ہمیں کوئی بتادے کہ عیسائیوں نے ہمارے سامنے پیش کیا کیا ہے جو کچھ وہ پیش کرتے ہیں۔ وہ تو ایک قابل شرم بناوٹ ہے۔ گناہوں کا علاج کیا؟"۔ ؎۳

(۲) "وہ اس بات کو مانتے ہیں کہ نجات کا اصل ذریعہ گناہوں سے پاک ہونا ہے اور پھر باوجود تسلیم اس بات کے گناہوں سے پاک ہونے کا حقیقی طریقہ بیان نہیں کرتے بلکہ ایک قابلِ شرم بناوٹ کو پیش کرتے ہیں جس کو گناہوں سے پاک ہونے کے ساتھ کوئی حقیقی رشتہ نہیں"۔ ؎۴

(۳) "کفارہ کی اصل غرض تو یہ بتائی جاتی ہے کہ نجات حاصل ہو۔ اور نجات دوسرے الفاظ میں

؎۱:۔ سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب صفحہ ۳۔ جلد ۱۲؛ ؎۲:۔ سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب صفحہ ۴۔ ر۔خ۔ جلد ۱۲۔
؎۳:۔ ملفوظات جلد سوم صفحہ ۲۔ ؎۴:۔ کتاب البریّہ صفحہ ۸۴۔ ر۔خ جلد ۱۳؛

گناہ کی زندگی اور موت سے بچے جانے کا نام ہے مگر میں ...... پوچھتا ہوں کہ خُدا کیلئے انصاف کرکے بتاؤ کہ گناہ کو کسی کی خودکشی سے فلسفیانہ طور پر کیا تعلق ہے۔اگر مسیح نے نجات کا مفہوم یہی سمجھا اور گناہوں سے بچانے کا یہی طریق انہیں سوجھا تو پھر نعوذ باللہ ہم ایسے آدمی کو تو رسول بھی نہیں مان سکتے کیونکہ اس سے گناہ رک نہیں سکتے [1]

(٤)

"انہوں نے گناہ سے پاک ہونے کا ایک پہلو سوچا ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت عیسٰی کو خُدا اور خُدا کا بیٹا مان لو اور پھر یقین کرلو۔ کہ اس نے ہمارے گناہ اُٹھا لئے۔ اور وہ صلیب کے ذریعہ لعنتی ہوا۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ اب غور کرو کہ حصول نجات کو اس طریق سے کیا تعلق؟ گناہوں سے بچانے کے لئے ایک اور بڑا گناہ تجویز کیا کہ انسان کو خدا بنایا گیا۔ کیا اس سے بڑھ کر کوئی اور گناہ ہو سکتا ہے؟ پھر خدا بنا کر اسے معاً ملعون بھی قرار دیا۔ اس سے بڑھ کر گستاخی اور بے ادبی اللہ تعالیٰ کی کیا ہوگی؟ ایک کھاتا پیتا حوائج کا محتاج خدا بنا لیا گیا۔ غرض عیسائیوں نے گناہ کے دُور کرنے کا جو علاج تجویز کیا ہے وہ ایسا علاج ہے جو بجائے خود گناہ کو پیدا کرتا ہے اور اس کو گناہ سے نجات پانے کے ساتھ کوئی تعلق ہی نہیں ہے"۔ [2]

(٥)

"یہ خیال کہ گویا حضرت عیسٰی علیہ السلام کے صلیب دئے جانے پر ایمان لانا اور ان کو خدا سمجھنا انسان کے تمام گناہ معاف ہو جانے کا موجب ہے۔ کیا ایسے خیال سے توقع ہو سکتی ہے کہ انسان میں سچی نفرت گناہ سے پیدا کرے۔ صاف ظاہر ہے کہ ہر ایک ضد اپنی ضد سے دُور ہوتی ہے۔ سردی کو گرمی دُور کرتی ہے اور تاریکی کے ازالہ کا علاج روشنی ہے۔ پھر یہ علاج کس قسم کا ہے کہ زید کے مصلوب ہونے سے بکر گناہ سے پاک ہو جائے؟" [3]

(٦)

"ہمیں کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس قسم کی مظلومانہ موت سے دوسروں کے دل گناہ کی پلید خصلت سے کیونکر صاف اور پاک ہو سکتے ہیں۔ اور کیونکر ایک بے گناہ کے قتل ہونے

---

[1] :- ملفوظات جلد سوم صفحہ ١٠٩-١١٠ ۔ [2] :- ملفوظات جلد ہشتم صفحہ ٢٥٥ ۔
[3] :- براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ٣٥ ۔ جلد ٢١ ۔

سے دوسروں کو گذشتہ گناہوں کی معافی کی سند مل سکتی ہے۔" ؎۱

(۷)

"انہوں نے گناہ سے پاک ہونے کا ایک پہلو سوچا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کو خدا اور خدا کا بیٹا مان لو۔ اور پھر یقین کر لو۔ کہ اُنہی نے ہمارے گناہ اُٹھا لئے اور وہ صلیب کے ذریعے لعنتی ہؤا۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ اب غور کرو کہ حصول نجات کو اس طریق سے کیا تعلق؟" ؎۲

اور آخر میں بطور خلاصہ فرمایا:۔

"جب ہم انجیل کی طرف آتے ہیں تو گناہ سے بچنے کے لئے صرف اس میں ایک غیر معقول طریق پاتے ہیں جس کو ازالۂ گناہ سے کچھ بھی تعلق نہیں۔" ؎۳

پس ان حوالوں سے ظاہر ہے کہ عیسائیت کے پیش کردہ طریق نجات یعنی کفّارہ کا گناہوں کی معافی کے ساتھ کوئی حقیقی اور درست تعلق نہیں ہے۔ گویا کفّارہ سے گناہوں کی معافی کی اُمید رکھنا ایک طمع خام ہے جس کی کچھ حقیقت نہیں۔ پس اس دلیل سے ثابت ہوتا ہے کہ جب کفّارہ کا گناہوں کی معافی سے کوئی تعلق نہیں تو یہ طریق نجات باطل ہے۔

اکتیسویں (۳۱) دلیل

گناہ کی معافی کے ضمن میں کفّارہ کے ردّ میں اکتیسویں دلیل یہ ہے کہ عیسائی تو یہ کہتے ہیں کہ کفّارہ پر یقین لانے سے انسان کے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور پھر انسان گناہ نہیں کرتا لیکن جب ہم اصولی طور پر غور کرتے ہیں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ باوجود کفّارہ پر ایمان لانے کے لوگوں سے گناہ دُور نہیں ہؤا اگر ہم ایک بھی ایسی مثال پیش کر دیں کہ کفّارہ پر ایمان لانے کے بعد انسان سے گناہ سرزد ہؤا تو اس سے کفّارہ کا اصول باطل ہو جاتا ہے۔

چنانچہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس دلیل کو اس رنگ میں پیش فرمایا ہے کہ کفّارہ دُنیا میں گناہوں کے صدور کو روک نہیں سکا۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام لطیف رنگ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"اس نے تمام کے گناہ اُٹھا کر پھر گناہ کیا کہ اس کو معلوم تھا کہ دُعا قبول نہ ہوگی مگر پھر

؎۱:۔ لیکچر لاہور صـ۱ ر۔خ جلد ۲۰

؎۲:۔ لیکچر لدھیانہ صـ۳ جلد ۲۰

؎۳:۔ " " صـ۲۱ " "

بھی کرتا ہی رہا"۔ [1]

عقیدۂ کفّارہ انسانوں کو گناہ سے بچا نہیں سکا۔ حضور علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں :۔

"یہ جھوٹا کفارہ کسی کو نفسانی جذبات سے بچا نہیں سکتا اور خود مسیح کو بھی بچا نہ سکا۔ دیکھو وہ کیسے شیطان کے پیچھے پیچھے چلا گیا حالانکہ اس کو جانا مناسب نہ تھا۔۔۔۔۔۔ غرض کفّارہ مسیح کی ذات کو بھی کچھ فائدہ نہ پہنچا سکا"۔ [2]

گویا ثابت ہؤا کہ باوجود کفارہ پر ایمان لانے کے خود مسیح بھی گناہ سے محفوظ نہ رہ سکا۔ اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ کفارہ کا یہ اصول دوسرے انسانوں کے گناہ معاف کرنے کے لئے کتنا مفید اور کارگر ثابت ہوسکتا ہے۔

صرف حضرت مسیح علیہ السّلام کی ذات کا سوال نہیں بلکہ یہ کفّارہ نہ گذشتہ نبیوں کو گناہ سے روک سکا اور نہ حواریوں کو گناہ سے محفوظ رکھ سکا۔ ان سے بھی (عیسائی عقیدہ کے مطابق) برابر گناہ صادر ہوتے رہے۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں :۔

"بموجب عقیدہ عیسائیوں کے حضرت داؤد علیہ السلام بھی کفّارہ یسوع پر ایمان لائے تھے لیکن بقول ان کے ایمان لانے کے بعد نعوذ باللہ حضرت داؤد نے ایک بے گناہ کو قتل کیا اور اس کی جورو سے زنا کیا اور نفسانی کاموں میں خلافت کے خزانہ کا مال خرچ کیا اور ۱۰۰ تک جورو کی۔ اور اخیر عمر تک اپنے گناہوں کو تازہ کرتے رہے اور ہر روز کمال گستاخی کے ساتھ گناہ کا ارتکاب کیا۔ پس اگر یسوع کی لعنتی قربانی گناہ سے روک سکتی تو بقول ان کے داؤد اس قدر گناہ میں نہ ڈوبتا۔ ایسا ہی یسوع کی تین نانیاں زنا کی بُری حرکت میں مبتلا ہوئیں۔ پس ظاہر ہے کہ اگر یسوع کی لعنتی قربانی پر ایمان لانا اندرونی پاکیزگی پیدا کرنے کے لئے کچھ اثر رکھتا تو اس کی نانیاں ضرور اس سے فائدہ اُٹھاتیں اور ایسے قابل شرم گناہوں میں مبتلا نہ ہوتیں۔ ایسا ہی یسوع کے حواریوں سے بھی ایمان لانے کے بعد قابل شرم گناہ سرزد ہوئے۔ یہودا اسکریوطی نے تیس ۳۰ روپیہ پر یسوع کو بیچا اور پطرس نے سامنے کھڑے ہو کر تین مرتبہ یسوع پر لعنت بھیجی اور باقی سب بھاگ گئے اور ظاہر ہے کہ نبی پر لعنت بھیجنا سخت گناہ ہے"۔ [3]

نیز فرمایا :۔

---

[1] :۔ ملفوظات جلد چہارم صفحہ ۱۱۶ ؛ [2] :۔ ست بچن صفحہ ۱۶۸۔۱۷۰ روحانی خزائن جلد ۱۰ ؛

[3] :۔ سراج دین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب صفحہ ۱، صفحہ ۱۱ جلد ۱۲ ؛

"پھر جب دیکھتے ہیں کہ یسوع کے کفّارہ نے حواریوں کے دلوں پر کیا اثر کیا۔ کیا وہ اس پر ایمان لاکر گناہ سے باز آگئے تو اس جگہ بھی سچی پاکیزگی کا خانہ خالی ہی معلوم ہوتا ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ وہ لوگ سولی ملنے کی خبر کو سن کر ایمان لاچکے تھے لیکن پھر بھی نتیجہ یہ ہؤا کہ یسوع کی گرفتاری پر پطرس نے سامنے کھڑے ہو کر اس پر لعنت بھیجی باقی سب بھاگ گئے اور کسی کے دل میں اعتقاد کا نور باقی نہ رہا۔" [1]

ان سب مثالوں کو بیان کرنے کے بعد حضور نے استدلال فرمایا ہے کہ:۔

"ان تمام واقعات سے بکمال صفائی ثابت ہوتا ہے کہ لعنتی قربانی گناہ سے روک نہیں سکی۔" [2]

ان مذکورہ بالا حوالہ جات سے عیسائیوں کا یہ اصول سراسر باطل اور خلاف واقعہ ثابت ہوتا ہے کہ کفّارہ پر ایمان لانے سے گناہوں کا صدور رُک جاتا ہے۔ پس ثابت ہؤا کہ جب یہ اصول باطل ہے تو نہ کفّارہ کی کوئی ضرورت ہے اور نہ فائدہ۔ لہٰذا کفّارہ بے کار ہے۔

اگرچہ یہ بات دلائل سے ثابت نہیں ہوتی کہ کفّارہ سے گناہ رک جاتے ہیں لیکن اگر ہم بغیر کسی دلیل کے وقتی طور پر یہ فرض بھی کرلیں کہ ایسا ہو جاتا ہے یعنی کفّارہ سے گناہ دُور ہو جاتے ہیں تو انسانی اخلاق کے اعتبار سے یہ بات کوئی خاص قابل تعریف نہیں کہ کسی انسان میں گناہ نہیں ہیں۔ یہ ایک منفی پہلو ہے۔ اصل نیکی تو یہ ہے کہ وہ مثبت طور پر نیک اعمال بجالائے۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اخلاقی معیار کے اس پہلو سے بھی کفّارہ پر تنقید فرمائی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"صرف ترک سے وصول نہیں ہوتا کیونکہ ترک مستلزم وصول نہیں ...... ترکِ معاصی اور شے ہے اور نیکیوں کا حصول اور قربِ الٰہی دوسری شے ہے۔ عیسائیوں نے بھی اس معاملہ میں بڑا دھوکا کھایا ہے کہ یسوع کے پھانسی ملنے سے ہمارے گناہ دُور ہو گئے۔ اوّل تو یہ بات ہی غلط ہے کہ ایک شخص کا پھانسی ملنا سب کے گناہ دُور کر دے۔ دوم اگر گناہ دُور بھی ہو جاویں تو صرف گناہ کا موجود نہ ہونا کوئی خوبی کی بات نہیں ہے۔ بہت کیڑے مکوڑے اور بھیڑ بکریاں دنیا میں موجود ہیں جن کے ذمہ کوئی گناہ نہیں لیکن وہ خدا کے مقربوں میں شمار نہیں ہو سکتے اور ایسا ہی کثرت سے اس قسم کے ابلہ اور سادہ لوح لوگ موجود ہیں جو کوئی گناہ نہیں کرتے نہ چوری، نہ زنا، نہ جھوٹ، نہ بدکاری نہ خیانت لیکن ان گناہوں کے نہ کرنے کے سبب وہ مقربانِ الٰہی میں شمار نہیں ہو سکے۔" [3]

---

[1]:۔ ست بچن صفحہ ۱۷۱ جلد ۱۰ ؛ [2]:۔ سراجدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب صفحہ ۱۱ جلد ۱۲ ؛ [3]:۔ ملفوظات جلد نہم صفحہ ۲۸-۲۹ ؛

پس ثابت ہوا کہ کفّارہ کا اصول انسانی اخلاقیات کے بلند معیار پر ہرگز پورا نہیں اُترتا ہے۔ اور اگر بالفرض یہ اصول درست بھی ہو تو تب بھی فخر سے دوسروں کے سامنے پیش کرنے کے لائق نہیں ہے۔

تیسویں دلیل

گذشتہ دلیل کے ضمن میں ہم نے یہ دیکھا تھا کہ کفّارہ کے بعد بھی گناہوں کا ارتکاب ہوا۔ اور کفّارہ گناہوں کو ختم کرنے میں ناکام رہا۔ لیکن کفّارہ کے "پیدا کردہ نتائج" اسی پر بس نہیں ہوتے کہ جس طرح کفّارہ سے قبل گناہ ہوا کرتے تھے اسی طرح کفّارہ کے بعد بھی گناہ ہوتے رہے بلکہ کفّارہ کا نتیجہ اس سے بھی بڑھ کر یہ نکلا ہے کہ دنیا میں گناہوں کی بہت کثرت ہوگئی ہے۔ کفّارہ سے قبل اگر گناہ کم تھے تو اب کفارہ کے بعد تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ جیسے گناہوں کے دریا کا بند ٹوٹ پڑا ہے۔ گناہوں کی اتنی کثرت ہے کہ انسانی عقل حیران اور انسانی شرافت شرمسار ہے۔ یہ ایک ایسی واضح حقیقت ہے جس کو ہر شخص حتیٰ کہ پادری بھی تسلیم کرنے پر مجبور ہیں۔ اس امر پر کوئی دلیل لانے کی بھی ضرورت نہیں کیونکہ انسانی مشاہدہ اس کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کفّارہ کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے گناہوں اور ان کی کثرت کو کفارہ کی تردید میں بار بار پیش فرمایا ہے۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ اگر کفّارہ پر ایمان لانے کے بعد گناہوں کے بڑھنے اور بڑھتے چلے جانے کی یہی حالت ہے تو پھر ہر شریف انسان ایسے فرضی ذریعہ نجات سے نفرت کرے گا۔ عیسائی حضرات خود بھی اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ کفّارہ کی صداقت کا اندازہ اس ذاتی تجربے اور عملی فائدہ سے لگایا جا سکتا ہے جو عام انسان محسوس اور معلوم کرتے ہیں۔ ایک پادری لکھتے ہیں:-

"ہمیں گذشتہ زمانے کے تصوّرات کو ضرور استعمال کرنا چاہیئے اور اگرچہ یہ تمام تصوّرات ناکافی ہیں تو بھی ان سے سچائی کا کوئی نہ کوئی عنصر ضرور رہتا ہے لیکن اس کے علاوہ ہمیں یہ بھی دیکھنا چاہیئے کہ کفّارہ کی سچائی ہمارے ذاتی تجربے میں کس طرح کام کر رہی ہے۔"[1]

چنانچہ کفّارہ کے جو عملی نتائج اثرات اور تجربات حاصل ہوئے ہیں ان کا بیان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ میں یوں ہے۔ حضور علیہ السلام اصولی طور پر فرماتے ہیں:-

"صلیبی نسخہ کا غلط ہونا خود صلیب پرستوں کے حالات سے واضح ہو سکتا ہے۔"[2]

اور پھر خاص طور پر کفّارہ کے اثرات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:-

(۱) "جائے افسوس تو یہ ہے کہ جس غرض کے لئے یہ نیا منصوبہ بنایا گیا تھا یعنی گناہ سے

---

[1] :- مسیحی زندگی میں انجیل کا تجزیہ صفحہ ۶۲۔ [2] :- براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۳۶۔ جلد ۲۱۔

نجات پانا اور دنیا کی گندی زندگی سے رہائی حاصل کرنا وہ غرض بھی تو حاصل نہیں ہوئی۔" [1]

(۲) "پھر جب اس عقیدہ کو اس پہلو سے دیکھا جائے کہ باوجودیکہ توریت کی متوارث اور قدیم تعلیم کی مخالفت کی گئی اور ایک کا گناہ دوسرے پر ڈالا گیا اور ایک راستباز کے دل کو لعنتی اور خدا سے دُور اور مہجور اور شیطان کا ہم خیال ٹھہرایا گیا۔ پھر ان سب خرابیوں کے ساتھ اس لعنتی قربانی کو قبول کرنے والوں کے لئے فائدہ کیا ہوا۔ کیا وہ گناہ سے باز آ گئے یا ان کے گناہ بخشے گئے تو اور بھی اس عقیدہ کی لغویت ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ گناہ سے باز آیا اور سچی پاکیزگی حاصل کرنا تو بدیہات خلافِ واقعہ ہے۔" [2]

(۳) "عیسائی ہو کر سب سے پہلی نیکی شراب پینا ہے اور پھر آگے جوں جوں ترقی کرے گا اور اپنے کمال کو پہنچے گا تو کفارہ پر ایمان لاوے گا اور یقین کرے گا کہ شریعت لعنت ہے اور کہ حضرت مسیح ساری امّت کے گناہوں کے بدلے پھانسی پا کر ہمارے گناہوں کا کفّارہ ہو چکا ہے پھر گناہ کرے گا اور پیٹ بھر کر کرے گا اور اسے کسی کا خوف نہ ہوگا۔ اور خوف ہو تو کیسے؟ کیا مسیح ان کے لئے پھانسی نہیں دیا گیا؟ بھلا کفارہ ایسی بے ہودہ تعلیم سے بجز ناپاک زندگی کے .... اور حاصل ہی کیا؟" [3]

(۴) یورپ کے ذکر پر فرمایا:۔

"بتاؤ کون سا پہلو گناہ کا ہے جو نہیں ہوتا۔ سب سے بڑھ کر زنا توارات میں لکھا ہے۔ مگر دیکھو کہ یہ سیلاب کس زور سے ان قوموں میں آیا ہے جن کا یقین ہے کہ مسیح ہمارے لئے مرا۔" [4]

(۵) "اس اصول کا اثر درحقیقت بہت بُرا پڑتا ہے۔ اگر یہ اصول نہ ہوتا تو یورپ کے ملکوں میں اس کثرت سے فسق و فجور نہ ہوتا اور اس طرح پر بدکاری کا سیلاب نہ آتا جیسے اب آیا ہوا ہے۔ لنڈن اور پیرس کے ہوٹلوں اور پارکوں میں جا کر دیکھو کیا ہو رہا ہے۔ اور ان لوگوں سے پوچھو جو وہاں سے آتے ہیں۔ آئے دن اخبارات میں ان بچوں کی فہرستیں جن کی ولادت ناجائز ولادت ہوتی ہیں شائع ہوتی ہیں۔" [5]

(۶) "یورپ میں کتوں اور کتیوں کی طرح زناکاری ہو رہی ہے۔ شراب کی کثرت شہوتوں کو ایک خطرناک جوش دے رہی ہے اور حرامی بچے لاکھوں تک پہنچ گئے ہیں۔ یہ کس بات کا نتیجہ

---

[1]:۔ لیکچر سیالکوٹ ص۳۵ جلد ۲۰ ؛ [2]:۔ سراج دین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب ص۱ جلد ۱۲ ؛
[3]:۔ ملفوظات جلد دہم ص۲۴۵-۲۴۶ ؛ [4]:۔ ملفوظات جلد سوم ص۱۱ ؛ [5]:۔ ملفوظات جلد اوّل ص۱۷۰ ؛

ہے۔ اسی مخلوق پرستی اور کفّارہ کے پُر فریب مسئلہ کا"! ؎۱

(۷) "گناہ سے رُکنے کا اب تک یہ حال ہے کہ خاص یورپ کے محققین کے اقراروں سے یہ ثابت ہے کہ یورپ میں حرامکاری کا اس قدر زور ہے کہ خاص لنڈن میں ہر سال ہزاروں حرامی بچے پیدا ہوتے ہیں اور اس قدر گندے واقعات یورپ کے شائع ہوئے ہیں کہ کہنے اور سُننے کے لائق نہیں۔ شراب خوری کا اس قدر زور ہے کہ اگر ان دو کانوں کو ایک خطِ مستقیم میں باہم رکھ دیا جاوے تو شاید ایک مسافر کی دو منزل طے کرنے تک بھی وہ دوکانیں ختم نہ ہوں۔ عبادات سے فراغت ہے اور دن رات سوا عیاشی اور دنیا پرستی کے کام نہیں۔ پس اس تمام تحقیقات سے ثابت ہوا کہ یسوع کے مصلوب ہونے سے اس پر ایمان لانے والے گناہ سے رک نہیں سکے بلکہ جیسا کہ بند ٹوٹنے سے ایک تیز دھار دریا کا پانی اردگرد کے دیہات کو تباہ کر جاتا ہے ایسا ہی کفّارہ پر ایمان لانیوالوں کا حال ہو رہا ہے"۔ ؎۲

ان حوالوں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ کفارہ کے نتیجہ میں گناہ رُکنے یا کم ہونے کی بجائے اَور بھی زیادہ ہو گئے ہیں۔ ان واقعات کی موجودگی میں یہ کہنا ہرگز غلط نہ ہوگا کہ کفّارہ کا یہ اصول ایک باطل، بیکار اور بے فائدہ بلکہ نقصان دہ اصول ہے۔ جس کا ایک ذرّہ بھر بھی فائدہ نہیں۔ کیونکہ اس نے گناہوں کو پہلے سے بھی زیادہ کر دیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کفّارہ کے نتیجہ میں گناہوں کے بڑھ جانے کا ثبوت ایک اور رنگ میں بھی دیا ہے۔ آپ نے یہ موازنہ فرمایا ہے کہ کفّارہ سے پہلے گناہوں کی کیا حالت تھی اور کفّارہ کے بعد کیا ہے آپ فرماتے ہیں:۔

(۱) "اس نسخہ کا جو اثر ہوا ہے وہ تو بہت ہی خطرناک ہے۔ جب تک یہ نسخہ استعمال نہیں ہوا تھا اکثر لوگ نیک تھے اور توبہ اور استغفار کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے احکام پر چلنے کی کوشش کرتے تھے مگر جب یہ نسخہ گھڑا گیا کہ ساری دنیا کے گناہ خدا کے بیٹے کے پھانسی پانے کے ساتھ معاف ہو گئے تو اس سے بجائے اس کے کہ گناہ رُکتا، گناہ کا ایک اَور سیلاب جاری ہو گیا اور وہ بند جو اس سے پہلے خدا تعالیٰ کے خوف اور شریعت کا لگا ہوا تھا ٹوٹ گیا"۔ ؎۳

(۲) "جب تک مسیح نے خودکشی کا ارادہ نہیں کیا تھا تب تک عیسائیوں میں نیک چلنی اور خدا پرستی

؎۱:۔ ست بچن حاشیہ صفحہ ۱۶۴۔ جلد ۱۰ ؎۲:۔ ست بچن صفحہ ۱۷۱، صفحہ ۱۷۲ جلد ۱۰

؎۳:۔ ملفوظات جلد ہفتم صفحہ ۱۸۰-۱۸۱

کا مادہ تھا مگر صلیب کے بعد تو جیسے ایک بند ٹوٹ کر ہر ایک طرف دریا کا پانی پھیل جاتا ہے یہی عیسائیوں کے نفسانی جوشوں کا حال ہوا "۔ لہ

(۳) "کفارہ سے پہلے جیسے حواریوں کی صاف حالت تھی اور وہ دنیا اور دنیا کے درہم و دینار سے کچھ غرض نہ رکھتے تھے اور دنیا کے گندوں میں پھنسے ہوئے نہ تھے اور ان کی کوشش دُنیا کے کمانے کے لئے نہ تھی اس قسم کے دل بعد کے لوگوں کے کفارہ کے بعد کہاں رہے ۔ خاص کر اس زمانہ میں جس قدر کفارہ اور خونِ مسیح پر زور دیا جاتا ہے اسی قدر عیسائیوں میں دنیا کی گرفتاری بڑھتی جاتی ہے ۔ اور اکثر ان کے ایک مخمور کی طرح سراسر دن رات دنیا کے شغل میں لگے رہتے ہیں اور اس جگہ دوسرے گناہوں کا ذکر کرنا جو یورپ میں پھیل رہے ہیں خاص کر شراب خوری اور بدکاری اس ذکر کی کچھ حاجت نہیں "۔ ٢ه

(۴) "جس غرض کے لئے خودکشی اختیار کی گئی وہ غرض بھی تو پوری نہ ہوئی ۔ غرض تو یہ تھی کہ یسوع کو ماننے والے گناہ اور دنیا پرستی اور دنیا کے لالچوں سے باز آجائیں مگر نتیجہ برعکس ہوا ۔ اس خودکشی سے پہلے تو کسی قدر یسوع کے ماننے والے رو بخدا بھی تھے مگر بعد اس کے جیسے جیسے خودکشی اور کفارہ کے عقیدہ پر زور دیا گیا اسی قدر دنیا پرستی اور دنیا کے لالچ اور دنیا کی خواہش اور شراب خوری اور قماربازی اور بدنظری اور ناجائز تعلقات عیسائی قوم میں بڑھ گئے ۔ جیسے ایک خونخوار اور تیز رو دریا جو ایک بند لگایا گیا تھا وہ بند یکدفعہ ٹوٹ جائے اور اردگرد کے تمام دیہات اور زمین کو تباہ کر دے "۔ ٣ه

اس موازنہ سے ثابت ہوتا ہے کہ کفارہ کے نتیجہ میں گناہوں کی اور زیادہ کثرت ہوگئی ہے اور جو تھوڑی بہت نیکی پہلے موجود بھی تھی کفارہ کے نتیجہ میں آنے والا گناہوں کا سیلاب اس کو بھی بہا کر لے گیا ہے ۔

کیا گناہوں کی اس کثرت کو دیکھ کر پھر بھی کوئی عیسائی یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ کفارہ سے گناہ ختم ہو جاتے ہیں ؟ ہرگز کوئی انصاف پسند عیسائی ایسا نہیں کر سکتا ۔

کفارہ کا جواز ثابت کرنے کے لئے عیسائی حضرات ایک اور تاویل کیا کرتے ہیں کہ کفارہ سے گناہ رُکتے تو نہیں مگر معاف ضرور ہو جاتے ہیں ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسکا بھی ٹھوس جواب تحریر فرمایا ہے ۔ آپ نے فرمایا :-

---

لہ : چشمۂ مسیحی صفحہ ۱۶ جلد ۲۰ ٭ ٢ه : لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۳۵ جلد ۲۰ ٭ ٣ه : حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۱-۶۲ ۔ جلد ۲۲ ٭

"دوسرا شق یہ ہے کہ اگر گناہ رک نہیں سکتے تو کیا اس لعنتی قربانی سے ہمیشہ گناہ بخشے جاتے ہیں۔ گویا یہ ایک ایسا نسخہ ہے کہ ایک طرف ایک بدمعاش ناحق خون کرکے یا چوری کرکے یا جھوٹی گواہی سے کسی کے مال یا جان یا آبرو کو نقصان پہنچا کر اور یا کسی کے مال کو غبن کے طور پر دبا کر اور پھر اس لعنتی قربانی پر ایمان لا کر خدا کے بندوں کے حقوق کو ہضم کر سکتا ہے اور ایسا ہی زناکاری کی ناپاک حالت میں ہمیشہ رہ کر صرف لعنتی قربانی کا اقرار کرکے خدا تعالیٰ کے قہری مواخذہ سے بچ سکتا ہے۔ پس صاف ظاہر ہے کہ ایسا ہرگز نہیں"۔ [۱]

تینتیسویں[۳۳] دلیل

کفّارہ کے خلاف سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک نہایت زبردست دلیل یہ پیش فرمائی ہے کہ کفّارہ کے نتیجہ میں اس بات کا کوئی امکان بھی باقی نہیں رہتا کہ کوئی ایسا نیک اعمال بجالائے کیونکہ کفّارہ کی تعلیم کے مطابق نیک اعمال انسان کو نجات نہیں دیتے بلکہ کفّارہ پر ایمان اس کو نجات دیتا ہے۔ پس ان کے نزدیک اس کفارہ کے نتیجہ میں نیک اعمال کی ضرورت باطل ہو جاتی ہے۔ اور اس طرح انسان سُست نیز مایوس ہو جاتا ہے۔

دوسری طرف یہ خیال کہ یسوع مسیح ہمارے سب گناہوں کا کفّارہ ہو گئے ہیں اب ہم سے کوئی گرفت نہ ہوگی۔ مسیحیوں کو گناہوں پر دلیر اور بے باک کرتا ہے اور ان کو جرأت دلاتا ہے کہ وہ جو چاہیں کریں۔

پس آپ نے کفّارہ کے ردّ میں یہ دلیل پیش فرمائی ہے کہ اس کے ذریعہ گناہ معاف ہونے یا نجات ملنے کا کیا سوال، اس سے تو مزید گناہ کی جرأت اور تحریک پیدا ہوتی ہے اور عاقبت کا ڈر انسان کے دل سے نکل جاتا ہے۔ پس کفّارہ کا اصول گناہ کو دُور نہیں کرتا بلکہ اور گناہ پیدا کرتا ہے لہٰذا باطل ہے۔ آپ فرماتے ہیں:-

(۱) "عیسائیوں نے گناہ کے دُور کرنے کا جو علاج تجویز کیا ہے وہ ایسا علاج ہے جو بجائے خود گناہ کو پیدا کرتا ہے اور اس کو گناہ سے نجات پانے کے ساتھ کوئی تعلق ہی نہیں ہے انہوں نے گناہ کے دُور کرنے کا علاج گناہ تجویز کیا ہے جو کسی حالت اور صورت میں مناسب نہیں"۔ [۲]

(۲) "اگر کوئی یہ کہے کہ کفّارہ پر ایمان لانے سے انسان گناہ کی زندگی سے نجات پا سکتا ہے اور گناہ کی قوت اس میں نہیں رہتی تو یہ ایک ایسی حالت ہے جس کا کوئی ثبوت نہیں ہے اسلئے کہ یہ اصول ہی اپنی جڑھ میں گناہ رکھتا ہے۔ گناہ سے بچنے کی قوت پیدا ہوتی ہے۔ مواخذۂ الٰہی کے

---

[۱] :- سراج دین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب صلا جلد ۱۲ ؛ [۲] :- لیکچر لدھیانہ صلا۔ جلد ۲۰ ؛

خوف سے لیکن وہ خوف کیونکر ہو سکتا ہے جبکہ یہ مان لیا جاوے کہ ہمارے گناہ یسوع نے اُٹھا لئے" [1]

(۳) "عیسائی اپنے اصول کے موافق اعمال صالحہ کو کچھ چیز نہیں سمجھتے اور ان کی نظر میں یسوع کا کفّارہ نجات پانے کے لئے ایک کافی تدبیر ہے لیکن ہم ثابت کر چکے ہیں کہ یسوع کا کفّارہ نہ تو عیسائیوں کو بدی سے بچا سکا اور نہ یہ بات صحیح ہے کہ کفّارہ کی وجہ سے ہر ایک بدی ان کو حلال ہو گئی" [2]

(۴) "ایسے عقیدوں سے حقیقی نیکی کب اور کس طرح حاصل ہو سکتی ہے جس میں انسانوں کو یہ سبق دیا گیا ہے کہ صرف خونِ مسیح پر ایمان لاؤ اور پھر اپنے دلوں میں سمجھ لو کہ گناہوں سے پاک ہو گئے۔ یہ کس قسم کا پاک ہونا ہے جس میں تزکیۂ نفس کی کچھ بھی ضرورت نہیں"۔ [3]

(۵) "عیسائی قوم ..... عملی طور پر آگے قدم نہیں بڑھا سکتی کیونکہ کفّارہ نے مجاہدات اور سعی اور کوشش سے روک دیا"۔ [4]

(۶) "سچ تو یہ ہے کہ مسیح کی خودکشی کے خیال نے ان کو ہلاک کر دیا اور جس قدر توریت کے احکام بدکاریوں سے بچنے کے متعلق اور نیک راہوں پر چلنے کے تھے۔ کفّارہ نے سب سے فراغت کر دی"۔ [5]

(۷) "کفّارہ کا مسئلہ مان کر پھر حقوق العباد کے اتلاف سے بچنے کے لئے کوئی وجہ ہی نہیں مل سکتی ہے کیونکہ جب یہ مان لیا گیا ہے کہ مسیح کے خون نے گناہوں کی نجاست کو دُور کر دیا ہے اور دھو دیا ہے۔ حالانکہ عام طور پر بھی خون سے کوئی نجاست دُور نہیں ہو سکتی ہے تو پھر عیسائی بتائیں کہ وہ کونسی بات ہے جو حقیقت میں انہیں روک سکتی ہے کہ وہ دُنیا میں فساد نہ کریں اور کیونکر یقین کریں کہ چوری کرنے، بیگانہ مال لینے، ڈاکہ زنی، خون کرنے، جھوٹی گواہی دینے پر کوئی سزا ملے گی۔ اگر باوجود کفّارہ پر ایمان لانے کے بھی گناہ، گناہ ہی ہیں تو میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کفّارہ کے کیا معنی ہیں اور عیسائیوں نے کیا پایا؟" [6]

(۸) "اصل میں اس کفّارہ کی وجہ سے ہی دنیا میں گناہوں کی کثرت ہو رہی ہے۔ مگر جب عیسائیوں کو کہا جاتا ہے کہ کفّارہ نے دنیا میں گناہ پھیلایا ہے تو وہ جواب دیتے ہیں کہ کفّارہ صرف نجات کے لئے ہے ورنہ جب تک انسان پاک نہ ہو اور گناہوں سے پرہیز نہ کرتا ہو کفّارہ کچھ نہیں۔ مگر جب انہی لوگوں کی طرف دیکھا جاتا ہے جو اس قول کے کہنے والے

۱:- ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۱۴۵-۱۴۶؎

۲:- کتاب البریّہ صفحہ ۷۶ جلد ۱۳؎

۳:- لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۳۲ جلد ۲۰؎

۴:- حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۹ جلد ۲۲؎

۵:- نور القرآن نمبر ۱ صفحہ ۲۴ حاشیہ۔ جلد ۹؎

۶:- ملفوظات جلد سوم صفحہ ۱۱۹-۱۲۰؎

ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ طرح طرح کے گناہوں میں مبتلا ہیں۔ ایک دفعہ ایک پادری گندگی کی وجہ سے پکڑا گیا تو اس نے جواب دیا کہ کفارہ ہو چکا ہے۔ اب کوئی گناہ نہیں۔ اگر کفارہ گناہ کرنے سے نہیں بچاتا تو اس کا کیا فائدہ؟ چنانچہ اس کا جواب عیسائی کچھ نہیں دے سکتے"۔ [۱]

(۹) "خود عیسائیوں نے اس امر کو قبول کیا ہے کہ عیسائیت کے ذریعہ بہت سی بداخلاقیاں دنیا میں پھیلی ہیں کیونکہ جب انسان کو تعلیم ملے کہ اسکے گناہ کسی دوسرے کے ذمہ ہو چکے تو وہ گناہ کرنے پر دلیر ہو جاتا ہے اور گناہ نوعِ انسان کے لئے ایک خطرناک زہر ہے جو عیسائیت نے پھیلائی ہے اس صورت میں اس عقیدہ کا ضرر اور بھی بڑھ جاتا ہے"۔ [۲]

(۱۰) "عیسائی قوم کے واسطے کفارہ کی جو راہ کھلی ہے اسکے ذریعہ سے اس قوم میں کونسا گناہ ہے جو جرأت اور دلیری سے نہیں کیا جاتا؟ اور وہ کونسی بدی ہے جسکے کرنے سے کسی عیسائی کو کوئی روک پیدا ہو سکتی ہے؟ اصل میں کفارہ کا عقیدہ ہی ان میں ایسا ہے کہ سارے حرام ان کے واسطے حلال ہو گئے ورنہ کفارہ باطل ہوتا ہے"۔ [۳]

(۱۱) "ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک پادری زنا کے جرم میں پکڑا گیا۔ عدالت میں جب اسسے سوال ہوا تو اس نے بڑی دلیری اور جرأت سے کہا کہ کیا مسیح کا خون میرے واسطے کافی نہیں ہو چکا؟ غرض ان کا کفارہ ہی تمام بدیوں کی جڑ ہے"۔ [۴]

(۱۲) "جب یہ کہا جاوے کہ انسان اعمال سے نجات نہیں پا سکتا تو یہ اصول انسان کی ہمت اور سعی کو پست کر دے گا اور اس کو بالکل مایوس کر کے بے دست و پا بنا دیگا۔ اسسے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کفارہ کا اصول انسانی قویٰ کی بھی بے حرمتی کرتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسانی قویٰ میں ایک ترقی کا مادہ رکھا ہے لیکن کفارہ اس کو ترقی سے روکتا ہے۔ .... کفارہ کا اعتقاد رکھنے والوں کے حالات آزادی اور بے قیدی کے جو دیکھتے ہیں تو یہ اسی اصول کی وجہ سے ہے کہ کُتّے اور کُتّیوں کی طرح بدکاریاں ہوتی ہیں۔ لنڈن کے ہائیڈ پارک میں علانیہ بدکاریاں ہوتی ہیں اور حرامی بچے پیدا ہوتے ہیں"۔ [۵]

(۱۳) "کمالات تو انسان کو مجاہدات سے حاصل ہوتے ہیں۔ مگر جن کو سہل نسخہ مسیح کے خون کا مل گیا وہ کیوں مجاہدات کریں گے۔ اگر مسیح کے خون سے کامیابی ہے تو پھر ان کے لڑکے امتحان پاس

---

[۱] :۔ ملفوظات جلد دہم صفحہ ۱۶۶-۱۶۷ ؛ [۲] :۔ ملفوظات جلد ہشتم صفحہ ۳۲۳ ؛ [۳] :۔ ملفوظات جلد دہم صفحہ ۲۲۸ ؛
[۴] :۔ " " صفحہ ۳۱۸-۳۱۹ ؛ [۵] :۔ " جلد اوّل صفحہ ۱۶۷-۱۶۸ ؛

کرنے کے واسطے کیوں مدرسوں میں محنتیں اور کوششیں کرتے ہیں۔ چاہیئے کہ وہ صرف مسیح کے خون پر بھروسہ رکھیں اور اسی سے کامیاب ہوویں اور کوئی محنت نہ کریں۔ اور مسلمانوں کے بچے محنتیں کر کر کے اور ٹکریں مار مار کے پاس ہوں۔ اصل بات یہ ہے لیس للانسان الّا ما سعی...... جب خونِ مسیح پر مدار ہے تو مجاہدات کی کیا ضرورت ہے۔ انکی جھوٹی تعلیم سچی ترقیات سے روک رہی ہے۔...... ان لوگوں کو جو ولایت میں خونِ مسیح پر ایمان لاکر بیٹھے ہیں کوئی پوچھے کہ کیا حاصل ہؤا۔ مردوں اور عورتوں نے خون پر ایمان لاکر کیا ترقی کی"۔ [۱]

(۱۴) "عیسائی لوگ...... اعمال میں مستعد نہیں ہوسکتے کیونکہ کفارہ کا مسئلہ جب ان کو یہ تعلیم دیتا ہے کہ مسیح نے ان کے سارے گناہ اٹھا لیئے۔ پر سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ کونسی چیز ہوسکتی ہے جو ان کو اعمال کی طرف متوجہ کرے۔ اعمال کا مدعا تو نجات ہے اور یہ انکو بلا مشقت محنت صرف خونِ مسیح پر ایمان رکھنے سے کہ وہ ہمارے لئے مر گیا، ہمارے گناہوں کے بدلہ لعنتی ہؤا۔ مل جاتی ہے تو اب نجات کے سوا کیا چاہیئے۔ پھر ان کو اعمالِ حسنہ کی ضرورت کیا باقی رہی۔ اگر کفارہ پر ایمان لاکر بھی نجات کا خطرہ اور اندیشہ باقی ہے تو یہ امر دیگر ہے کہ اعمال کئے جائیں لیکن اگر نجات خونِ مسیح کے ساتھ ہی وابستہ ہے تو کوئی عقلمند نہیں مان سکتا کہ پھر ضرورت اعمال کی کیا باقی ہے"۔ [۲]

(۱۵) "درحقیقت صلیبی اعتقاد ایک ایسا عقیدہ ہے جو ان لوگوں کو خوش کر دیتا ہے جو سچی پاکیزگی حاصل کرنا نہیں چاہتے اور کسی ایسے نسخہ کی تلاش میں رہتے ہیں کہ گندی زندگی بھی موجود ہو اور گناہ بھی معاف ہو جائیں۔ لہٰذا وہ باوجود بہت سی آلودگیوں کے خیال کر لیتے ہیں کہ فقط خونِ مسیح پر ایمان لانے سے گناہ سے پاک ہوگئے۔ مگر یہ پاک ہونا درحقیقت ایسا ہی ہے جیسا کہ ایک پھوڑا جو پیپ سے بھرا ہؤا ہو اور باہر سے چمکتا ہؤا نظر آئے"۔ [۳]

(۱۶) "میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ جب کفارہ کا عقیدہ ہو تو اللہ تعالیٰ کے مواخذہ کا خوف رہ کیونکر سکتا ہے؟ کیا سچ نہیں ہے کہ ہمارے گناہوں کے بدلے مسیح پر سب کچھ وارد ہو گیا۔ یہاں تک کہ اسے ملعون قرار دیا اور تین دن ھاویہ میں رکھا۔ ایسی حالت میں اگر گناہوں کے بدلے سزا ہو تو پھر کفارہ کا کیا فائدہ ہؤا۔ اصولِ کفارہ ہی چاہتا ہے کہ گناہ کیا جائے....

---

[۱]:- ملفوظات جلد چہارم صفحہ ۲۸۹ ؛ [۲]:- ملفوظات جلد چہارم صفحہ ۴۲۵-۴۲۶ ؛

[۳]:- براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۳۵ جلد ۲۱ ؛

اصول بطور ماں کے ہوتے ہیں اور اعمال بطور اولاد کے۔ جب مسیح کفّارہ ہو گیا ہے اور اس نے تمام گناہ ایمان لانے والوں کے اُٹھا لئے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ گناہ نہ کئے جاویں....
.... جب یہ اصول قرار دیدیا کہ سب گناہ اُس نے اُٹھا لئے۔ پھر گناہ نہ کرنے کے لئے کونسا امر مانع ہو سکتا ہے۔" [۱]

(۱۷) "خونِ مسیح اور کفّارہ کا ایک ایسا مسئلہ ہے جس نے ان کو نہ صرف تمام مجاہدات اور ریاضات سے فارغ کر دیا ہے بلکہ اکثر دلوں کو گناہوں سے ارتکاب پر ایک دلیری بھی پیدا ہو گئی ہے۔ کیونکہ جبکہ عیسائی صاحبوں کے ہاتھ میں قطعی طور پر گناہوں کے بخشے جانے کا ایک نسخہ ہے یعنی خونِ مسیح تو صاف ظاہر ہے کہ اس نسخہ نے قوم میں کیا کیا نتائج پیدا کئے ہوں گے اور کس قدر نفس امّارہ کو گناہ کرنے کے لئے ایک جرأت پر آمادہ کر دیا ہو گا۔ اس نسخہ نے جس قدر...... یورپ اور امریکہ کی عملی پاکیزگی کو نقصان پہنچایا ہے۔ مَیں خیال کرتا ہوں کہ اسکے بیان کرنے کی مجھے ضرورت نہیں۔" [۲]

(۱۸) "کفّارہ کا مسئلہ کچھ ایسا ان کی انسانی قوتوں پر فالج کی طرح گرا کہ بالکل نکمّا اور بے حس کر دیا۔ اب اس قوم کے کفّارہ کے بھروسہ پر یہاں تک نوبت پہنچ گئی ہے کہ اچھا چال چلن بھی ان کے نزدیک بیہودہ ہے....... اب معلوم ہوا کہ عیسائیوں کا بے باک ہو کر بدیوں میں پڑنا اسی اصول کی تحریک سے ہے بلکہ اس اصول کی بناء پر قتل و نیز حلف دروغی سب کچھ کر سکتے ہیں کفّارہ جو کافی اور ہر یک بدی کا مٹانے والا ہو۔ حیف ایسے دین و مذہب پر۔" [۳]

الغرض ان اٹھارہ منتخب حوالہ جات سے یہ امر پوری طرح واضح ہو جاتا ہے کہ کفّارہ کے نتیجہ میں عیسائی بہت زیادہ معاصی کا شکار ہو چکے ہیں۔ آج مغربی اقوام کی اخلاقی پستی اور جنسی بے راہروی زبانِ حال سے کفّارہ کے مہلک اور تباہ کن اصول کا ماتم کر رہی ہے۔ پس اس تباہی کو دیکھ کر اس کے اصل سبب یعنی کفّارہ کے باطل اور نقصان دہ ہونے میں کوئی شک باقی نہیں رہتا۔

یہاں یہ امر بھی قابلِ ذکر ہے کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس دلیل کو صرف اس حد تک بیان نہیں فرمایا کہ واقعات کفّارہ کے بطلان پر گواہ ہیں (اگرچہ اکیلا یہ ایک امر ہی ابطالِ کفّارہ کے لئے کافی ہو سکتا ہے کیونکہ واقعات کا انکار ممکن نہیں) بلکہ خدا کے روحانی پہلوان حضرت کاسرِ صلیب مسیح موعود علیہ السلام

---

[۱]: ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۱۷۴-۱۷۵ ۞ [۲]: نسیم دعوت صفحہ ۲۳۔ جلد ۱۹ ۞
[۳]: منن الرحمٰن صفحہ ۲۲ حاشیہ۔ جلد ۹ ۞

نے عیسائیوں پر اتمام حجت کے لئے ایک اور طریق بھی اختیار فرمایا اور وہ یہ کہ آپ نے عیسائیوں کو اس بات کی دعوت دی کہ تم میں سے جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ کفارہ پر ایمان لانے سے ایک خاص رُوحانی زندگی نصیب ہوتی ہے۔ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا۔ وہ آئے اور آکر لوگوں کے سامنے اپنے نجات پانے کا ثبوت دے۔ آپ نے بڑی تحدی کے ساتھ عیسائیوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:۔

"مَیں پوچھتا ہوں کہ اگر یہ سچ ہے کہ حضرت مسیح کے کفارہ پر ایمان لا کر کوئی شخص خاص طور پر تبدیلی پا لیتا ہے تو اس کا کیوں ثبوت نہیں دیا گیا۔ مَیں نے بارہا اس بات کو پیش کیا اور اب بھی کرتا ہوں کہ وہ خاص تبدیلی اور وہ خاص پاکیزگی اور وہ خاص نجات اور وہ خاص ایمان اور وہ خاص لقاالٰہی صرف اسلام ہی کے ذریعہ سے ملتا ہے۔ اور ایمانداری کی علامات اسلام لانے کے بعد ظاہر ہوتی ہیں۔ اگر یہ کفارہ صحیح ہے اور کفارہ کے ذریعہ سے آپ صاحبان کو نجات مل گئی ہے اور حقیقی ایمان حاصل ہو گیا ہے تو پھر اس حقیقی ایمان کی علامات جو حضرت مسیح آپ لکھ گئے ہیں کیوں آپ لوگوں میں پائی نہیں جاتیں۔ اور یہ کہنا کہ وہ آگے نہیں بلکہ پیچھے رہ گئی ہیں ایک فضول بات ہے۔ اگر آپ ایماندار کہلاتے ہیں تو ایمانداروں کی علامات جو آپ کے لئے مقرر کی گئی ہیں آپ لوگوں میں ضرور پائی جانی چاہئیں۔ کیونکہ حضرت مسیح کا فرمودہ باطل نہیں ہو سکتا۔"[1]

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ دعوت بڑی ہی معقول اور مناسب تھی۔ اسی سے کفارہ کی تاثیرات ایسے طور پر ثابت ہو سکتی تھیں کہ کسی کو انکار کی جرأت نہ ہو سکتی لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بار بار بلانے کے باوجود کسی عیسائی کو نجات کا ثبوت دینے اور کفارہ کی پاک تاثیرات دکھانے کی جرأت نہ ہو سکی۔ اور اسطرح عیسائیوں نے اپنے طرزِ عمل سے اس بات پر مُہرِ تصدیق ثبت کر دی کہ کفارہ کے نتیجہ میں نجات ملنے یا گناہوں کے معاف ہونے کا دعویٰ سراسر باطل اور جھوٹ ہے۔

چونتیسویں۳۴ دلیل

کفارہ کی تردید میں ایک اور دلیل حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے یہ بیان فرمائی ہے کہ کفارہ کا اصول ایک بے فائدہ اور بے مقصد اصول ہے۔ اس اصول کو جو بھی علت غائی عیسائیت حضرات بیان کرتے ہیں۔ یا بیان کر سکتے ہیں، واقعات اور حقائق سے اس کا ثبوت نہ ملتا ہے نہ دیا جا سکتا ہے۔ پس اس

---

[1] :- جنگِ مقدس ص۱۱۱۔ جلد ۶ ؛

طرح اس عقیدہ کی کوئی بھی علّت غائی ثابت نہیں ہوتی۔ لہٰذا یہ اصول بے کار اور لغو ہے اور اس قابل نہیں کہ اسے قبول کیا جائے۔

2 عیسائی کفّارہ کے مختلف مقاصد ضرور بیان کرتے ہیں لیکن عند التحقیق وہ ثابت نہیں ہوتے۔ اس دلیل کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی دو کتابوں۔ کتاب البریّہ اور ست بچن میں تفصیل سے ذکر فرمایا ہے۔ ان دونوں کتابوں کے حوالہ جات کے درج کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔ حضور کتاب البریّہ میں فرماتے ہیں :۔

"کفّارہ اس وجہ سے بھی باطل ہے کہ اس سے یا تو یہ مقصود ہوگا کہ گناہ بالکل سرزد نہ ہوں اور یا یہ مقصود ہوگا کہ ہر ایک قسم کے گناہ خواہ حق اللہ کی قسم میں سے اور خواہ حق العباد کی قسم میں سے ہوں۔ کفّارہ کے ماننے سے ہمیشہ معاف ہوتے رہتے ہیں سو پہلی شق تو صریح البطلان ہے کیونکہ یورپ کے مردوں اور عورتوں پر نظر ڈال کر دیکھا جاتا ہے کہ وہ کفّارہ کے بعد ہرگز گناہ سے بچ نہ سکے اور ہر ایک قسم کے گناہ یورپ کے خواص اور عوام میں موجود ہیں۔ بھلا یہ بھی جانے دو نبیوں کے وجود کو دیکھو جن کا ایمان اَوروں سے زیادہ مضبوط تھا وہ بھی گناہ سے بچ نہ سکے حواری بھی اس بلا میں گرفتار ہو گئے۔ پس اس میں کچھ شک نہیں کہ کفّارہ ایسا بند نہیں ٹھہر سکتا کہ جو گناہ کے سیلاب سے روک سکے۔ رہی یہ دوسری بات کہ کفّارہ پر ایمان لانے والے گناہ کی سزا سے مستثنیٰ رکھے جائیں گے خواہ وہ چوری کریں یا ڈاکہ ماریں۔ خون کریں یا بدکاری کی مکروہ حالتوں میں مبتلا رہیں تو خدا ان سے مواخذہ نہیں کرے گا۔ یہ خیال بھی سراسر غلط ہے جس سے شریعت کی پاکیزگی سب اُٹھ جاتی ہے اور خدا کے ابدی احکام منسوخ ہو جاتے ہیں۔"[1]

ست بچن کتاب میں حضور علیہ السّلام نے تحریر فرمایا ہے :۔

"ایک اور مصیبت ان (عیسائیوں۔ ناقل) کو یہ پیش آئی ہے کہ اس مصلوب (مسیح ناصری ناقل) کی علّتِ غائی عند التحقیق کچھ ثابت نہیں ہوتی اور اس کے صلیب پر کھینچنے کا کوئی ثمرہ بپایہ ثبوت نہیں پہنچتا۔"[2]

مزید وضاحت کے طور پر فرماتے ہیں :۔

"کیونکہ صورتیں صرف دو ہیں۔

اوّل یہ کہ اس مرحوم بیٹے کی مصلوب ہونے کی علّت غائی یہ قرار دیں کہ تا اپنے ماننے والوں

---

[1] :۔ کتاب البریّہ صفحہ ۶۰ جلد ۱۳ ؛ [2] :۔ ست بچن صفحہ ۱۶۵۔ جلد ۱۰ ؛

کو گناہ کرنے میں دلیر کرے اور اپنے کفّارہ کے سہارے سے خوب زور شور سے فسق و فجور اور ہر یک قسم کی بدکاری پھیلا وے ....

(۲) دوسری صورت اس قابلِ رحم بیٹے کے مصلوب ہونے کی یہ ہے کہ اسکی سولی ملنے کی یہ علّت غائی قرار دی جائے کہ اسکی سولی پر ایمان لانے والے ہر یک قسم کے گناہ اور بدکاریوں سے بچ جائیں گے اور ان کے نفسانی جذبات ظہور میں نہ آنے پائیں گے۔" [۱]

پہلی صورت کے بارہ میں فرمایا :۔

"یہ صورت تو بداہت نامعقول اور شیطانی طریق ہے اور میرے خیال میں دنیا میں کوئی بھی ایسا نہیں ہوگا کہ اس فاسقانہ طریق کو پسند کرے اور ایسے کسی مذہب کے بانی کو نیک قرار دے جس نے اس طرح پر عام آدمیوں کو گناہ کرنے کی ترغیب دی ہو۔" [۲]

گویا یہ پہلی صورت ہرگز قبول کرنے کے لائق نہیں۔ رہ گئی دوسری صورت تو اسکے بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

"اگر فرض کیا جائے کہ یسوع کا کفّارہ ماننے میں ایک ایسی خاصیّت ہے کہ اس پر سچا ایمان لانے والا فرشتہ سیرت بن جاتا ہے اور پھر بعد ازاں اسکے دل میں گناہ کا خیال ہی نہیں آتا۔ تو تمام گذشتہ نبیوں کی نسبت کہنا پڑے گا کہ وہ یسوع کی سُولی اور کفّارہ پر سچا ایمان نہیں لائے تھے۔ کیونکہ انہوں نے بقول عیسائیاں بدکاریوں میں حد ہی کر دی۔ کسی نے ان میں سے بت پرستی کی۔ اور کسی نے ناحق کا خون کیا اور کسی نے اپنی بیٹیوں سے بدکاری کی۔ اور بالخصوص یسوع کے دادا صاحب داؤد نے تو سارے بُرے کام کئے ایک بے گناہ کو اپنی شہوت رانی کے لئے فریب سے قتل کرایا اور دلالہ عورتوں کو بھیج کر اسکی جورو کو منگوایا اور اس کو شراب پلائی اور اسکے زنا کیا اور بہت سا مال حرامکاری میں ضائع کیا اور تمام عمر سَو تک بیوی رکھی۔ اور یہ حرکت بھی بقول عیسائیاں زنا میں داخل تھی۔ اور عجیب تر یہ کہ رُوح القدس بھی ہر روز اس پر نازل ہوتا تھا اور زبور بڑی سرگرمی سے اتر رہی تھی مگر افسوس کہ نہ تو رُوح القدس نے اور نہ یسوع کے کفّارہ پر ایمان لانے نے بدکاریوں سے اس کو روکا آخر انہی بدعملیوں میں جان دی۔

اور اس سے عجیب تر یہ کہ یہ کفّارہ یسوع کی دادیوں اور نانیوں کو بھی بدکاری سے نہ بچا

---

[۱] : ست بچن صفحہ ۱۶۵ ، صفحہ ۱۶۶ ۔ جلد ۱۰ ؛ [۲] : ست بچن صفحہ ۱۶۵ ۔ جلد ۱۰ ؛

سکا۔ حالانکہ ان کی بدکاریوں سے یسوع کے گوہر فطرت پر داغ لگتا تھا اور یہ دادیاں نانیاں صرف ایک دو نہیں بلکہ تین ہیں۔ چنانچہ یسوع کی ایک بزرگ نانی جو ایک طور سے دادی بھی تھی یعنی راحاب کسبی یعنی کنجری تھی (دیکھو یشوع ۲-۱) اور دوسری نانی جو ایک طور سے دادی بھی تھی اس کا نام تمر ہے یہ خانگی بدکار عورتوں کی طرح حرام کار تھی (دیکھو پیدائش ۳۸، ۱۶ سے ۳۰) اور ایک نانی یسوع صاحب کی جو ایک رشتہ سے دادی بھی تھی بنت سبع کے نام سے موسوم ہے یہ وہی پاکدامن تھی جس نے داؤد کے ساتھ زنا کیا (دیکھو سموئیل ۱۱-۲)۔
اب ظاہر ہے کہ ان دادیوں اور نانیوں کو یسوع کے کفارہ کی ضرور اطلاع دی گئی ہوگی اور اس پر ایمان لائی ہوں گی۔ کیونکہ یہ تو عیسائیوں کا اصول ہے کہ پہلے نبیوں اور ان کی امت کو بھی یہی تعلیم کفارہ کی دی گئی تھی اور اسی پر ایمان لاکر ان کی نجات ہوئی۔ پس اگر یسوع کے مصلوب ہونے کا یہ اثر سمجھا جائے کہ اس کی معصومیت پر ایمان لاکر گناہ سے انسان بچ جاتا ہے تو چاہیئے تھا کہ یسوع کی دادیاں اور نانیاں زناکاریوں اور حرام کاریوں سے بچائی جاتیں مگر جس حالت تمام پیغمبر باوجودیکہ بقول عیسائیاں یسوع کی خودکشی پر ایمان لائے تھے۔ بدکاریوں سے نہ بچ سکے اور نہ یسوع کی دادیاں نانیاں بچ سکیں تو اس سے صاف طور پر ثابت ہوگیا کہ یہ جھوٹا کفارہ کسی کو نفسانی جذبات سے بچا نہیں سکتا۔" ؎

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیش فرمودہ اس دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ کفارہ کا جو بھی مقصد قرار دیا جائے وہ خود عیسائی مسلّمات کی رُو سے باطل قرار پاتا ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ کفارہ کا مسئلہ ایک بے کار اور بے مقصد افسانہ ہے۔ ظاہر ہے کہ اس صورت میں اس کے ابطال کے لئے کسی اور دلیل کی بھی ضرورت نہیں رہتی۔ بیکار افسانہ کو عقیدہ بنانے سے کیا حاصل؟

پینتیسویں دلیل (۳۵)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کفارہ کے خلاف جو دلائل بیان فرمائے ہیں غالباً ان میں سے سب سے زیادہ اہم اور وزنی دلیل یہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر فوت نہیں ہوئے۔ کفارہ کی بنیاد اس امر پر ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر فوت ہو گئے تھے اور اس وجہ سے وہ بنی آدم کے گناہوں کا کفارہ ہو گئے ہیں لیکن حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے بڑی تحدی کے ساتھ اور تفصیلی دلائل کے بعد اپنے اس پیشکردہ انکشاف کو پایۂ ثبوت تک پہنچایا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام ہرگز صلیب پر فوت نہیں ہوئے تھے۔ یہ ایک

؎ :- ست بچن صفحہ ۱۶۷-۱۶۸ - جلد ۱۰

دلیل ہی کفّارہ کے سارے مسئلہ کو باطل کر دیتی ہے۔

یہ دلیل اپنی اہمیت اور وسعت کی وجہ سے تفصیلی بیان کی متقاضی ہے اس لئے ہم اس دلیل کو تفصیل کے ساتھ آئندہ باب میں بیان کریں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

حرفِ آخر

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان پینتیس دلائل سے عیسائیت کا پیش کردہ مسئلہ کفّارہ بالکل باطل ہو جاتا ہے۔ حق یہ ہے کہ اگر کوئی شخص تعصب سے بالا تر ہو کر عدل وانصاف کی رُو سے مسئلہ کفّارہ کا جائزہ لے تو وہ اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ یہ مسئلہ تضاد بیانیوں اور غلطیوں کا ایک شاہکار ہے۔ کفّارہ کی انہی غلطیوں کے پیشِ نظر تو حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے اس عقیدہ کفّارہ کے بارہ میں فرمایا ہے:۔

"یہ عقیدہ غلطیوں کا ایک مجموعہ ہے۔" [1]

لیکن یہ امر کس قدر افسوسناک ہے کہ عیسائی حضرات اسی عقیدہ کو پیش کر کے لوگوں کو دھوکا دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مسیحی کفّارہ کے بارہ میں دوٹوک فیصلہ فرما دیا ہے کہ:۔

"ہر ایک کفّارہ جھوٹا ہے اور ہر ایک فدیہ باطل ہے۔" [2]

کفّارہ کی تردید میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بیان فرمودہ دلائل ذکر کرنے کے بعد میں اس باب کو حضرت مسیح پاک علیہ السّلام ہی کے ایک اقتباس پر ختم کرتا ہوں جس میں حضور نے عیسائیوں کو کفّارہ کا باطل عقیدہ ترک کرنے کی طرف توجہ دلائی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام فرماتے ہیں:۔

"کیا آسمان کے نیچے کوئی ایسا کفّارہ اور فدیہ ہے جو تم سے گناہ ترک کرا سکے۔ کیا مریم کا بیٹا عیسیٰ ایسا ہے کہ اس کا مصنوعی خون گناہ سے چھڑائے گا۔ اے عیسائیو! ایسا جھوٹ مت بولو جس سے زمین ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے یسوع خود اپنی نجات کیلئے یقین کا محتاج تھا اور اس نے یقین کیا اور نجات پائی۔ افسوس ہے ان عیسائیوں پر جو یہ کہہ کر مخلوق کو دھوکا دیتے ہیں کہ ہم نے مسیح کے خون سے گناہ سے نجات پائی ہے۔ حالانکہ وہ سر سے پیر تک گناہ میں غرق ہیں۔" [3]

---

[1]:۔ لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۳۴۔ جلد ۲۰؛ [2]:۔ کشتی نوح صفحہ ۶۹۔ جلد ۱۹؛
[3]:۔ کشتی نوح صفحہ ۶۵۔ جلد ۱۹؛

"خدائے عزّوجلّ نے اپنے فضل وکرم سے ایسے اسباب جمع کردیئے جن کی وجہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جان بچ گئی۔"

(مسیح موعودؑ)

بابِ ہفتم

حضرت مسیح علیہ السّلام کی

صلیبی موت کی تردید

- تردید کی اہمیّت
- تردید کے دلائل

"یہ بالکل جھوٹ ہے کہ مسیح صلیب پر مرگیا۔ اصل یہ ہے کہ وہ صلیب پر سے زندہ اتار لیا گیا تھا اور وہاں سے بچ کر وہ کشمیر چلا آیا جہاں اُس نے ۱۲۰ برس کی عمر میں وفات پائی۔"

(مسیح موعودؑ)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السّلام فرماتے ہیں :۔

○

"نالائق یہودیوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کو قتل کرنے کے لئے صلیب پر چڑھا دیا...... لیکن خدا تعالیٰ کا ارادہ تھا کہ ان کو صلیبی موت سے بچاوے اس لئے خدائے عزّ وجل نے اپنے فضل وکرم سے ایسے اسباب جمع کر دیئے جنکی وجہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی جان بچ گئی"۔

(ایام الصلح صفحہ ۱۲۲ جلد ۱۴)

○

"یہ بالکل جھوٹ ہے کہ مسیح صلیب پر مر گیا اصل یہ ہے کہ وہ صلیب پر سے زندہ اتار لیا گیا تھا اور وہاں سے بچ کر وہ کشمیر میں چلا آیا جہاں اُس نے ۱۲۰ برس کی عمر میں وفات پائی اور اب تک اس کی قبر خانیار کے محلہ میں یوز آسف یا شہزادہ نبی کے نام سے مشہور ہے"۔

(ملفوظات جلد سوم صفحہ ۱۰۷)

تردید کی اہمیّت

حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے صلیب پر جان دینے اور موت قبول کرنے کا عقیدہ موجودہ عیسائیت کا ایک بنیادی عقیدہ ہے۔ اس عقیدہ کی اہمیت اس بات سے ظاہر ہے کہ اسی عقیدہ پر کفّارہ کی بنیاد ہے جو مسیحیت کا نظریۂ نجات اور ان کا قابل فخر عقیدہ ہے۔ اس لحاظ سے گویا عیسائیت کی اصل بنیاد یہی حضرت مسیح علیہ السلام کی صلیبی موت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کسرِ صلیب کے ضمن میں سب سے زیادہ توجہ اس بات کو ثابت کرنے پر دی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام ہرگز صلیب پر فوت نہیں ہُوئے۔ کیونکہ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ حضرت مسیح صلیب پر فوت نہیں ہُوئے تو پھر ساری کی ساری عیسائیت یکدفعہ باطل قرار پاتی ہے اور اس کا فلسفۂ نجات ایک تصوّراتی جنّت سے زیادہ کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ نیز ہر عقلمند شخص پر یہ حقیقت خوب روشن ہوجاتی ہے کہ ایسے بے بنیاد اور بے دلیل فلسفۂ نجات پر ایمان رکھنے والے اور اُسے پیش کرنے والے نہ صرف خود غلطی خوردہ ہیں بلکہ دوسروں کو بھی گمراہی میں مبتلا کرنے والے ہیں۔ پس عیسائیت کا اصل خلاصہ حضرت مسیح علیہ السلام کی صلیبی موت ہے اور یہ مسئلہ گویا موجودہ عیسائیت کے لئے رگِ جان کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس رگ کے کٹ جانے سے یعنی اس اعتقاد کے باطل ثابت ہوجانے سے عیسائیت خود بخود باطل ہوجاتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علمِ کلام کا کمال یہ ہے کہ آپ نے عیسائیت کی شہ رگ کو معلوم کیا اور اس پر ایسا کامیاب اور مُہلک وار کیا کہ اب عیسائیت جاں بلب نظر آتی ہے!

حضرت مسیح علیہ السلام کا صلیب پر مرنا اور پھر زندہ ہوجانا عیسائی حضرات کے نزدیک ان کے مذہب کا مرکزی نقطہ ہے اور اصل الاصول ہے۔ عیسائیوں کے ایسے متعدد بیانات ملتے ہیں جن میں انہوں نے صلیب، صلیبی واقعہ اور مسیح کی صلیبی موت نیز دوبارہ زندگی کی اہمیّت کو تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ انجیل کے ایک مفسّر لکھتے ہیں:۔

"اس میں شک نہیں کہ تجسّم وہ بنیادی حقیقت ہے جس سے کفّارے کو اس کی بے نظیر اہمیّت اور مقدرت حاصل ہوتی ہے لیکن وہ وسیلہ جس سے کہ خُدا مجسّم کی زندگی گنہگار کیلئے ممکن التحصیل ہوجاتی ہے یسوع کی موت اور مُردوں میں سے جی اُٹھنا ہے۔"[1]

---

[1]: تفسیر متی صفحہ ۶۹۹

پھر یہی مصنف ایک دوسرے موقع پر لکھتے ہیں :۔

"مسیح کی موت اس کی ساری زندگی کا ایک ایسا مرکزی واقعہ ہے جس کا بیان عہد جدید کے نوشتوں میں نہایت ہی شرح و بسط کے ساتھ ہوا ہے کیونکہ اس کی موت ہی ہماری نجات کا وسیلہ ہے۔ (متی ۲۰ : ۲۸) اور یہی واقعہ ہمارے دلوں کو اسکی محبت و خدمتگذاری سے وابستہ کرتا ہے۔ (یوحنا ۱۵ : ۱۳ - ۱۴)"[۱]

ایک اور پادری ڈبلیو۔ ایچ۔ ٹی گیرڈنر نے تو صلیب کو اسلام اور عیسائیت کے درمیان بحث کا اصلی اور حقیقی موضوع قرار دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں :۔

"کل امتیازی باتیں صلیب میں درجہ کمال کو پہنچتی ہیں اور تجسّم نہیں بلکہ صلیب ہی دراصل مسیحیت اور اسلام کے درمیان بحث کا حقیقی موضوع ہے۔"[۲]

پادری بوٹاما نے صلیب کو عیسائی مذہب کی بنیاد قرار دیتے ہوئے اعتراف کیا ہے کہ :۔

"مسیح کی صلیب مسیحی مذہب کی بنیاد ہے۔ اگر صلیب کا واقعہ مسیحی مذہب سے نکال دیا جائے تو بس مسیحیت کا خاتمہ ہے۔۔۔۔۔ خداوند مسیح کی آمد کی غرض ہی تصلیب تھی کیونکہ اسکے بغیر نجات ناممکن تھی۔ مسیح مصلوب ہوا۔ دُنیا کی نجات ہوئی۔ اس بات کا جاننا، سمجھنا اور ماننا ہر ایک مسیحی پر فرض ہے اور نجات بخش ایمان یہی ہے کہ مسیح ہمارے گناہوں کے لئے مؤا اور دفن ہوا اور تیسرے دن مُردوں میں سے جی اُٹھا۔"[۳]

پھر ایک اور مشہور پادری اسی ضمن میں رقمطراز ہیں :۔

"مسیحیت سوائے صلیب کے اور کچھ نہیں جانتی۔ بجز صلیب کے اور ہمارے گناہوں کے لئے مسیح کی موت کے بغیر کوئی مسیحیت نہیں۔ صلیب کو خارج کردو تو مسیحیت کا نغمہ زائل ہو کر مصیبتناک سنّاٹا چھا جائے گا اور اس کا جلوہ بے آب ہونے سے ظلمت طاری ہو جائے گی۔ خدا کا بیٹا جو ہمارے گناہوں کے لئے صلیب پر چڑھا وہی ہماری اُمید ہے۔"[۴]

عیسائی پادریوں کے ان حوالوں سے یہ بات پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ خود عیسائیوں کے نزدیک مسیح کا صلیب پر مرنا حد درجہ اہمیت کا حامل ہے یہ عقیدہ گویا ان کے مذہب کی جان اور رُوح ہے۔

---

۱ :۔ تفسیر متی صفحہ ۲ ۲ :۔ خدائے ثالوث صفحہ ۳ ۳ :۔ مسیح مصلوب صفحہ ۲

۴ :۔ بارہ سوالات صفحہ ۹

عیسائی یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے صلیب پر جان تو ضرور دی ہے لیکن وہ تین دن تک مرے رہنے کے بعد دوبارہ زندہ ہو گئے تھے۔ اس عقیدہ کے بعض پہلوؤں پر تو گذشتہ ابواب میں تبصرہ ہو چکا ہے اسجگہ اس بات کا ذکر کرنا مقصود ہے کہ مسیحیت کا یہ عقیدہ کہ حضرت مسیح صلیب پر فوت ہوئے اور پھر زندہ ہو گئے ایک باطل عقیدہ ہے۔ یاد رہے کہ یہ عقیدہ عیسائیت کی جان ہے۔ جیسا کہ مندرجہ بالا حوالہ جات سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ اس ایک عقیدہ کے باطل ثابت ہوتے سے سارا مذہب ہی باطل ہو جاتا ہے۔ عیسائی محققین نے اس بات کا برملا اعتراف کیا ہے کہ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ مسیح مصلوب نہیں ہؤا اور وہ مُردوں میں سے جی نہیں اُٹھا تو ہمارا سارا مذہب باطل قرار پاتا ہے۔ اس قسم کے متعدد حوالہ جات میں سے چند حوالے مَیں اس غرض سے یہاں درج کرتا ہوں تا اس عقیدہ کی اہمیت واضح ہو جائے۔ نیز اس کے بالمقابل اس کی تردید کی اہمیت کا بھی اندازہ ہو سکے۔ موجودہ عیسائیت کے اصلی بانی پولوس نے تسلیم کیا ہے کہ:۔

"اگر مسیح نہیں جی اُٹھا تو ہماری منادی بھی بے فائدہ ہے اور تمہارا ایمان بھی بے فائدہ"۔ [1]

اور پھر لکھا ہے:۔

"اگر مسیح نہیں جی اُٹھا تو تمہارا ایمان بے فائدہ ہے"۔ [2]

اِن دونوں حوالوں سے مسیح کی صلیبی موت کی اہمیت پوری طرح واضح ہو جاتی ہے۔ اسی ضمن میں ڈاکٹر زویمر کا قول بھی بہت اہمیت رکھتا ہے۔ اس نے مسیح کی صلیبی موت کے عقیدہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:۔

"فاذا كان ايماننا هذا خطاء كانت مسيحيتنا بجملتها باطلة لان البشارة الوحيدة التى لنا هى ان المسيح قد مات من اجل خطايانا وقام لاجل تبريرنا"۔ [3]

یعنی اگر صلیبی عقیدہ پر ایمان غلط ہے تو پھر ہماری ساری کی ساری عیسائیت بھی باطل قرار پاتی ہے کیونکہ ہمارے لئے واحد بشارت یہی ہے کہ مسیح ہمارے گناہوں کی خاطر مصلوب ہؤا اور پھر ہماری نجات کی خاطر دوبارہ جی اُٹھا۔

The book of Knowledge جو معلومات کی ایک مفید کتاب ہے اس میں بھی انہی خیالات کا اظہار کیا گیا ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے حواریوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:۔

---

[1]:۔ کرنتھیوں ۱۵/۱۴ ؎ [2]:۔ کرنتھیوں ۱۵/۱۷ ؎

[3]:۔ السر العجيب فى فخر الصليب صنٓ ؎

They soon began to assert publicly their belief that Jesus had been raised from the dead and was revealed as the Son of God, and they were prepared to undergo persecution and even death for this belief, which is still the basis of all Christian doctrine." [1]

یعنی مسیح کے حواریوں نے جلد ہی اعلانیہ طور پر اس عقیدہ پر زور دینا شروع کر دیا کہ مسیح مُردوں میں سے جی اُٹھا ہے اور خدا کے بیٹے کے طور پر ظہور پذیر ہوا ہے۔ وہ اپنے اس اعتقاد کی خاطر گرفتاری اور موت تک کو قبول کر لینے کو تیار تھے۔ حضرت مسیح کے صلیب پر مرنے اور دوبارہ جی اُٹھنے کا یہ اعتقاد آج تک عیسائی مذہب کے سب عقائد کی بنیاد ہے۔

Mr. Criltondon نے جو کہ انٹر یونیورسٹی فیلوشپ آف لنڈن کے سیکرٹری جنرل ہیں لنڈن میں ایک تقریر کے دوران مسیح کی صلیبی موت اور اس کی تردید کی اہمیت ان الفاظ میں بیان کی ہے۔ انہوں نے کہا:-

"اگر فی الواقع مسیح صلیب پر فوت نہیں ہوئے تو پھر عیسائیت کی ساری بنیاد ہی ختم ہو کر رہ جاتی ہے اور ایسی صورت میں عیسائیت کی تمام عمارت کا زمین پر آ رہنا یقینی ہے۔" [2]

MS. S. G. Williamson اپنی ایک مشہور و معروف کتاب Christ or Mohammad میں رقمطراز ہیں:-

"The Muslims attack is essentially an attack on Jesus Christ. They set out to prove that he was not the Son of God, that he was not crucified, that he did not rise again, that he is not enthroned and the right hand of God. By so doing, should they succeed, they take away the christian source of revelation of God and deny the fact of atonement. In a word they destroy the Christian religion altogether. For it can not be too strongly said that if Christ be not the Son of God, if Christ the Son did not die on the cross, there is no Christianity. If the Muslims are right then Christians are deluded worshippers."

---

[1] :- The book of Knowledge v. 2 p. 397

[2] :- الفضل ۲۶ نومبر ۱۹۵۶ء بحوالہ تفسیر کبیر سورۃ مریم ص۴۱

"یعنی مسلمانوں کا حملہ لازمی طور پر خود یسوع مسیح پر حملہ ہے۔ ان کی کوشش یہ ثابت کرنا ہے کہ وہ خدا کا بیٹا نہیں ہے۔ وہ صلیب پر نہیں مرا، مرکر جی نہیں اُٹھا اور یہ کہ وہ خدا کے داہنے ہاتھ پر نہیں بیٹھا۔ اگر وہ ایسا کرنے میں کامیاب ہو جائیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ انہوں نے خدا کے ظاہر ہونے کے مسیحی ذریعہ کو ختم کر دیا اور کفارہ کی حقیقت باطل ہوگئی۔ مختصر یہ کہ انہوں نے سرے سے مسیحی مذہب کو ہی نابود کر کے رکھ دیا کیونکہ یہ ظاہر و باہر ہے کہ اگر مسیح خدا کا بیٹا نہیں تھا اور خدا کا بیٹا صلیب پر نہیں مرا تو پھر عیسائیت کا وجود ختم ہو جاتا ہے اگر مسلمان اپنے اس دعوے میں سچے ہیں تو پھر مسیحیوں کی حیثیت غلطی خوردہ پوجاریوں سے زیادہ نہیں رہتی۔"

ایک اور عیسائی پادری Mr. E. W. Bethmann کس وضاحت سے اس عقیدہ کی اہمیت کا اعتراف کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں :۔

"Let us show that the resurrection is one of the vital points of Christianity. Wihtout the resurrection of Christ, with out a living Christ, we would be the most miserable of all men." ۱

"یعنی ہمیں چاہیئے کہ ہم اس بات کا واضح طور پر اقرار کریں کہ مسیح کا مُردوں میں سے جی اُٹھنا عیسائیت کا ایک بہت نازک اور اہم مسئلہ ہے۔ مسیح کے مُردوں میں سے جی اُٹھنے کے بغیر نیز اس کے زندہ ہونے کے بغیر تو ہماری حالت سب انسانوں سے زیادہ قابلِ رحم ہوگی۔"

پادری طالب الدین لکھتے ہیں :۔

"مسیحی نوشتوں کا دعویٰ ہے کہ مسیح مُردوں میں سے جی اُٹھا ہے اور یہ عقیدہ مسیحی مذہب کی جان ہے جیسا کہ پولوس رسول لکھتا ہے: "اگر مسیح نہیں جی اُٹھا تو ہماری منادی بھی بے فائدہ ہے اور تمہارا ایمان بھی بے فائدہ بلکہ ہم خدا کے جھوٹے گواہ ٹھہرے" (۱۔کرنتھیوں ۱۵: ۱۴۔۱۵)" ۲

عیسائیوں کے ان مندرجہ بالا حوالہ جات سے یہ بات پوری وضاحت سے ثابت ہو جاتی ہے کہ مسیح کی صلیبی موت کا عقیدہ عیسائیت کی جان ہے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علمِ کلام کا ایک اصول یہ ہے کہ آپ ہمیشہ عقائد کی جڑ پر وار کرتے ہیں تا کہ جڑ کے کٹنے کے ساتھ سارے کا سارا درخت خود بخود پیوندِ زمین ہو جائے۔ اس اصول کے مطابق حضور علیہ السلام نے کسرِ صلیب کے عظیم الشان مشن کی تکمیل کی خاطر حضرت

---

۱ :- Bridge to Islam p. 287

۲ :- معجزاتِ مسیح ص ۱۱۱

مسیح علیہ السلام کی صلیبی موت کی تردید پر بہت زیادہ زور دیا ہے تا اس عقیدہ کے غلط ثابت ہو جانے سے موجودہ عیسائیت کی ساری عمارت دھڑام سے زمین پر آ رہے۔ کوئی عقیدہ جتنا اہم ہوتا ہے اسکی تردید بھی اتنی ہی اہمیت رکھتی ہے۔ ان مذکورہ بالا حوالہ جات میں ہم نے دیکھا ہے کہ صلیبی موت کا عقیدہ عیسائیت کی اصل روح ہے۔ پس اس عقیدہ کی تردید گویا کل عیسائیت کی تردید اور بالآخر اسکی موت کا باعث ہے پس حضور نے اس اہم اور اساسی عقیدہ کی تردید پر خوب زور دیا ہے اور اس کی تردید کی افادیت بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے :-

"اس ایک مسئلہ سے ہی عیسائیت کا ستون ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ جب صلیب پر مسیح کی موت ہی نہیں ہوئی اور وہ تین دن کے بعد زندہ ہو کر آسمان پر گئے ہی نہیں تو الوہیت اور کفّارہ کی عمارت تو بیخ و بنیاد سے گر پڑی"۔[1]

پھر اسی سلسلہ میں آپ فرماتے ہیں :-

"مسیح ابن مریم کو صلیبی موت سے مارنا یہ ایک ایسا اصل ہے کہ اسی پر مذہب کے تمام اصولوں کفّارہ اور تثلیث وغیرہ کی بنیاد رکھی گئی تھی۔۔۔۔۔ اسکے غلط ثابت ہونے سے عیسائی مذہب کا کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔۔۔۔ صلیبی اعتقاد کے بعد یہ ثابت ہونا کہ حضرت مسیح صلیب پر نہیں مارے گئے۔ بلکہ دوسرے ملکوں میں پھرتے رہے۔ یہ ایسا امر ہے کہ یک دفعہ عیسائی عقائد کو دلوں سے اڑاتا ہے اور عیسائیت کی دنیا میں انقلاب عظیم ڈالتا ہے"۔[2]

کسرِ صلیب کے ضمن میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے صلیبی موت کی تردید پر جو زور دیا ہے وہ بے جا نہیں ہے بلکہ کسرِ صلیب کے لئے ایسا کرنا لازمی اور ضروری تھا۔ چنانچہ عیسائیوں نے بھی اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ چونکہ صلیبی موت عیسائیت کی بنیاد ہے اس وجہ سے لوگوں نے اس کی تردید کی طرف توجہ کی ہے۔ ایک مشہور پادری طالب الدین لکھتا ہے :-

"ہم نے دیکھ لیا ہے کہ مسیح کا مُردوں میں سے جی اُٹھنا کس طرح ہر مسیحی تعلیم اور مسئلے کے رگ و ریشے میں گُھسا ہوا ہے۔ اسکے بغیر مسیحی مذہب کچھ بھی نہیں رہتا اور اسی واسطے مخالفوں نے اس پتھر کو جو گویا کونے کا سرا ہے ہلانے کی کوشش کی ہے"۔[3]

پادری مذکور نے اس بات کا اعتراف تو کر لیا ہے کہ صلیبی موت کا عقیدہ عیسائیت کے لئے

---

[1] :- ملفوظات جلد اوّل ص۳۴۴ ۔ [2] :- رازِ حقیقت حاشیہ ص۱۴ روحانی خزائن جلد ۱۴ ۔
[3] :- معجزاتِ مسیح ص۱۵۷ ۔

کونے کا سرا ہے لیکن کسی تجاہلِ عارفانہ سے لکھتا ہے کہ بعض مخالفوں نے اس پتھر کو ہلانے کی کوشش کی ہے ۔ حق تو یہ ہے کہ کاسرِ صلیب سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جن کو خدا نے اپنے حکم سے تردید عیسائیت کے کام پر مامور فرمایا تھا، اس کونے کے سرے کے پتھر کو ہلانے کی ہی کوشش نہیں کی بلکہ آپ نے تو اس پتھر کو زمین سے اکھیڑ پھینکا ہے اور محقق عیسائی پادریوں نے تو اس شدید ترین حملہ کے نتائج کو محسوس کر کے ان کا اقرار بھی کر لیا ہے ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بقول عیسائی پادری اس کونے کے سرے کے پتھر کو ہلانے کی کوشش نہیں کی بلکہ اس زور سے اس بنیاد کو اکھیڑا ہے کہ عیسائیت کی رُوح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی ہے ۔ اور عالمِ عیسائیت میں صفِ ماتم بچھ گئی ہے ۔ ؎

گر نہ بیند بروز شپّرہ چشم ؛ چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تو بڑی وضاحت کے ساتھ فرما دیا ہے :-

"عیسائی مذہب کا تمام دارومدار کفّارہ پر ہے اور کفّارہ کا تمام مدار صلیب پر۔ اور جب صلیب ہی نہ رہی تو کفّارہ نہ رہا اور جب کفارہ نہ رہا تو مذہب بنیاد سے گر گیا ۔" [۱]

اس اصل الاصول کو بیان کرنے کے بعد حضور نے صلیبی موت کے عقیدہ کی پُر زور تردید فرمائی ہے اور عیسائیت کے اس باطل اور بعد کے خود تراشیدہ عقیدہ کی تردید میں دلائل کا انبار لگا دیا ہے صلیبی عقیدہ اور اس کی تردید کی اہمیت بیان کرنے کے بعد اب میں ان دلائل کو ترتیب وار بیان کرتا ہوں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتب وغیرہ میں درج فرمائے ہیں ۔

واقعۂ صلیب کی اصل حقیقت

سب سے پہلے میں ایک حوالہ درج کرنا ضروری سمجھتا ہوں جس میں حضور نے یہ وضاحت فرمائی ہے کہ صلیبی واقعہ کی اصل حقیقت کیا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل و کرم سے ان پر ظاہر فرمائی ہے ۔ یہ حوالہ گویا صلیبی واقعہ کی اصل حقیقت کا مبیّن ہے ۔ حضور فرماتے ہیں :-

"جو حقیقت اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کھولی ہے وہ یہ ہے کہ مسیح ابن مریم اپنے ہمعصر یہودیوں کے ہاتھوں سخت ستایا گیا جس طرح پر راستباز لوگ اپنے زمانہ میں نادان مخالفوں کے ہاتھوں ستائے جاتے ہیں اور آخر ان یہودیوں نے اپنی منصوبہ بازی اور شرارتوں سے یہ کوشش کی کہ کسی طرح پر آپ کا خاتمہ کر دیں اور آپ کو مصلوب کرا دیں ۔ بظاہر وہ اپنی ان

---

[۱] :- تریاق القلوب صفحہ ۹۷ جلد ۱۵ ؛

تجاویز میں کامیاب ہو گئے کیونکہ حضرت مسیح ابن مریم کو صلیب پر چڑھائے جانے کا حکم دے دیا گیا لیکن اللہ تعالیٰ نے جو اپنے راستبازوں اور ماموروں کو کبھی ضائع نہیں کرتا، ان کو اس لعنت سے جو صلیب کی موت کے ساتھ وابستہ تھی بچا لیا اور ایسے اسباب پیدا کر دیئے کہ وہ اس صلیب پر سے زندہ اتر آئے۔ اس امر کے ثبوت کے لئے بہت سے دلائل ہیں جو خاص انجیل سے ہی مل سکتے ہیں لیکن اس وقت ان کا بیان کرنا میری غرض نہیں ہے جو شخص ان واقعات پر جو صلیب کے متعلق انجیل میں درج ہیں غور کرے گا تو ان کے پڑھنے سے اسے صاف معلوم ہو جائے گا کہ حضرت مسیح ابن مریم صلیب پر سے زندہ اُتر آئے تھے اور پھر یہ خیال کرے کہ اس ملک میں ان کے بہت سے دشمن تھے اور دشمن بھی وہ جو ان کے جانی دشمن تھے اور جیسا کہ وہ پہلے کہہ چکے تھے کہ نبی بے عزت نہیں ہوتا مگر اپنے وطن میں جس کی ان کی ہجرت کا پتہ ملتا ہے کہ انہوں نے ارادہ کر لیا تھا کہ اس ملک کو چھوڑ دیں اور اپنے فرض رسالت کو پورا کرنے کے لئے وہ بنی اسرائیل کی گمشدہ بھیڑوں کی تلاش میں نکلے۔ اور نصیبین کی طرف سے ہوتے ہوئے افغانستان کے راستہ کشمیر میں آ کر بنی اسرائیل کو جو کشمیر میں موجود تھے تبلیغ کرتے رہے اور ان کی اصلاح کی اور آخر کار ان میں ہی وفات پائی۔ یہ امر ہے جو مجھ پر کھولا گیا ہے۔" [1]

قرآنی براہین

قرآن مجید نے جو دنیا میں سب سے زیادہ مکمل اور مستند کتاب ہے حضرت مسیح علیہ السلام کی صلیبی موت کی پُر زور تردید فرمائی ہے۔ سب سے پہلے میں قرآنی دلائل کو بیان کرتا ہوں۔ دلائل کی عددی ترتیب مسلسل رہے گی۔

پہلی دلیل

حضرت مسیح علیہ السلام کی صلیبی موت کی تردید میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سب سے پہلے اس قرآنی آیت کو پیش فرمایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

"وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا۔ (نساء ۱۵۸-۱۵۹)

---

[1] ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۳۲۳-۳۲۴

اس آیت کو پیش کرنے کے بعد حضور فرماتے ہیں :۔

"ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ اگرچہ یہ سچ ہے کہ بظاہر مسیح صلیب پہ کھینچا گیا اور اس کے مارنے کا ارادہ کیا گیا مگر یہ محض ایک یہودیوں اور عیسائیوں نے ایسا خیال کر لیا کہ درحقیقت حضرت مسیح علیہ السلام کی جان صلیب پر نکل گئی تھی بلکہ خدا نے ایسے اسباب پیدا کر دیئے جن کی وجہ سے وہ صلیبی موت سے بچ رہا ہے[1]

پھر حضور نے اسی دلیل کو مختلف پیرایوں میں بیان فرمایا ہے۔ ایک جگہ حضور فرماتے ہیں :۔

"اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبّہ لھم الآیۃ۔ وما قتلوہ یقیناً الآیۃ یعنی یہودیوں نے نہ حضرت مسیح کو درحقیقت قتل کیا۔ اور نہ بذریعہ صلیب ہلاک کیا بلکہ ان کو محض ایک شبہ پیدا ہوا کہ گویا حضرت عیسیٰ صلیب پر فوت ہو گئے ہیں اور ان کے پاس وہ دلائل نہیں ہیں جن کی وجہ سے ان کے دل مطمئن ہو سکیں کہ یقیناً حضرت مسیح علیہ السلام کی صلیب پر جان نکل گئی تھی۔"[2]

حضرت مسیح کے صلیب پر لٹکنے کے بارہ میں فرمایا :۔

" قرآن شریف نے ہرگز اس کا انکار نہیں کیا۔ ہاں یہ سچ ہے کہ قرآن شریف نے تکمیل صلیب کی نفی کی ہے جو لعنت کا موجب ہوتی ہے۔ نفس صلیب پر چڑھائے جانے کی نفی نہیں کی۔ اس لئے ما قتلوہ کہا۔ اگر یہ مطلب نہ تھا تو پھر ما قتلوہ کہنا فضول ہو جائے گا ...... یہ سب اس لئے فرمایا کہ صلیب کے ذریعہ قتل نہیں کیا۔ پھر ما صلبوہ سے اور صراحت کی اور ولکن شبّہ لھم سے اور واضح کر دیا کہ وہ زندہ ہی تھا یہودیوں نے مُردہ سمجھ لیا۔"[3]

پھر اسی سلسلہ میں آپ فرماتے ہیں :۔

"خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں حضرت عیسیٰ کی صلیبی موت سے انکار کیا اور فرمایا وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبّہ لھم اور صلبوہ کے ساتھ آیت میں قتلوہ کا لفظ بڑھا دیا تا اس بات پر دلالت کرے کہ صرف صلیب پر چڑھایا جانا موجب لعنت نہیں بلکہ شرط یہ ہے کہ صلیب پر چڑھایا بھی جائے اور بہ نیت قتل اسکی ٹانگیں بھی توڑی

---

[1] :۔ مسیح ہندوستان میں صفحہ ۵ جلد ۱۵۔ [2] :۔ مسیح ہندوستان میں صفحہ ۵۔ جلد ۱۵۔

[3] :۔ ملفوظات جلد چہارم صفحہ ۱۲۳۔

جائیں اور اس کو مار بھی جائے تب وہ ملعون کی موت کہلائے گی۔ مگر خدا نے حضرت عیسیٰ کو اس موت سے بچالیا۔ وہ صلیب پر چڑھائے گئے مگر صلیب کے ذریعہ سے ان کی موت نہیں ہوئی۔ ہاں یہود کے دلوں میں یہ شبہ ڈال دیا کہ گویا وہ صلیب پر مر گئے ہیں اور یہی دھوکا نصاریٰ کو بھی لگ گیا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اصل بات صرف اتنی تھی کہ اس صلیب کے صدمہ سے بے ہوش ہو گئے تھے اور یہی معنے شُبِّهَ لَهُم کے ہیں۔" [1]

پھر مزید وضاحت کے طور پر فرمایا:۔

"قرآن شریف میں جو وارد ہے وما قتلوہ وما صلبوہ یعنی عیسیٰ نہ مصلوب ہوا نہ مقتول ہوا۔ اس بیان سے یہ بات منافی نہیں ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر زخمی ہو گئے کیونکہ مصلوبیت سے مراد وہ امر ہے جو صلیب پر چڑھانے کی علت غائی ہے۔ اور وہ قتل ہے اور کچھ شک نہیں کہ خدا تعالیٰ نے دشمنوں کے اس اصل مقصود سے ان کو محفوظ رکھا۔ اسکی مثال ایسی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت فرمایا ہے وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ یعنی خدا تجھ کو لوگوں سے بچائے گا۔ حالانکہ لوگوں نے طرح طرح کے دُکھ دیئے۔ وطن سے نکالا۔ دانت شہید کئے۔ انگلی کو زخمی کیا اور کئی زخم تلوار کے پیشانی پر لگائے۔ سو درحقیقت اس پیشگوئی میں بھی اعتراض کا محل نہیں۔ کیونکہ کفّار کے حملوں کی علت غائی اور اصل مقصود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زخمی کرنا یا دانت کا شہید کرنا نہ تھا بلکہ قتل کرنا مقصود بالذات تھا۔ سو کفّار کے اصل ارادے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا نے محفوظ رکھا۔ اسی طرح جن لوگوں نے حضرت مسیح کو سُولی پر چڑھایا تھا ان کی اس کارروائی کی علت غائی حضرت مسیح کا زخمی ہونا نہ تھا بلکہ ان کا اصل ارادہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی کے ذریعہ سے قتل کر دینا تھا سو خدا نے ان کو اس بد ارادہ سے محفوظ رکھا اور کچھ شک نہیں کہ وہ مصلوب نہیں ہوئے۔ پس قول ما صلبوہ ان پر صادق آیا۔" [2]

نیز فرمایا:۔

"اناجیل اربعہ قرآن شریف کے اس قول پر کہ ما قتلوہ وما صلبوہ صاف شہادت دے رہی ہیں کیونکہ قرآن کریم کا منشاء ما صلبوہ کے لفظ سے یہ ہرگز نہیں ہے کہ مسیح

---

[1] ۔ لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۱۰۔ روحانی خزائن جلد ۲۰ ؛ [2] ۔ ست بچن حاشیہ در حاشیہ صفحہ ۱۶۴۔ جلد ۱۰

صلیب پر چڑھایا نہیں گیا بلکہ منشاء یہ ہے کہ جو صلیب پر چڑھانے کا اصل مدعا تھا یعنی قتل کرنا اس سے خدا تعالیٰ نے مسیح کو محفوظ رکھا اور یہودیوں کی طرف سے اس فعل یعنی قتلِ عمد کا اقدام تو ہوا مگر قدرت اور حکمتِ الٰہی سے تکمیل نہ پا سکا۔" ؎۱

2

پھر اسی سلسلہ میں مزید فرمایا :۔

"وفی آیة : وما قتلوه وما صلبوه اشارة اخری وهی ان النصاری زعموا ان عیسٰی صلب لاجل تطهیرهم من المعاصی وظنوا کانه حمل بعد الصلب جمیع ذنوبهم علی نفسه وهو کفارة لهم ومطهرهم من جمیع المعاصی والخطیئات ۔ ففی نفی الصلب ردّ علی النصاری وهدم لعقیدة الکفارة ۔" ؎۲

حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے ان سب حوالجات سے اس دلیل کی پوری پوری وضاحت ہو جاتی ہے کہ قرآن مجید کی اس مذکورہ بالا آیت کی رُو سے حضرت مسیح علیہ السلام ہرگز صلیب پر فوت نہیں ہوئے ۔ وهو المراد ۔

دوسری دلیل

صلیبی موت کی تردید کے لئے حضور نے دوسری آیت یہ پیش فرمائی ہے :۔

"یَا عِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ وَمُطَهِّرُکَ مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ الآیة ۔

(آل عمران ۵۶)

اس آیت کریمہ میں حضرت عیسٰی علیہ السلام کو خدا نے یہ وعدہ دیا ہے کہ وہ ان کی توفّی کرے گا ۔ توفّی کے لفظ سے حضور نے صلیبی موت کی نفی پر استدلال فرمایا ہے کیونکہ توفّی سے مراد طبعی موت ہوا کرتی ہے پس صلیب پر مرنے یا مقتول ہونے کی صورت میں خدائی وعدہ پورا نہیں ہو سکتا اور یہ سب کو مسلّم ہے کہ یہ وعدہ سچا ہے اور پورا ہوا ۔ پس ثابت ہوا کہ حضرت مسیح صلیب پر نہیں مرے بلکہ بعد میں طبعی موت سے فوت ہوئے ہیں ۔ حضور نے اس دلیل کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے :۔

"اللہ جلّ شانہٗ نے ...... فرمایا ہے ۔ یَا عِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ یعنی

؎۱ ۔ ازالہ اوہام حصہ اوّل ص۲۹۷ ۔ جلد ۳ ؎۲ ۔ کرامات الصادقین ص۱۵۵ ۔ جلد ۷

اے عیسٰی میں تجھے طبعی وفات دوں گا اور اپنی طرف تیرا رفع کروں گا۔ یعنی تو مصلوب نہیں ہوگا۔ اس آیت میں یہود کے اس قول کا ردّ ہے کہ وہ کہتے تھے کہ عیسٰی مصلوب ہوگیا ہے اس لئے ملعون ہے اور خدا کی طرف اس کا رفع نہیں ہوا اور عیسائی کہتے تھے کہ تین دن لعنتی رہ کر پھر رفع ہوا "۔ [1]

تیسری دلیل

تیسری دلیل کے طور پر حضور علیہ السلام نے اس آیت کو پیش فرمایا ہے :۔

" وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗٓ اٰيَةً وَّاٰوَيْنٰهُمَآ اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ ۝ (مومنون : ۵۱)

اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے حضور علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

" ایک اور قوی دلیل اس بات پر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اٰوَيْنٰهُمَآ اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ یعنی ہم نے عیسٰی اور اس کی ماں کو ایک ایسے ٹیلے پر پناہ دی جو آرام کی جگہ تھی اور ہر ایک دشمن کی دست درازی سے دُور تھی اور پانی اُس کا بہت خوشگوار تھا۔ یاد رہے کہ اٰوٰی کا لفظ عربی زبان میں اس جگہ پر بولا جاتا ہے جب ایک مصیبت کے بعد کسی شخص کو پناہ دیتے ہیں ایسی جگہ میں جو دارالامان ہوتا ہے۔ پس وہ دارالامان ملک شام نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ ملکِ شام قیصر روم کی عملداری میں تھا اور حضرت عیسٰی قیصر کے باغی قرار پا چکے تھے۔ پس وہ کشمیر ہی تھا جو شام کے ملک سے مشابہ تھا اور قرار کی جگہ تھی یعنی امن کی جگہ تھی یعنی قیصر روم کو اس سے کچھ تعلق نہ تھا "۔ [2]

پھر حضرت مسیح علیہ السلام کے بارہ میں فرمایا :۔

" وہ صلیب پر سے زندہ اتار اگیا اور پھر پوشیدہ طور پر باغبانوں کی شکل بنا کر اس باغ سے جہاں وہ قبر میں رکھا گیا تھا باہر نکل آیا اور خدا کے حکم سے دوسرے ملک کی طرف چلا گیا اور ساتھ ہی اس کی ماں گئی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اٰوَيْنٰهُمَآ اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ یعنی اس مصیبت کے بعد جو صلیب کی مصیبت تھی ہم نے مسیح اور اس کی ماں کو ایسے ملک میں پہنچا دیا جس کی زمین بہت اُونچی تھی اور صاف پانی تھا۔

---

[1] :۔ کتاب البریہ صفحہ ۲۳۴ ۔ جلد ۱۳ ؛

[2] :۔ ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۴۰۵-۴۰۴ ۔ جلد ۲۱

اور بڑے آرام کی جگہ تھی"۔ ؎۱

اس دلیل کے ضمن میں حضور نے لفظ ایواء سے خاص طور پر مسیح علیہ السلام کے صلیب سے نجات پانے کا استدلال فرمایا ہے کیونکہ اس لفظ کے معنوں میں مصیبت کے بعد پناہ دینے کا مفہوم ہے۔ آپ فرماتے ہیں :۔

"ولا شك ان الایواء لا یکون الا بعد مصیبة وتعب وکربة ولا یستعمل هذا اللفظ الا بهذا المعنی وهذا هو الحق من غیر شك وشبهة ولا یتحقق هذه الحالة المتعلقة فی سوانح المسیح الا عند واقعة الصلیب"۔ ؎۲

حضور نے متعدد قرآنی آیات سے استدلال فرمایا ہے کہ ایواء کا لفظ مصیبت اور تکلیف سے نجات دینے کے معنوں میں ہی مستعمل ہوتا ہے اور آخر میں فرمایا ہے کہ اس سے مسیح کے صلیب پر نہ مرنے کا استدلال اس طرح ہوتا ہے کہ مسیح کی زندگی میں واقعہ صلیب کی تکلیف سے بڑھ کر اور کسی تکلیف کا علم نہیں ہوتا۔ فرمایا :۔

"فبیّنوا لنا ای بلاء نزل علی ابن مریم وامه علی امه اشد من بلاء الصلیب ثم ای مکان اواهما الله الیه من دون ربوة کشمیر بعد ذٰلك الیوم العصیب ۔ أ تکفرون بما اظهره الله وان یوم الحساب قریب"۔ ؎۳

پھر فرمایا :۔

"انه لا شك ولا شبهة ولا ریب ان عیسٰی لما منّ الله علیه بتخلیصه من بلیة الصلیب هاجر مع امه وبعض صحابته الی کشمیر وربوته التی کانت ذات قرار ومعین ومجمع الاعاجیب والیه اشار ربنا ناصر النبیین ومعین المستضعفین فی قوله" وجعلنا ابن مریم وامه آیة واٰویناهما الی ربوة ذات قرار ومعین"۔ ؎۴

پھر آپ اسی سلسلہ میں فرماتے ہیں :۔

"اوی کا لفظ زبان عرب میں ایسے موقع پر استعمال ہوتا ہے کہ جب کسی شخص کو کسی قدر مصیبت یا

؎۱ :۔ تذکرۃ الشہادتین ص۲۹۔ روحانی خزائن جلد ۲۰ ۔ ؎۲ :۔ الھدی والتبصرۃ لمن یری ص۱۲۳ جلد ۱۸ ۔
؎۳ :۔ الھدی والتبصرۃ لمن یری حاشیہ ص۱۲۳ جلد ۱۸ ۔ ؎۴ :۔ ایضاً ص۱۲۴ ۔

ابتلاء کے بعد اپنی پناہ میں لیا جائے اور کثرت مصائب اور تلف ہونے سے بچایا جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ الم یجدک یتیمًا فاٰوی اسی طرح تمام قرآن شریف میں اٰوی اور آوٰی کا لفظ ایسے ہی موقعوں پر استعمال ہوا ہے کہ جہاں کسی شخص یا قوم کو کسی قدر تکلیف کے بعد پھر آرام دیا گیا۔" ؎۱

پس آیت کریمہ مذکورہ بالا میں آویْنٰھما کا لفظ واضح طور پر اشارہ کر رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام کو واقعہ صلیب کی مصیبت سے نجات کے بعد ایک محفوظ مقام پر پناہ دی اور یہ ان کے صلیب سے زندہ اتر آنے کی ایک بہت بڑی دلیل ہے۔

چوتھی دلیل

اس ضمن میں چوتھی دلیل کے طور پر حضور نے آیتِ قرآنی کے اس حصّہ کو پیش فرمایا ہے :۔

" وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا "

یعنی میں تجھے کافر لوگوں کے الزامات سے پاک و صاف کروں گا۔ حضور فرماتے ہیں :۔

" قرآن شریف میں ایک یہ بھی آیت ہے وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔ یعنی اے عیسٰی میں ان الزاموں سے تجھے بری کروں گا اور تیرا پاکدامن ہونا ثابت کر دوں گا اور ان تہمتوں کو دُور کر دوں گا جو تیرے پر یہود اور نصاریٰ نے لگائیں۔" ؎۲

پھر اس سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا :۔

" یہ ایک بڑی پیشگوئی تھی اور اس کا ماحصل یہی ہے کہ یہود نے یہ تہمت لگائی تھی کہ نعوذ باللہ حضرت مسیح مصلوب ہو کر ملعون ہو کر خدا کی محبت ان کے دل میں سے جاتی رہی اور جیسا کہ لعنت کے مفہوم کے لئے شرط ہے ان کا دل خدا سے برگشتہ اور خدا سے بیزار ہو گیا اور تاریکی کے بے انتہا طوفان میں پڑ گیا اور بدیوں سے محبت کرنے لگا اور کل نیکیوں کا مخالف ہو گیا اور خدا سے تعلق توڑ کر شیطان کی بادشاہت کے ماتحت ہو گیا اور اس میں اور خدا میں حقیقی دشمنی پیدا ہو گئی اور یہی تہمت ملعون ہونے کی نصاریٰ نے بھی لگائی تھی۔۔۔۔۔ سو حضرت مسیح پر یہ سخت ناپاک تہمتیں لگائی گئی تھیں اور مُطَهِّرُكَ کی پیشگوئی میں یہ اشارہ۔ کہ ایک زمانہ وہ آتا ہے کہ خدائے تعالیٰ ان الزاموں سے حضرت مسیح کو پاک کریگا۔" ؎۳

؎۱ تذکرۃ الشہادتین ص۹ جلد ۲۰ ؛ ؎۲ مسیح ہندوستان میں ص۵۴ جلد ۱۵ ؛ ؎۳ ایضًا

ظاہر ہے کہ یہ سب الزامات مسیح پر اس وجہ سے تھے کہ معترضین کے خیال کے مطابق وہ صلیب پر مر گئے تھے۔ اب جب تک صلیب پہ مرنے کا ردّ نہ ہو ان الزامات کا ردّ بھی نہیں ہو سکتا۔ پس گویا اشارہ ہے کہ ایک وقت آئے گا جبکہ یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ مسیح صلیب پر نہیں مرا تھا۔ چنانچہ اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآن حکیم کی گواہی سے اور قبر مسیح کے انکشاف وغیرہ سے یہ امر ثابت فرما دیا ہے فالحمد للہ علیٰ ذالک۔ حضور نے فرمایا ہے :۔

"حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تطہیر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی سے بھی عقلمندوں کی نظروں میں بخوبی ہوگئی۔ کیونکہ آنجناب نے اور قرآن شریف نے گواہی دی کہ وہ الزام سب جھوٹے ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر لگائے گئے تھے۔" ؎۱

اسی طرح قبر مسیح کے مل جانے سے مشہود و محسوس طور پر اور بڑی صراحت کے ساتھ الزامات کا غلط ہونا ثابت ہو گیا اور اس طرح یہ بات بھی ثابت ہو گئی ہے کہ مسیح علیہ السلام ہرگز ہرگز صلیب پر نہیں مرے۔

پانچویں دلیل

حضرت مسیح علیہ السلام کے صلیب پہ نہ مرنے کی پانچویں دلیل کے طور پر حضور نے اس آیت کریمہ کو پیش فرمایا ہے :۔

"اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِکَۃُ یٰمَرْیَمُ اِنَّ اللّٰہَ یُبَشِّرُکِ بِکَلِمَۃٍ مِّنْہُ اسْمُہُ الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ وَجِیْھًا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ۔"

(آلِ عمران : ۴۶)

اس آیت کے حصہ وَجِیْھًا فِی الدُّنْیَا سے حضور نے حضرت مسیح علیہ السلام کی صلیبی موت کی تردید کا استدلال فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں :۔

"قرآن شریف میں ایک یہ بھی آیت حضرت مسیح کے حق میں ہے وَجِیْھًا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ۔ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ دنیا میں بھی مسیح کو اس کی زندگی میں وجاہت یعنی عزت اور مرتبہ اور عام لوگوں کی نظر میں عظمت اور بزرگی ملے گی۔ اور آخرت میں بھی۔" ؎۲

اس آیت کریمہ مذکورہ بالا کے مطابق مسیح کو اس دنیا اور آخرت میں، ہر دو جگہ عزت اور سرخروئی

؎۱ : مسیح ہندوستان میں ص۲۵ جلد ۱۵؛ ؎۲ : مسیح ہندوستان میں ص۵۲-۵۳ جلد ۱۵؛

نصیب ہونی چاہیئے لیکن امر واقعہ کیا ہے؟ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ میں :۔

"اب ظاہر ہے کہ حضرت مسیح نے ہیرودیس اور پلاطوس کے علاقہ میں کوئی عزت نہیں پائی بلکہ غایت درجہ کی تحقیر کی گئی اور یہ خیال کر دنیا میں پھر آکر عزت اور بزرگی پائیں گے۔ یہ ایک بے اصل وہم ہے جو نہ صرف خدا تعالیٰ کی کتابوں کے منشاء کے مخالف بلکہ اس کے قدیم قانونِ قدرت سے بھی مغائر اور مباین اور پھر ایک بے ثبوت امر ہے۔" ؎۱

ظاہر ہے کہ خدا کا کلام باطل نہیں ہو سکتا۔ دوسری طرف واقعات ہمارے سامنے ہیں۔ اس عقدہ کا حل کیا ہے؟ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان واقعات کی اصلیت بیان کرتے ہوئے اس عقدہ کو حل فرماتے ہیں :۔

"واقعی اور سچی بات یہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے اس بد بخت قوم کے ہاتھ سے نجات پاکر جب ملک پنجاب کو اپنی تشریف آوری سے فخر بخشا تو اس ملک میں خدائے تعالیٰ نے ان کو بہت عزت دی اور بنی اسرائیل کی وہ دس قومیں جو گم تھیں اس جگہ آکر ان کو مل گئیں.... چونکہ حضرت مسیح کی دعوت میں آنے والے نبی کے قبول کرنے کی وصیّت تھی اس لئے وہ دس فرقے جو اس ملک میں آکر افغان اور کشمیری کہلائے آخر کار سب کے سب مسلمان ہو گئے۔ غرض اس ملک میں حضرت مسیح کو بڑی وجاہت پیدا ہوئی۔" ؎۲

نیز فرمایا :۔

"حال میں ایک سکّہ ملا ہے جو اسی ملکِ پنجاب میں سے برآمد ہوا ہے اس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام پالی تحریر میں درج ہے اور اسی زمانہ کا سکّہ ہے جو حضرت مسیح کا زمانہ تھا۔ اس سے یقین ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے اس ملک میں آکر شاہانہ عزت پائی اور غالباً یہ سکّہ ایسے بادشاہ کی طرف سے جاری ہوا ہے جو حضرت مسیح پر ایمان لے آیا تھا۔ ایک اور سکّہ برآمد ہوا ہے اس پر ایک اسرائیلی مرد کی تصویر ہے۔ قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی حضرت مسیح کی تصویر ہے۔ قرآن شریف میں ایک یہ بھی آیت ہے کہ مسیح کو خدا نے ایسی برکت دی ہے کہ جہاں جائے گا وہ مبارک ہوگا (وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا أَيْنَمَا كُنْتُ) سو ان سکّوں سے ثابت ہے کہ اس نے خدا سے بڑی برکت پائی اور وہ فوت نہ ہوا جب تک اس کو ایک شاہانہ عزت نہ دی گئی۔" ؎۳

حضرت مسیح علیہ السلام کی صلیبی موت سے نجات پر ہمارا استدلال یہ ہے کہ قرآن شریف کا یہ بیان (وجیھًا

؎۱، ؎۲ :۔ مسیح ہندوستان میں ص۵۳۔ روحانی خزائن جلد ۱۵؛ ؎۳ :۔ ایضاً ص۵۴-۵۵ جلد ۱۵

فی الدنیا) اسی صورت میں درست ہو سکتا ہے کہ مسیح علیہ السلام نے صلیب پر وفات نہ پائی ہو۔ کیونکہ صلیب کے وقت تک ان کو دنیا میں وجاہت نصیب نہ ہو سکی۔ یہ وجاہت جیسا کہ مذکورہ بالا حوالہ سے واضح ہے ان کو واقعۂ صلیب کے بعد نصیب ہوئی جب وہ شام سے ہجرت کر کے کشمیر آئے۔ پس جب خدائی بیان کی سچائی میں شک نہیں ہو سکتا تو لازمی طور پر ماننا پڑے گا کہ حضرت مسیح صلیب پر فوت نہیں ہوئے کیونکہ تاریخی طور پر یہ امر ثابت شدہ ہے کہ صلیب کے واقعہ تک ان کو دنیا میں عزت حاصل نہیں ہوئی بلکہ ان کی حالت ان کے اپنے الفاظ میں یہ تھی کہ:-

"لومڑیوں کے بھٹ ہوتے ہیں اور ہوا کے پرندوں کے گھونسلے مگر ابنِ آدم کے لئے سر دھرنے کی بھی جگہ نہیں"۔ [۱]

ان کو جو وجاہت نصیب ہوئی وہ واقعہ صلیب کے بعد ہوئی۔ پس ان کی صلیبی موت کا خیال باطل ہے۔

حدیثی براہین

قرآن مجید کے علاوہ احادیث نبویہ سے بھی اس بات کے دلائل ملتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر فوت نہیں ہوئے۔ چنانچہ حدیث کے دلائل درج ذیل ہیں:-

چھٹی دلیل

صلیبی موت کی تردید میں چھٹی دلیل حدیث کی رُو سے پیش کی گئی ہے۔ احادیث میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر باختلاف روایات ۱۲۰ اور ۱۲۵ سال بیان کی گئی ہے۔ ان دونوں قسم کی احادیث میں سے خواہ کسی حدیث کو بنیاد بنالیا جائے ہمارا استدلال ہر صورت میں یہ ہے کہ اگر حادثۂ صلیب کے وقت ان کی موت مان لی جائے جو ۳۲ یا ۳۳ سال کی عمر میں پیش آیا تھا تو پھر ان کے ۱۲۰ یا ۱۲۵ سال تک زندہ رہنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ پس حدیث کے بیان کے مطابق صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح واقعہ صلیب کے بعد زندہ رہے اور یہ ثبوت ہے اس بات کا کہ وہ صلیب پر فوت نہیں ہوئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس دلیل کو یوں بیان فرمایا ہے:-

"احادیث میں آیا ہے کہ اس واقعہ کے بعد عیسیٰ بن مریم نے ایک سو بیس برس کی عمر پائی اور پھر فوت ہو کر اپنے خدا کو جا ملا"۔ [۲]

---

[۱]:- لوقا ۹ : ۵۸

[۲]:- تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۲۹ ۔ جلد ۲۰

نیز فرمایا :۔

"حدیث صحیح میں حضرت عیسٰی کی عمر ایک سو بیس برس مقرر کر دی گئی ہے"۔ ؎۱

پھر اسی تسلسل میں فرمایا :۔

"حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کی ایک سو بیس برس کی عمر ہوئی تھی لیکن تمام یہود و نصاریٰ کے اتفاق سے صلیب کا واقعہ اس وقت پیش آیا جبکہ حضرت ممدوح کی عمر صرف تینتیس برس کی تھی۔ اس دلیل سے ظاہر ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام نے صلیب سے بفضلہ تعالیٰ نجات پاکر باقی عمر سیاحت میں گذاری تھی"۔ ؎۲

ساتویں دلیل

واقعہ صلیب سے زندہ بچ نکلنے کا ایک اور ثبوت احادیث کی رُو سے یہ ملتا ہے کہ احادیث میں حضرت مسیح علیہ السلام کے ہجرت کرنے کا واضح ذکر پایا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ ہجرت واقعہ صلیب کے بعد ہی ہو سکتی ہے کیونکہ اس سے قبل ہجرت ثابت نہیں۔ اور صلیب کے حادثہ کے بعد ہجرت ان کے صلیب سے بچ نکلنے کا ثبوت ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس سلسلہ میں فرماتے ہیں :۔

"احادیث میں معتبر روایتوں سے ثابت ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسیح کی عمر ایک سو پچیس برس کی ہوئی ہے اور اس بات کو اسلام کے تمام فرقے مانتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام میں دو ایسی باتیں جمع ہوئی تھیں کہ کسی نبی میں وہ دونوں جمع نہیں ہوئیں۔ (۱) ایک یہ کہ انہوں نے کامل عمر پائی یعنی ایک سو پچیس برس زندہ رہے۔ (۲) دوم یہ کہ انہوں نے دنیا کے اکثر حصوں کی سیاحت کی اس لئے نبی سیّاح کہلائے۔ اب ظاہر ہے کہ اگر وہ تینتیس برس کی عمر میں آسمان کی طرف اُٹھائے جاتے تو اس صورت میں ایک سو پچیس برس کی روایت صحیح نہیں ٹھہر سکتی تھی اور نہ اس چھوٹی سی عمر میں تینتیس برس میں سیاحت کر سکتے ہیں۔ اور یہ روایتیں نہ صرف حدیث کی معتبر اور قدیم کتابوں میں لکھی ہیں۔ بلکہ مسلمانوں کے فرق ملل میں اس تواتر سے مشہور ہیں کہ اس سے بڑھ کر متصوّر نہیں۔ کنز العمّال جو احادیث کی ایک جامع کتاب ہے اس کے صفحہ ۳۴ (جلد دوم) میں ابوہریرہ سے یہ حدیث لکھی ہے اوحی اللہ تعالیٰ الی عیسٰی ان یا عیسی انتقل من مکان الی مکان لئلا تعرف فتوذی

؎۱ :۔ ایام الصلح حاشیہ ص۱۲۷ جلد ۱۴ ؎۲ :۔ راز حقیقت حاشیہ ص۲ - جلد ۱۴

یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اے عیسیٰ ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف نقل کرتا رہ یعنی ایک ملک سے دوسرے ملک کی طرف جا تاکہ کوئی تجھے پہچان کر دکھ نہ دے۔ پھر اسی کتاب میں جابرؓ سے روایت کر کے یہ حدیث لکھی ہے۔ کان عیسٰی ابن مریم یسیح فاذا امسٰی اکل بقل الصحراء و یشرب الماء القراح (جلد دوم ص۷۱) یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہمیشہ سیاحت کیا کرتے تھے اور ایک ملک سے دوسرے ملک کی طرف سیر کرتے تھے اور جہاں شام پڑتی تھی تو جنگل کے بقولات میں سے کچھ کھاتے تھے اور خالص پانی پیتے تھے۔ اور پھر اسی کتاب میں عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے جس کے یہ الفاظ ہیں۔ قال احب الشیء الی اللہ الغرباء قیل ای شیءٍ الغرباء قال الذین یفرون بدینھم و یجتمعون الی عیسٰی ابن مریم۔ (جلد ۲ ص۷۱) یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، سب سے پیارے خدا کی جناب میں وہ لوگ ہیں جو عیسیٰ مسیح کی طرح دین لیکر اپنے ملک سے بھاگتے ہیں“۔ [1]

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ بیان اور استدلال بہت واضح ہے۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر مر گئے تھے تو ان کے ہجرت کرنے اور جگہ جگہ پھرنے کا کونسا وقت تھا؟ ان کی ہجرت تو مسلّم ہے (تاریخی ثبوت ہم الگ دلیل کے طور پر ذکر کریں گے) اور اس کو صحیح ماننے کی بنیاد یہ امر ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر ہرگز فوت نہیں ہوئے تھے بس اس استدلال سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے صلیب پر وفات نہیں پائی بلکہ زندہ بچ کر ہجرت کی اور پھر فوت ہوئے۔

انجیلی براہین

عیسائیوں پر اتمامِ حجت کرنے کے لئے چونکہ انجیل کے دلائل زیادہ مؤثر ثابت ہو سکتے ہیں اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اناجیل سے بھی بکثرت دلائل مسیح کی صلیبی موت کی تردید میں دیئے ہیں۔ چنانچہ اب میں ان دلائل کو بیان کرتا ہوں جو از روئے انجیل حضرت مسیح علیہ السلام کی صلیبی موت کی تردید میں حضور نے بیان فرمائے ہیں۔

---

[1] مسیح ہندوستان میں ص۵۵-۵۶۔ جلد ۱۵؛

آٹھویں دلیل

حضرت مسیح علیہ السلام کی صلیبی موت کی تردید میں سب سے زبردست انجیلی دلیل یونس نبی کے نشان سے مشابہت کی دلیل ہے۔

اصل واقعہ یہ ہے کہ جب حضرت مسیح علیہ السلام کو صلیب پر لٹکایا جانے لگا تو اس زمانہ کے لوگوں نے ان سے یہ نشان طلب کیا کہ وہ صلیب کے عذاب سے بچ کر دکھائیں اس کے جواب میں حضرت مسیح نے یہ فرمایا:۔

"اس زمانہ کے بُرے اور زنا کار لوگ نشان طلب کرتے ہیں مگر یوناہ کے نشان کے سوا کوئی اور نشان ان کو نہ دیا جائے گا۔" (متی ۱۶/۴)

پھر ایک اور مقام پر یوں لکھا ہے کہ:۔

"اُس نے جواب دے کر ان سے کہا کہ اس زمانے کے بُرے اور زنا کار لوگ نشان طلب کرتے ہیں مگر یونس نبی کے نشان کے سوا کوئی اور نشان ان کو نہ دیا جائے گا۔ کیونکہ جیسے یونس تین رات دن مچھلی کے پیٹ میں رہا ویسے ہی ابن آدم تین رات دن زمین کے اندر رہے گا۔" (متی ۱۲/۳۹-۴۰)

ان حوالوں سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے صرف ایک نشان دکھانے کا وعدہ کیا تھا اور اس پر حصر کیا تھا۔ یہ نشان یونس نبی کا نشان تھا۔ اس نشان کے سلسلہ میں بائیبل ہی میں یہ لکھا ہے:۔

"یوناہ تین دن رات مچھلی کے پیٹ میں رہا۔ تب یوناہ نے مچھلی کے پیٹ میں خداوند اپنے خدا سے دُعا مانگی۔" (یوناہ ۱/۱۷ و ۲/۱)

پس خلاصہ یہ ہوا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے لئے لازم تھا کہ وہ بھی حضرت یونس علیہ السلام کی طرح تین دن رات زمین کے اندر رہتے اور زندہ داخل ہوتے، زندہ زمین رہتے اور زندہ ہی باہر نکل آتے تا انکی یونس سے مشابہت پوری ہوتی اور ان کا وہ وعدہ پُورا ہوتا کہ اس زمانہ کے لوگوں کو صرف یہ ایک نشان دکھلایا جائے گا۔

حضرت مسیح علیہ السلام کے صلیب سے نجات پانے پر ہمارا بہت ہی سادہ لیکن واضح اور قطعی استدلال یہ ہے کہ اگر حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر مر گئے ہوں تو پھر ان کی حضرت یونس علیہ السلام کے معجزہ سے مشابہت باطل، ان کا قول غلط اور ان کی پیشگوئی جھوٹی ثابت ہوتی ہے اور یہ ممکن نہیں کہ نبی کا قول باطل ہو۔ مزید برآں اس پیشگوئی کے غلط ہونے کی صورت میں ان کی صداقت، نبوت اور معصومیت کے سب دعاوی

باطل ہو جاتے ہیں پس ثابت ہوا کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر نہیں مرے تھے بلکہ وہ اپنی پیشگوئی کے مطابق زندہ زمین کے اندر ایک قبر نما جگہ میں داخل ہوئے، تین دن اس کے اندر بے ہوشی کی حالت میں زندہ رہے اور پھر زندہ ہی زمین سے باہر آ گئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس دلیل کو جن الفاظ میں بیان فرمایا ہے وہ درج ذیل ہیں:-

(۱) "پہلی دلیل یہ ہے کہ وہ (یعنی مسیح۔ ناقل) انجیل میں یونس نبی سے اپنی مشابہت بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یونس کی طرح میں بھی قبر میں تین دن رہوں گا جیسا کہ یونس مچھلی کے پیٹ میں رہا تھا۔ اب یہ مشابہت جو نبی کے مونہہ سے نکلی ہے قابل غور ہے کیونکہ اگر حضرت مسیح مردہ ہونے کی حالت میں قبر میں رکھے گئے تھے تو مُردہ اور زندہ کی کس طرح مشابہت ہو سکتی ہے؟ کیا یونس مچھلی کے پیٹ میں مرا رہا تھا؟ سو یہ ایک بڑی دلیل اس بات پر ہے کہ ہر گز مسیح علیہ السلام صلیب پر فوت نہیں ہوئے اور نہ وہ مردہ ہونے کی حالت میں قبر میں داخل ہوئے۔" [۱]

(۲) "خود حضرت مسیح علیہ السلام کی اس مثال کے موافق جو آپ نے یونس نبی کا تین دن مچھلی کے پیٹ میں رہنا اپنے انجام کار کا ایک نمونہ ٹھہرایا تھا۔ آپ کو خدا تعالیٰ نے صلیب اور اس کے پھل سے جو لعنت ہے نجات بخشی۔ اور آپ کی یہ دردناک آواز کہ ایلی ایلی لما سبقتانی جناب الٰہی میں سُنی گئی۔ یہ وہ کھلا کھلا ثبوت ہے جس سے ہر ایک حق کے طالب کا دل بے اختیار خوشی کے ساتھ اچھل پڑے گا۔" [۲]

(۳) "میں اس کو نہیں مانتا کہ وہ (مسیح۔ ناقل) صلیب پر مرے ہوں بلکہ میری تحقیقات سے یہی ثابت ہوا ہے کہ وہ صلیب پر سے زندہ اتر آئے اور خود مسیح علیہ السلام بھی میری رائے سے متفق ہیں۔ حضرت مسیح کا بڑا معجزہ یہی تھا کہ وہ صلیب پر نہیں مریں گے بلکہ یونس نبی کے نشان کا انہوں نے وعدہ کیا تھا اب اگر یہ مان لیا جائے جیسا کہ عیسائیوں نے غلطی سے مان رکھا ہے کہ وہ صلیب پر مر گئے تھے تو پھر یہ نشان کہاں گیا اور یونس نبی کے ساتھ مماثلت کیسی ہوگی؟ یہ کہنا کہ وہ قبر میں داخل ہو کر تین دن کے بعد زندہ ہوئے بہت بیہودہ بات ہے اس لئے کہ یونس تو زندہ مچھلی کے پیٹ میں داخل ہوئے تھے نہ مر کر۔ یہ نبی کی بے ادبی ہے اگر ہم اس کی تاویل کرنے لگیں اصل بات یہی ہے کہ وہ صلیب پر سے زندہ اتر آئے۔ پھر

---

[۱]:- ایام الصلح صفحہ ۱۲۵ جلد ۱۴

[۲]:- ستارہ قیصریہ صفحہ ۱۷ جلد ۱۵

ایک سلیم الفطرۃ انسان کو واجب ہے کہ جو کچھ مسیح نے صاف لفظوں میں کہا اس کو محکم طور پر پکڑیں۔" [۱]

(۴) "انجیل بھی یہی گواہی دیتی ہے کیونکہ مسیح نے یونس کے ساتھ اپنی تشبیہ پیش کی ہے اور کوئی عیسائی اس سے بے خبر نہیں کہ یونس مچھلی کے پیٹ میں نہیں مرا تھا۔ پھر اگر یسوع قبر میں مُردہ پڑا رہا تو مُردہ کو زندہ سے کیا مناسبت اور زندہ کو مُردہ سے کونسی مشابہت۔" [۲]

(۵) "مسیح نے جو اپنے تئیں یونس سے مثال دی یہ اسی کی طرف اشارہ تھا کہ وہ قبر میں زندہ داخل ہوگا اور زندہ رہے گا کیونکہ مسیح نے خدا سے الہام پایا تھا کہ وہ صلیب کی موت سے ہرگز نہیں مرے گا۔" [۳]

(۶) "مسیح نے خود اپنے اس قصہ کی مثال یونس کے قصہ سے دی اور ظاہر ہے کہ یونس مچھلی کے پیٹ میں مرا نہیں تھا۔ پس اگر مسیح مر گیا تھا تو یہ مثال صحیح نہیں ہو سکتی بلکہ ایسی مثال دینے والا ایک سادہ لوح آدمی ٹھہرتا ہے جس کو یہ بھی خبر نہیں کہ مشبّہ اور مشبّہ بہ میں مشابہت تامہ ضروری ہے۔" [۴]

(۷) "کفارہ کا مسئلہ تو حضرت عیسیٰ نے آپ ردّ کر دیا ہے جبکہ کہا کہ میری یونس نبی کی مثال ہے جو تین دن زندہ مچھلی کے پیٹ میں رہا۔ اب اگر حضرت عیسیٰ درحقیقت صلیب پر مر گئے تھے تو ان کو یونس سے کیا مشابہت اور یونس کو ان سے کیا نسبت؟ اس تمثیل سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ صلیب پر مرے نہیں صرف یونس کی طرح بے ہوش ہو گئے تھے۔" [۵]

(۸) "مسیح نے بطور پیشگوئی خود ہی کہا کہ بجز یونس کے نشان کے اور کوئی نشان دکھایا نہیں جائے گا۔ پس مسیح نے اپنے اس قول میں یہ اشارہ کیا کہ جس طرح یونس زندہ ہی مچھلی کے پیٹ میں داخل ہؤا اور زندہ ہی نکلا ایسا ہی مَیں بھی زندہ ہی قبر میں داخل ہوں گا۔ اور زندہ ہی نکلوں گا۔ سو یہ نشان بجز اس کے کیونکر پُورا ہو سکتا تھا کہ مسیح زندہ صلیب سے اتارا جاتا اور زندہ قبر میں داخل ہوتا۔" [۶]

---

۱ :- ملفوظات جلد دوم صفحہ ۲۸۶-۲۸۷ ۔ ۲ :- سراج منیر صفحہ ۶۳ روحانی خزائن جلد ۱۲ ۔
۳ :- کتاب البریہ صفحہ ۲۶۴ حاشیہ روحانی خزائن جلد ۱۳ ۔ ۴ :- ست بچن حاشیہ صفحہ ۱۶۴ روحانی خزائن جلد ۱۰ ۔
۵ :- چشمۂ مسیحی صفحہ ۲۶ " جلد ۲۰ ۔ ۶ :- کشتی نوح صفحہ ۵۰ " " جلد ۱۹ ۔

(۹) "اگر یہ سوال ہو کہ کونسا قرینہ خاص مسیح کے لفظ کا اس بات پر ہے کہ اس موت سے مراد حقیقی موت مراد نہیں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قرینہ بھی خود مسیح نے فرمایا ہے جبکہ فقیہہ اور فریسی اور یہودیوں کے مولوی اکٹھے ہو کر اسکے پاس گئے کہ تو نے مسیح ہونے کا تو دعویٰ کیا پر اس دعویٰ کو کیونکر بغیر معجزہ کے ہم مان لیں تو حضرت مسیح نے ان فقیہوں اور مولویوں کو جواب دیا کہ اس زمانہ کے حرام کار لوگ مجھ سے معجزہ مانگتے ہیں لیکن ان کو بجز یونس نبی کے معجزہ کے اور کوئی معجزہ نہیں دکھایا جائے گا یعنی یہ معجزہ دکھایا جائے گا کہ جیسے یونس نبی تین دن مچھلی کے پیٹ میں زندہ رہا اور مرا نہیں ایسا ہی قدرتِ الٰہی سے مسیح بھی تین دن تک بحالت زندگی قبر میں رہے گا اور نہیں مرے گا۔
...... اگر مسیح کے الفاظ مذکورہ کو حقیقی موت پر حمل کرلیں تو یہ معجزہ یونس کی مشابہت کا باطل ہو جائے گا کیونکہ یونس مچھلی کے پیٹ میں بحالتِ زندگی رہا تھا نہ مُردہ ہو کر۔ سو اگر مسیح مر گیا تھا اور موت کی حالت میں قبر میں داخل کیا گیا تھا تو اس کو یونس کے اس واقعہ سے کیا مشابہت اور یونس کے واقعہ کو اس واقعہ سے کیا مناسبت؟ اور مُردوں کو زندوں سے کیا مماثلت۔ سو یہ کافی اور کامل قرینہ ہے کہ مسیح کا یہ کہنا کہ میں تین دن تک مَروں گا حقیقت پر محمول نہیں بلکہ اسکے مجازی موت مراد ہے جو سخت غشی کی حالت تھی۔" [1]

(۱۰) "حضرت عیسیٰ صلیب پر ہرگز نہیں مرے ورنہ وہ نعوذ باللہ اپنے لئے یونس نبی کی مثال پیش کرنے میں دروغ گو ٹھہرتے ہیں۔" [2]

(۱۱) "اگر وہ صلیب پر مرتا تو اپنے قول سے خود جھوٹا ٹھہرتا کیونکہ اس صورت میں یونس کے ساتھ اس کی کچھ مشابہت نہ ہوتی۔" [3]

(۱۲) "عجیب بات ہے کہ ایک طرف تو حضرات عیسائیاں انجیلوں کے حوالہ سے یہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کے اس واقعہ کو یونس کے واقعہ اور اسحٰق کے واقعہ سے مشابہت تھی اور پھر آپ ہی اس مشابہت کے برخلاف عقیدہ رکھتے ہیں۔ کیا وہ ہمیں بتلا سکتے ہیں کہ یونس نبی مچھلی کے پیٹ میں مردہ ہونے کی حالت میں داخل ہوا تھا اور مُردہ ہونے کی حالت میں اس کے اندر دو یا تین دن تک رہا۔ پس یونس سے یسوع کی مشابہت کیا ہوئی۔ زندہ کو مُردے سے کیا مشابہت؟

---

[1] :۔ ازالہ اوہام حصہ اوّل صفحہ ۳۰۲، ۳۰۳ جلد ۳ ؛ [2] :۔ ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم حاشیہ صفحہ ۳۸۹ جلد ۲۱ ؛
[3] :۔ سراج دین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب صفحہ ۲۵ جلد ۱۲ ؛

اور کیا حضرات عیسائیاں ہمیں بتلا سکتے ہیں کہ اسحٰق حقیقت میں ذبح ہو کر پھر زندہ کیا گیا تھا اور اگر یہ بات نہیں ہے تو پھر یسوع کے واقعہ کو اسحٰق کے واقعہ سے کیا مشابہت"۔[۱]

(۱۳) "مسیح صلیب پر نہیں مرا اور اس کو خدا نے صلیب کی موت سے بچا لیا۔ بلکہ جیسا کہ اُس نے کہا تھا کہ میری حالت یونس سے مشابہ ہے ایسا ہی ہوا۔ نہ یونس مچھلی کے پیٹ میں مرا نہ یسوع صلیب کے پیٹ پر"۔[۲]

(۱۴) "خود حضرت مسیح نے فرمایا تھا کہ میری مثال یونس نبی کی طرح ہے اور یونس کی طرح میں بھی تین دن قبر میں رہوں گا۔ اب ظاہر ہے کہ مسیح جو نبی تھا اس کا قول جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ اُس نے اپنے قصہ کو یونس کے قصہ سے مشابہ قرار دیا ہے اور چونکہ یونس مچھلی کے پیٹ میں نہیں مرا بلکہ زندہ رہا اور زندہ ہی داخل ہوا اس لئے مشابہت کے تقاضا سے ضروری طور پر یہ ماننا پڑتا ہے کہ مسیح بھی قبر میں نہیں مرا اور نہ مُردہ داخل ہوا ورنہ مُردہ کو زندہ سے کیا مشابہت؟"[۳]

(۱۵) "حضرت مسیح نے یونس نبی کے نشان کی طرف جو اشارہ فرمایا تو اس سے حضرت مسیح کا یہ مطلب تھا کہ یونس نبی مچھلی کے پیٹ میں ہلاک نہیں ہوا بلکہ زندہ رہا اور زندہ نکل آیا ایسے ہی میں بھی صلیب پر نہیں مروں گا اور نہ قبر میں مُردہ داخل ہوں گا"۔[۴]

(۱۶) "نبی کے کلام میں جھوٹ جائز نہیں۔ مسیح نے اپنی قبر میں رہنے کے تین دن کو یونس کے تین دنوں سے مشابہت دی ہے اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ جیسا کہ یونس تین دن مچھلی کے پیٹ میں زندہ رہا ایسا ہی مسیح بھی تین دن قبر میں زندہ رہے گا اور یہودیوں میں اس وقت کی قبریں اس زمانہ کی قبروں کے مشابہ نہ تھیں بلکہ وہ ایک کوٹھے کی طرح اندر سے بہت فراخ ہوتی تھیں اور ایک طرف کھڑکی ہوتی تھی جس کو ایک بڑے پتھر سے ڈھانکا ہوا ہوتا تھا"۔[۵]

(۱۷) "یہ امر یقینی ہے کہ حضرت عیسیٰ صلیب پر فوت نہیں ہوئے اور انہوں نے خود یونس نبی کے مچھلی کے قصہ کو اپنے قصے سے جو تین دن قبر میں رہنا تھا مشابہت دیکر ہر ایک دانا کو یہ سمجھا دیا ہے کہ وہ یونس نبی کی طرح قبر میں زندہ ہونے کی حالت میں داخل کئے گئے اور جب تک قبر میں رہے زندہ رہے۔ ورنہ مُردوں کو زندوں سے کیا مشابہت ہو سکتی ہے اور ضرور ہے کہ نبی

---

[۱]:۔ سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب ص۳۴ جلد ۱۲

[۲]:۔ حقیقۃ الوحی ص۴۲ جلد ۲۲ ؛

[۳]:۔ ازالہ اوہام حصہ اوّل ص۱۰۱ جلد ۳

[۴]:۔ کتاب البریہ ص۲۵ جلد ۱۳

[۵]:۔ مسیح ہندوستان میں ص۲۱ جلد ۱۵ ؛

کی مثال بے ہودہ اور بے معنی نہ ہو۔ انجیل میں ایک دوسری جگہ بھی اس امر کی طرف اشارہ ہے جہاں لکھا ہے کہ زندہ کو مُردوں میں کیوں کھینچتے ہو۔ بعض حواریوں کا یہ خیال کہ حضرت عیسٰی صلیب پر فوت ہو گئے تھے ہرگز صحیح نہیں ہے کیونکہ آپ کا قبر سے نکلنا اور حواریوں کو اپنے زخم دکھانا، یونس نبی سے اپنی مشابہت فرمانا۔ یہ سب باتیں اس خیال کو ردّ کرتی ہیں اور اس کی مخالف ہیں۔" [۱]

(۱۸) "انجیل شریف پر غور کرنے سے یہ اعتقاد (صلیبی موت کا۔ ناقل) سراسر باطل ثابت ہوتا ہے۔ متی باب ۱۲ آیت ۴۰ میں لکھا ہے کہ جیسا کہ یونس تین رات دن مچھلی کے پیٹ میں رہا ویسا ہی ابن آدم تین رات دن زمین کے اندر رہے گا۔ اب ظاہر ہے کہ یونس مچھلی کے پیٹ میں مرا نہیں تھا اور اگر زیادہ سے زیادہ کچھ ہوا تھا تو صرف بے ہوشی اور غشی تھی اور خدا کی پاک کتابیں یہ گواہی دیتی ہیں کہ یونس خدا کے فضل سے مچھلی کے پیٹ میں زندہ رہا اور زندہ نکلا اور آخر قوم نے اس کو قبول کیا۔ پھر اگر حضرت مسیح علیہ السلام مچھلی [۲] کے پیٹ میں مر گئے تھے تو مُردہ کو زندہ سے کیا مشابہت اور زندہ کو مُردہ سے کیا مناسبت۔" [۳]

(۱۹) حقیقت یہ ہے کہ چونکہ مسیح ایک نبی صادق تھا اور جانتا تھا کہ وہ خدا جس کا وہ پیارا تھا۔ لعنتی موت سے اس کو بچائے گا اس لئے اُس نے خدا سے الہام پا کر پیشگوئی کے طور پر یہ مثال بیان کی تھی اور اس مثال میں جتلا دیا تھا کہ وہ صلیب پر نہ مرے گا اور نہ لعنت کی لکڑی پر اس کی جان نکلے گی بلکہ یونس نبی کی طرح صرف غشی کی حالت ہوگی اور مسیح نے اس مثال میں یہ بھی اشارہ کیا تھا کہ وہ زمین کے پیٹ سے نکل کر پھر قوم سے ملے گا اور یونس کی طرح قوم میں عزت پائے گا۔ سو یہ پیشگوئی بھی پُوری ہوئی کیونکہ مسیح زمین کے پیٹ میں سے نکل کر اپنی ان قوموں کی طرف گیا جو کشمیر اور تبت وغیرہ مشرقی ممالک میں سکونت رکھتی تھیں۔" [۴]

(۲۰) "خود مسیح نے انجیل میں اپنے اس واقعہ کی مثال حضرت یونس کے واقعہ سے منطبق کی ہے اور یہ کہا ہے کہ میرا قبر میں داخل ہونا اور قبر سے نکلنا یونس نبی کی مچھلی کے نشان سے مشابہ ہے اور ظاہر ہے کہ یونس مچھلی کے پیٹ میں نہ مُردہ داخل ہوا تھا اور نہ مُردہ نکلا تھا بلکہ زندہ داخل ہوا اور زندہ ہی نکلا۔ پھر اگر حضرت مسیح قبر میں مُردہ داخل ہوا تھا تو اس کے

---

[۱] ۔ کشف الغطاء حاشیہ ص۳۴-۳۵ جلد ۱۴
[۲] ۔ (غالباً اصل لفظ زمین ہوگا۔ راشد)
[۳] ۔ مسیح ہندوستان میں ص۱۶۔ جلد ۱۵
[۴] ۔ مسیح ہندوستان میں ص۱۷ جلد ۱۵

قصے کو یونس نبی کے قصے سے کیا مشابہت اور ممکن نہیں کہ نبی جھوٹ بولے اس لئے یہ اس بات پر یقینی دلیل ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر فوت نہیں ہوئے اور نہ مُردہ ہونے کی حالت میں قبر میں داخل ہوئے"۔ [1]

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مندرجہ بالا بیشتر حوالہ جات سے یہ بات بہ تمام و کمال پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام ہرگز صلیب پر فوت نہیں ہوئے۔

نویں دلیل

حضرت مسیح علیہ السلام کے صلیب سے زندہ اترنے پر ایک زبردست دلیل حاکم وقت پیلاطوس کی بیوی کا وہ خواب ہے جس میں اسے بتایا گیا تھا کہ اگر مسیح کو موت کی سزا دی گئی تو ان پر عذاب نازل ہوگا۔ اس خواب کی بناء پر پیلاطوس نے ایسا اہتمام کیا کہ کسی طرح حضرت مسیح صلیب پر مرنے سے بچ جائیں جیسا کہ ہم آئندہ اسی باب میں دیکھیں گے۔ اس خواب کا اناجیل میں واضح طور پر ذکر ملتا ہے۔ مثلاً ایک جگہ لکھا ہے:۔

"جب وہ تختِ عدالت پر بیٹھا تھا تو اس کی بیوی نے اُسے کہلا بھیجا کہ تو اس راستباز سے کچھ کام نہ رکھ کیونکہ مَیں نے آج خواب میں اس کے سبب سے بہت دُکھ اُٹھایا ہے"۔ [2]

اب ہمارا استدلال یہ ہے کہ اگر اس خواب کے باوجود حضرت مسیح کو صلیب دیا گیا ہوتا اور وہ صلیب پر مر گئے ہوتے تو لازمی تھا کہ پیلاطوس کے خاندان پر خدائی عذاب نازل ہوتا لیکن تاریخ سے ایسا ہرگز ثابت نہیں ہے۔ پس ثابت ہوا کہ حضرت مسیح صلیب پر نہیں مرے ورنہ خدا کی دکھائی ہوئی خواب باطل اور لغو ثابت ہوتی ہے جو خدائی شان سے بعید ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس دلیل کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

(۱) "پیلاطوس کی بیوی کو فرشتہ نے خواب میں کہا کہ اگر یسوع سُولی پر مر گیا تو اس میں تمہاری تباہی ہے اور اس بات کی خدا تعالیٰ کی کتابوں میں کوئی نظیر نہیں ملتی کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے کسی کو خواب میں فرشتہ کہے کہ اگر ایسا کام نہیں کروگے تو تم تباہ ہو جاؤ گے اور پھر فرشتہ کے کہنے کا ان کے دلوں پر کچھ بھی اثر نہ ہو اور وہ کہنا رائیگاں جائے اور اسی طرح یہ بات بھی سراسر فضول اور جھوٹ معلوم ہوتی ہے کہ خدا تعالیٰ کا تو یہ پختہ ارادہ ہو کہ وہ یسوع مسیح کو

---

[1] :۔ تریاق القلوب صفحہ ۱۱۱ جلد ۱۵ ؛ [2] :۔ متی ۲۷/۱۹ ؛

سُولی دے اور اس طرح پر لوگوں کو عذابِ ابدی سے بچاوے اور فرشتہ خواہ نخواہ یسوع مسیح کے بچانے کے لئے تڑپتا پھرے۔ کبھی پیلاطوس کے سپاہیوں کو اس پر مہربان کرے اور ترغیب دے کہ وہ اسکی ہڈی نہ توڑیں اور کبھی پیلاطوس کی بیوی کے خواب میں آوے اور اس کو یہ کہے کہ اگر یسوع مسیح سُولی پر مرگیا تو پھر اس میں تمہاری تباہی ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ خُدا اور فرشتہ کا باہم اختلاف رائے ہو۔" [۱] 2ے

(۲) " ایک اور آسمانی سبب یہ پیدا ہوُا کہ جب پیلاطوس کچہری کی مسند پر بیٹھا تھا اسکی جورو نے اُسے کہلا بھیجا کہ تو اس راستباز سے کچھ کام نہ رکھ (یعنی اس کے قتل کرنے کے لئے سعی نہ کر) کیونکہ مَیں نے آج رات خواب میں اس کے سبب سے بہت تکلیف پائی دیکھو متی باب ۲۷ آیت ۱۹۔ سو یہ فرشتہ جو خواب میں پلاطس کی جورو کو دکھایا گیا اس سے ہم اور ہر ایک منصف یقینی طور پر یہ سمجھے گا کہ خدا کا ہرگز یہ منشاء نہ تھا کہ مسیح صلیب پر وفات پاوے۔" [۲]

(۳) "جس طرح مصر کے قصہ میں مسیح کے مارے جانے کا اندیشہ ایک ایسا خیال ہے جو خدائے تعالیٰ کے ایک مقررشدہ وعدہ کے برخلاف ہے اسی طرح اسجگہ بھی یہ خلافِ قیاس بات ہے کہ خدائے تعالیٰ کا فرشتہ پلاطوس کی جورو کو نظر آوے اور وہ اس ہدایت کی طرف اشارہ کرے کہ اگر مسیح صلیب پر فوت ہوگیا تو یہ تمہارے لئے اچھا نہ ہوگا تو پھر اس غرض سے فرشتہ کا ظاہر ہونا بےسود جاوے اور مسیح صلیب پر مارا جائے۔ کیا اسکی دنیا میں کوئی نظیر ہے؟ ہرگز نہیں۔ ہر ایک نیک دل انسان کا پاک کانشنس جب پلاطوس کی بیوی کے خواب پر اطلاع پائیگا تو بےشک وہ اپنے اندر اس شہادت کو محسوس کریگا کہ درحقیقت اس خواب کا منشاء یہی تھا کہ مسیح کے چھوڑانے کی ایک بنیاد ڈالی جائے۔.... انصاف کے رُو سے ماننا پڑتا ہے کہ پلاطوس کی بیوی کی خواب مسیح کے صلیب سے بچنے پر ایک بڑے وزن کی شہادت ہے اور سب سے اوّل درجہ کی انجیل متی نے اس شہادت کو قلمبند کیا ہے۔" [۳]

(۴) "دوسری دلیل یہ ہے کہ پیلاطوس کی بیوی کو خواب میں دکھلایا گیا کہ اگر یہ شخص مارا گیا تو

---

[۱] :۔ تریاق القلوب صفحہ ۱۱۲ جلد ۱۵
[۲] :۔ مسیح ہندوستان میں صفحہ ۲۲ جلد ۱۵
[۳] :۔ مسیح ہندوستان میں صفحہ ۲۴ جلد ۱۵

اس میں تمہاری تباہی ہے۔ اب ظاہر ہے کہ اگر حقیقت میں عیسیٰ علیہ السلام صلیب دیئے جاتے یعنی صلیبی موت سے مرجاتے تو ضرور تھا کہ جو فرشتہ نے پیلاطوس کی بیوی کو کہا تھا وہ وعید پورا ہوتا حالانکہ تاریخ سے ظاہر ہے کہ پیلاطوس پر کوئی تباہی نہیں آئی۔" ؎۱

(۵) "اگر مرتا (یعنی مسیح صلیب پر مرتا۔ ناقل) تو پیلاطوس پر بھی ضرور وبال آتا کیونکہ فرشتہ نے پیلاطوس کی جورو کو یہ خبر دی تھی کہ اگر یسوع مر گیا تو یاد رکھو کہ تم پر وبال آئے گا مگر پیلاطوس پر کوئی وبال نہ آیا۔" ؎۲

(۶) "جب پیلاطوس کی بیوی کو فرشتہ نظر آیا اور اُس نے اس کو دھمکایا کہ اگر یسوع مارا گیا تو تمہاری تباہی ہوگی۔ یہی اشارہ خدا تعالیٰ کی طرف سے بچانے کے لئے تھا۔ ایسا دنیا میں کبھی نہیں ہوُا کہ اس پر کسی راستباز کی حمایت کے لئے فرشتہ ظاہر ہوُا ہو اور پھر رویا میں فرشتہ کا ظاہر ہونا عبث اور لاحاصل گیا ہو اور جس کی سفارش کے لئے آیا ہو وہ ہلاک ہو گیا ہو۔" ؎۳

(۷) "صلیب پر چڑھانے سے پہلے اسی رات پیلاطوس کی بیوی نے جو اس ملک کا بادشاہ تھا ایک ہولناک خواب دیکھا تھا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ اگر یہ شخص جو یسوع کہلاتا ہے قتل کیا گیا تو تم پر تباہی آئے گی۔ اس نے یہ خواب اپنے خاوند یعنی پیلاطوس کو بتلایا اور چونکہ دنیا دار لوگ اکثر وہمی اور بزدل ہوتے ہیں اس لئے پیلاطوس خاوند اس کا اس خواب کو سن کر بہت ہی گھبرایا اور اندر ہی اندر اس فکر میں لگ گیا کہ کسی طرح یسوع کو قتل سے بچا لیا جائے سو اس سوچی منصوبہ کے انجام کے لئے پہلا داؤ جو اُس نے یہودیوں کے ساتھ کھیلا وہ یہی تھا کہ یہ تدبیر کی کہ یسوع کو جمعہ کے روز عصر کے وقت صلیب دی جائے ...... پہلا سبب یہی تھا کہ پیلاطوس کی بیوی کو خواب آیا اور اس سے ڈر کر پیلاطوس نے یہ تدبیر سوچی کہ یسوع جمعہ کے دن عصر کے وقت صلیب دیا جائے۔" ؎۴

(۸) "اس کی (یعنی پیلاطوس کی۔ ناقل) عورت نے خواب دیکھی کہ یہ شخص راستباز ہے اگر پیلاطوس اس کو قتل کرے گا تو پھر اس میں اس کی تباہی ہے سو پیلاطوس اس خواب کو سن کر اور بھی ڈھیلا ہو گیا۔ اس خواب پر غور کرنے سے جو انجیل میں لکھی ہے ہر ایک ناظر بصیر سمجھ سکتا ہے کہ ارادۂ الٰہی یہی تھا کہ مسیح کو قتل ہونے سے بچاوے۔ سو پہلا اشارہ منشاء الٰہی کا اس

؎۱ :۔ ایام الصلح ص۱۲۵ جلد ۱۴ ؎
؎۲ :۔ سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب ص۲۸ ۔ جلد ۱۲ ؎
؎۳ :۔ کتاب البریہ ص۲۱ جلد ۱۳ ؎
؎۴ :۔ ایام الصلح ص۱۲۲، ص۱۲۳ جلد ۱۴ ؎

خواب سے یہی نکلتا ہے اس پر خوب غور کرو۔"[1]

(۹) "اس نے (یعنی خدا نے۔ ناقل) پیلاطوس کے دل میں ڈال دیا کہ یہ شخص بے گناہ ہے اور فرشتہ نے خواب میں اس کی بیوی کو ایک رعب ناک نظارہ میں ڈرایا کہ اس شخص کے مصلوب ہونے میں تمہاری تباہی ہے۔ پس وہ ڈر گئے اور انہوں نے اپنے خاوند کو اس بات پر مستعد کیا کہ کسی حیلہ سے مسیح کو یہودیوں کے بد ارادہ سے بچالے۔"[2]

(۱۰) "جب سے دنیا پیدا ہوئی آج تک یہ کبھی نہ ہوا کہ جس شخص کے بچانے کیلئے خدا تعالیٰ رویا میں کسی کو ترغیب دیکر ایسا کرنا چاہے تو وہ بات خطا جائے مثلاً انجیل متی میں لکھا ہے کہ خداوند کے ایک فرشتہ نے یوسف کو خواب میں دکھائی دے کے کہا۔"اُٹھ اس لڑکے اور اس کی ماں کو ساتھ لے کر مصر کو بھاگ جا اور وہاں جب تک میں تجھے خبر نہ دوں ٹھہرا رہ کیونکہ ہیرودوس اس لڑکے کو ڈھونڈے گا کہ مار ڈالے۔" دیکھو انجیل متی باب ۲ آیت ۱۳۔ اب کیا یہ کہہ سکتے ہیں کہ یسوع کا مصر میں پہنچ کر مارا جانا ممکن تھا۔ اسی طرح خدائے تعالیٰ کی طرف سے یہ ایک تدبیر تھی کہ پلاطوس کی جورو کو مسیح کے لئے خواب آئی اور ممکن نہ تھا کہ یہ تدبیر خطا جاتی۔"[3]

پس ان مندرجہ بالا دس حوالہ جات کے بعد کسی قسم کے شک کی گنجائش نہیں رہتی کہ واقعی وہ خواب جو پیلاطوس کی بیوی کو دکھائی گئی تھی خدا کی طرف سے حضرت مسیح کی صلیب سے نجات کی ایک آسمانی تدبیر تھی اور اس کا ایک زبردست ثبوت ہے کہ وہ ہرگز صلیب کے اُوپر فوت نہیں ہوئے۔

دسویں دلیل

حضرت مسیح علیہ السلام کے صلیب سے زندہ اترنے کی ایک زبردست دلیل ان کی عاجزانہ دُعا اور اس کی قبولیت ہے۔ یہ بات اناجیل سے ثابت ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے صلیب پر لٹکنے سے قبل اور پھر صلیب پر لٹکے ہوئے بے ہوشی سے قبل نہایت عاجزی اور زاری کے ساتھ اپنی نجات کے لئے دعائیں کیں۔ لکھا ہے کہ:۔

"پھر ذرا آگے بڑھا اور مُنہ کے بل گر کر یوں دُعا کی کہ اے میرے باپ! اگر ہو سکے تو یہ پیالہ

---

[1]:۔ ازالہ اوہام حصہ اوّل صفحہ ۲۹۵ جلد ۳۔ [2]:۔ کتاب البریہ صفحہ ۲ جلد ۱۳۔
[3]:۔ مسیح ہندوستان میں صفحہ ۲۳-۲۴ جلد ۱۵۔

مجھ سے ٹل جائے۔ تو بھی نہ جیسا میں چاہتا ہوں بلکہ جیسا تو چاہے ویسا ہی ہو۔" (متی ۲۶/۳۹)

نیز لکھا ہے :۔

"گھٹنے ٹیک کر یوں دُعا کرنے لگا کہ اے باپ اگر تو چاہے تو یہ پیالہ مجھ سے ہٹا لے تو بھی میری مرضی نہیں بلکہ تیری ہی مرضی پوری ہو۔" (لوقا ۲۲/۴۲)

اسی طرح یہ بھی لکھا ہے کہ :۔

"تیسرے پہر کو یسوع بڑی آواز سے چلایا کہ الوھی الوھی لما شبقتنی؟ جس کا ترجمہ ہے اے میرے خدا! اے میرے خدا! تُو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔" (مرقس ۱۵/۳۴)

ان حوالہ جات میں مسیح کی نہایت عاجزانہ دعاؤں کا ذکر ہے جو اس نے صلیب سے قبل اور صلیب پر لٹکے ہوئے خدا سے کیں۔ انجیل سے یہ بھی ثابت ہے کہ مسیح علیہ السلام کی یہ دعائیں قبول ہو گئی تھیں۔ لکھا ہے :۔

"اس نے اپنی بشریت کے دنوں میں زور زور سے پکار کر اور آنسو بہا بہا کر اسی سے دعائیں اور التجائیں کیں جو اس کو موت سے بچا سکتا تھا اور خدا ترسی کے سبب اس کی سُنی گئی۔" (عبرانیوں ۵/۷)

پس ہمارا استدلال یہ ہے کہ :۔

اوّل تو نبیوں کی دُعا جو اس زاری سے ہو ضرور قبول ہوتی ہے۔

دوم انجیل سے ثابت ہے کہ یہ دُعا واقعی قبول ہوئی۔

پس جب یہ دُعا صلیب کی موت سے نجات کے لئے تھی اور دُعا قبول ہو گئی تھی تو صاف ثابت ہو گیا کہ حضرت مسیح علیہ السّلام ہرگز صلیب پر فوت نہیں ہوئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس دلیل کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :۔

(۱) "تیسری دلیل یہ ہے کہ حضرت مسیح نے خود اپنے بچنے کے لئے تمام رات دُعا مانگی تھی۔ اور یہ بالکل بعید از قیاس ہے کہ ایسا مقبولِ درگاہِ الٰہی تمام رات رو رو کر دُعا مانگے اور وہ دُعا قبول نہ ہو۔" [۱]

(۲) "صلیب پر پھر مسیح نے اپنے بچنے کے لئے یہ دُعا کی "ایلی ایلی لما سبقتانی" اے میرے خدا! اے میرے خدا! تُو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔ اب کیونکر ممکن ہے کہ جب کہ

---

[۱] : ایام الصلح صفحہ ۱۲۵ روحانی خزائن جلد ۱۴

اس حد تک ان کی گداز ش اور سوزش پہنچ گئی تھی پھر خدا ان پر رحم نہ کرتا ''۔ ؎۱

(۳) '' منجملہ ان شہادتوں کے جو حضرت مسیح علیہ السلام کے صلیب سے محفوظ رہنے کے بارے میں ہمیں انجیل سے ملتی ہیں وہ شہادت ہے جو انجیل متی باب ۲۶ میں یعنی آیت ۳۶ سے آیت ۴۶ تک مرقوم ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام گرفتار کئے جانے کا الہام پاکر تمام رات جناب الٰہی میں رو رو کر اور سجدے کرتے ہوئے دعا کرتے رہے اور ضرور تھا کہ ایسی تضرع کی دُعا جس کے لئے مسیح کو بہت لمبا وقت دیا گیا تھا قبول کی جاتی کیونکہ مقبول کا سوال جو بے قراری کے وقت کا سوال ہو ہرگز ردّ نہیں ہوتا۔ پھر کیوں مسیح کی ساری رات کی دُعا اور دردمند دل کی دُعا اور مظلومانہ حالت کی دُعا ردّ ہو گئی حالانکہ مسیح دعویٰ کرتا ہے کہ باپ جو آسمان پر ہے میری سُنتا ہے۔ پس کیونکر باور کیا جائے کہ خدا اُس کی سُنتا تھا جبکہ ایسی بے قراری کی دُعا سُنی نہ گئی ''۔ ؎۲

(۴) '' بلاشبہ خدائے تعالیٰ دعاؤں کو سُنتا ہے بالخصوص جبکہ اس پر بھروسہ کرنے والے مظلوم ہونے کی حالت میں اس کے آستانہ پر گرتے ہیں تو وہ ان کی فریاد کو پہنچتا ہے۔ اور ایک عجیب طور پر ان کی مدد کرتا ہے اور ہم اس بات کے گواہ ہیں تو پھر کیا باعث اور کیا سبب کہ مسیح کی ایسی بے قراری کی دُعا منظور نہ ہوئی؟ نہیں بلکہ منظور ہوئی اور خدا نے اس کو بچا لیا۔ خدا نے اس کے بچانے کے لئے زمین سے بھی اسباب پیدا کئے اور آسمان سے بھی ...... مسیح کو دُعا کرنے کے لئے تمام رات مہلت دی گئی اور وہ ساری رات سجدہ میں اور قیام میں خدا کے آگے کھڑا رہا کیونکہ خدا نے چاہا کہ وہ بے قراری ظاہر کرے اور اس خدا سے جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں اپنی مخلصی چاہے۔ سو خُدا نے اپنی قدیم سنّت کے موافق اس کی دُعا کو سُنا...... اور اپنے پیارے مسیح کو صلیب اور اس کی لعنت سے بچا لیا''۔ ؎۳

(۵) '' اور اس کی دُعا ایلی ایلی لما سبقتانی سُنی گئی ''۔ ؎۴

(۶) '' انجیلوں سے یہ بھی ثابت ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام ایک باغ میں اپنی رہائی کے لئے تمام رات دُعا کرتے رہے اور اس غرض اور مدعا سے کہ کسی طرح سولی سے بچ جائیں ساری رات رونے اور گڑگڑانے اور سجدہ کرنے میں گزری اور یہ غیر ممکن ہے کہ جس نیک انسان کو

؎۱ ۔ ایام الصلح صفحہ ۱۲۵ روحانی خزائن جلد ۱۴ ؛ ؎۲ ۔ مسیح ہندوستان میں صفحہ ۳ روحانی خزائن جلد ۱۵ ؛
؎۳ ۔ مسیح ہندوستان میں صفحہ ۳۳/۳۴ روحانی خزائن جلد ۱۵ ؛ ؎۴ ۔ سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب صفحہ ۲۸ جلد ۱۲ ؛

یہ توفیق دی جائے کہ تمام رات دردِ دل سے کسی بات کے ہوجانے کے لئے دُعا کرے اور اس دُعا کے لئے اس کو پُورا جوش عطا کیا جائے اور پھر وہ دُعا نامنظور اور نامقبول ہو۔ جب سے کہ دنیا کی بنیاد پڑی اس وقت سے آج تک اس کی نظیر نہیں ملتی اور خدا تعالیٰ کی تمام کتابوں میں بالاتفاق یہ گواہی پائی جاتی ہے کہ راستبازوں کی دعا قبول ہوتی ہے اور ان کے کھٹکھٹانے پر ضرور کھولا جاتا ہے۔ پھر مسیح کی دُعا کو کیا روک پیش آئی کہ باوجود ساری رات کی گریہ زاری اور شور و غوغا کے ردّی کی طرح پھینک دی گئی اور قبول نہ ہوئی۔ کیا خدا تعالیٰ کی کتابوں میں اس واقعہ کی کوئی اور نظیر بھی ہے کہ کوئی مسیح جیسا راستباز یا اس سے کمتر تمام رات رو رو کر اور جگر پھاڑ کر دُعا کرے کہ میری جان گھٹ رہی ہے اور میرا دل گرا جاتا ہے اور پھر ایسی دردناک دُعا قبول نہ ہو؟ ہم دیکھتے ہیں کہ اگر خدا تعالیٰ ہماری کوئی دُعا قبول کرنا نہیں چاہتا تو جلد ہمیں اطلاع بخشتا ہے اور اس دردناک حالت تک ہمیں نہیں پہنچاتا جس میں اس کا قانونِ قدرت یہی واقعہ ہے کہ اس درجہ پر وفادار بندوں کی دُعا پہنچ کر ضرور قبول ہوجایا کرتی ہے۔ پھر مسیح کی دُعا کو کیا بلا پیش آئی کہ نہ تو وہ قبول ہوئی اور نہ ہی انہیں پہلے سے اطلاع دی گئی کہ یہ دُعا قبول نہیں ہوگی اور نتیجہ یہ ہوا کہ بقول عیسائیوں کے خدا کی اس خاموشی سے مسیح سخت حیرت میں پڑا یہاں تک کہ جب صلیب پر چڑھایا گیا تو بے اختیار عالمِ نومیدی میں بول اٹھا۔ ایلی ایلی لما سبقتانی یعنی اے میرے خدا! اے میرے خُدا! تُو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔ غرض میں نے اپنی کتابوں سے حق کے طالبوں کو اس بات کی طرف توجہ دلائی ہے کہ وہ پہلے اس بات کو ذہن میں رکھ کر کہ مقبولوں کی اوّل علامت مستجاب الدعوات ہونا ہے خاص کر اس حالت میں جبکہ ان کا دردِ دل نہایت تک پہنچ جائے پھر اس بات کو سوچیں کہ کیونکر ممکن ہے کہ باوجودیکہ حضرت مسیح علیہ السلام نے مارے غم کے بے جان اور ناتوان ہوکر ایک باغ میں جو پھل لانے کی جگہ ہے بکمال درد ساری رات دُعا کی اور کہا کہ اے میرے باپ اگر ممکن ہو تو یہ پیالہ مجھ سے ٹال دیا جائے مگر پھر بھی باایں ہمہ سوز و گداز اپنی دُعا کا پھل دیکھنے سے نامراد رہا۔ یہ بات عارفوں اور ایمانداروں کے نزدیک ایسی جھوٹ ہے جیسا کہ دن کو کہا جائے کہ رات ہے یا اُجالے کو کہا جائے کہ اندھیرا ہے یا چشمۂ شیریں کو کہا جائے کہ تلخ اور شور ہے۔ جو دُعائیں رات کے چار پہر برابر سوز و گداز اور گریہ و زاری اور سجدات اور جان کاہی میں گزریں کبھی ممکن نہیں کہ خدائے کریم و رحیم ایسی دُعا

کو نامنظور کرے۔ خاص کر وہ دُعا جو ایک مقبول کے مُنہ سے نکلی ہو۔ پس اس تحقیق سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح کی دُعا قبول ہو گئی تھی"۔ ؎۱

(۷) "مسیح نے صلیبی موت سے بچنے کے لئے باغ میں ساری رات دُعا کی اور اسکے آنسو جاری ہو گئے تب خدا نے بباعث اس کے تقویٰ کے اس کی دُعا قبول کی اور اس کو صلیبی موت سے بچا لیا جیسا کہ خود انجیل میں بھی لکھا ہے"۔ ؎۲

(۸) "خود اس نے (حضرت مسیح نے۔ ناقل) خدا تعالیٰ کی طرف سے اپنے شاگردوں کو یہ تعلیم دی تھی کہ اگر دُعا کرو گے تو قبول کی جائے گی بلکہ ایک مثال کے طور پر ایک قاضی کی کہانی بھی بیان کی تھی کہ جو نہ خلقت سے اور نہ خدا سے ڈرتا تھا اور اس کہانی سے بھی مدعا یہ تھا کہ "تا حواریوں کو یقین آجائے کہ بے شک خدائے تعالیٰ دُعا سُنتا ہے۔ اور اگرچہ مسیح کو اپنے پر ایک بڑی مصیبت کے آنے کا خدائے تعالیٰ کی طرف سے علم تھا مگر مسیح نے عارفوں کی طرح اس بناء پر دُعا کی کہ خدائے تعالیٰ کے آگے کوئی بات انہونی نہیں اور ہر ایک اثبات اس کے اختیار میں ہے لہٰذا یہ واقعہ کہ نعوذ باللہ مسیح کی خود دُعا قبول نہ ہوئی۔ یہ ایک ایسا امر ہے جو شاگردوں پر نہایت بد اثر پیدا کرنیوالا تھا۔ سو کیونکر ممکن تھا کہ ایسا نمونہ جو ایمان کو ضائع کرنے والا تھا حواریوں کو دیا جاتا جبکہ انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا کہ مسیح جیسے بزرگ نبی کی تمام رات کی پُر سوز دُعا قبول نہ ہو سکی تو اس بد نمونہ سے ان کا ایمان ایک سخت امتحان میں پڑتا تھا۔ لہٰذا خدائے تعالیٰ کی رحمت کا تقاضا یہی تھا کہ اس دُعا کو قبول کرتا۔ یقیناً سمجھو کہ وہ دُعا جو گتسمینی نام مقام پر کی گئی تھی ضرور قبول ہو گئی تھی"۔ ؎۳

(۹) "خدا اپنے پیارے بندوں کی ضرور سُنتا ہے اور شریروں کے مشورہ کو باطل کرکے دکھاتا ہے تو پھر کیا وجہ کہ مسیح کی دُعا نہیں سُنی گئی۔ ہر ایک صادق کا تجربہ ہے کہ بیقراری اور مظلومانہ حالت کی دُعا قبول ہوتی ہے بلکہ صادق کیلئے مصیبت کا وقت نشان ظاہر کرنے کا وقت ہوتا ہے"۔ ؎۴

(۱۰) "لکھا ہے کہ جب مسیح کو یقین ہو گیا کہ یہ خبیث یہودی میری جان کے دشمن ہیں اور مجھے نہیں چھوڑتے تب وہ ایک باغ میں رات کے وقت جا کر زار زار رویا اور دُعا کی کہ یا الٰہی

؎۱:۔ تریاق القلوب صفحہ ۱۱۲ تا ۱۱۵ جلد ۱۵؂
؎۲:۔ لیکچر لاہور صفحہ ۱۹ جلد ۲۰؂
؎۳:۔ مسیح ہندوستان میں صفحہ ۳۱ جلد ۱۴؂
؎۴:۔ مسیح ہندوستان میں صفحہ ۳۲ جلد ۱۴؂

اگر تو یہ پیالہ مجھ سے ٹال دے تو تجھ سے بعید نہیں۔ تو جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اسجگہ عربی انجیل میں یہ عبارت لکھی ہے۔ فبکیٰ بدموعٍ جاریةٍ و عبراتٍ متحدرةٍ فسمع لتقواہ۔ یعنی یسوع مسیح اس قدر رویا کہ دُعا کرتے کرتے اس کے مُنہ پر آنسو رواں ہو گئے اور وہ آنسو پانی کی طرح اس کے رخساروں پر بہنے لگے اور وہ سخت رؤیا اور سخت دردناک ہؤا۔ تب اس کے تقویٰ کی وجہ سے اس کی دُعا سُنی گئی اور خدا کے فضل نے کچھ اسباب پیدا کر دیئے کہ وہ صلیب پر سے زندہ اتارا گیا۔" [1]

(۱۱) "حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر چڑھا دیئے جانے کے بعد خدا نے مرنے سے بچا لیا اور اُن کی وہ دُعا منظور کر لی جو اُنہوں نے دردِ دل سے باغ میں کی تھی۔" [2]

(۱۲) "حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اپنی دُعا بھی جو انجیل میں موجود ہے یہی ظاہر کر رہی ہے جیسا کہ اس میں لکھا ہے دعا بدموعٍ جاریةٍ وعبراتٍ متحدرةٍ فسمع لتقواہ یعنی عیسیٰ نے بہت گریہ و زاری سے دُعا کی اور اُس کے آنسو اس کے رخساروں پر پڑتے تھے۔ پس بوجہ اس کے تقویٰ کے وہ دُعا منظور ہو گئی۔" [3]

(۱۳) "انہوں نے جان توڑ کر دُعا کی اور وہ دُعا قبول ہو گئی اور خدا نے اس تقدیر کو اس طرح بدل دیا کہ بکلفتی سولی پر چڑھائے گئے۔ قبر میں بھی داخل کئے گئے مگر یونس کی طرح زندہ ہی داخل ہُوئے اور زندہ ہی نکلے۔" [4]

(۱۴) "عیسائی کہتے ہیں کہ...... دُعا قبول نہ ہُوئی لیکن ہم کہتے ہیں کہ وہ قبول ہو گئی اور خدا نے اس کو صلیب سے بچا لیا اور صرف یونس کی طرح قبر میں داخل ہؤا اور یونس کی طرح زندہ ہی داخل ہؤا اور زندہ ہی نکلا۔" [5]

(۱۵) "یسوع کی دُعا میں صاف یہ لفظ ہیں کہ یہ پیالہ مجھ سے ٹل جائے سو خدا نے وہ پیالہ ٹال دیا اور ایسے اسباب پیدا کر دیئے کہ جو جان بچ جانے کے لئے کافی تھے جیسے یہ امر کہ یسوع مسیح معمول کے مطابق چھ سات دن صلیب پر نہیں رکھا گیا بلکہ اسی وقت اتارا گیا اور جیسے کہ یہ امر کہ اس کی ہڈیاں نہیں توڑی گئیں جس طرح کہ اور لوگوں کی ہمیشہ

---

[1]: ۔ تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۲۹ ۔ جلد ۲۰ ؛ [2]: ۔ تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۲۹ جلد ۲۰ ؛
[3]: ۔ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۳۴۳ جلد ۲۱ ؛ [4]: ۔ حقیقۃ الوحی حاشیہ صفحہ ۲۸ جلد ۲۲ ؛
[5]: ۔ حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۸ جلد ۲۲ ؛

توڑی جاتی تھیں اور یہ خلاف قیاس امر ہے کہ اس قدر خفیف سی تکلیف سے جان نکل جائے۔" ؎۱

(۱۶) "انجیل سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو دلی یقین تھا کہ اس کی وہ دُعا ضرور قبول ہوگئی اور اس دُعا پر اس کو بہت بھروسا تھا اسی وجہ سے جب وہ پکڑا گیا اور صلیب پر کھینچا گیا اور ظاہری علامات کو اس نے اپنی اُمید کے موافق نہ پایا تو بے اختیار اس کے مُنہ سے نکلا کہ "ایلی ایلی لما سبقتانی" اے میرے خدا! اے میرے خُدا! تُو نے کیوں مجھے چھوڑ دیا۔ یعنی مجھے یہ اُمید ہرگز نہیں تھی کہ میرا انجام یہ ہوگا اور مَیں صلیب پر مروں گا اور مَیں یقین رکھتا تھا کہ تُو میری دُعا سُنے گا پس ان دونوں مقاماتِ انجیل سے صاف ظاہر ہے کہ مسیح کو خود دلی یقین تھا کہ میری دُعا ضرور قبول ہوگی اور میرا تمام رات کا رو رو کر دُعا کرنا ضائع نہیں جائے گا۔" ؎۲

ان واضح حوالہ جات کے بعد مزید کسی وضاحت کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ یہ امر واضح ہے کہ دُعا کی قبولیت، جو ایک یقینی اور قطعی امر ہے، کے بعد حضرت مسیح علیہ السلام کے صلیب سے زندہ اترنے میں کوئی شک باقی نہیں رہتا۔ عیسائی بعض اوقات یہ عذر کرتے ہیں کہ مسیح کی دُعا صرف اس وجہ سے قبول نہ ہوئی کہ ان کے آنے کا مقصد ہی ہمارے گناہوں کا کفارہ ہونا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس عذر کو رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:-

"اگر کوئی کہے کہ وہ کفّارہ ہونے کے واسطے آئے تھے اس لئے یہ دُعا قبول نہیں ہُوئی ہے ہم کہتے ہیں کہ جب ان کو معلوم تھا کہ وہ کفارہ کے لئے آئے ہیں پھر اس قدر بزدلی کے کیا معنی ہیں۔ اگر ایک افسر طاعون کی ڈیوٹی پر بھیجا جاوے اور وہ کہہ دے کہ یہاں خطرے کا محل ہے مجھے فلاں جگہ بھیج دو تو کیا وہ احمق نہ سمجھا جائے گا۔ جبکہ مسیح کو معلوم تھا کہ وہ صرف کفّارہ ہی ہونے کو بھیجے گئے ہیں تو اس قدر لمبی دعاؤں کی کیا ضرورت تھی؟ ابھی کیا کفّارہ زیر تجویز امر تھا یا ایک مقرر شدہ امر تھا؟" ؎۳

گویا کسی پہلو سے عیسائیوں کے لئے جائے فرار نہیں۔ بالآخر یہی ماننا پڑے گا کہ مسیح نے صلیب سے نجات کی دُعا کی، وہ دُعا قبول ہُوئی اور مسیح صلیب سے زندہ اتر آیا۔

؎۱ :- حقیقۃ الوحی صفحہ ۴۳۔ روحانی خزائن جلد ۲۲

؎۲ :- مسیح ہندوستان میں صفحہ ۳۱-۳۳۔ روحانی خزائن جلد ۱۵

؎۳ :- ملفوظات جلد دوم صفحہ ۴۲

گیارہویں دلیل

حضرت مسیح علیہ السلام کی صلیبی موت کے ردّ میں ایک دلیل یہ ہے کہ جتنا عرصہ حضرت مسیح علیہ السلام کو عملاً صلیب پر لٹکایا جانا ثابت ہوتا ہے ۔ اتنے عرصہ میں بالعموم انسان کی موت واقع نہیں ہوتی۔ پس یہ تاریخی حقیقت اس بات کو زیادہ قرین قیاس بنا دیتی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر فوت نہیں ہوئے تھے ۔

یاد رہے کہ جس صلیب پر حضرت مسیح علیہ السلام کو لٹکایا گیا تھا وہ ہمارے موجودہ زمانہ کی صلیب سے بہت مختلف تھی۔ قدیم صلیب پر لٹکنے والا انسان بھوک، پیاس، دھوپ اور شدّتِ تکلیف کی وجہ سے کئی دنوں میں جا کر مرتا تھا۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کا اعتراف محقق عیسائی پادریوں نے بھی کیا ہے۔ چنانچہ ایک مشہور پادری لکھتے ہیں :-

> The peculiar atrocity of crucifixion was that one might live three or four days in this horrible state upon the instrument of torture. The true cause of death was the unnatural position of the body which brought on a fright ful disturbance of the circulation, terrible pains of the head and heart, and, at length, rigidity of the limbs. Those who had a strong constitution only died of hunger. The idea which suggested this cruel punishment was....... to let him rot on the wood. The delicate organization of Jesus preserved him from this agony." [1]

اس حوالہ کا مفہوم یہ ہے کہ صلیب کی یہ مخصوص سزا اس قسم کی تھی کہ بعض اوقات انسان صلیب پر تین یا چار روز تک بھی زندہ لٹکا رہتا تھا ۔ موت کا اصل سبب انسانی جسم کی وہ غیر طبعی اور عجیب طرز ہوتی تھی جس سے دوران خون میں گڑبڑ، سر اور دل کی شدید درد پیدا ہوتی تھی اور آخر کار اعضاء سخت ہو جایا کرتے تھے۔ جن لوگوں کی جسمانی ساخت مضبوط ہوتی تھی وہ تو صرف بھوک کی وجہ سے مرتے تھے در اصل اس طرز پر صلیب دینے کا اصل مقصد یہ ہوتا تھا کہ مصلوب صلیب پر گل سڑ کر مر جائے۔ یسوع مسیح کی

---

[1] :- The life of Jesus p. 367-368

محتاج اور سوچی سمجھی سکیم نے اس کو اس آہستہ آہستہ وارد ہونے والی شدید تکلیف سے بچا لیا۔
گویا یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اس زمانہ کی صلیب پر لٹکائے جانے والے بھوک اور پیاس کی وجہ سے کئی کئی دنوں کے بعد جا کر مرا کرتے تھے اور اگر اس عرصہ سے قبل ان کو اتار لیا جائے اور مناسب علاج کیا جائے تو عین ممکن ہے کہ وہ بچ جائیں۔ اس مذکورہ بالا دعویٰ کا ایک ثبوت ڈی ایف سٹراس کی کتاب کا درج ذیل حوالہ ہے جس کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب تحفہ گولڑویہ میں درج فرمایا ہے۔ حضور فرماتے ہیں:۔

"نیو لائف آف جیزس جلد اوّل صفحہ ۴۱۰ مصنفہ ڈی ایف سٹراس میں یہ عبارت ہے۔
(جرمن کے بعض عیسائی محققین کی رائے کہ مسیح صلیب پر نہیں مرا)

Crucifixion, they maintain, even if the feet as well as the hands are supposed to have been nailed occasions but very little loss of blood. It kills, therefore, only very slowly by conclusions produced by the straining of the limbs or by gradual starvation so, if Jesus, supposed indeed to be dead, had been taken down from the cross after about six hours, there is every possibility of his supposed death having been only a death-like swoon from which after the descent from the cross Jesus recovered recovered again in the cool cavern covered as he was with healing ointments and strongly sceuted spices. On this head it is usual to appeal to an account in jesephus, who says that on one occasion, when he was returning from a military recognisance, on which he had been sent, he found several jewish prisioners who had been crucified. He saw among them three acquaintances whom he begged Titus to give to him. They were immediately taken down and careful attended to, one was really saved, but two others could not be recovered."

لہ:- (A new life of Jesus by D. f. Stranss V. I p. 410.)

ترجمہ :۔ وہ یہ دلائل دیتے ہیں کہ اگرچہ صلیب کے وقت ہاتھ اور پاؤں دونوں پر میخیں ماری جائیں پھر بھی بہت تھوڑا خون انسان کے بدن سے نکلتا ہے۔ اس واسطے صلیب پر لوگ رفتہ رفتہ اعضاء پر زور پڑنے کے سبب تشنج میں گرفتار ہو کر مر جاتے ہیں یا بھوک سے مر جاتے ہیں۔ پس اگر فرض بھی کر لیا جائے کہ قریب چھ گھنٹے صلیب پر رہنے کے بعد یسوع جب اتارا گیا تو وہ مرا ہوا تھا تب بھی نہایت ہی اغلب بات یہ ہے کہ وہ صرف ایک موت کی سی بے ہوشی تھی اور جب شفا دینے والی مرہمیں اور نہایت ہی خوشبودار دوائیاں مل کر اُسے غار کی ٹھنڈی جگہ میں رکھا گیا تو اس کی بے ہوشی دُور ہوئی۔ اس دعویٰ کی دلیل میں عموماً یوسفس کا واقعہ پیش کیا جاتا ہے۔ جہاں یوسفس نے لکھا ہے کہ میں ایک دفعہ فوجی کام سے واپس آرہا تھا تو راستہ میں مَیں نے دیکھا کہ کئی ایک یہودی قیدی صلیب پر لٹکے ہوئے ہیں۔ ان میں سے مَیں نے پہچانا کہ تین میرے واقف تھے پس مَیں نے ٹیٹس (حاکم وقت) سے ان کے اتار لینے کی اجازت حاصل کی اور ان کو فوراً اتار کر ان کی خبر گیری کی تو ایک بالآخر تندرست ہو گیا پر باقی دو مر گئے۔"[1]

اس حوالہ میں جس حقیقت کو بیان کیا گیا ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسی کو درست تسلیم فرمایا ہے چنانچہ اسی بنیاد پر حضور نے یہ استدلال فرمایا ہے کہ اس زمانہ کی صلیب پر لٹکنے والا انسان کافی دیر سے مرا کرتا تھا۔ حضور تحریر فرماتے ہیں :۔

"صلیب دینے کا یہ طریق تھا کہ صرف مجرم کو صلیب کے ساتھ جوڑ کر اس کے پَیروں اور ہاتھوں میں کیل ٹھونکے جاتے تھے اور تین دن تک وہ اسی حالت میں دھوپ میں پڑا رہتا تھا اور آخر کئی اسباب جمع ہو کر یعنی درد اور دھوپ اور تین دن کا فاقہ اور پیاس سے مجرم مر جاتا تھا۔"[2]

پھر اسی سلسلہ میں آپ مزید وضاحت فرماتے ہیں :۔

"اس دھوکے میں نہیں پڑنا چاہیئے کہ یہودیوں کی صلیب اس زمانہ کی پھانسی کی طرح ہوگی جس سے نجات پانا قریباً محال ہے کیونکہ اس زمانہ کی صلیب میں کوئی رسّا گلے میں نہیں ڈالا جاتا تھا اور نہ تختہ پر سے گرا کر لٹکایا جاتا تھا بلکہ صرف صلیب پر کھینچ کر ہاتھوں اور پاؤں میں کیل ٹھونکے جاتے تھے اور یہ بات ممکن ہوتی تھی کہ اگر صلیب پر کھینچنے اور

---

[1] :۔ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۲۲۵ تا ۲۲۸۔ جلد ۱۷
[2] :۔ ایام الصلح صفحہ ۱۲۳۔۱۲۴۔ جلد ۱۴ ؎

کیل ٹھونکنے کے بعد ایک دو دن تک کسی کی جان بخشی کا ارادہ ہو تو اسی قدر عذاب پر کفایت کر کے ہڈیاں توڑنے سے پہلے اس کو زندہ اتار لیا جائے۔ اور اگر مارنا ہی منظور ہوتا تھا تو کم سے کم تین دن تک صلیب پر کھینچا ہوا رہنے دیتے تھے اور پانی اور روٹی نزدیک نہ آنے دیتے تھے اور اسی طرح دھوپ میں تین دن یا اس سے زیادہ چھوڑ دیتے تھے اور پھر اس کے بعد اس کی ہڈیاں توڑتے تھے اور پھر آخر ان تمام عذابوں کے بعد وہ مر جاتا تھا۔" [1]

پس اس بات کے ثابت ہو جانے کے بعد کہ اس زمانہ کی صلیب پر لٹکنے والا انسان مسلسل بھوک اور پیاس کی اذیت سے آہستہ آہستہ کئی دنوں کے بعد مرا کرتا تھا، حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ استدلال فرمایا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے بارہ میں تاریخی طور پر یہ ثابت ہے کہ وہ صرف چند گھنٹے صلیب پر رہے ہیں پس یہ قلیل عرصۂ صلیب اور اس زمانہ کا طریقِ صلیب اس بات کی دلیل ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام دو تین گھنٹہ کے قلیل عرصہ میں ہرگز فوت نہیں ہو سکتے پس وہ صلیب پر نہیں مرے۔

اس دلیل کو بیان کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"حضرت مسیح صلیب پر صرف گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ رکھے گئے اور شاید اس سے بھی کم۔ اور پھر اتارے گئے۔ اور یہ بالکل بعید از قیاس ہے کہ اس تھوڑے عرصہ اور تھوڑی تکلیف میں ان کی جان نکل گئی ہو اور یہود کو بھی پختہ ظن سے اس بات کا دھڑکا تھا کہ یسوع صلیب پر نہیں مرا چنانچہ اس کی تصدیق میں اللہ تعالیٰ بھی قرآن شریف میں فرماتا ہے وما قتلوہ یقیناً یعنی یہود قتل مسیح کے بارے میں ظن میں رہے اور یقینی طور پر انہوں نے نہیں سمجھا کہ درحقیقت ہم نے قتل کر دیا۔" [2]

نیز فرماتے ہیں:۔

"خدا تعالیٰ کے فضل و کرم نے حضرت مسیح علیہ السلام کو اس درجہ کے عذاب سے بچا لیا جس سے زندگی کا خاتمہ ہو جاتا۔ انجیلوں کو ذرہ غور کی نظر سے پڑھنے سے آپ کو معلوم ہوگا کہ حضرت مسیح علیہ السلام نہ تین دن تک صلیب پر رہے اور نہ تین دن کی بھوک اور پیاس اٹھائی اور نہ ان کی ہڈیاں توڑی گئیں بلکہ قریباً دو گھنٹہ تک صلیب پر رہے اور خدا کے فضل اور رحم نے

---

[1] :۔ مسیح ہندوستان میں صفحہ ۲۲ جلد ۱۵ ۔ [2] :۔ ایام الصلح صفحہ ۱۲۵-۱۲۶ ۔ جلد ۱۴ ۔

ان کے لئے یہ تقریب قائم کردی کہ دن کے اخیر حصے میں صلیب دینے کی تجویز ہوئی اور وہ جمعہ کا دن تھا اور صرف تھوڑا سا دن باقی تھا اور اگلے دن سبت اور یہودیوں کی عید فسح تھی۔ اور یہودیوں کے لئے یہ حرام اور قابل سزا جرم تھا کہ کسی کو سبت یا سبت کی رات میں صلیب پر رہنے دیں اور مسلمانوں کی طرح یہودی بھی قمری حساب رکھتے تھے اور رات دن پر مقدم سمجھی جاتی تھی۔ پس ایک طرف تو یہ تقریب تھی کہ جو زمینی اسباب سے پیدا ہوئی اور دوسری طرف آسمانی اسباب خداتعالیٰ کی طرف سے یہ پیدا ہوئے کہ جب چھٹا گھنٹہ ہوا تو ایک ایسی آندھی آئی جس سے ساری زمین پر اندھیرا چھا گیا اور وہ اندھیرا تین گھنٹے برابر رہا۔ دیکھو مرقس باب ۱۵ آیت ۳۳۔ یہ چھٹا گھنٹہ بارہ بجے کے بعد تھا یعنی وہ وقت جو شام کے قریب ہوتا ہے اب یہودیوں کو اس شدت اندھیرے میں یہ فکر پڑی کہ مبادا سبت کی رات آجائے اور وہ سبت کے مجرم ہوکر تاوان کے لائق ٹھہریں اس لئے انہوں نے جلدی سے مسیح کو اور اس کے ساتھ دو چوروں کو بھی صلیب پر سے اتار لیا۔" [1]

پھر فرمایا:۔

"ایک یہ سبب تھا کہ آنجناب جمعہ کو قریب عصر کے صلیب پر چڑھائے گئے۔۔۔۔۔ اس تدبیر میں پیلاطوس نے یہ سوچا تھا کہ غالباً اس قلیل مدت کی وجہ سے جو صرف جمعہ کے ایک دو گھنٹے ہیں یسوع کی جان بچ جائے گی کیونکہ یہ ناممکن تھا کہ جمعہ ختم ہونے کے بعد مسیح صلیب پر رہ سکتا۔ وجہ یہ ہے کہ یہودیوں کی شریعت کے رو سے یہ حرام تھا کہ کوئی شخص سبت یا سبت سے پہلی رات میں صلیب پر رہے۔" [2]

گویا حضرت مسیح علیہ السلام کو جلد صلیب سے اتار لینے کی وجہ یہ تھی کہ اگلا دن سبت کا تھا جس روز کسی مصلوب کا صلیب پر لٹکا رہنا یہودیوں کے نزدیک سخت گناہ تھا چنانچہ اس امر کی مزید وضاحت کرتے ہوئے حضور فرماتے ہیں:۔

"جس وقت حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر چڑھائے گئے وہ جمعہ کا دن تھا اور قریباً دوپہر کے بعد تین بجے تھے اور یہودیوں کو سخت ممانعت تھی کہ کوئی مصلوب سبت کے دن یا سبت کی رات جو جمعہ کے بعد آتی ہے صلیب پر لٹکا نہ رہے۔ اور یہودی قمری حساب کے پابند تھے۔ اس لئے وہ سبت کی رات اس رات کو سمجھتے تھے کہ جب جمعہ کے دن کا خاتمہ

---

[1]:۔ مسیح ہندوستان میں صفحہ ۲۲-۲۳ جلد ۱۵۔ [2]:۔ ایام الصلح صفحہ ۱۲۲-۱۲۳ جلد ۱۴۔

ہوجاتا ہے۔ پس آندھی اور سخت تاریکی کے پیدا ہونے سے یہودیوں کے دلوں میں یہ کھٹکا شروع ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ وہ لاشوں کو سبت کی رات میں صلیب پہ رکھ کر سبت کے مجرم ہوں اور مستحق سزا ٹھہریں اور دوسرے دن عید فسح بھی تھی جس میں خاص طور پر صلیب دینے کی ممانعت تھی پس جبکہ آسمان سے یہ اسباب پیدا ہو گئے اور نیز یہودیوں کے دلوں پر الٰہی رعب بھی غالب آگیا تو ان کے دلوں میں یہ دھڑکہ شروع ہو گیا کہ ایسا نہ ہو کہ اس تاریکی میں سبت کی رات آجائے لہٰذا مسیح اور چوروں کو جلد صلیب پر سے اتار لیا گیا۔" ؎۱

حضرت مسیح علیہ السلام کے صلیب پہ لٹکنے اور لٹکے رہنے کے وقت کی تعیین اور مقدار کی مزید وضاحت کے طور پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

"آخر صلیب دینے کے لئے تیار ہوئے۔ یہ جمعہ کا دن تھا اور عصر کا وقت اور اتفاقاً یہ یہودیوں کی عید فسح کا بھی دن تھا اسلئے فرصت بہت کم تھی اور آگے سبت کا دن آنیوالا تھا جس کی ابتداء غروب آفتاب سے ہی سمجھی جاتی تھی کیونکہ یہودی لوگ مسلمانوں کی طرح پہلی رات کو اگلے دن میں شامل کر لیتے تھے اور یہ ایک شرعی تاکید تھی کہ سبت میں کوئی لاش صلیب پر لٹکی نہ رہے تب یہودیوں نے جلدی سے مسیح کو دو چوروں کے ساتھ صلیب پر چڑھا دیا تا شام سے پہلے ہی لاشیں اتاری جائیں مگر اتفاق سے اسی وقت ایک سخت اندھیری آگئی جس سے سخت اندھیرا ہو گیا۔ یہودیوں کو یہ فکر پڑ گئی کہ اب اگر اندھیری میں ہی شام ہو گئی تو ہم اس جرم کے مرتکب ہو جائیں گے جس کا ابھی ذکر کیا گیا ہے۔ سو انہوں نے اس فکر کی وجہ سے تینوں مصلوبوں کو صلیب پر سے اتار لیا اور یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ بالاتفاق مان لیا گیا ہے کہ وہ صلیب اس قسم کی نہیں تھی جیسا کہ آج کل کی پھانسی ہوتی ہے اور گلے میں رسہ ڈال کر ایک گھنٹہ میں کام تمام کیا جاتا ہے بلکہ اس قسم کا کوئی رسہ گلے میں نہیں ڈالا جاتا تھا صرف بعض اعضاء میں کیلیں ٹھوکتے تھے اور پھر احتیاط کی غرض سے تین تین دن مصلوب بھوکے پیاسے صلیب پہ چڑھائے رہتے تھے اور بعد اسکے ہڈیاں توڑی جاتی تھیں اور پھر یقین کیا جاتا تھا کہ اب مصلوب مر گیا۔ مگر خدا تعالیٰ کی قدرت سے مسیح کے ساتھ ایسا نہ ہوا۔ عید فسح کی کم فرصتی اور عصر کا تھوڑا سا وقت اور آگے سبت کا خوف اور پھر آندھی کا آجانا ایسے اسباب یکدفعہ پیدا ہو گئے جسکی وجہ سے چند منٹ میں ہی مسیح کو صلیب پر سے اتار لیا گیا اور دونوں چور بھی اتارے گئے۔" ؎۲

؎۱ :۔ تریاق القلوب صفحہ ۱۱۶ جلد ۱۵ ؎ ؎۲ :۔ ازالہ اوہام حصہ اوّل صفحہ ۲۹۶ جلد ۳ ؎

پس حضرت مسیح علیہ السلام کا صرف دو تین گھنٹے میں فوت ہو جانا ہرگز قرینِ قیاس نہیں ہے بلکہ یہ تو ایک زبردست دلیل اس بات کی ہے کہ وہ صلیب پر زندہ رہے تھے۔

اس دلیل کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس رنگ میں بھی بیان فرمایا ہے کہ اتنے قلیل عرصہ میں مسیح علیہ السّلام کا فوت ہو جانا ہر محقق کی نظر میں ایک مشتبہ امر ہے۔ شاید اسی وجہ سے یہودی اس سوال کا کوئی تسلّی بخش جواب نہیں دے سکتے کہ آخر کس وجہ سے مسیح اتنی معمولی سی اذیت سے اور اتنی جلدی فوت ہوگیا۔ حضور ایک جگہ فرماتے ہیں :۔

"کتابوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمیشہ یہودی اس بات کا جواب دینے سے قاصر رہے ہے کہ کیونکر حضرت مسیح علیہ السلام کی جان بغیر ہڈیاں توڑنے کے صرف دو تین گھنٹہ میں نکل گئی" [۱]

الغرض حضرت مسیح علیہ السّلام کی صلیبی موت کے ردّ میں یہ دلیل بہت ہی زبردست ہے کہ اس زمانہ کی صلیب پر قلیل عرصہ لٹکنے کی وجہ سے حضرت مسیح علیہ السلام کی موت وارد نہیں ہوسکتی۔ پس یہ یقینی بات ہے کہ وہ صلیب پر سے زندہ اتارے گئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام خلاصہ کے طور پر فرماتے ہیں :۔

"اگرچہ وہ بظاہر یہودیوں کے آنسو پونچھنے کے لئے صلیب پر چڑھایا گیا لیکن وہ قدیم رسم کے موافق نہ تین دن صلیب پر رکھا گیا جو کسی کے مارنے کے لئے ضروری تھا اور نہ ہڈیاں توڑی گئیں بلکہ یہ کہہ کر بچا لیا گیا کہ "اس کی تو جان نکل گئی" اور ضرور تھا کہ ایسا ہی ہوتا تا خدا کا مقبول اور راستباز نبی جرائم پیشہ کی موت سے مر کر یعنی صلیب کے ذریعہ جان دے کر اس لعنت کا حصّہ نہ لیوے جو روزِ اوّل سے ان شریروں کے لئے مقرر ہے جن کے تمام علاقے خدا سے ٹوٹ جاتے ہیں" [۲]

بارھویں [۱۲] دلیل

حضرت مسیح علیہ السلام کے صلیب پر نہ مرنے کی ایک اور دلیل یہ ہے کہ جب حضرت مسیح علیہ السلام کی "لاش" کو ایک شخص نے طلب کیا تو حاکمِ وقت نے جو اچھی طرح جانتا تھا کہ کتنے عرصہ میں عام طور پر کسی انسان کی جان صلیب پر نکلتی ہے اس بات پر تعجب کیا کہ کیا یہ شخص اتنی جلدی فوت ہوگیا ہے۔ یہ تعجب

---

[۱] :۔ مسیح ہندوستان میں صفحہ ۵۱۔ جلد ۱۵ ؛ [۲] :۔ کتاب البریّہ صفحہ ۲ جلد ۱۳ ؛

اس بات کا قرینہ ہے کہ حضرت مسیح کی اتنی جلدی موت ایک تعجب خیز امر تھا اور اس موقع پر بھی اس بات کا حیرت کا اظہار کیا گیا کہ یہ شخص اتنے تھوڑے عرصہ میں کیسے مرگیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس دلیل کو مندرجہ ذیل حوالہ میں بیان فرمایا ہے۔ حضور فرماتے ہیں :۔

"منجملہ ان شہادتوں سے جو انجیل سے ہم کو ملی ہیں پلاطس کا وہ قول ہے جو انجیل مرقس میں لکھا ہے اور وہ یہ ہے۔ "اور جبکہ شام ہوئی اس لئے کہ تیاری کا دن تھا جو سبت سے پہلے ہوتا تھا یوسف ارمتیا جو نامور مشیر اور وہ خود خدا کی بادشاہت کا منتظر تھا، آیا اور دلیری سے پلاطس کے پاس جاکے یسوع کی لاش مانگی اور پلاطس نے متعجب ہو کر شبہ کیا کہ وہ یعنی مسیح ایسا جلد مرگیا" دیکھو مرقس باب ۶ آیت ۲۴ سے ۴۴ تک"[1]

اس امر سے حضور نے یہ استدلال فرمایا ہے کہ :۔

"اس سے ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ عین صلیب کی گھڑی میں ہی یسوع کے مرنے پر شبہ ہوا اور شبہ بھی ایسے شخص نے کیا جس کو اس بات کا تجربہ تھا کہ اس قدر مدت میں صلیب پر جان نکلتی ہے"[2]

پس ثابت ہوا کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر ہرگز فوت نہیں ہوئے۔

تیرھویں دلیل [۱۳]

صلیبی موت کی تردید میں تیرھویں دلیل حاکم وقت پیلاطوس کا کردار ہے جس کا کسی قدر ذکر ضمناً گذشتہ صفحات میں بھی ہو چکا ہے۔ اناجیل اور تاریخ کے مطالعہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اس وقت کا حاکم جس کی عدالت میں مسیح کا مقدمہ پیش تھا در پردہ مسیح کا معتقد تھا۔ چنانچہ اس نے کچھ اپنے اعتقاد کی وجہ سے اور کچھ اپنی بیوی کے خواب کی وجہ سے اس بات کی پوری پوری کوشش کی کہ کسی طرح مسیح کے خون سے بری الذمہ ہوسکے۔ اُس نے عدالت میں پانی منگوا کر ہاتھ دھوئے اور کہا کہ میں اس مسیح کو بے گناہ سمجھتا ہوں اور اس کے خون سے ہاتھ دھوتا ہوں۔ پھر اس نے مسیح کو چھوڑنا چاہا لیکن یہود کے ڈرانے کی وجہ سے ایسا نہ کرسکا۔ جب ہر طرف سے مجبور ہو گیا تو اس نے ایک اور تدبیر سوچی۔

---

[1] :۔ مسیح ہندوستان میں صـ۲۷ جلد ۱۵ ؛ [2] :۔ ایضاً

مقدمہ کے فیصلہ کو معرضِ التوا میں ڈالتا گیا۔ حتیٰ کہ جمعہ آگیا اور جمعہ کی آخری گھڑیوں میں مسیح کو صلیب پر لٹکایا گیا۔ یہ ساری تدبیر پیلاطوس کی تھی۔ اس طرح حضرت مسیح علیہ السلام بہت ہی کم عرصہ صلیب پر رہے کیونکہ اگلا روز سبت کا تھا اور اس کی احترام میں شام ہوتے ہی سب صلیب پر لٹکائے جانے والوں کو اتار لیا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ پیلاطوس نے ایک شخص کے لاش مانگنے پر بغیر کسی تحقیق کے اس کو لاش دیدی یہ بھی بتایا ہے کہ یہ کوئی سوچی سمجھی سکیم تھی اور درپردہ پیلاطوس کے مسیح کے بچانے کا پُورا پُورا انتظام کر لیا تھا۔ چنانچہ ایک مسیحی لکھتے ہیں :۔

"رومیوں کے درمیان یہ ایک اچھی رسم تھی کہ مجرموں کی لاشیں ان کے دوستوں کو اگر وہ درخواست کریں تو دیدی جایا کرتی تھیں اور اس وقت یسوع کی لاش کے لئے بھی ایک شخص دعویدار ہوُا جس کو پیلاطوس نے بلا تأمل لاش حوالہ کر دی"۔[1]

الغرض پیلاطوس کا یہ سارا کردار اس بات پر زبردست قرینہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام ہرگز صلیب پر فوت نہیں ہوئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

(۱) "جو شخص صلیب پر کھینچا جاتا تھا وہ اسی دن اتار لیا جاتا تھا کیونکہ سبت کے دن صلیب پر رکھنا سخت گناہ اور موجب تاوان اور سزا تھا سو یہ داؤ پیلاطوس کا چل گیا کہ یسوع جمعہ کی آخری گھڑی میں صلیب پر چڑھایا گیا"۔[2]

(۲) "صریح معلوم ہوتا ہے کہ اندرونی طور پر کچھ سازش کی بات تھی پلاطوس ایک خدا ترس اور نیک دل آدمی تھا۔ کھلی کھلی رعایت سے قیصر سے ڈرتا تھا کیونکہ یہودی مسیح کو باغی ٹھہراتے تھے مگر وہ خوش قسمت تھا کہ اُس نے مسیح کو دیکھا لیکن قیصر نے اس نعمت کو نہ پایا۔ اُس نے نہ صرف دیکھا بلکہ بہت رعایت کی اور اس کا ہرگز منشاء نہ تھا کہ مسیح صلیب پاوے۔ چنانچہ انجیلوں کے دیکھنے سے صاف طور پر پایا جاتا ہے کہ پلاطوس نے کئی دفعہ ارادہ کیا کہ مسیح کو چھوڑ دے لیکن یہودیوں نے کہا کہ اگر تو اس مرد کو چھوڑ دیتا ہے تو تو قیصر کا خیر خواہ نہیں اور یہ کہا کہ یہ باغی ہے اور خود بادشاہ بننا چاہتا ہے۔ دیکھو یوحنا باب ۱۹ آیت ۱۲۔ اور پلاطوس کی بیوی کی خواب اور بھی اس بات کی محرک ہوئی تھی کہ کسی طرح مسیح کو مصلوب ہونے سے بچایا جائے ورنہ ان کی اپنی تباہی ہے مگر چونکہ یہودی ایک شریر قوم تھی اور پلاطوس پر قیصر کے حضور میں مخبری کرنے کو بھی طیار تھے اسلئے پلاطوس نے مسیح کے چھڑانے میں حکمتِ عملی سے کام لیا۔

---

[1] :۔ یسوع کی گرفتاری اور موت صفحہ ۲۹۵ ؛
[2] :۔ ایّام الصلح صفحہ ۱۲۴ جلد ۱۴ ؛

اوّل تو مسیح کو مصلوب ہونا ایسے دن پر ڈال دیا کہ وہ جمعہ کا دن تھا اور صرف چند گھنٹے دن میں باقی تھے اور بڑے سبت کی رات قریب تھی اور پلاطوس خوب جانتا تھا کہ یہودی اپنی شریعت کے حکموں کے موافق صرف شام کے وقت تک ہی مسیح کو صلیب پر رکھ سکتے ہیں اور پھر شام ہوتے ہی ان کا سبت ہے جس میں صلیب پر رکھنا روا نہیں چنانچہ ایسا ہی ہوا اور مسیح شام سے پہلے صلیب پر سے اتارا گیا۔" [1]

(۳) پیلاطوس کے بارہ میں فرمایا:۔

"پوشیدہ طور پر اس نے بہت سعی کی کہ مسیح کی جان کو صلیب سے بچایا جاوے اور اس سعی میں وہ کامیاب بھی ہو گیا مگر بعد اس کے کہ مسیح صلیب پر چڑھایا گیا اور شدّت درد سے ایک ایسی سخت غشی میں آگیا کہ گویا وہ موت ہی تھی۔ بہرحال پلاطوس رومی کی کوشش سے مسیح ابن مریم کی جان بچ گئی۔" [2]

(۴) "یوسف نام پلاطوس کا ایک معزز دوست تھا جو اس نواح کا رئیس تھا اور مسیح کے پوشیدہ شاگردوں میں داخل تھا وہ عین وقت پر پہنچ گیا مجھے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی پلاطوس کے اشارہ سے بلایا گیا تھا مسیح کو ایک لاش قرار دے کر اس کے سپرد کر دیا گیا کیونکہ وہ ایک بڑا آدمی تھا اور یہودی اس کے ساتھ کچھ پرخاش نہیں کر سکتے تھے جب وہ پہنچا تو مسیح کو جو غشی میں تھا ایک لاش قرار دیکر اس نے لیا اور اسی جگہ ایک وسیع مکان تھا جو اس زمانہ کی رسم پر قبر کے طور پر بنایا گیا تھا اور اس میں ایک کھڑکی بھی تھی اور ایسے موقع پر تھا جو یہودیوں کے تعلق سے الگ تھا اس جگہ پلاطوس کے اشارہ سے مسیح کو رکھا گیا۔" [3]

(۵) "پیلاطوس جو اس ملک کا گورنر تھا معہ اپنی بیوی کے حضرت عیسیٰ کا مرید تھا اور چاہتا تھا کہ اُسے چھوڑ دے مگر جب زبردست یہودیوں کے علماء نے جو قیصر کی طرف سے بباعث اپنی دنیاداری کے کچھ عزت رکھتے تھے اس کو یہ کہکر دھمکایا کہ اگر تو اس شخص کو سزا نہیں دے گا تو ہم قیصر کے حضور میں تیرے پر فریاد کریں گے۔ تب وہ ڈر گیا کیونکہ بزدل تھا۔ اپنی ارادت پر قائم نہ رہ سکا۔" [4]

(۶) "انجیلوں میں لکھا ہے۔ یہ واقعہ پیش آیا کہ جب پیلاطوس سے صلیب دینے کے

---

[1]:۔ مسیح ہندوستان میں صفحہ ۲۷-۲۸۔ جلد ۱۵ ؛ [3]:۔ کشتی نوح صفحہ ۵۵ جلد ۱۹ ؛

[2]:۔ " " " صفحہ ۲۹ " ؛ [4]:۔ تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۲۸ جلد ۲۰ ؛

لئے۔یہودیوں نے مسیح کو جو حوالات میں تھا مانگا تو پلاطوس نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح مسیح کو چھوڑ دے کیونکہ وہ صاف دیکھتا تھا کہ مسیح بے گناہ ہے لیکن یہودیوں نے بہت اصرار کیا کہ اس کو صلیب دے صلیب دے۔ اور سب مولوی اور فقیہہ یہودیوں کے اکٹھے ہو کر کہنے لگے کہ یہ کافر ہے اور توریت کے احکام سے لوگوں کو پھیرتا ہے۔ پلاطوس اپنے دل میں خوب سمجھتا تھا کہ ان جزئی اختلافات کی وجہ سے ایک راستباز آدمی کو قتل کر دینا بے شک سخت گناہ ہے اسی وجہ سے وہ حیلے پیدا کرتا تھا کہ کسی طرح مسیح کو چھوڑ دیا جائے مگر حضرات مولوی کب باز آنیوالے تھے انہوں نے جھٹ ایک اور بات بنائی کہ یہ شخص یہ بھی کہتا ہے کہ مَیں یہودیوں کا بادشاہ ہوں اور درپردہ قیصر کی گورنمنٹ سے باغی ہے اگر تُو نے اس کو چھوڑ دیا تو پھر یاد رکھ کہ ایک باغی کو تُو نے پناہ دی۔ تب پلاطوس ڈر گیا کیونکہ وہ قیصر کا ماتحت تھا لیکن معلوم ہوتا ہے کہ پھر بھی اس خونِ ناحق سے ڈرتا رہا۔" [1]

(۷) " پیلاطوس نے آخری فیصلہ کے لئے اجلاس کیا اور نابکار مولویوں اور فقیہوں کو بہتیرا سمجھایا کہ مسیح کے خون سے باز آجاؤ مگر وہ باز نہ آئے بلکہ چیخ چیخ کر بولنے لگے کہ ضرور صلیب دیا جائے دین سے پھر گیا ہے۔ تب پیلاطوس نے پانی منگوا کر ہاتھ دھوئے کہ دیکھو مَیں اس کے خون سے ہاتھ دھوتا ہوں۔ تب سب یہودیوں اور فقیہوں اور مولویوں نے کہا کہ اس کا خون ہم پر اور ہماری اولاد پر۔" [2]

(۸) "یہ داؤ پیلاطوس کا چل گیا کہ یسوع جمعہ کی آخری گھڑی میں صلیب پر چڑھایا گیا۔ اور نہ صرف یہی بلکہ خدا تعالیٰ کے فضل نے چند اور اسباب بھی ایسے جمع کر دیئے جو پیلاطوس کے اختیار میں نہ تھے اور وہ یہ کہ عصر کے تنگ وقت میں تو یہودیوں نے حضرت مسیح کو صلیب پر چڑھایا اور ساتھ ہی ایک سخت آندھی آئی جس نے دن کو رات کے مشابہ کر دیا۔ اب یہودی ڈرے کہ شاید شام ہو گئی کیونکہ یہودیوں کو سبت کے دن یا سبت کی رات کسی کو صلیب پر رکھنے کی سخت ممانعت تھی اور یہودیوں کے مذہب کے رُو سے دن سے پہلے جو رات آتی ہے وہ آنیوالے دن میں شمار کی جاتی ہے اسلئے جمعہ کے بعد جو رات تھی وہ سبت کی رات تھی لہٰذا یہودی آندھی کے پھیلنے کے وقت میں اس بات سے بہت گھبرائے کہ ایسا نہ ہو کہ سبت کی رات میں یہ شخص صلیب پر ہو اس لئے جلدی سے انہوں نے اتار لیا۔" [3]

---

[1] ، [2] :۔ ازالہ اوہام حصہ اوّل صفحہ ۲۹۴-۲۹۵۔ جلد ۳؛ [3] :۔ ایام الصلح صفحہ ۱۲۴ جلد ۱۴؛

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان سب حوالوں سے پیلاطوس کا کردار واضح ہے اور یہ ایک زبردست قرینہ ہے کہ اس نے مسیح کو صلیب سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کی اور انجام کار وہ اس میں کامیاب بھی ہو گیا اور حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر چڑھائے جانے کے باوجود اسکی کوششوں سے زندہ ہی اتار لئے گئے ۔

چودھویں دلیل

حضرت مسیح علیہ السلام کے صلیب پر فوت نہ ہونے کی ایک اہم دلیل یہ ہے کہ جب صلیب سے اتارنے کے بعد ایک سپاہی نے غلطی سے ان کی پسلی میں ایک بھالا مارا تو اس میں سے فی الفور خون اور پانی بہہ نکلا ۔

اگر اس دلیل کا بنظر غائر جائزہ لیا جائے تو یہ ایک زبردست دلیل نظر آتی ہے ۔ دورانِ خون زندگی کی ایک خاص علامت ہے اور عام مشاہدہ ہے کہ کبھی کسی مُردہ کے جسم سے خون جاری نہیں ہوتا بلکہ مرنے کے بعد اس کا خون منجمد ہو جاتا ہے ۔ پس اگر صلیب سے اترنے کے بعد حضرت مسیح کے جسم سے خون بہہ نکلا ہے تو یہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ حضرت مسیح اس وقت زندہ تھے ۔ حضرت مسیح پاک علیہ السلام اس دلیل کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

"جب یسوع کے پہلو میں ایک خفیف سا چھید دیا گیا تو اس میں سے خون نکلا اور خون بہتا ہوا نظر آیا اور ممکن نہیں کہ مُردہ میں خون بہتا ہوا نظر آئے۔" ؎۱

نیز فرمایا :-

"پولس کے بعض خطوط سے صاف ظاہر ہوتا ہے مسیح جب صلیب پر سے اتارا گیا تو اس کے زندہ ہونے پر ایک اور پختہ ثبوت یہ پیدا ہو گیا کہ اسکی پسلی کے چھیدنے سے فی الفور اس میں سے خونِ رواں ہوا۔" ؎۲

پھر اسی سلسلہ میں آپؑ فرماتے ہیں :-

" سپاہیوں میں سے ایک نے اس کی پسلی چھیدی تو فی الفور اس سے لہو اور پانی نکلا ۔ دیکھو یوحنا باب ۱۹ آیت ۳۱ سے ۴۲ تک ۔" ؎۳

نیز فرمایا :-

" وہ ضرور صلیب پر سے ان دو چوروں کی طرح زندہ اتارا گیا ۔ اسی وجہ سے پسلی چھیدنے

؎۱ :- ایام الصلح صفحہ ۱۲۶ جلد ۱۴ ۔
؎۲ :- ازالہ اوہام حصہ اوّل صفحہ ۲۹۶ جلد ۳ ۔
؎۳ :- مسیح ہندوستان میں صفحہ ۲۰ ۔ جلد ۱۵ ۔

سے خون بھی نکلا۔ مُردہ کا خون جم جاتا ہے"۔ ؎۱

اگر یہ سوال ہو کہ جب خون اور پانی بہہ نکلا اور یہ زندگی کی علامت ہے تو پھر اُس سپاہیوں نے کیوں یہ نہ سمجھ لیا کہ حضرت مسیح زندہ ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ اصل سکیم یہی تھی کہ مسیح کو بچایا جائے۔ ایک سپاہی نے جس کو شاید اس سکیم کا علم نہ تھا غلطی سے مسیح کے جسم کو چھید ڈالا لیکن باقی ساتھیوں نے فوراً ہی اس بات کو دبا دیا اور ظاہر نہ ہونے دیا مبادا شور پڑ جائے اور مسیح کو بچانا مشکل ہو جائے پس یہ اخفاء تو ایک سوچی سمجھی سکیم کے مطابق محض حضرت مسیح علیہ السّلام کو بچانے کی خاطر کیا گیا تھا۔ اگر صلیب کے سب حالات پر نظر کی جائے تو ایک سکیم صاف طور پر کار فرما نظر آتی ہے۔ اس امر کی وضاحت کرتے ہوئے حضور نے تحریر فرمایا ہے:-

"پھر ہڈیوں کے توڑنے کے وقت خدا تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ کا یہ نمونہ دکھایا کہ بعض سپاہی پلاطوس کے جن کو در پردہ خواب کا خطرناک انجام سمجھایا گیا تھا وہ اس وقت موجود تھے جن کا مدعا یہی تھی کہ کسی طرح یہ بلا مسیح کے سر پر سے ٹل جائے ایسا نہ ہو کہ مسیح کے قتل ہونے کی وجہ سے وہ خواب سچی ہو جائے جو پلاطوس کی عورت نے دیکھی تھی اور ایسا نہ ہو کہ پلاطوس کسی بلا میں پڑے سو پہلے انہوں نے چوروں کی ہڈیاں توڑ ائیں اور چونکہ سخت آندھی تھی اور تاریکی ہو گئی تھی اور ہوا تیز چل رہی تھی اس لئے لوگ گھبرائے ہوئے تھے کہ کہیں جلد گھروں کو جائیں سو سپاہیوں کا اس موقع پر خوب داؤ لگا۔ جب چوروں کی ہڈیاں توڑ چکے اور مسیح کی نوبت آئی تو ایک سپاہی نے یونہی ہاتھ رکھ کر کہہ دیا کہ یہ تو مر چکا ہے کچھ ضرور نہیں کہ اسکی ہڈیاں توڑی جائیں اور ایک نے کہا کہ میں ہی اس لاش کو دفن کر دوں گا اور آندھی ایسی چلی کہ یہودیوں کو اُٹھتے دھکے دیکر اُس جگہ سے نکالا پس اس طور سے مسیح زندہ بچ گیا اور پھر وہ حواریوں کو ملا اور ان سے مچھلی لے کر کھائی"۔ ؎۲

الغرض اس دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ جب مسیح کے جسم سے خون جاری ہو گیا تھا تو یہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ وہ صلیب سے اُترنے کے وقت زندہ تھے۔ ہمارے استدلال کی بنیاد یہ ہے کہ کبھی مُردہ کے جسم سے خون جاری نہیں ہوتا۔

پندرھویں دلیل ۱۵

پندرھویں دلیل صلیبی موت کے ردّ میں یہ ہے کہ صلیب سے اتارنے کے بعد حضرت مسیح علیہ السلام کی

؎۱ :- مسیح ہندوستان میں صفحہ ۲۷۔ جلد ۱۵ ؎۲ :- ازالۂ اوہام حصہ اوّل صفحہ ۲۹۶-۲۹۷۔ جلد ۳

ہڈیاں نہیں توڑی گئیں جبکہ عام طریق یہ تھا کہ لوگوں کی ہڈیاں ضرور توڑی جاتی تھیں تا ان کے مرنے میں کوئی شک نہ رہے۔ اس دلیل کا ذکر ضمناً بعض گذشتہ دلائل میں بھی ہو چکا ہے۔

حالات سے ثابت ہے کہ حضرت مسیح علیہ السّلام صرف چند گھنٹوں کے لئے صلیب پر رہے۔ اس صورت میں یہ بات زیادہ ضروری تھی کہ ان کی ہڈیاں توڑی جاتیں لیکن خلاف قیاس ان کی ہڈیاں نہ توڑی گئیں۔ جس کی وجہ غالباً پیلاطوس حاکم وقت کی کوئی درپردہ ہدایت تھی جس کی پابندی کرتے ہوئے حاکم کے کارندوں یعنی سپاہیوں نے دوسرے چوروں کی تو ہڈیاں توڑیں لیکن مسیح کو ویسے ہی چھوڑ دیا۔ حالات پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صرف حضرت مسیح کو زندہ بچانے کی ایک کوشش تھی اور یہ امر دلیل ہے اس بات کی کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے صلیب پر جان نہیں دی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

"یسوع کی ہڈیاں توڑی نہ گئیں جو مصلوبوں کے مارنے کے لئے ایک ضروری فعل تھا کیونکہ تاریخ سے ثابت ہے کہ تین دن صلیب پر رکھ کر پھر بھی بعض آدمی زندہ رہ جاتے تھے پھر کیونکر ایسا شخص جو صرف چند منٹ صلیب پر رہا اور ہڈیاں نہ توڑی گئیں وہ مر گیا؟" [1]

نیز فرمایا :۔

"یہ بھی یسوع کے زندہ رہنے کی ایک نشانی ہے کہ اس کی ہڈیاں صلیب کے وقت نہیں توڑی گئیں اور صلیب پر سے اتارنے کے بعد چھیدنے سے خون بھی نکلا اور اس نے حواریوں کو صلیب کے بعد اپنے زخم دکھلائے اور ظاہر ہے کہ نئی زندگی کے ساتھ زخموں کا ہونا ممکن نہ تھا۔" [2]

اسی سلسلہ میں آپ فرماتے ہیں :۔

"منجملہ ان شہادتوں کے جو انجیل سے ہم کو ملی ہیں انجیل کی وہ عبارت ہے جو ذیل میں لکھتا ہوں" پھر یہودیوں نے اس لحاظ سے کہ لاشیں سبت کے دن صلیب پر نہ رہ جائیں کیونکہ وہ دن طیاری کا تھا بلکہ بڑا ہی سبت تھا۔ پلاطوس سے عرض کی کہ ان کی ٹانگیں توڑی اور لاشیں اتاری جائیں۔ تب سپاہیوں نے آکر پہلے اور دوسرے کی ٹانگیں جو اس کے ساتھ صلیب پر کھینچے گئے تھے توڑیں لیکن جب انہوں نے یسوع کی طرف آکے دیکھا کہ وہ مر چکا ہے تو اس کی ٹانگیں نہ توڑیں پر سپاہیوں میں سے ایک نے بھالے سے اس کی پسلی چھیدی اور فی الفور اس سے لہو اور پانی نکلا۔" دیکھو یوحنا باب ۱۹ آیت ۳۱ سے ۴۲ تک"۔ [3]

---

[1] :۔ ایام الصلح صفحہ ۱۳۶ جلد ۱۴ ؛
[2] :۔ سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب صفحہ ۳۰ ۔ جلد ۱۲ ؛
[3] :۔ مسیح ہندوستان میں صفحہ ۲۷ ۔ جلد ۱۵ ؛

اس مذکورہ بالا حوالہ سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا :۔

"ان آیات سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت کسی مصلوب کی زندگی کا خاتمہ کرنے کے لئے یہ دستور تھا کہ جو صلیب پر کھینچا گیا ہو اس کو کئی دن صلیب پر رکھتے تھے اور پھر اسکی ہڈیاں توڑتے تھے لیکن مسیح کی ہڈیاں دانستہ نہیں توڑیں گئیں اور وہ ضرور صلیب پر سے ان دو چوروں کی طرح زندہ اتارا گیا اسی وجہ سے پسلی چھیدنے سے خون بھی نکلا۔ مُردہ کا خون جم جاتا ہے۔" [1]

اس دلیل کی مزید وضاحت کرتے ہوئے حضور فرماتے ہیں :۔

"یہ قریب قیاس نہیں کہ دونوں چور جو مسیح کے ساتھ صلیب پر کھینچے گئے تھے وہ زندہ رہے مگر مسیح صرف دو گھنٹے تک مر گیا بلکہ یہ صرف ایک بہانہ تھا جو مسیح کو ہڈیاں توڑنے سے بچانے کے لئے بنایا گیا تھا۔ سمجھدار آدمی کے لئے یہ ایک بڑی دلیل ہے کہ دونوں چور صلیب پر سے زندہ اتارے گئے اور ہمیشہ معمول تھا کہ صلیب پر سے لوگ زندہ اتارے جاتے تھے اور صرف اس حالت میں مرتے تھے کہ ہڈیاں توڑی جائیں اور یا بھوک اور پیاس کی حالت میں چند روز صلیب پر رہ کر جان نکلتی تھی مگر ان دونوں باتوں میں سے کوئی بات بھی مسیح کو پیش نہ آئی۔ نہ وہ کئی دن صلیب پر بھوکا پیاسا رکھا گیا اور نہ اسکی ہڈیاں توڑی گئیں۔" [2]

نیز فرمایا :۔

"ہمیشہ معمول تھا کہ وہ صلیب پر سے لوگ زندہ اتارے جاتے تھے اور صرف اس حالت میں مرتے تھے کہ ہڈیاں توڑی جائیں ...... چوروں کی ہڈیاں توڑ کر اسی وقت ان کی زندگی کا خاتمہ کر دیا گیا۔ بات تو تب تھی کہ ان دونوں چوروں میں سے بھی کسی کی نسبت کہا جاتا کہ یہ مر چکا ہے اس کی ہڈیاں توڑنے کی ضرورت نہیں۔" [3]

اگر یہ سوال ہو کہ آخر کیوں مسیح کی ہڈیاں نہ توڑی گئیں تو اس کا جواب بھی حضور نے تحریر فرمایا ہے۔ فرمایا :۔

"دو چور جو ساتھ صلیب دیئے گئے تھے ان کی ہڈیاں توڑی گئیں لیکن مسیح کی ہڈیاں نہیں توڑیں کیونکہ پیلاطوس کے سپاہیوں نے جن کو پوشیدہ طور پر یہ سمجھایا گیا تھا کہہ دیا کہ اب نبض نہیں ہے اور یسوع مر چکا ہے مگر مجھے معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ راستباز کا قتل کرنا کچھ سہل امر نہیں اسلئے اس وقت نہ صرف پیلاطوس کے سپاہی یسوع کے بچانے کے لئے تدبیریں

---

[1] :۔ مسیح ہندوستان میں ص۲۷۔ جلد ۱۵ ؎
[2] :۔ مسیح ہندوستان میں ص۲۵۔ جلد ۱۵ ؎
[3] :۔ " " " ص۲۸-۲۹ " ؎

کر رہے تھے بلکہ یہود بھی حواس باختہ تھے اور آثارِ قہر دیکھ کر یہودیوں کے دل بھی کانپ گئے تھے اور اس وقت وہ پہلے زمانہ کے آسمانی عذاب جو ان پر آتے رہے ان کی آنکھوں کے سامنے تھے۔ اسلئے کسی یہودی کو یہ جرأت نہ ہُوئی کہ یہ کہے کہ ہم تو ضرور ہڈیاں توڑیں گے اور ہم باز نہیں آئیں گے۔ کیونکہ اس وقت ربّ السمٰوت والارض نہایت غضب میں تھا۔ اور جلالِ الٰہی یہودیوں کے دلوں پر ایک رعبناک کام کر رہا تھا۔ لہٰذا انہوں نے جن کے باپ دادے ہمیشہ خدا تعالیٰ کے غضب کا تجربہ کرتے آئے تھے۔ جب سخت اور سیاہ آندھی اور عذاب کے آثار دیکھے اور آسمان پر سے خوفناک آثار نظر آئے تو وہ سراسیمہ ہو کر گھروں کی طرف بھاگ گئے"۔ ؎

پس اس سارے بیان سے یہ بات پوری طرح واضح ہوجاتی ہے کہ خلافِ قیاس اور خلافِ معمول خاص طور پر صرف حضرت مسیح علیہ السلام کی ہڈیاں نہ توڑنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ صلیب کی تکلیف سے ہرگز ہرگز فوت نہیں ہُوئے تھے۔ یہ قرینہ بہت وزنی دلیل بن جاتا ہے جب ہم اس کو دیگر قرائن اور واقعاتِ صلیب کے ساتھ ملا کر دیکھتے ہیں۔

سولہویں (۱۶) دلیل

صلیبی موت کی تردید میں ایک زبردست استدلال یہ ہے کہ اس عقیدہ کے بارہ میں عیسائی حضرات میں بھی شدید اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ اکثر عیسائی تو حضرت مسیح علیہ السلام کی صلیبی موت کے قائل ہیں جبکہ بعض نے اس سے واضح طور پر انکار کیا ہے۔ چنانچہ برنباس کی انجیل میں لکھا ہے کہ حضرت مسیح صلیب پر فوت نہیں ہُوئے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عیسائیوں کے اس اختلاف سے یہ استدلال فرمایا ہے کہ صلیبی عقیدہ کا عقیدہ متفق علیہ عقیدہ نہیں ہے بلکہ اس میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے اور اس بات کا امکان پیدا ہو جاتا ہے کہ شاید صلیبی موت کا خیال باطل ہی نہ ہو۔ یہ احتمال انجیلی روایات کی قطعیّت کو باطل قرار دیتا ہے کیونکہ یہ ایک مسلّمہ اصول ہے کہ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔ پس اس بناء پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے برنباس کی انجیل کی روایت کو صلیبی موت کے ردّ میں ایک دلیل کے طور پر پیش فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"حواریوں میں اس مقام میں اختلاف بھی ہے چنانچہ برنباس کی انجیل میں جس کو میں

؎:۔ ایام الصلح صفحہ ۱۲۴-۱۲۵۔ جلد ۱۴ *

نے بچشمِ خود دیکھا ہے۔ حضرت عیسیٰ کے صلیب پر فوت ہونے سے انکار کیا گیا ہے اور انجیل سے ظاہر ہے کہ برنباس بھی ایک بزرگ حواری تھا۔" لے

پھر اسی سلسلہ میں مزید فرماتے ہیں :۔

"ایک اور بات ملحوظ رکھنے کے لائق ہے کہ برنباس کی انجیل میں جو غالباً لندن کے کتب خانہ میں بھی ہوگی یہ بھی لکھا ہے کہ مسیح مصلوب نہیں ہُوا اور نہ صلیب پر جان دی۔ اب ہم اس جگہ یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ گو یہ کتاب انجیلوں میں داخل نہیں کی گئی اور بغیر کسی فیصلہ کے ردّ کردی گئی ہے مگر اس میں کیا شک ہے کہ یہ ایک پرانی کتاب ہے اور اسی زمانہ کی ہے جبکہ دوسری انجیلیں لکھی گئیں۔ کیا ہمیں اختیار نہیں ہے کہ اس پرانی اور دیرینہ کتاب کو عہدِ قدیم کی ایک تاریخی کتاب سمجھ لیں اور تاریخی کتابوں کے مرتبہ پر رکھ کر اس سے فائدہ اٹھادیں؟ اور کیا کم سے کم اس کتاب کے پڑھنے سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ مسیح علیہ السّلام کے صلیب کے وقت تمام لوگ اس بات پر اتفاق نہیں رکھتے تھے کہ حضرت مسیح صلیب پر فوت ہو گئے۔" ۲ے

یہاں ایک اور امر کا ذکر بھی بہت مناسب معلوم ہوتا ہے۔ حضور نے مسیح کے مصلوب ہونے کے بارہ میں اختلاف کا ایک یہ پہلو بھی بیان کیا ہے کہ یہود و نصاریٰ سب کے سب اس امر پر متفق ہیں۔ چنانچہ حضور نے اوّل اپنی کتاب میں ڈاکٹر برنیر کی کتاب کے حوالہ کا یہ ترجمہ درج فرمایا ہے :۔

"غالباً اسی قوم کے لوگ پیکن میں موجود ہیں جو مذہب موسوی کے پابند ہیں اور ان کے پاس توریت اور دوسری کتابیں بھی ہیں مگر حضرت عیسیٰ کی وفات یعنی مصلوب ہونے کا حال ان لوگوں کو بالکل معلوم نہیں۔" ۳ے

پھر اس کے بعد حضور فرماتے ہیں :۔

"ڈاکٹر صاحب کا یہ فقرہ یاد رکھنے کے لائق ہے کیونکہ آج تک بعض نادان عیسائیوں کا یہ گمان ہے کہ حضرت عیسیٰ کے مصلوب ہونے پر یہود و نصاریٰ کا اتفاق ہے اور اب ڈاکٹر صاحب کے قول سے معلوم ہُوا کہ چین کے یہودی اس قول سے اتفاق نہیں رکھتے اور ان کا یہ مذہب نہیں ہے کہ حضرت عیسیٰ سُولی پر مر گئے۔" ۴ے

اس حوالہ سے بھی واضح ہوتا ہے کہ یہود و نصاریٰ میں مسیح کی صلیبی موت پر اتفاق نہیں۔ یہ اختلاف

لے :۔ کشف الغطاء حاشیہ صفحہ ۳۵ جلد ۱۴ ۔ ۲ے :۔ مسیح ہندوستان میں صفحہ ۲۰-۲۱ ۔ جلد ۱۵ ۔

۳ے :۔ ست بچن حاشیہ در حاشیہ صفحہ ۱۶۴ جلد ۱۰ ۔ ۴ے :۔ ست بچن حاشیہ در حاشیہ صفحہ ۱۶۴ جلد ۱۰ ۔

اس سارے عقیدہ کو مشتبہ اور مشکوک بنا دیتا ہے اور یہ قیاس کرنے کا ایک بھاری قرینہ ہے کہ واقعی حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر فوت نہیں ہوئے۔

سترھویں دلیل

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدا تعالیٰ کی طرف سے علم پا کر صلیب کے اصل واقعات کے بارہ میں جو تفصیل بیان فرمائی ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو جب صلیب پر لٹکایا گیا تو وہ اس صدمہ سے بے ہوش ہو گئے۔ اسی بے ہوشی کی حالت میں ان کو اتار لیا گیا اور سوچی سمجھی ہوئی سکیم کے مطابق یہ کہہ دیا گیا کہ گویا وہ مر گئے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حوالہ جات اس ضمن میں پہلے بھی درج ہو چکے ہیں۔ ایک جگہ حضور فرماتے ہیں:۔

"خدا تعالیٰ نے ہم کو سمجھا دیا ہے اور ایک بہت بڑا ذخیرہ دلائل و براہین کا دیا ہے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ ہرگز ہرگز صلیب پر نہیں مرے۔ صلیب پر سے زندہ اتر آئے۔ غشی کی حالت بجائے خود موت ہوتی ہے۔ دھکوسکتہ کی حالت میں نہ نبض رہتی ہے نہ دل کا مقام حرکت کرتا ہے بالکل مُردہ ہی ہوتا ہے مگر پھر وہ زندہ ہو جاتا ہے۔" [1]

صلیبی موت کی تردید میں سترہویں دلیل یہ ہے کہ اگر صلیب سے اتارے جانے کے وقت حضرت مسیح علیہ السلام فوت ہو چکے ہوتے تو ان کے جسم پر بطور علاج مُر اور عود نہ ملا جاتا کیونکہ ادویہ کا استعمال تو مریضوں کے لئے ہوتا ہے نہ کہ مُردوں کے لئے۔ پس حضرت مسیح علیہ السلام کے لئے حواریوں کا مُر اور عود لانا اور ملنا ان کے زندہ ہونے کی دلیل ہے۔ صحیح بات یہی ہے کہ وہ اس وقت بے ہوش تھے جن کو غلطی سے مُردہ سمجھ لیا گیا۔ حقیقت میں واقف حواری جانتے تھے کہ وہ بے ہوش ہیں اسی وجہ سے وہ علاج میں مصروف ہو گئے۔

جہاں تک اس امر کا تعلق ہے کہ کیا واقعی حضرت مسیح بے ہوش ہو گئے تھے مرے نہیں تھے عیسائیوں کو بھی اس تحقیق سے اتفاق نظر آتا ہے کیونکہ وہ صلیب کے حادثہ کو بے ہوش کر دینے والا ایک صدمہ قرار دیتے ہیں۔ ڈاکٹر جیمس سٹاکر لکھتے ہیں:۔

"جونہی یسوع کو اس بے ہوش کر دینے والے صدمے سے جو اس کے ہاتھوں اور پاؤں میں میخیں ٹھونکنے سے اسے ہوا تھا کچھ افاقہ ہوا تو اس کے پہلے الفاظ ایک دعا کی صورت میں تھے۔۔۔" [2]

---

[1] ۔ ملفوظات جلد دوم صفحہ ۲۸۷

[2] ۔ یسوع مسیح کی گرفتاری اور موت صفحہ ۱۰۹

پھر مُر اور عود ملنے کا سوال ہے۔ اس کے بارہ میں اسی کتاب میں لکھا ہے کہ:۔

" مگر نقودیمس بھی اظہار محبت و عقیدت میں پیچھے نہ رہا۔ وہ مُر اور لوبان کا مرکب لایا جس کا وزن قریبًا پچاس سیر تھا۔ یہ مقدار بہت ہی زیادہ معلوم ہوتی ہے مگر اس زمانہ میں مصالحوں کی ایسی ہی بڑی بڑی مقداریں استعمال کرنے کا رواج تھا۔" لہ

پھر ایک اور حوالہ اس ضمن میں یہ ہے کہ:۔

" آرمتیہ کا یوسف جو سنہڈرم (بڑی عدالت) کا ممبر ہے پلاطوس کے پاس جا کر لاش مانگتا ہے اور نکدیمس مُر اور عود لاتا اور انہیں اس کتانی کپڑے میں دھرتا ہے جو لاش کے اردگرد لپٹا ہوا ہے۔" ؎۲

اگر یہ سوال ہو کہ یوسف اور نقودیمس کو اس سارے واقعہ کی اطلاع کیسے ہوگئی کہ وہ اتنی جلدی سب کچھ لے کر آگئے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یوسف اور نقودیمس دونوں خفیہ طور پر مسیح کے شاگرد تھے اور اس عدالت کے ممبر تھے جس نے مسیح کی صلیب کا فیصلہ کیا تھا۔ لکھا ہے:۔

"یوسف ایک مشیر تھا بعض کا خیال ہے کہ وہ آرمتیا کی کونسل کا مشیر تھا۔" ؎۳

پھر اسی کتاب میں مزید لکھا ہے:۔

"یوسف کے نمونہ سے نقودیمس کو بھی اپنی وفاداری دکھلانے کی جرأت ہوئی۔ نقودیمس بھی وہی عہدہ رکھتا تھا جو یوسف کا تھا کیونکہ وہ بھی صدر مجلس کا ممبر تھا اور وہ بھی خفیہ طور پر مسیح کا شاگرد تھا۔" ؎۴

معلوم ہوتا ہے کہ ان کو ساری سکیم کا پورا علم تھا جو پیلاطوس نے تیار کی تھی۔ اسی وجہ سے وہ حادثہ صلیب کے فورًا بعد اتنی بڑی مقدار میں مُر اور لوبان لیکر آگئے۔ اگر واقعات کی سب کڑیاں ملائی جائیں تو حقیقت کو پالینا کچھ مشکل نہیں رہتا۔

عیسائی حضرات بھی عجیب عذر تلاش کرتے ہیں۔ جب صلیبی موت کا کوئی ثبوت بھی نہیں ملتا اور لوبان وغیرہ کے ملنے کی دلیل سے انکار کی گنجائش نہیں رہتی تو ایک عجیب عذر بیان کرتے ہیں۔ پادری طالب الدین لکھتے ہیں:۔

" اگر یہ بھی فرض کر لیا جائے کہ جب وہ صلیب پر سے اتارا گیا اس وقت زندہ تھا

لہ:۔ یسوع مسیح کی گرفتاری اور موت صفحہ ۱۶۹ ؎۲:۔ تواریخ بائیبل صفحہ ۵۲۲
؎۳:۔ " " " صفحہ ۲۹۹ ؎۴:۔ ایضًا صفحہ ۳۰۳

ایک اور بات سامنے آتی ہے جو اسے مدت تک زندہ رہنے نہ دیتی اور وہ یہ کہ جب یوسف آرمتیہ اور نقودیمس نے اس پر خوشبوئیں ملنی شروع کیں اگر وہ اس وقت زندہ ہوتا تو دم گھٹ کر مرجاتا کیونکہ لکھا ہے کہ وہ کوئی پچاس سیر مُر اور عود اپنے ساتھ لائے تاکہ ان چیزوں کو اس کے جسم پر ملیں'' ۔ لہ

اس حوالہ پر کسی تبصرہ کی خاص ضرورت نہیں۔ یہ حوالہ عیسائیوں کی ناکامی اور شکست کے بعد ان کے مذبوحی حرکات پر اتر آنے کی غمازی کرتا ہے یہ عذر اس وجہ سے بھی باطل ہے کہ خود ڈاکٹر جمیس سٹاکر کے حوالہ میں اس کا جواب پہلے آچکا ہے کہ اس زمانہ میں رواج ہی یہی تھا کہ اتنی زیادہ مقدار میں دوائیں ملتے تھے اور جب چالیس دن علاج ہوا ہو تو یہ مقدار کچھ زیادہ بھی نہیں ۔

بہرحال اس دلیل سے بھی مسیح علیہ السلام کی صلیبی موت کی تردید ہوتی ہے۔ حضور فرماتے ہیں :۔

''یہی رائے یورپ کے محقق علماء کی بھی ہے (یعنی یہ کہ وہ صلیب پر نہیں مرے تھے۔ ناقل) بلکہ وہ صلیب پر سے نیم مُردہ ہو کر بچ گئے'' ۔ ٢ہ

پس مذکورہ بالا ساری بحث کا خلاصہ یہی ہے کہ حادثہ صلیب کے بعد حضرت مسیح کا علاج معالجہ اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ وہ اس وقت بقید حیات تھے۔ پس حق وہی ہے کہ جو حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے بیان فرمایا اور محقق عیسائی پادریوں نے تسلیم کیا ہے کہ حضرت مسیح صلیب پر بے ہوش ہو گئے تھے اور علاج کے بعد ہوش میں آگئے ۔ یہ تحقیق حضرت مسیح علیہ السلام کے صلیب سے زندہ بچ نکلنے کا بہت واضح ثبوت ہے۔

اٹھارھویں دلیل

حضرت مسیح علیہ السلام کے زندگی کے واقعات جو ان کو حادثہ صلیب کے بعد پیش آئے ۔ اس بات کا ناقابل تردید ثبوت ہیں کہ وہ صلیب پر ہرگز فوت نہیں ہوئے تھے۔ چنانچہ اناجیل سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضرت مسیح علیہ السلام اس حادثہ صلیب کے بعد حواریوں کو نظر آئے ، ان کے تعجب کرنے پر کہ یہ زندہ کیسے ہو گئے ان کو اپنا جسم اور اس کے زخم دکھائے ، ان کے ساتھ مل کر کھانا کھایا ، باتیں کیں اور رات بسر کی اور پھر اس کے بعد گلیل کی طرف سفر کیا جو وہاں سے کافی دُور ایک علاقہ تھا ۔ یہ سب واقعات ، جو اناجیل سے ثابت ہوتے ہیں ۔ کسی مُردہ انسان کے ساتھ پیش نہیں آسکتے۔ پس ثابت ہوتا ہے کہ مسیح صلیب پر ہرگز نہیں مرے تھے ۔ اگر وہ مر گئے ہوتے تو یہ واقعات کیسے پیش آسکتے تھے ۔

لہ ا۔ معجزات مسیح مقدمہ صفحہ ۱۲۵ ٭ ٢ہ ا۔ چشمہ مسیحی صفحہ ۱۲ ۔ جلد ۲۰ ٭

عیسائی اس دلیل کے جواب میں کہا کرتے ہیں کہ حضرت مسیح مرنے کے بعد زندہ ہو گئے تھے اور ان کو خدا کی طرف سے ایک جلالی جسم عطا ہوا تھا لیکن اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے یہ تنقید فرمائی ہے کہ اگر ان کو ملنے والا جسم جلالی تھا تو پھر اس پر زخموں کے نشان کیوں باقی رہے ؟ زخموں کا موجود ہونا اس بات کو واضح کرتا ہے کہ مسیح کا جسم وہی تھا جس کے ساتھ ان کو صلیب دیا گیا تھا۔ ہاں علاج کے نتیجہ میں زخم تو درست ہو گئے تھے لیکن ان کے نشانات باقی تھے۔

پس حادثہ صلیب کے بعد کے ان واقعات کو باہم ملانے سے ایک زبردست دلیل بنتی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر فوت نہیں ہوئے تھے۔ ارشادِ خداوندی

فَقُلْنَا اضْرِبُوهُ بِبَعْضِهَا

میں بھی اسی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام اس دلیل کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :۔

(۱) " منجملہ ان شہادتوں کے جو انجیل سے ہمیں مسیح ابن مریم کی صلیبی موت سے محفوظ رہنے پر ملتی ہیں اس کا وہ سفر دور دراز ہے جو قبر سے نکل کر جلیل کی طرف اس نے کیا۔" ؎۱

(۲) " مرقس کی انجیل میں لکھا ہے کہ وہ قبر سے نکل کر جلیل کی سڑک پر جاتا ہوا دکھائی دیا اور آخر ان گیارہ حواریوں کو ملا جبکہ وہ کھانا کھا رہے تھے اور اپنے ہاتھ اور پاؤں جو زخمی تھے دکھلائے اور انہوں نے گمان کیا کہ شاید یہ رُوح ہے تب اس نے کہا کہ مجھے چھوؤ اور دیکھو کیونکہ رُوح کو جسم اور ہڈی نہیں جیسا کہ مجھ میں دیکھتے ہو اور ان سے ایک بھونی ہوئی مچھلی کا ٹکڑا اور شہد کا ایک چھتّا لیا اور ان کے سامنے کھایا۔ دیکھو مرقس باب ۱۶ آیت ۱۴ اور لوقا باب ۲۴ آیت ۳۹ اور ۴۰۔ اور ۴۱ اور ۴۲۔ ان آیات سے یقیناً معلوم ہوتا ہے کہ مسیح ہرگز آسمان پر نہیں گیا بلکہ قبر سے نکل کر جلیل کی طرف گیا اور معمولی جسم اور معمولی کپڑوں میں انسانوں کی طرح تھا۔ اگر وہ مر کر زندہ ہوتا تو کیونکر ممکن تھا کہ جلالی جسم میں صلیب کے زخم باقی رہ جاتے۔ اور اس کو روٹی کھانے کی کیا حاجت تھی اور اگر تھی تو پھر اب بھی روٹی کھانے کا محتاج ہو گا۔" ؎۲

(۳) " انجیل سے ثابت ہے کہ یسوع صلیب سے نجات پا کر پھر اپنے حواریوں کو ملا اور ان کو اپنے زخم دکھلائے اور ممکن نہیں کہ یہ زخم اس حالت میں موجود رہ سکتے کہ جبکہ یسوع

؎۱ :۔ مسیح ہندوستان میں صفحہ ۲۴-۲۵۔ جلد ۱۵ ؛ ؎۲ :۔ ایضاً صفحہ ۲۱-۲۲۔ جلد ۱۵ ؛

مرنے کے بعد ایک تازہ اور نیا جلالی جسم پاتا۔" [1]

(۴) "جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیبی واقعہ کے بعد حواریوں کو ملے اور گلیل تک سفر کیا اور روٹی کھائی اور کباب کھائے اور اپنے زخم دکھلائے اور ایک رات بمقام املوس حواریوں کے ساتھ رہے اور خفیہ طور پر پلاطوس کے علاقہ سے بھاگے اور نبیوں کی سنّت کے موافق اس ملک سے ہجرت کی اور ڈرتے ہوئے سفر کیا تو یہ تمام واقعات اس بات کا فیصلہ کرتے ہیں کہ وہ صلیب پر فوت نہیں ہوئے تھے اور فانی جسم کے تمام لوازم ان کے ساتھ تھے اور کوئی نئی تبدیلی ان میں پیدا نہیں ہوئی تھی۔" [2]

(۵) "لا یوجد لفظ صعود المسیح الی السماء فی انجیل متی ولا انجیل یوحنا و یوجد سفرہ الی جلیل بعد الصلیب و ھذا ھو الحق و بہ آمنا۔" [3]

یعنی انجیل متی اور یوحنا میں حضرت مسیح کے آسمان کی طرف اٹھائے جانے کا لفظ نہیں ملتا۔ ہاں حادثہ صلیب کے بعد ان کے گلیل کی طرف جانے کا ذکر ملتا ہے اور یہی بات حق ہے اور ہم اس پر ایمان لاتے ہیں۔

(۶) "وقد اخبرنا التاریخ الصحیح الثابت ان عیسیٰ ما مات علی الصلیب وھذا امر قد وجد مثلہ قبلہ ولیس من الاعاجیب و شھدت الاناجیل کلھا ان الحواریین رأوہ بعد ما خرج من القبر وقصد الوطن والاخوان و مشوا معہ الی سبعین فرسخ و باتوا معہ و اکلوا معہ اللحم والرغفان فیا حسرۃ علیک ان کنت بعد ذالک تطلب البرھان۔" [4]

(۷) "مسیح نے خود اپنے دوبارہ زندہ ہونے کا ایک ذرّہ ثبوت نہیں دیا بلکہ بھاگنے اور چھپنے اور کھانے اور سونے اور زخم دکھلانے سے اس بات کا ثبوت دیا کہ وہ صلیب پر نہیں مرا۔" [5]

(۸) "اتوار کی صبح کو پہلے وہ مریم مگدلینی کو ملا۔ مریم نے فی الفور حواریوں کو خبر کی کہ مسیح تو

---

[1] ایام الصلح ص۱۲۶ جلد ۱۴؛ [2] مسیح ہندوستان میں ص۴ جلد ۱۵؛

[3] الھدیٰ والتبصرۃ لمن یریٰ ص۱۲۵ جلد ۱۸؛ [4] الھدیٰ والتبصرۃ لمن یریٰ ص۱۲۱ جلد ۱۸۔

[5] مسیح ہندوستان میں ص۵ جلد ۱۵؛

جیتا ہے لیکن وہ یقین نہ لائے پھر وہ حواریوں میں سے دو کو جبکہ وہ دیہات کی طرف جاتے تھے دکھائی دیا آخر وہ گیارہوں کو جبکہ وہ کھانے بیٹھے تھے دکھائی دیا اور ان کی بے ایمانی اور سخت دلی پر ملامت کی۔ دیکھو انجیل مرقس باب ۱۶ آیت ۹ سے آیت ۱۴ تک۔ اور جب مسیح کے حواری سفر کرتے ہوئے اس بستی کی طرف جا رہے تھے جس کا نام املوس ہے جو یروشلم سے پونے چار کوس کے فاصلہ پر ہے تب مسیح ان کو ملا اور جب وہ اس بستی کے نزدیک پہنچے تو مسیح نے آگے بڑھ کر چاہا کہ ان سے الگ ہو جائے تب انہوں نے اس کو جانے سے روک لیا کہ آج رات ہم اکٹھے رہیں گے اور رات ان کے ساتھ بیٹھ کر روٹی کھائی اور وہ سب مع مسیح کے املوس نام ایک گاؤں میں رات رہے۔ دیکھو لوقا باب ۲۴ آیت ۱۳ سے ۳۱ تک"۔ [1]

(۹) اس ساری تفصیل کے بعد استدلال یوں فرمایا ہے:۔

"اب ظاہر ہے کہ ایک جلالی جسم کے ساتھ جو موت کے بعد خیال کیا گیا ہے مسیح سے فانی جسم کے عادات صادر ہونا اور کھانا اور پینا اور سونا اور جلیل کی طرف ایک لمبا سفر کرنا جو یروشلم سے قریباً ستر کوس کے فاصلہ پر تھا بالکل غیر ممکن اور غیر معقول بات ہے اور باوجود اس کے کہ خیالات کے میلان کی وجہ سے انجیلوں کے ان قصوں میں بہت کچھ تغیر ہو گیا ہے تاہم جس قدر الفاظ پائے جاتے ہیں ان سے صریح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ مسیح اس فانی اور معمولی جسم سے اپنے حواریوں کو ملا اور پیادہ پا جلیل کی طرف ایک لمبا سفر کیا اور حواریوں کو اپنے زخم دکھلائے اور رات ان کے پاس روٹی کھائی اور سویا"۔ [2]

(۱۰) جلالی جسم کے عذر کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:۔

"یہ مقام ایک سوچنے کا مقام ہے کہ کیا ایک جلالی اور ابدی جسم پانے کے بعد یعنی اس غیر فانی جسم کے بعد جو اس لائق تھا کہ کھانے پینے سے پاک ہو کر ہمیشہ خدائے تعالے کے دائیں ہاتھ بیٹھے اور ہر ایک داغ اور درد اور نقصان سے منزّہ ہو اور ازلی ابدی خُدا کے جلال کا اپنے اندر رنگ رکھتا ہو ابھی اس میں یہ نقص باقی رہ گیا کہ اس پر صلیب اور کیلوں کے تازہ زخم موجود تھے جن سے خون بہتا تھا اور درد اور تکلیف ان کے ساتھ تھی جن کے واسطے ایک مرہم بھی تیار کی گئی تھی اور جلالی اور غیر فانی جسم کے بعد بھی جو ابد

---

[1]:۔ مسیح ہندوستان میں ص۲۵۔ جلد ۱۵؛ [2]:۔ ایضاً

تک سلامت اور بے عیب اور کامل اور غیر متغیر چاہیئے تھا۔ کسی قسم کے نقصانوں سے بھرا رہا اور خود مسیح نے حواریوں کو اپنا گوشت اور ہڈیاں دکھلائیں اور پھر اسی پر کفایت نہیں بلکہ اس فانی جسم کے لوازم میں سے بھوک اور پیاس کی درد بھی موجود تھی ورنہ اس لغو حرکت کی کیا ضرورت تھی کہ مسیح جلیل کے سفر میں کھاتا پیتا اور پانی پیتا اور آرام کرتا اور سوتا۔ اس میں کیا شک ہے کہ اس عالم میں جسم فانی کیلئے بھوک اور پیاس بھی ایک درد ہے جس کی حد سے زیادہ ہونے سے انسان مر سکتا ہے۔ پس بلاشبہ یہ بات سچ ہے کہ مسیح صلیب پر نہیں مرا اور نہ کوئی نیا جلالی جسم پایا بلکہ ایک غشی کی حالت ہو گئی تھی جو مرنے سے مشابہ تھی۔" [۱]

(۱۱) "حال کے عیسائیوں کی یہ نہایت سادہ لوحی ہے کہ وہ خیال کرتے ہیں کہ یسوع مسیح مرکر نئے سرے سے زندہ ہؤا کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو وہ خدا جو محض قدرت سے اس کو زندہ کرتا اس کی زخموں کو بھی اچھا کر دیتا بالخصوص جبکہ کہا جاتا ہے کہ دوسرا جسم جلالی ہے جو آسمان پر اٹھایا گیا اور خدا کی داہنی طرف جا بیٹھا تو کیا قبول کر سکتے ہیں کہ جلالی جسم پر بھی یہ زخموں کا کلنک باقی رہا۔" [۲]

(۱۲) "یہ بات انجیلوں سے بھی ثابت ہوتی ہے کہ جب حضرت مسیح نے صلیب سے نجات پائی کہ جو درحقیقت دوبارہ زندگی کے حکم میں تھی تو وہ اپنے حواریوں کو ملے اور اپنے زندہ سلامت ہونے کی خبر دی۔ حواریوں نے تعجب سے دیکھا کہ صلیب پر سے کیونکر بچ گئے۔ اور گمان کیا کہ شاید ہمارے سامنے ان کی روح متمثل ہو گئی ہے تو انہوں نے اپنے زخم دکھلائے جو صلیب پر باندھنے کے وقت پڑ گئے تھے تب حواریوں کو یقین آیا کہ خدا تعالیٰ نے یہودیوں کے ہاتھ سے ان کو نجات دی۔" [۳]

(۱۳) "جن واقعات کو انجیلوں نے پیش کیا ہے ان سے ظاہر ہے کہ صلیب سے رہائی پانے کے بعد صرف خاکی جسم حضرت عیسیٰ کا مشاہدہ کیا گیا جیسا کہ جب دھوما حواری نے شک کیا کہ کیونکر عیسیٰ صلیب سے رہائی پا کر آ گیا تو حضرت عیسیٰ نے ثبوت دینے کے لئے اپنے زخم اس کو دکھلائے اور دھوما نے ان زخموں میں انگلی ڈالی۔ پس کیا ممکن ہے کہ جلالی جسم میں بھی

---

[۱] :۔ مسیح ہندوستان میں صفحہ ۲۵-۲۶ جلد ۱۵۔ [۲] :۔ ست بچن حاشیہ صفحہ ۱۶۴ روحانی خزائن جلد ۱۰۔
[۳] :۔ ست بچن حاشیہ صفحہ ۱۶۴ روحانی خزائن جلد ۱۰۔

زخم موجود رہے اور کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ جلالی جسم بھی ملا پھر بھی زخموں سے رہائی نہ ہوئی "۔ [1]

(۱۴) "پھر یہ بھی معلوم ہے کہ یسوع نے صلیب سے نجات پاکر شاگردوں کو اپنے زخم دکھائے
پس اگر اس کو دوبارہ زندگی جلالی طور پر حاصل ہوئی تھی تو اس پہلی زندگی کے زخم کیوں باقی
رہ گئے کیا جلال میں کچھ کسر باقی رہ گئی تھی اور اگر کسر رہ گئی تھی تو کیونکر امید رکھیں کہ
وہ زخم پھر کبھی قیامت تک مل سکیں گے"۔ [2]

ان سب حوالہ جات سے یہ بات پوری وضاحت سے ثابت ہو جاتی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام ہرگز صلیب پر فوت نہیں ہوئے اور نہ ان کو دوبارہ زندگی نصیب ہوئی ہے کیونکہ فوت ہونے کی صورت میں ان سے یہ واقعات ظہور میں نہیں آسکتے تھے اور نیا جلالی جسم ملنے کی صورت میں اس پر زخموں کے نشان باقی نہیں رہ سکتے تھے۔ پس یہ استدلال بہت واضح اور قطعی ہے لیکن عیسائی حضرات اس موقعہ پر انجیل کی ایک آیت پیش کر کے ان کی صلیبی موت کا استدلال کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ متی ۲۶/۳۲ میں لکھا ہے کہ مسیح نے کہا :۔

"میں اپنے جی اٹھنے کے بعد تم سے آگے گلیل کو جاؤں گا"۔

اس بیان سے صلیب پر مرنے کا جو شبہ پیدا ہو سکتا ہے اس کا جواب دیتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

"مسیح کا یہ کلمہ کہ "اپنے جی اٹھنے کے بعد" اس کے مرنے کے بعد جینا مراد نہیں ہو سکتا بلکہ چونکہ یہودیوں اور عام لوگوں کی نظر میں وہ صلیب پر مر چکا تھا اس لئے مسیح نے پہلے سے ان کے آئندہ خیالات کے موافق یہ کلمہ استعمال کیا اور درحقیقت جس شخص کو صلیب پر کھینچا گیا اور اس کے پیروں اور ہاتھوں میں کیل ٹھوکے گئے یہاں تک کہ وہ اس تکلیف سے غشی میں ہو کر مردہ کی سی حالت میں ہو گیا اگر وہ ایسے صدمہ سے نجات پاکر پھر ہوش میں آجائے تو اس کا یہ کہنا مبالغہ نہیں ہوگا کہ میں پھر زندہ ہو گیا اور بلاشبہ اس صدمہ عظیمہ کے بعد مسیح کا بچ جانا ایک معجزہ تھا معمولی بات نہیں تھی لیکن یہ درست نہیں ہے کہ ایسا خیال کیا جائے کہ مسیح کی جان نکل گئی تھی"۔ [3]

پھر آپؑ اسی سلسلہ میں فرماتے ہیں :۔

۱؎ :۔ ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم حاشیہ صفحہ ۳۸۹-۳۹۰۔ جلد ۲۱ ۲؎ :۔ سراج منیر صفحہ ۶۳ ۔ جلد ۱۲

۳؎ :۔ مسیح ہندوستان میں صفحہ ۱۹-۲۰ ۔ جلد ۱۵

"اگر کوئی یہ اشکال پیدا کرے کہ مسیح تو انجیل میں کہتا ہے کہ ضرور ہے کہ میں مارا جاؤں اور تیسرے دن جی اُٹھوں تو بیان مذکورہ بالا (یعنی مسیح کا صلیب سے زندہ اُتر آنا۔ ناقل) کیونکر اس کے مطابق ہو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس موت سے حقیقی موت مراد نہیں ہے بلکہ مجازی موت مراد ہے۔ یہ عام محاورہ ہے کہ جو شخص قریب مرگ ہو کر پھر بچ جائے اسکی نسبت بھی کہا جا سکتا ہے کہ وہ نئے سرے سے زندہ ہوا مسیح پر جو یہ مصیبت آئی کہ وہ صلیب پر چڑھایا گیا اور کیلیں اسکے اعضاء میں ٹھوکی گئیں جن سے وہ غشی کی حالت میں ہو گیا۔ یہ مصیبت درحقیقت موت سے کچھ کم نہیں تھی اور عام طور پر یہ بول چال ہے کہ جو شخص ایسی مصیبت تک پہنچ کر بچ جائے اس کی نسبت یہی کہتے ہیں کہ وہ مر مر کر بچا اور اگر وہ کہے کہ میں تو نئے سرے سے زندہ ہوا ہوں تو اس بات کو کچھ جھوٹ یا مبالغہ خیال نہیں کیا جاتا۔" [1]

نیز فرمایا:۔

"ایسے بڑے صدمہ کو جو مسیح پر وارد ہوا تھا موت کے ساتھ تعبیر کرنا خلاف محاورہ نہیں ہے۔ ہر ایک قوم میں قریباً یہ محاورہ پایا جاتا ہے کہ جو شخص ایک مہلک صدمہ میں مبتلا ہو کر پھر آخر بچ جائے اس کو کہا جاتا ہے کہ نئے سرے سے زندہ ہوا اور کسی قوم اور کسی ملک کے محاورہ میں ایسی بول چال میں کچھ بھی تکلف نہیں۔" [2]

پھر اسی تسلسل میں مزید فرمایا:۔

"خود ان چار انجیلوں میں ایسے استعارات موجود ہیں کہ مُردہ کو کہہ دیا ہے کہ یہ سوتا ہے مرا نہیں۔ تو اس حالت میں اگر غشی کی حالت میں مردہ کا لفظ بولا گیا تو کیا یہ بعید ہے؟" [3]

اسی طرح عیسائی یہ بھی کہتے ہیں کہ مسیح نے صلیب سے قبل یہ بھی کہا تھا کہ آج میں بہشت میں داخل ہو جاؤں گا۔ یہ گویا صلیبی موت کی ایک دلیل ہے۔ اس کا رد بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"اگر یہ عذر پیش ہو کہ مسیح نے مصلوب ہونے کے وقت یہ بھی کہا تھا کہ آج میں بہشت میں داخل ہوں گا۔ پس اس سے صفائی کے ساتھ مسیح کا فوت ہونا ثابت ہوتا ہے سو

---

[1] ازالہ اوہام حصہ اوّل صفحہ ۳۰۲۔ جلد ۳۔ [2] مسیح ہندوستان میں صفحہ ۲۔ جلد ۱۵۔

[3] مسیح ہندوستان میں صفحہ ۲۱۔ جلد ۱۵۔

واضح ہو کہ مسیح کو بہشت میں داخل ہونے اور خدا کی طرف اُٹھائے جانے کا وعدہ دیا گیا تھا مگر وہ کسی اور وقت پر موقوف تھا جو مسیح پر ظاہر نہیں کیا گیا تھا جیسا کہ قرآن کریم میں اِنّی متوفیك ورافعك الیّ وارد ہے۔ سو سخت گھبراہٹ کے وقت میں مسیح نے خیال کیا کہ شاید آج ہی وہ وعدہ پُورا ہوگا۔ چونکہ مسیح ایک انسان تھا اور اس نے دیکھا کہ تمام سامان میرے مرنے کے موجود ہو گئے ہیں۔ لہٰذا اُس نے برعایت اسباب گمان کیا کہ شاید آج مَیں مر جاؤں گا۔ سو بباعث ہیبتِ تجلّی جلالی حالتِ موجودہ کو دیکھ کر ضعفِ بشریت اس پر غالب ہو گیا تھا تبھی اُس نے دل برداشتہ ہو کر کہا ایلی ایلی لما سبقتنی یعنی اے میرے خدا! اے میرے خدا! تُو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔“ [1]

ان مندرجہ بالا حوالوں سے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بیانات سے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام ہرگز صلیب پر فوت نہیں ہُوئے ورنہ وہ واقعات جو حادثہٗ صلیب کے بعد اناجیل کی رُو سے ثابت ہیں ہرگز ان کو پیش نہ آتے۔ اس دلیل کے سلسلہ میں حضور علیہ السلام کے حوالہ جات اس قدر واضح ہیں کہ کسی مزید وضاحت کی ضرورت نہیں ۔

انیسویں (۱۹) دلیل

حضرت مسیح علیہ السلام کی صلیبی موت کی تردید میں انیسویں دلیل وہ ہے جس کا استنباط حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس فقرہ سے ہوتا ہے جو درج ذیل ہے۔ حضور نے فرمایا ہے :۔

”یسعیاہ نبی کی کتاب باب ۹۔ ۵۳ میں بھی اسی کی طرف اشارہ ہے۔“ [2]

چنانچہ اس غرض سے جب ہم یسعیاہ نبی کی کتاب کے ۵۳ باب کو دیکھتے ہیں تو اس میں یہ عبارت ملتی ہے :۔

”لیکن خداوند نے پسند کیا کہ اسے کچلے۔ اُس نے اسے غمگین کیا جب اس کی جان گناہ کی قربانی کے لئے گذرانی جائے گی تو وہ اپنی نسل کو دیکھے گا اس کی عمر دراز ہوگی اور خداوند کی مرضی اس کے ہاتھ کے وسیلہ سے پوری ہوگی۔“ (یسعیاہ ۵۳/۱۰)

پھر لکھا ہے :۔

”اس کی قبر بھی شریروں کے درمیان ٹھہرائی گئی اور وہ اپنی موت میں دولتمندوں کے ساتھ ہُوا۔“ (یسعیاہ ۵۳/۹)

---

[1] ازالہ اوہام حصہ اوّل ص۳۰۳-۳۰۴۔ جلد ۳ ۔ [2] ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۳۴۳۔ جلد ۲۱ ۔

یہ دونوں حوالے اس تحریف شدہ بائیبل سے لئے گئے ہیں۔ جو موجودہ زمانہ میں ملتی ہے۔
۱۸۹۱ء کی مطبوعہ عربی بائیبل میں یہ الفاظ لکھے ہیں :۔

"لکن احزاننا حملها و اوجاعنا تحملها و نحن حسبناه مصابا مضروبا من الله و مذلولا وهو مجروح لاجل معاصينا مسحوق لاجل آثامنا ..... جعل مع الاشرار قبرة و مع غنى عند موته ...... يرى نسلا تطول ايامه و مسرة الرب بيده تنجح"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یسعیاہ باب ۵۳ کے بعض حصوں کو اصل عبرانی زبان میں کتاب تحفہ گولڑویہ میں نقل فرمایا ہے اور اس کا ترجمہ یوں لکھا ہے :۔

"اور اس کے بقائے عمر کی جو بات ہے سو کون سفر کر جائے کیونکہ وہ علیحدہ کیا گیا ہے قبائل کی زمین سے۔ اور کئی شریروں کے درمیان اس کی قبر پر وہ دولتمندوں کے ساتھ ہُوا اپنے مرنے میں جبکہ تو گناہ کے بدلہ میں اس کی جان کو دے گا۔ (تو وہ بچ جائے گا) اور صاحب اولاد ہوگا اور اس کی عمر لمبی کی جائے گی وہ اپنی جان کی نہایت سخت تکلیف دیکھے گا (یعنی صلیب پر بے ہوشی) پر وہ پوری عمر پائے گا۔"[1]

اس حوالہ کے فقرہ "پر وہ دولت مندوں کے ساتھ ہُوا اپنے مرنے میں" پر حضور علیہ السلام نے یہ حاشیہ بھی درج فرمایا ہے :۔

"اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ صلیب سے اتار کر مسیح کو سزا یافتہ مُردوں کی طرح قبر میں رکھا جاوے گا مگر چونکہ وہ حقیقی طور پر مُردہ نہیں ہوگا اس لئے اس قبر میں سے نکل آئے گا اور آخر عزیزا اور صاحب شرف لوگوں میں اس کی قبر ہوگی اور یہی بات ظہور میں آئی کیونکہ سری نگر محلہ خانیار میں حضرت عیسٰی علیہ السلام کی اس موقع پر قبر ہے جہاں بعض ساداتِ کرام اور اولیاء اللہ مدفون ہیں۔ منہ"[2]

اس سارے بیان سے واضح ہے کہ یسعیاہ باب ۵۳ میں ایک پیشگوئی کی گئی تھی کہ حضرت مسیح علیہ السلام پر یہ باتیں صادق آئیں گی کہ :۔

ا۔ ایک دکھ اور مصیبت کی تکلیف آئے گی جس سے وہ بچ جائیں گے۔
ب۔ ان کی نسل بڑھائی جائے گی۔

---

[1]:۔ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۲۲۸-۲۲۹۔ جلد ۱۷؛ [2]:۔ حاشیہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۲۲۸۔ جلد ۱۷؛

ج - ان کی عمر میں برکت دی جائے گی ۔

د - اس کی قبر شرفاء کے درمیان ہوگی وغیرہ وغیرہ ۔

ہمارا استدلال یہ ہے کہ اگر حضرت مسیح علیہ السلام کی صلیبی موت کا اعتقاد رکھا جائے تو ان باتوں میں سے کوئی سی بات بھی پوری نہیں ہوتی - ہاں اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ وہ صلیب کی موت سے نجات پاکر کشمیر کی طرف ہجرت کر آئے جہاں انہوں نے تبلیغ کی ، اپنے روحانی پیروکاروں کی تعداد میں اضافہ کیا ، لمبی عمر پائی اور عزت و احترام کے ساتھ دفن ہوئے (جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بدلائل ثابت فرمادیا ہے) تو اس صورت میں ہی یہ پیشگوئی سچی اور درست ثابت ہوتی ہے ۔ پس یہ ایک زبردست دلیل ہے اور مسیح پاک علیہ السلام کا یہ فقرہ بالکل درست ہے کہ مسیح علیہ السلام کی صلیبی موت سے نجات کے بارہ میں یسعیاہ باب ۵۳ میں اشارہ پایا جاتا ہے ۔

بیسویں [۲۰] دلیل

اس عنوان کے تحت میں حضرت مسیح علیہ السلام کے واقعاتِ صلیب کی مجموعی شہادت کو پیش کرنا چاہتا ہوں - اگرچہ اس سلسلہ میں بعض امور کا ذکر علیحدہ علیحدہ دلیل کے طور پر پہلے گزر چکا ہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ اگر صلیب کے واقعات کو باہم ملا کر دیکھا جائے تو صاف نظر آتا ہے کہ خدائی منشاء یہی تھا کہ حضرت مسیح کو صلیب کی موت سے بچایا جائے ورنہ یہ کیسے ممکن ہے کہ زمین و آسمان سے غیر معمولی اسباب پیدا ہو جائیں اور حالات کا رُخ پورے طور پر بدل کر ایسی صورت پیدا کر دی جائے کہ ان میں حضرت مسیح علیہ السلام کے بچ جانے کی سبیل نکل آئے ۔ امرِ واقعہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے غیب سے غیر معمولی اسباب پیدا کر دیئے جنہوں نے حضرت مسیح کو صلیب سے بچانے میں مدد دی ۔ یہ متفرق اسباب و عوامل مل کر زبردست دلیل بنتے ہیں اس بارہ میں مَیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حوالہ جات پیش کرنے پر اکتفا کرتا ہوں حضور فرماتے ہیں :-

(۱) " صلیب کے جو واقعات انجیل میں لکھے ہیں خود ان سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح صلیب پر نہیں مرا سب سے اوّل یہ ہے کہ خود مسیح نے اپنی مثال یونس سے دی ہے کیا یونس مچھلی کے پیٹ میں زندہ داخل ہوئے تھے یا مر کر اور پھر یہ کہ پیلاطوس کی بیوی نے ایک ہولناک خواب دیکھا تھا جس کی اطلاع پیلاطوس کو بھی اس نے کر دی اور وہ اس فکر میں ہوگیا کہ اس کو بچایا جاوے اور اس لئے پیلاطوس نے مختلف پیرایوں میں مسیح کے چھوڑ دینے

کی کوشش کی اور آخرکار اپنے ہاتھ دھو کر ثابت کیا کہ مَیں اس سے بری ہُوں اور پھر جب یہودی کسی طرح ماننے والے نظر نہ آئے تو یہ کوشش کی گئی کہ جمعہ کے دن بعد عصر آپ کو صلیب دی گئی اور چونکہ صلیب پر بھوک، پیاس اور دھوپ وغیرہ کی شدّت سے کئی دن رہ کر مصلوب انسان مرجایا کرتا تھا وہ موقع مسیح کو پیش نہ آیا کیونکہ یہ کسی طرح نہیں ہوسکتا تھا کہ جمعہ کے دن غروب ہونے سے پہلے اُسے صلیب پر سے نہ اتار لیا جاتا کیونکہ یہودیوں کی شریعت کی رُو سے یہ سخت گناہ تھا کہ کوئی شخص سبت یا سبت سے پہلے رات صلیب پر رہے۔ مسیح چونکہ جمعہ کی آخری گھڑی صلیب پر چڑھایا گیا تھا اس لئے بعض واقعات آندھی وغیرہ کے پیش آجانے سے فی الفور اتار لیا گیا پھر دو چور جو مسیح کے ساتھ صلیب پر لٹکائے گئے تھے ان کی ہڈیاں تو توڑ دی گئیں تھیں مگر مسیح کی ہڈیاں نہیں توڑی گئی تھیں پھر مسیح کی لاش ایک ایسے آدمی کے سپرد کر دی گئی جو مسیح کا شاگرد تھا اور اصل تو یہ ہے کہ خود پیلاطوس اور اسکی بیوی بھی اس کی مرید تھی چنانچہ پیلاطوس کو عیسائی شہیدوں میں لکھا ہے اور اسکی بیوی کو عیسائی ولیہ قرار دیا ہے اور ان سب سے بڑھ کر مرہم عیسیٰ کا نسخہ ہے جس کو مسلمان، یہودی، رومی اور عیسائی اور مجوسی طبیبوں نے بالاتفاق لکھا ہے کہ یہ مسیح کے زخموں کے لئے تیار ہُوا تھا اور اس کا نام مرہم عیسیٰ، مرہم حواریین اور مرہم رسل اور مرہم شلیخا وغیرہ بھی رکھا۔ کم از کم ہزار کتاب میں یہ نسخہ موجود ہے اور یہ کوئی عیسائی ثابت نہیں کرسکتا کہ صلیبی زخموں کے سوا اور بھی کبھی کوئی زخم مسیح کو تھے اور اس وقت حواری بھی موجود تھے۔ اب بتاؤ کہ کیا یہ تمام اسباب اگر ایک جا جمع کئے جاویں تو صاف شہادت نہیں دیتے کہ مسیح صلیب پر سے زندہ بچ کر اتر آیا تھا۔" [1]

(۲) "اگر انجیل کی ساری باتوں کو جو اس واقعۂ صلیب کے متعلق ہیں یکجائی نظر سے دیکھیں تو صاف معلوم ہوجاتا ہے کہ یہ بات ہرگز صحیح نہیں ہے کہ مسیح صلیب پر مَرے ہوں۔ حواریوں کو ملنا، زخم دکھانا، کباب کھانا، سفر کرنا، یہ سب امور ہیں جو اس بات کی نفی کرتے ہیں اگرچہ خوش اعتقادی سے ان واقعات کی کچھ بھی تاویل کیوں نہ کی جاوے لیکن ایک منصف مزاج کہہ اُٹھے گا کہ زخم لگے رہے اور کھانے کے محتاج رہے۔ یہ زندہ آدمی کے واقعات ہیں۔ یہ واقعات اور صلیب کے بعد کے دوسرے واقعات گواہی دیتے ہیں اور تاریخ شہادت دیتی ہے کہ وہ تین گھنٹہ سے زیادہ صلیب پر نہیں رہے اور وہ صلیب اس قسم

---

[1] ملفوظات جلد سوم صفحہ ۱۰۸-۱۰۱

کی نہ تھی جیسے آج کل کی پھانسی ہوتی ہے جس پر لٹکاتے ہی دو تین منٹ کے اندر ہی کام تمام ہو جاتا ہے بلکہ اس میں تو کیل وغیرہ ٹھونک دیا کرتے تھے اور کئی دن رہ کر انسان بھوکا پیاسا مر جاتا تھا مسیح کے لئے اس قسم کا واقعہ پیش نہیں آیا وہ صرف دو تین گھنٹہ کے اندر ہی صلیب سے اتار لئے گئے۔ یہ تو وہ واقعات ہیں جو انجیل میں موجود ہیں جو مسیح کے صلیب پر نہ مرنے کے لئے زبردست گواہ ہیں۔" [۱]

(۳) "اگر انجیل کو غور سے دیکھا جائے تو انجیل بھی یہی گواہی دیتی ہے۔ کیا مسیح کی تمام رات کی دردمندانہ دُعا رَدّ ہو سکتی ہے۔ کیا مسیح کا یہ کہنا کہ میں یونس کی طرح تین دن قبر میں رہوں گا اس کے یہ معنے ہو سکتے ہیں کہ وہ مردہ قبر میں رہا۔ کیا یونس مچھلی کے پیٹ میں تین دن مرا رہا تھا۔ کیا پیلاطوس کی بیوی کے خواب سے خدا کا یہ منشاء معلوم نہیں ہوتا کہ مسیح کو صلیب سے بچالے۔ ایسا ہی مسیح کا جمعہ کی آخری گھڑی صلیب پر چڑھائے جانا اور شام سے پہلے اتارے جانا اور رسم قدیم کے موافق تین دن تک صلیب پر نہ رہنا اور ہڈی نہ توڑے جانا اور خون کا نکلنا۔ کیا یہ تمام وہ امور نہیں ہیں جو بآواز بلند پکار رہے ہیں کہ یہ تمام اسباب مسیح کی جان بچانے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں اور دُعا کرنے کے ساتھ ہی یہ رحمت کے اسباب ظہور میں آئے۔ بھلا مقبول کی ایسی دُعا جو تمام رات رو رو کر کی گئی کب رَدّ ہو سکتی ہے۔ پھر مسیح کا صلیب کے بعد حواریوں کو ملنا اور زخم دکھلانا کس قدر مضبوط دلیل اس بات پر ہے کہ وہ صلیب پر نہیں مرا۔۔۔۔۔ غرض ہر ایک پہلو سے ثابت ہے کہ حضرت مسیح کی صلیب پر جان بچائی گئی۔" [۲]

(۴) "یہ خدا تعالیٰ کی شان ہے کہ مسیح کے بچانے کے لئے اندھیرا ہُوا، بھونچال آیا، پیلاطوس کی بیوی کو خواب آئی۔ سبت کے دن کی رات قریب آگئی جس میں مصلوبوں کو صلیب پر رکھنا روا نہ تھا۔ حاکم کا دل بوجہ ہولناک خواب کے مسیح کے چھڑانے کے لئے متوجہ ہُوا۔ یہ تمام واقعات خُدا نے اس لئے ایک ہی دفعہ پیدا کر دیئے کہ تا مسیح کی جان بچ جائے۔ اس کے علاوہ مسیح کو غشی کی حالت میں کر دیا کہ ہر ایک کو مُردہ معلوم ہو اور یہودیوں پر اس وقت ہیبت ناک نشان بھونچال وغیرہ کے دکھلا کر بزدلی اور خوف اور عذاب کا اندیشہ طاری کر دیا اور یہ دھڑکا اسکے علاوہ تھا کہ سبت کی رات میں لاشیں صلیب پر نہ رہ

---

[۱] :۔ ملفوظات جلد دوم صفحہ ۲۸۹-۲۸۸ ؎ [۲] :۔ رازِ حقیقت صفحہ ۱۳۔ جلد ۱۴ ؎

جائیں۔ پھر یہ بھی ہؤا کہ یہودیوں نے مسیح کو غشی میں دیکھ کر سمجھ لیا کہ فوت ہو گیا ہے۔ اندھیرے اور بھونچال اور گھبراہٹ کا وقت تھا۔ گھروں کا بھی ان کو فکر پڑا کہ شاید اس بھونچال اور اندھیرے سے بچوں پر کیا گذرتی ہو گی اور یہ دہشت بھی دلوں پر غالب آئی کہ اگر یہ شخص کاذب اور کافر تھا جیسا کہ ہم نے دل میں سمجھا ہے تو اس کے اس دُکھ دینے کے وقت ایسے ہولناک آثار کیوں ظاہر ہوئے ہیں جو اس سے پہلے کبھی دیکھنے میں نہیں آئے۔ لہٰذا ان کے دل بے قرار ہو کر اس لائق نہ رہے کہ وہ مسیح کو اچھی طرح دیکھتے کہ آیا مر گیا یا کیا حال ہے مگر درحقیقت یہ سب امور مسیح کے بچانے کے لئے خدائی تدبیریں تھیں۔ اسی کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ یعنی یہود نے مسیح کو جان سے مارا نہیں ہے بلکہ خدا نے ان کو شبہ میں ڈال دیا کہ گویا جان سے مار دیا ہے۔"[1]

ان مذکورہ بالا چار منتخب حوالہ جات سے یہ بات بصراحت ثابت ہو جاتی ہے کہ واقعات کی یہ مجموعی شہادت اور غیر معمولی اسباب کا اس کثرت سے اکٹھے ہو جانا محض حضرت مسیح علیہ السلام کو صلیب سے بچانے کے لئے تھا۔ ایک حق بین نظر اس بات کو جان سکتی ہے کہ ان سب اسباب و عوامل کی وجہ سے حضرت مسیح علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے معجزانہ طور پر صلیب پر مرنے سے بچا لیا۔

اکیسویں[21] دلیل

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صلیب پر فوت نہ ہونے کی ایک دلیل یہ بیان فرمائی ہے کہ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ بیان کیا ہے کہ گذشتہ زمانوں میں بعض قوموں کی طرف سے انبیاء کے قتل کا جو سلسلہ شروع کیا گیا تھا وہ حضرت ذکریا پر آ کر ختم ہو گیا ہے۔ گویا ان کے بعد کوئی اور نبی اپنی قوم کے ہاتھوں قتل نہیں ہؤا۔ اور نہ کسی اور ذریعہ سے مارا گیا ہے۔ پس اس طرح حضرت مسیح علیہ السلام کی صلیبی موت کی بھی تردید ہو جاتی ہے کیونکہ جب ذکریا پر انبیاء کے اپنی قوم کے ہاتھوں مارے جانے کے سلسلہ کا اختتام ہو گیا تو پھر ان کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا صلیب پر مرنا کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔ اس دلیل کے بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ بڑے معین اور واضح ہیں۔ چنانچہ میں اس جگہ حضور ہی کے الفاظ میں اس دلیل کو بیان کر دیتا ہوں۔ حضور نے فرمایا:-

"منجملہ انجیلی شہادتوں کے جو ہم کو ملی ہیں انجیل متی کی وہ آیت ہے جو ذیل میں لکھتا ہوں

---

[1]:- مسیح ہندوستان میں صـ۵۲۔ جلد ۱۵

"ہابل راستباز کے خون سے برضیاہ کے بیٹے ذکریا کے خون تک جسے تم نے ہیکل اور قربان گاہ کے درمیان قتل کیا۔میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ یہ سب کچھ اس زمانہ کے لوگوں پر آوے گا"۔ دیکھو متی باب ۲۳ آیت ۳۵، ۳۶۔ اب ان آیات پر اگر نظر غور کرو تو واضح ہو گا کہ ان میں حضرت مسیح علیہ السّلام نے صاف طور پر کہہ دیا ہے کہ یہودیوں نے جس قدر نبیوں کے خون کیئے ان کا سلسلہ ذکریا نبی تک ختم ہو گیا اور بعد اسکے یہودی لوگ کسی نبی کے قتل کرنے کے لئے قدرت نہیں پائیں گے۔ یہ ایک بڑی پیشگوئی ہے اور اسکی نہایت صفائی کے ساتھ یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب کے ذریعہ سے قتل نہیں ہوئے بلکہ صلیب سے بچ کر نکل گئے اور آخر طبعی موت سے فوت ہوئے کیونکہ اگر یہ بات صحیح ہوتی کہ حضرت مسیح علیہ السلام بھی ذکریا کی طرح یہودیوں کے ہاتھ سے قتل ہونے والے تھے تو ان آیات میں حضرت مسیح علیہ السلام ضرور اپنے قتل کیئے جانے کی طرف بھی اشارہ کرتے"۔[1]

بائیسویں[۲۲] دلیل

ایک اور دلیل حضرت مسیح علیہ السلام کے صلیب سے زندہ بچ جانے کی ان کا اپنا وہ قول ہے جو متی باب ۱۶ میں درج ہے۔اس قول کو درج فرماتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کی صلیبی موت کی تردید کا استدلال فرمایا ہے۔حضور فرماتے ہیں :۔

"منجملہ ان انجیلی شہادتوں کے جو ہم کو ملی ہیں انجیل متی کی وہ عبارت ہے جو ذیل میں لکھی جاتی ہے"میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ ان میں سے جو یہاں کھڑے ہیں بعضے ہیں کہ جب تک ابن آدم کو اپنی بادشاہت میں آتے نہ دیکھ لیں موت کا مزہ نہ چکھیں گے"۔ دیکھو انجیل متی باب ۱۶ آیت ۲۸۔ ایسا ہی انجیل یوحنا کی یہ عبارت ہے یسوع نے اسے کہا کہ اگر میں چاہوں کہ جب تک میں آؤں وہ (یعنی یوحنا حواری) یہیں ٹھہرے یعنی یروشلم میں۔ دیکھو یوحنا باب ۲۱ آیت ۲۲۔یعنی اگر میں چاہوں تو یوحنا نہ مرے جب تک میں دوبارہ آؤں۔ ان آیات سے بکمال صفائی ثابت ہوتا ہے کہ مسیح علیہ السلام نے وعدہ کیا تھا کہ بعض لوگ اس وقت تک زندہ رہیں گے جب تک کہ وہ پھر واپس ہو اور ان زندہ رہنے والوں میں سے یوحنا کو بھی قرار دیا تھا سو ضرور تھا کہ یہ وعدہ پورا ہوتا"۔[2]

---

[1] :۔ مسیح ہندوستان میں صفحہ ۳۴ جلد ۱۵؛ [2] :۔ ایضاً صفحہ ۳۵ جلد ۱۵؛

یہ وعدہ کس طرح پورا ہؤا ؟ اس کا کوئی واضح اور تاریخی ثبوت عیسائی پیش نہیں کر سکتے کیونکہ عملاً یہ بات اس طرح پر ظہور میں نہیں آئی۔ لیکن اعتراض سے بچنے کی خاطر عیسائی یہ تاویل کرتے ہیں کہ یہ ظہور کشفی رنگ میں ہو چکا ہے۔ اس جواب پر کڑی تنقید کرنے اور اس کی غلطی واضح کرنے کے بعد حضور نے اصل حقیقت کو بایں الفاظ بیان فرمایا ہے :۔

"اصل حقیقت یہ ہے کہ چونکہ مسیح جانتا تھا کہ مَیں صلیب سے بچ کر دوسرے ملک میں چلا جاؤں گا اور خدا نہ مجھے ہلاک کرے گا اور نہ دنیا سے اُٹھائے گا۔ جب تک کہ مَیں یہودیوں کی بربادی اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لوں اور جب تک کہ وہ بادشاہت جو برگزیدوں کے لئے آسمان میں مقرر ہوتی ہے اپنے نتائج نہ دکھلا دے مَیں ہرگز وفات نہیں پاؤں گا۔ اس لئے مسیح نے یہ پیشگوئی کی تا اپنے شاگردوں کو اطمینان دے کہ عنقریب تم میرا یہ نشان دیکھو گے کہ جنہوں نے مجھ پر تلوار اٹھائی وہ میری زندگی اور میرے مشاہدہ میں تلواروں سے ہی قتل کئے جائیں گے۔ سو اگر ثبوت کچھ چیز ہے تو اس سے بڑھ کر عیسائیوں کے لئے اور کوئی ثبوت نہیں کہ مسیح اپنے مُنہ سے پیشگوئی کرتا ہے کہ ابھی تم میں سے بعض زندہ ہوں گے کہ مَیں پھر آؤں گا۔" [1]

ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیان فرمودہ یہ وضاحت ہی صحیح اور قابل قبول ہے کیونکہ اسی سے حضرت مسیح کا قول درست ثابت ہوتا ہے ورنہ ان کے قول کو غلط اور جھوٹا ماننا پڑتا ہے۔ واقعات بھی یہی بتاتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے جب کشمیر کی طرف ہجرت کی تو اس کے بعد ہی یہ سب واقعات ظہور میں آئے۔ پس اگر حضرت مسیح علیہ السلام کا قول درست ہے اور یہ یقیناً درست ہے تو پھر یہ بات بھی یقیناً درست اور سچی ہے کہ وہ ہرگز صلیب پر فوت نہیں ہوئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس دلیل کو بیان فرمانے کے بعد آخر میں فرماتے ہیں :۔

"مسیح کے صلیب سے بچ جانے کے لئے یہ آیت جو متی ۱۶ باب میں پائی جاتی ہے بڑا ثبوت ہے۔" [2]

تیئیسویں دلیل

حضرت مسیح علیہ السلام کی صلیبی موت کے خلاف ایک اور دلیل حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے یہ بیان فرمائی ہے کہ اناجیل میں مُردوں کے قبروں میں سے زندہ ہو کر باہر نکل آنے کا جو واقعہ درج ہے اس کو ظاہر

---

[1] :۔ مسیح ہندوستان میں صفحہ ۲۷-۲۸ جلد ۱۵ ۔ [2] :۔ ایضاً صفحہ ۲۸ ۔

پر محمول نہیں کیا جا سکتا۔ اس واقعہ کی جو اصل میں ایک کشف تھا، تعبیر ظاہر کرتی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب سے نجات پائیں گے۔

اگر اس واقعہ کو جو اناجیل میں بیان ہوا ہے ظاہر پر محمول کیا جائے تو اس صورت میں اس پر بہت سے شدید اعتراضات وارد ہوتے ہیں۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک کشفی امر تھا جو اس وقت بعض لوگوں کو دکھایا گیا جب حضرت مسیح علیہ السلام کو صلیب پر لٹکایا گیا تھا۔ اگر خوابوں کی تعبیر کے فن کی رو سے اس خواب کی تعبیر معلوم کی جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس سے کسی قیدی یا مصیبت زدہ کی آزادی اور خلاصی پانا مراد ہوتا ہے۔ پس حضور نے اس سے یہ استدلال فرمایا ہے کہ خدا کی طرف سے یہ کشف اسی لئے دکھایا گیا تھا کہ تا حضرت مسیح علیہ السلام کی صلیبی موت سے نجات پر ایک دلیل ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس دلیل کا آغاز یوں فرماتے ہیں :-

"منجملہ ان شہادتوں کے جو انجیل سے ہم کو ملی ہیں انجیل متی کی وہ عبارت ہے جو ہم ذیل میں لکھتے ہیں۔ "اور قبریں کھل گئیں اور بہت لاشیں پاک لوگوں کی جو آرام میں تھیں اٹھیں اور اس کے اٹھنے کے بعد (یعنی مسیح کے اٹھنے کے بعد) قبروں میں سے نکل کر اور مقدس شہر میں جا کر بہتوں کو نظر آئیں"۔ دیکھو انجیل متی باب ۲۷ آیت ۵۲۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ قصہ جو انجیل میں بیان کیا گیا ہے کہ مسیح کے اٹھنے کے بعد پاک لوگ قبروں میں سے باہر نکل آئے اور زندہ ہو کر بہتوں کو نظر آئے یہ کسی تاریخی واقعہ کا بیان نہیں ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو پھر گویا اسی دنیا میں قیامت نمودار ہو جاتی اور وہ امر جو صدق اور ایمان دیکھنے کے لئے دنیا پر مخفی رکھا گیا تھا وہ سب کھل جاتا اور ایمان نہ رہتا"۔ [1]

پس ظاہر ہے کہ اس واقعہ کو ظاہر پر محمول نہیں کیا جا سکتا۔ اصل حقیقت کیا ہے اور کس طرح یہ واقعہ صلیبی موت کی تردید کا ایک ثبوت ہے؟ اس سلسلہ میں حضور فرماتے ہیں :-

"واضح ہو کہ یہ ایک کشفی امر تھا جو صلیب کے واقعہ کے بعد بعض پاک دل لوگوں نے خواب کی طرح دیکھا تھا کہ گویا مقدس مُردے زندہ ہو کر شہر میں آ گئے ہیں اور لوگوں سے ملاقاتیں کرتے ہیں...... اس خواب کی بھی ایک تعبیر تھی اور وہ یہ تعبیر تھی کہ مسیح صلیب پر نہیں مرا اور خدا نے اس کو صلیب کی موت سے نجات دے دی..... ہم قدیم زمانہ کی ایک امام فن تعبیر صاحب کتاب تعطیر الانام کی تعبیر کو اس کی اصل عبارت کے ساتھ ذیل میں لکھتے ہیں۔

---

[1] :- مسیح ہندوستان میں ص۱۴۔ جلد ۱۵

اور وہ یہ ہے: "من رأى ان الموتى وثبوا من قبورهم ورجعوا الى دورهم فانه يطلق من فى السجن"۔ دیکھو کتاب تعطیر الانام فی تعبیر المنام مصنفہ قطب الزمان شیخ عبدالغنی النابلسی صفحہ ۲۸۹۔ ترجمہ:- اگر کوئی یہ خواب دیکھے یا کشفی طور پر مشاہدہ کرے کہ مُردے قبروں میں سے نکل آئے اور اپنے گھروں کی طرف رجوع کیا تو اس کی یہ تعبیر ہے کہ ایک قیدی قید سے رہائی پائے گا اور ظالموں کے ہاتھ سے اس کو مخلصی حاصل ہوگی۔ طرزِ بیان سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایسا قیدی ہوگا کہ ایک شان اور عظمت رکھتا ہوگا۔ اب دیکھو یہ تعبیر کیسی معقولی طور پر حضرت مسیح علیہ السلام پر صادق آتی ہے اور فی الفور سمجھا جاتا ہے کہ اسی اشارہ کے ظاہر کرنے کے لئے فوت شدہ راستباز زندہ ہو کر شہر میں داخل ہوتے نظر آئے کہ تا اہل فراست معلوم کریں کہ حضرت مسیح صلیبی موت سے بچائے گئے"۔[۱]

پس یہ واقعہ جو اناجیل میں درج ہے ایک بہت واضح ثبوت ہے اور گویا ایک گواہ رویت کے طور پر حضرت مسیح علیہ السلام کی صلیب سے نجات پر واضح ثبوت ہے۔ یہ کشف دراصل اہل فراست لوگوں کے لئے دلیلِ راہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام ہرگز ہرگز صلیب کے ذریعہ فوت نہیں ہوئے بلکہ انہوں نے صلیبی موت سے مخلصی حاصل کی۔

چوبیسویں[۲۴] دلیل

میرے اس بیان کے لحاظ سے انجیلی دلائل میں سے آخری دلیل حضرت مسیح علیہ السلام کی صلیبی موت کے رد میں یہ ہے کہ عیسائیوں کے پاس حضرت مسیح علیہ السلام کے صلیب پر مر جانے کی کوئی یقینی اور قطعی دلیل نہیں ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جب تک اتنے اہم واقعہ کا کوئی ناقابل تردید ثبوت نہ ہو اسکی صحت پر یقین نہیں کیا جا سکتا۔ حق یہ ہے کہ عیسائیوں کے پاس نہ کوئی تاریخی ثبوت ہے اور نہ اس واقعہ کا کوئی چشم دید گواہ ہے جس کی گواہی کو معتبر سمجھا جا سکے۔ قرآن مجید نے بھی فرمایا ہے:-

اِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ۔

کہ واقعۂ صلیب کے بارہ میں اختلاف کرنے والے شک میں مبتلا ہیں ان کے پاس کوئی قطعی اور یقینی دلیل نہیں ہے وہ صرف ظن اور گمان کی پیروی کرنے والے ہیں۔

---

[۱] :- مسیح ہندوستان میں صفحہ ۴۵-۴۶ - جلد ۱۵

عیسائیوں کے پاس اگر کوئی ثبوت ہے تو وہ انجیل کے بیانات ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ صرف انجیل کی گواہی اپنے اندر کچھ بھی وقعت اور وزن نہیں رکھتی۔ کیونکہ :۔

اوّل تو انجیل کے سارے بیانات ہی مشتبہ اور ناقابلِ استناد ہیں کیونکہ اناجیل کا الہامی مقام ہرگز ثابت نہیں اور اسکے انسانی کلام ہونے کا تو محقق عیسائیوں کو بھی اعتراف ہے۔

دوسرے اس ایک واقعہ کے بارہ میں ہی اناجیل کے بیانات میں اس قدر اختلاف اور تضاد نظر آتا ہے کہ ان میں تطبیق کی کوئی صورت نظر نہیں آتی اور اس سارے بیان کی حقیقت مشکوک ہو کر رہ جاتی ہے۔

تیسرے خود اناجیل کے بہت سے بیانات سے مسیح کی صلیبی موت کی نفی ہوتی ہے جیسا کہ ہم گذشتہ دلائل کے ضمن میں دیکھ آئے ہیں پس اگر ایک آدھ آیت میں مرنے کا ذکر مل بھی جائے تو ہم اس کو تحریف اور ایزادی قرار دینے میں بالکل حق بجانب ہوں گے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی انجیل کی شہادت کو ناقابلِ قبول قرار دیا ہے اور اس کی ایک مزید وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ حادثہ صلیب کا کوئی چشم دید گواہ موجود نہیں جو یہ گواہی دے سکے کہ میں نے مسیح کو صلیب پہ مرتے دیکھا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ مسیح علیہ السلام کے سب حواری تو ان کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے پس انجیل کی کوئی گواہی کسی چشم دید گواہ کی روایت پر نہیں ہے لہٰذا قابلِ قبول نہیں ہے۔

ان سب وجوہ سے حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے اناجیل کی شہادت کو باطل قرار دیا ہے۔ آخری امر کی خاص طور پر وضاحت کرتے ہوئے حضور فرماتے ہیں :۔

"ان چند حواریوں کی گواہی کیونکر لائق قبول ہو سکتی ہے جو واقعہ صلیب کے وقت حاضر نہ رہے اور جن کے پاس شہادت رویت نہیں ہے۔" [1]

نیز فرمایا :۔

"اگر انجیل والوں نے اسکے برخلاف لکھا ہے تو ان کی گواہی ایک ذرّہ اعتبار کے لائق نہیں کیونکہ اوّل تو وہ لوگ واقعہ صلیب کے وقت حاضر نہیں تھے اور اپنے آقا سے طرز بیوفائی اختیار کر کے سب کے سب بھاگ گئے تھے اور دوسرے یہ کہ انجیلوں میں بکثرت اختلاف ہے یہاں تک کہ برنباس کی انجیل میں حضرت مسیح کے مصلوب ہونے سے انکار کیا گیا ہے اور تیسرے یہ کہ ان ہی انجیلوں میں جو بڑی معتبر سمجھی جاتی ہیں لکھا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام واقعہ صلیب کے بعد اپنے حواریوں کو ملے اور اپنے زخم ان کو دکھلائے۔" [2]

---

[1] : کشف الغطاء حاشیہ صفحہ ۳۵۔ جلد ۱۴

[2] :۔ رازِ حقیقت حاشیہ صفحہ ۱۵۴۔ جلد ۱۴

پس انجیل کی گواہی تو قابل قبول نہ رہی۔ اس کے بعد عیسائیوں کے پاس کوئی تاریخی ثبوت حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات کا ہرگز نہیں رہتا۔ پس ثابت ہؤا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی صلیبی موت کا دعویٰ ایک ایسا دعویٰ ہے جس پر کوئی ٹھوس دلیل نہیں۔

اناجیل سے مسیح علیہ السلام کی صلیبی موت کی تردید پر دلائل بیان کرنے کے بعد حضور علیہ السلام حرفِ آخر کے طور پر فرماتے ہیں:۔

"کوئی عیسائی ایسا نہیں جو انجیل پر غور کرے اور پھر یقینی طور پر یہ اعتقاد رکھے کہ مسیح صلیب کے ذریعہ فوت ہو گیا۔" [1]

عقلی براہین

اس وقت تک قرآن مجید، احادیث نبویہ اور اناجیل کی رُو سے حضرت مسیح علیہ السلام کی صلیبی موت کی تردید میں دلائل بیان ہو چکے ہیں۔ اگر اس عقیدہ پر از روئے عقل غور کیا جائے تو پھر بھی بہت سے دلائل سے اس کا بطلان ثابت ہوتا ہے۔ عقلی دلائل مندرجہ ذیل ہیں:۔

پچیسویں دلیل [25]

پہلی عقلی دلیل یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مشن اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ صلیب پر انکی وفات نہ ہو کیونکہ اس وقت ان کا مشن نا تمام تھا اور مشن میں ناکامی ایک نبی کی شان سے بعید ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مشن بنی اسرائیل کی گمشدہ بھیڑوں کی اصلاح کرنا تھا۔ ان کے مشن کے بارہ میں مندرجہ ذیل حوالے قابل غور ہیں۔ لکھا ہے:۔

"جو میری اُمت اسرائیل کی گلہ بانی کرے گا۔" (متی ۲/۶)

خود حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا ہے:۔

"میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔" (متی ۱۵/۲۴)

تاریخی طور پر یہ ثابت ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے وقت میں یہودی قبائل منتشر تھے۔ آستر ۸/۹ اور ۳/۸ کے مطابق بنی اسرائیل اس وقت ہندوستان سے لے کر کوش تک آباد تھے۔ اب اگر یہ مانا جائے کہ

---

[1] :- ازالہ اوہام صفحہ ۲۹۷ ۔ جلد ۳

حضرت مسیح علیہ السلام ۳۳ سال کی عمر میں صلیب پر دیئے گئے اور مر گئے تو ان کا مشن ناتمام رہتا ہے اگر یہ کہا جائے کہ وہ آسمان پر چلے گئے تو سخت اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ وہ اپنا فرض منصبی چھوڑ کر آسمان پر کیوں چلے گئے۔ الغرض عقلی طور پر یہ ماننا پڑتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر ہرگز فوت نہیں ہوئے۔ کیونکہ ۳۳ سال کی عمر میں وفات ہو جانے کی صورت میں وہ ان کھوئی ہوئی بھیڑوں سے ملنے اور ان کی اصلاح کرنے سے محروم رہتے ہیں جن کو راہ راست پر لانا ان کا اصل مشن تھا۔ حضرت مسیح پاک علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

"اما القول بالرفع فهو مردود قبيح فان الصعود الى السماء قبل تكميل الدعوة الى القبائل كلهم كانت معصية صريحة وجريمة قبيحة ومن المعلوم ان بني اسرائيل في عهد عيسى عليه السلام كانوا متفرقين منتشرين في بلاد الهند وفارس وكشمير فكان فرضه ان يدركهم ويلاقيهم و يهديهم الى صراط الرب القدير۔ وترك الفرض معصية والاعراض عن قوم منتظرين جريمة كبيرة تعالى شان الانبياء المعصومين من هذه الجرائم التي هي اشنع الذمائم" [1]

نیز فرمایا :۔

"جس حالت میں صلیب دینے کے وقت ابھی تبلیغ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ناتمام تھی اور ابھی دس قومیں یہود کی دوسرے ملکوں میں باقی تھیں جو ان کے نام سے بھی بے خبر تھیں تو پھر حضرت عیسیٰ کو یہ کیا سوجھی کہ اپنا منصبی کام ناتمام چھوڑ کر آسمان پر جا بیٹھے" [2]

اس دلیل کا ایک پہلو اور بھی ہے کہ اگر واقعہ صلیب پر حضرت مسیح علیہ السلام کی زندگی کا اختتام مان لیا جائے تو پھر ان کا کوئی ایسا قابل ذکر کارنامہ ہی نہیں ملتا کہ جس کی وجہ سے ان کا ذکر خاص عقیدت اور احترام سے یاد رکھا جائے۔ کیا عیسائی ان بارہ حواریوں کو پیش کریں گے جن میں سے ایک تو مرتد ہو گیا اور ایک نے ۳۲ روپے لے کر حضرت مسیح کو پکڑوا دیا؟

ایک انگریز مصنف واقعہ صلیب کا ذکر کرنے کے بعد لکھتا ہے :۔

"If that had been all, it is unlikely that Jesus would ever have been heard of in later centuries, for during his life time his

---

[1] الهدى والتبصرة لمن يرى صفحہ ۱۲۲-۱۲۳ جلد ۱۸ ۔ [2] تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۲۳ ۔ جلد ۲۰

achievements appeared meager. But that was not all, for he who loses his life shall find it." ؎

یعنی اگر اسی بات پر حضرت مسیح کی زندگی کا خاتمہ ہو (کہ وہ صلیب پر مر گئے) تو یہ بات قرینِ قیاس نہیں کہ حضرت مسیح کا بعد کی صدیوں میں عقیدت و احترام کے ساتھ تذکرہ جاری رہے۔ کیونکہ اس وقت تک کی ان کی زندگی میں ان کے کارنامے بالکل معمولی نظر آتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ یہ ان کی زندگی کا انجام نہ تھا کیونکہ وہ جو اپنی زندگی کھوتا ہے اس بات کو مان لے گا۔ 2

گویا عیسائی بھی یہ تسلیم کرتے ہیں کہ ۳۲ سال کی عمر میں فوت ہونے سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مشن نامکمل اور نامتمام رہتا ہے اور عقلی طور سے یہ ایک زبردست اعتراض ہے کہ کسی نبی کا مشن نامتمام رہے۔ عیسائیوں کے پاس اس کا کوئی ٹھوس جواب نہیں ہے۔ پس ماننا پڑتا ہے کہ ۳۲ سال کی عمر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا نظریہ باطل ہے۔

چھبیسویں (۲۶) دلیل

ایک اور عقلی دلیل صلیبی موت کے ردّ میں یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے وہ مقام اور وہ نتیجہ ہرگز تجویز نہیں کیا جا سکتا جو صلیب کے نتیجہ میں لازمی طور پر مصلوب پر وارد ہوتا ہے۔ میری مراد لعنت سے ہے جو کسی صورت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں تجویز نہیں کی جا سکتی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خُدا کے ایک نبی تھے۔ خدا کی نظر میں معزز اور مکرم تھے۔ نیز قرآن مجید نے تو ان کو وجیہًا فی الدنیا والآخرۃ قرار دیا ہے۔ ایک طرف ان کا یہ مقام ہے دوسری طرف بائیبل کی رُو سے جو مدعی نبوت صلیب دیا جائے وہ لعنتی ہوتا ہے۔ (ملاحظہ ہو استثناء ۲۱/۲۲-۲۳) اب اگر حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو دعویٰ نبوت کے بعد مصلوب یقین کر لیا جائے تو ان کو نعوذ باللہ لعنتی اور ملعون بھی ماننا پڑتا ہے۔ یہ امر حد درجہ قابلِ افسوس ہے کہ عیسائی حضرات واقعی اپنی جہالت سے ایسا یقین کرتے ہیں۔ ہمارا موقف یہ ہے کہ کسی نبی اور خُدا کے برگزیدہ کو لعنتی اور ملعون خیال کرنا انسانی شرافت سے اور اس نبی کے منصب سے بہت بعید ہے۔ پس عقلاً یہ ماننا پڑے گا کہ نہ حضرت مسیح علیہ السلام مصلوب ہُوئے اور نہ مصلوب ہونے کا لازمی نتیجہ یعنی لعنت ان پر وارد ہُوا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس سلسلہ میں فرماتے ہیں:۔

(۱) "حضرت عیسیٰ صلیب پر ہرگز نہیں مرے ورنہ وہ نعوذ باللہ ..... لعنت کے مفہوم کے مصداق بنتے ہیں کیونکہ ملعون وہ ہوتا ہے جس کا دل شیطان کی طرح خدا سے برگشتہ ہو جائے

؎ :- The begining of Christianity p. 129.

اور وہ خدا کا دشمن اور خدا اُس کا دشمن ہو جائے اور شیطان کی طرح راندۂ درگاہ الٰہی ہو کر خُدا کا سرکش ہو جائے تو کیا ہم یہ مفہوم حضرت عیسٰی کی نسبت تجویز کر سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں اور کیا کوئی عیسائی یہ گستاخی کر سکتا ہے کہ صلیب پانے کے بعد حضرت عیسٰی خدا سے برگشتہ ہو گئے تھے اور شیطان سے تعلقات پیدا کر لئے تھے۔ جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے لعنت کا یہی مفہوم قرار دیا گیا۔ جس پر تمام قوموں کا اتفاق ہے مگر افسوس عیسائیوں نے کبھی اس مفہوم پر غور نہیں کی ورنہ ہزار بیزاری سے اس مذہب کو ترک کرتے"۔ ؎

(۲) " صلیب کی موت سے بچانا اس کو اسلئے بھی ضروری تھا کہ مقدس کتاب میں لکھا ہے کہ جو کوئی کاٹھ پر لٹکایا گیا سو لعنتی ہے اور لعنت کا ایک ایسا مفہوم ہے کہ جو عیسٰی مسیح جیسے برگزیدہ پر ایک دم کے لئے تجویز کرنا سخت ظلم اور ناانصافی ہے کیونکہ بالاتفاق تمام اہل زبان لعنت کا مفہوم دل سے تعلق رکھتا ہے اور اس حالت میں کسی کو ملعون کہا جائے گا جبکہ حقیقت میں اسکا دل خدا سے برگشتہ ہو کر سیاہ ہو جائے اور خدا کی رحمت سے بے نصیب اور خدا کی محبت سے بے بہرہ ہو کر گمراہی کے زہر سے بھرا ہُوا ہو اور خدا کی محبت اور معرفت کا نور ایک ذرّہ اس میں باقی نہ رہے اور تمام تعلق مہر و وفا کا ٹوٹ جائے اور اس میں اور خدا میں باہم بغض اور نفرت اور کراہت اور عداوت پیدا ہو جائے یہانتک کہ خُدا اس کا دشمن اور وہ خُدا کا دشمن ہو جائے اور خدا اس سے بیزار اور وہ خدا سے بیزار ہو جائے۔ غرض ہر ایک صفت میں شیطان کا وارث ہو جائے اور اسی وجہ سے لعین شیطان کا نام ہے۔ اب ظاہر ہے کہ ملعون کا لفظ ایسا پلید اور ناپاک ہے کہ کسی طرح کسی راستباز پر جو کہ اپنے دل میں خدا کی محبت رکھتا ہے صادق نہیں آسکتا۔ افسوس کہ عیسائیوں نے اس اعتقاد کے ایجاد کرنے کے وقت لعنت کے مفہوم پر غور نہیں کی ورنہ ممکن نہ تھا کہ وہ لوگ ایسا خراب لفظ مسیح جیسے راستباز کی نسبت استعمال کر سکتے۔ کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ مسیح پر کبھی ایسا زمانہ آیا تھا کہ اس کا دل درحقیقت خُدا سے برگشتہ اور خدا کا منکر اور خُدا سے بیزار اور خدا کا دشمن ہو گیا تھا۔ کیا ہم گمان کر سکتے ہیں کہ مسیح کے دل نے کبھی یہ محسوس کیا تھا کہ وہ اب خدا سے برگشتہ اور خدا کا دشمن اور کفر اور انکار کی تاریکی میں ڈوبا ہوُا ہے۔ پھر اگر مسیح کے دل پر کبھی ایسی حالت نہیں آئی بلکہ وہ ہمیشہ محبت اور معرفت کے نُور سے بھرا رہا تو اے دانشمندو! یہ سوچنے کا مقام ہے کہ کیونکر ہم کہہ سکتے ہیں کہ مسیح کے دل پر نہ ایک لعنت بلکہ

؎ ۔ ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم حاشیہ ص ۳۵۹ ۔ جلد ۲۱ ؛

ہزاروں خدا کی لعنتیں اپنی کیفیت کے ساتھ نازل ہوئی تھیں معاذ اللہ ہرگز نہیں۔ تو پھر ہم کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ نعوذ باللہ وہ لعنتی ہُوا؟" [1]

(۳) "اگر موجودہ انجیلیں تمام و کمال اس واقعہ کے مخالف ہوتیں تب بھی کوئی سچا ایماندار قبول نہ کرتا کہ حضرت مسیح علیہ السّلام کا سولی پر مر جانے کا واقعہ صحیح ہے کیونکہ اس سے صرف یہی نتیجہ نہیں نکلتا کہ حضرت مسیح اپنی اس مشابہت قرار دینے میں جھوٹے ٹھہرتے ہیں اور مشابہت سراسر غلط ثابت ہوتی ہے بلکہ یہ نتیجہ بھی نکلتا ہے کہ وہ نعوذ باللہ ان بیلوں گدھوں کی طرح لعنتی بھی ہو گئے جن کی نسبت توریت میں مار دینے کا حکم تھا اور نعوذ باللہ ان کے دل میں لعنت کی وہ زہر سرایت کر گئی جس نے شیطان کو ہمیشہ کے لئے ہلاک کیا ہے۔" [2]

(۴) "درحقیقت جیسا کہ لعنت کا مفہوم ہے وہ خُدا کے دشمن اور خدا ان کا دشمن ہو جاتا ہے پس کیونکر وہ لعنت جس کا یہ ناپاک مفہوم ہے ایک برگزیدہ پر وارد ہو سکتی ہے؟ سو اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیبی موت سے بچائے گئے۔" [3]

(۵) "ان العقل یخالف ھذہ القصۃ ولا یصدقھا المتفرسون فانّ الذی صلب فی مصلب عیسٰی ان کان من المومنین فکیف صلبہ اللہ وقد قال فی التوراۃ انّہ من صلب فھو ملعون۔ اُلعن عبدًا ویعلم انّہ مؤمن سبحانہ وتعالٰی عما یصفون وقد لعن اللہ فی التورٰۃ کلّ من صلب فاسئل اھل التوراۃ ان کنت من الذین لا یعلمون وان کان المصلوب من اعداء عیسٰی ومن الکفّار فکیف سکت المصلوب عند صلبہ ..... ھذہ القصص خرافات لا اصل لھا۔" [4]

(۶) "وہ لعنت جو صلیب کا نتیجہ تھا کیونکر یسوع پر پڑ سکتی ہے اور اگر نہیں پڑی تو یسوع مصلوب بھی نہیں ہُوا۔ اس نے سچ کہا تھا کہ مَیں یونس کی طرح تین دن قبر میں رہوں گا اور وہ خوب جانتا تھا کہ یونس مچھلی کے پیٹ میں نہیں مرا تھا اور ممکن نہیں کہ اس کے منہ کی مثال غلط نکلے۔" [5]

۱:۔ مسیح ہندوستان میں ص۱۸-۱۷۔ جلد ۱۵؛ ۲:۔ تریاق القلوب ص۱۱۲۔ جلد ۱۵؛

۳:۔ کتاب البریّہ ص۲۔ جلد ۱۳؛ ۴:۔ الخطبۃ الالھامیۃ ص۲۲۴-۲۲۳۔ جلد ۱۶؛

۵:۔ کتاب البریّہ حاشیہ ص۲۸۶۔ جلد ۱۳؛

(۷) "توراۃ کی رُو سے مصلوب لعنتی ہو جاتا ہے اور لعنت کا لفظ عبرانی اور عربی میں مشترک ہے جس کے یہ معنے ہیں کہ ملعون خدا سے درحقیقت دُور جا پڑے اور خدا اس سے بیزار اور وہ خدا سے بیزار ہو جائے اور خدا اس کا دشمن اور وہ خدا کا دشمن ہو جائے تو پھر نعوذ باللہ خدا کا ایسا پیارا۔ ایسا برگزیدہ، ایسا مقدس نبی جو مسیح ہے اس کی نسبت ایسی بے ادبی کوئی سچی تعلیم کرنے والا ہرگز نہیں کرے گا۔" [۱]

(۸) "مسیح علیہ السلام کی نسبت کوئی عقلمند یہ عقیدہ ہرگز نہیں رکھے گا کہ نعوذ باللہ کسی وقت ان کا دل لعنت کی زہرناک کیفیت سے رنگین ہو گیا تھا۔ کیونکہ لعنت مصلوب ہونے کا نتیجہ تھا پس جبکہ مصلوب ہونا ثابت نہ ہوا بلکہ یہ ثابت ہوا کہ آپ کی ان دعاؤں کی برکت سے جو ساری رات باغ میں کی گئی تھیں اور فرشتے کی اس منشاء کے موافق جو پلاطوس کی بیوی کے خواب میں حضرت مسیح کے بچاؤ کی سفارش کے لئے ظاہر ہوا تھا اور خود حضرت مسیح علیہ السلام کی اس مثال کے موافق جو آپ نے یونس نبی کا تین دن مچھلی کے پیٹ میں رہنا اپنے انجام کار کا ایک نمونہ ٹھہرایا تھا، آپ کو خدا تعالیٰ نے صلیب اور اس کے پھل سے جو لعنت ہے نجات بخشی۔" [۲]

(۹) "ایسا خیال (یعنی مسیح پر لعنت کے وارد ہونے کا۔ ناقل) صرف حضرت مسیح علیہ السلام کی شانِ نبوت اور مرتبہ رسالت کے ہی مخالف نہیں بلکہ ان کے اس دعویٰ کمال اور پاکیزگی اور محبّت اور معرفت کے بھی مخالف ہے جو انہوں نے جابجا انجیل میں ظاہر کیا ہے۔ انجیل کو پڑھ کر دیکھو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صاف دعویٰ کرتے ہیں کہ میں جہان کا نُور ہوں، میں ہادی ہوں، اور میں خدا سے اعلیٰ درجہ کی محبت کا تعلق رکھتا ہوں اور میں نے اس سے پاک پیدائش پائی ہے اور میں خدا کا پیارا بیٹا ہوں۔ پھر باوجود ان غیر منفک اور پاک تعلقات کے لعنت کا ناپاک مفہوم کیونکر مسیح کے دل پر صادق آسکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ پس بلاشبہ یہ بات ثابت ہے کہ مسیح مصلوب نہیں ہوا یعنی صلیب پر نہیں مرا کیونکہ اسکی ذات صلیب کے نتیجہ سے پاک ہے اور جبکہ مصلوب نہیں ہوا تو لعنت کے ناپاک کیفیّت سے بے شک اس کے دل کو بچایا گیا۔" [۳]

الغرض ان نو حوالوں سے یہ بات پوری طرح واضح ہے کہ لعنت جو صلیب کا ایک لازمی نتیجہ ہے ہرگز حضرت مسیح ناصری علیہ السلام پر وارد نہیں ہو سکتی اور نہ عقلاً اس کا انتساب ان کی طرف کیا جا سکتا ہے۔ پس

---

[۱]: کشف الغطاء صفحہ ۳۳۔ جلد ۱۴
[۲]: ستارہ قیصریہ صفحہ ۱۶، ۱۷۔ جلد ۱۵
[۳]: مسیح ہندوستان میں صفحہ ۱۹۔ جلد ۱۵

ثابت ہوا کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر فوت نہیں ہوئے کیونکہ صلیب کا لازمی نتیجہ لعنت کا وارد ہونا ہے جو حضرت مسیح علیہ السلام پر وارد نہیں ہوئی اور نہ عقلاً وارد ہو سکتی ہے۔

متفرق براہین

عقلی دلائل کے علاوہ بعض اور دلائل بھی ہیں جن سے حضرت مسیح علیہ السلام کی صلیبی موت کی پُرزور تردید ہوتی ہے۔ اب ان متفرق دلائل کو ایک ترتیب سے بیان کیا جاتا ہے۔

ستائیسویں دلیل

حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کی صلیبی موت کے عقیدہ کی تردید میں ایک نہایت زبردست تاریخی شہادت ان کا شام سے کشمیر کے ملک میں ہجرت کرنا ہے۔ اوّل تو ہجرت کرنا انبیاء کی سنت ہے دوسرے تاریخی طور پر یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے وطن کو چھوڑا اور ملک کشمیر میں وارد ہوئے۔ ان کا نام "مسیح" اس بات کا ثبوت ہے کہ انہوں نے ہجرت کی جو سیاحت کا مستلزم ہے۔ پس حضرت مسیح علیہ السلام کا ہجرت کرنا ایک مسلّم امر ہے۔ صلیبی موت کی تردید میں ہمارا استدلال یہ ہے کہ ہجرت کا سوال تب ہی پیدا ہو سکتا ہے کہ وہ صلیب سے زندہ اتر آئے ہوں۔ اگر صلیب پر مر گئے تھے تو ہجرت کا سوال بے معنی ہے۔

حضرت مسیح علیہ السلام کا مقصدِ بعثت بھی ہجرت کے حق میں ایک زبردست قرینہ ہے کیونکہ وہ بنی اسرائیل کی طرف بھیجے گئے تھے اور بنی اسرائیل کے دس قبائل ملک کشمیر میں آباد تھے۔ پھر ہجرت کا ایک ثبوت اہل کشمیر اور افغان قبائل کا بنی اسرائیل ہونا ہے۔ الغرض اس قسم کے متعدد ثبوت پیش فرماتے ہوئے اس زمانہ میں مامورِ زمانہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ تحقیق پیش فرمائی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے حادثہ صلیب کے چنگل سے نجات پا کر ملک کشمیر کی طرف ہجرت کی ہے۔ حضور نے یہ تحقیق اپنی کتاب "مسیح ہندوستان میں" اور "راز حقیقت" وغیرہ میں بیان فرمائی ہے۔

سب سے پہلے حضور نے اس امر کو لیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی ہجرت کا عقیدہ کوئی بے ثبوت خیال نہیں۔ فرمایا:-

"یاد رہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کا کشمیر کی طرف سفر کرنا ایسا امر نہیں ہے کہ جو بے دلیل ہو بلکہ بڑے بڑے دلائل سے یہ امر ثابت کیا گیا ہے۔" [1]

---

[1] :- ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۲۲۸ - جلد ۲۱

پھر اس کے بعد حضور نے یہ بیان فرمایا ہے کہ ہجرت کرنا انبیاء کی سنّت ہے لہٰذا سنّت انبیاء کے مطابق حضرت مسیح علیہ السلام کے لئے بھی وطن سے ہجرت کرنا ضروری تھا۔ اس سلسلہ میں حضور نے فرمایا :۔

"ہر ایک نبی کے لئے ہجرت مسنون ہے اور مسیح نے بھی اپنی ہجرت کی طرف انجیل میں اشارہ فرمایا ہے اور کہا کہ نبی بے عزت نہیں۔۔۔۔ مگر اپنے وطن میں۔ مگر افسوس ہمارے مخالفین اس بات پر بھی غور نہیں کرتے کہ حضرت مسیح نے کب اور کس ملک کی طرف ہجرت کی بلکہ زیادہ تر تعجب اس بات سے ہے کہ وہ اس بات کو تو مانتے ہیں کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ مسیح نے مختلف ملکوں کی بہت سیاحت کی ہے بلکہ ایک وجہ تسمیہ اسم مسیح کی یہ بھی لکھتے ہیں لیکن جب کہا جائے کہ وہ کشمیر میں بھی گئے تھے تو اس سے انکار کرتے ہیں حالانکہ جس حالت میں انہوں نے مان لیا کہ حضرت مسیح نے اپنے نبوت کے ہی زمانہ میں بہت سے ملکوں کی سیاحت بھی کی تو کیا وجہ کہ کشمیر جانا ان پر حرام تھا؟ کیا ممکن نہیں کہ کشمیر میں بھی گئے ہوں اور وہیں وفات پائی ہو۔" ؎۱

نیز فرمایا :۔

"انبیاء علیہم السلام کی نسبت یہ بھی ایک سنّت اللہ ہے کہ وہ اپنے ملک سے ہجرت کرتے ہیں۔۔۔۔ پس ضرور تھا کہ حضرت عیسٰی بھی اس سنّت کو ادا کرتے۔ سو انہوں نے واقعۂ صلیب کے بعد کشمیر کی طرف ہجرت کی۔ انجیل میں بھی اس ہجرت کی طرف اشارہ ہے کہ نبی بے عزت نہیں مگر اپنے وطن میں۔ اس جگہ نبی سے مراد انہوں نے اپنے وجود کو لیا ہے۔" ؎۲

پھر اسی تسلسل میں مزید فرمایا :۔

"خدا تعالیٰ کی اس قدیم سنّت کے موافق کہ کوئی اولوالعزم نبی ایسا نہیں گزرا جس نے قوم کی ایذاء کی وجہ سے ہجرت نہ کی ہو۔ حضرت عیسٰی نے بھی تین برس کی تبلیغ کے بعد صلیبی فتنہ سے نجات پاکر ہندوستان کی طرف ہجرت کی۔ اور یہودیوں کی دوسری قوموں کو جو بابل کے تفرقہ کے زمانہ سے ہندوستان اور کشمیر اور تبت میں آئے ہوئے تھے خدا تعالیٰ کا پیغام پہنچا کر آخر کار خاکِ کشمیر جنّت نظیر میں انتقال فرمایا اور سرینگر خانیار کے محلہ میں باعزاز تمام دفن کئے گئے۔ آپ کی قبر بہت مشہور ہے۔ یزار و یتبرّک بہ۔" ؎۳

؎۱ :۔ تحفہ گولڑویہ ص۱۰۱ حاشیہ۔ جلد ۱۷ ؛
؎۲ :۔ ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم حاشیہ ص۲۳۵۔ جلد ۲۱ ؛
؎۳ :۔ راز حقیقت ص۲۰۔ جلد ۱۴ ؛

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحقیق یہی ہے کہ مسیح علیہ السلام نے کشمیر کی طرف ہجرت کی ہے۔ اس ہجرت کے لئے حضور نے عقلی اور نقلی بے شمار ثبوت اپنی کتب میں درج فرمائے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان تمام دلائل کو تفصیل کے ساتھ اس جگہ بیان نہیں کیا جا سکتا کیونکہ ہجرت مسیح اپنی ذات میں ایک مستقل موضوع ہے۔ تاہم میں اس جگہ اشارۃً چند دلائل کا ذکر کر دینا بھی ضروری سمجھتا ہوں۔

ہجرت مسیح کا ایک ثبوت مسیح کا لفظ ہے جس کے معنے ہیں سیاحت کرنے والا۔ ظاہر ہے کہ یہ سیاحت ہجرت کے بغیر ناممکن ہے۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سیّاح نبی بھی کہا گیا ہے۔ ان دونوں امور سے حضرت مسیح علیہ السلام نے یہ نتیجہ اخذ فرمایا ہے کہ ان کے ہجرت اور سیاحت کرنے کا ایک قرینہ ان کا یہ نام مسیح بھی ہے۔ حضور فرماتے ہیں:-

(۱) "لسان العرب کے صفحہ ۴۲۲ میں لکھا ہے قیل سمّی عیسٰی بمسیح لانّہ کان سائحًا فی الارض لا یستقرّ یعنی عیسٰی کا نام مسیح اسلئے رکھا گیا کہ وہ زمین میں سیر کرتا رہتا تھا اور کہیں اور کسی جگہ اس کو قرار نہ تھا۔ یہی مضمون تاج العروس شرح قاموس میں بھی ہے۔" [1]

(۲) "مسیح کے معنے بہت سیر کرنے والا ہیں۔ اب ان سے کوئی پوچھے کہ جب وہ آسمان پر ہے تو اس نے سیر کہاں کی ہوگی اور لفظِ مسیح کے معنے اس پر کیسے صادق آئیں گے۔ ایک طرف اسے آسمان پر بٹھاتے ہیں دوسری طرف سیّاح کہتے ہیں تو اس کی سیاحت کا وقت کونسا ہُوا؟" [2]

(۳) "انھم یقولون ان عیسٰی کان اکبر السیاحین و قطع محیط العالم کلّہ ولم یترک ارضًا من الارضین ثم یقولون قولاً خالف ذلک و یصرّون علی انہ رفع عند واقعۃ الصلیب بحکم ربّ العالمین وصعد الی السماء وھو ابن ثلث و ثلاثین فانظروا فی ایّ زمان ساح فی العالم و زار کل بلدۃ ولم یترک ؛ حدًّا من المعالم۔" [3]

(۴) "احادیث صحیحہ سے یہ ثبوت بھی ملتا ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام نبی سیّاح تھے پس اگر وہ صلیب کے واقعہ پر مع جسم آسمان پر چلے گئے تھے تو سیاحت کس زمانہ میں

---

[1] :- مسیح ہندوستان میں ص۵۷۔ جلد ۱۵؛ [2] :- ملفوظات جلد چہارم ص۲۹۱؛

[3] :- مواہب الرحمٰن ص۸۷۔ جلد ۱۹؛

کی۔ حالانکہ اہلِ لغت بھی مسیح کے لفظ کی ایک وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ لفظ مسح سے نکلا ہے اور مسح سیاحت کو کہتے ہیں۔" [1]

(۵) "یہ بھی آثار میں لکھا ہے کہ مسیح ابن مریم نبی سیاح تھے بلکہ وہی ایک نبی تھا جس نے دنیا کی سیاحت کی لیکن اگر یہ عقیدہ تسلیم کیا جائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب کے واقعہ پر جو بالاتفاق علماء نصاریٰ و یہود و اہلِ اسلام ان کی تینتیس برس کی عمر میں وقوع میں آیا تھا وہ آسمان کی طرف اُٹھائے گئے تھے۔ تو وہ کونسا زمانہ ہوگا جس میں انہوں نے سیاحت کی تھی؟" [2]

ان سب حوالوں سے علاوہ اور باتوں کے جس بات کا استدلال حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام مسیح اور سیاح رکھا جانا اس بات کا ثبوت ہے کہ انہوں نے سیاحت کی ہے اور یہ اسی صورت میں ممکن ہوسکتی ہے کہ وہ صلیبی موت سے زندہ بچ گئے ہوں نیز مسیح کا لفظ ہجرت کرنے کا بھی ایک ثبوت ہے جو صلیبی موت سے بچنے کی ایک زبردست دلیل ہے۔

اس کے بعد حضور اپنی اس تحقیق کو اس طرح آگے بڑھاتے ہیں کہ حضرت مسیح کا کشمیر کی طرف ہجرت کرنا عقلاً بہت ضروری تھا کیونکہ بنی اسرائیل کے دس قبائل وہاں رہائش پذیر تھے اور ان تک پیغامِ حق پہنچائے بغیر دنیا سے کوچ کرنا ان کی شان اور مشن کے خلاف تھا۔ پس ضروری تھا کہ وہ ہجرت کرتے اور کشمیر کی طرف آتے تا ان کی بعثت کا مقصد پورا ہو جاتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہجرت کی اس غرض کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس ملک میں کیوں تشریف لائے اس کا سبب ظاہر ہے اور وہ یہ ہے کہ جبکہ ملک شام کے یہودیوں نے آپ کی تبلیغ کو قبول نہ کیا اور آپ کو صلیب پر قتل کرنا چاہا تو خداتعالیٰ نے اپنے وعدے کے موافق اور نیز دُعا کو قبول کرکے حضرت مسیح کو صلیب سے نجات دے دی اور جیسا کہ انجیل میں لکھا ہے حضرت مسیح کے دل میں تھا کہ ان یہودیوں کو بھی خداتعالیٰ کا پیغام پہنچا دیں کہ جو بخت النصر کی غارت گری کے زمانہ میں ہندوستان کے ملکوں میں آگئے تھے۔ سو اسی غرض کی تکمیل کے لئے وہ اس ملک میں تشریف لائے۔" [3]

نیز فرمایا:۔

"واضح ہو کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو اُن کے فرضِ رسالت کی رُو سے ملکِ پنجاب اور اس

---

[1] :۔ راز حقیقت حاشیہ صـ۳ ۔ جلد ۱۴؎ [2] :۔ ایام الصلح صـ۱۶۵-۱۶۶ ۔ جلد ۱۴؎
[3] :۔ " " صـ۱۵-۱۶ ۔ جلد ۱۴؎

کے نواح کی طرف سفر کرنا نہایت ضروری تھا کیونکہ بنی اسرائیل کے دس فرقے جن کا نام انجیل میں اسرائیل کی گمشدہ بھیڑیں رکھا گیا ہے ان ملکوں میں آ گئے تھے جن کے آنے سے کسی مؤرخ کو انکار نہیں ہے اس لئے ضروری تھا کہ حضرت مسیح علیہ السلام اس ملک کی طرف سفر کرتے اور ان گمشدہ بھیڑوں کا پتہ لگا کر خدا تعالیٰ کا پیغام ان کو پہنچاتے اور جب تک وہ ایسا نہ کرتے تب تک ان کی رسالت کی غرض بے نتیجہ اور ناتمام تھی کیونکہ جس حالت میں وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ان گمشدہ بھیڑوں کے پیچھے جاتے اور ان کو تلاش کرتے اور ان کو طریقِ نجات بتلاتے یونہی دنیا سے کوچ کر جانا ایسا تھا کہ جیسا کہ ایک شخص ایک بادشاہ کی طرف سے مامور ہو کہ وہ فلاں بیابانی قوم میں جا کر ایک کنواں کھودے اور اس کنوئے سے ان کو پانی پلا دے۔ لیکن یہ شخص کسی دوسرے مقام میں تین چار برس رہ کر واپس چلا جائے اور اس قوم کی تلاش میں ایک قدم بھی نہ اٹھائے تو کیا اس نے بادشاہ کے حکم کے موافق تکمیل کی؟ ہرگز نہیں بلکہ اس نے محض اپنی آرام طلبی کی وجہ سے اس قوم کی کچھ پرواہ نہ کی"۔ [1]

اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت مسیح علیہ السلام کے کشمیر ہجرت کر کے آنے کے ثبوت بیان فرمائے ہیں۔ حضور علیہ السلام نے اس بارہ میں تحقیق کا پورا حق ادا کر دیا ہے۔ آپ نے ہجرت مسیح کے ثبوت کے لئے قرآن مجید، احادیث نبویہ کے علاوہ مسلمانوں کی قدیم تاریخی کتب، کشمیر کی پرانی تاریخی کتب، بدھ مت کی کتب اور متعدد اسلامی کتب کے حوالے درج فرمائے ہیں۔ انگریز مصنفین کی کتب کے حوالہ سے ہجرتِ کشمیر ثابت فرمائی ہے۔ نیز کشمیر، یسوع اور یوز آسف کے الفاظ کی تراکیب اور معانی سے استدلال کرتے ہوئے ہجرتِ کشمیر کا ثبوت دیا ہے۔ اس تحقیق کے ضمن میں حضور نے اہل کشمیر اور افغان قبائل کے بنی اسرائیل ہونے کے ان گنت ثبوت درج فرمائے ہیں۔ الغرض یہ ایک بہت وسیع اور طویل تحقیق ہے جو حضور نے اپنی کتب۔ مسیح ہندوستان میں اور ایام الصلح میں بیان فرمائی ہے۔ اس ساری تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا کشمیر ہجرت کر کے آنا ایک قطعی اور یقینی امر ہے جس پر بکثرت دلائل موجود ہے۔ اس جگہ سب دلائل کی تفصیل درج نہیں ہو سکتی تاہم اس تحقیق کے سلسلہ میں میں حضور کے چند حوالہ جات درج کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔ حضور نے فرمایا:۔

(۱) "یہود اپنی حماقت سے یہی سمجھتے رہے کہ مسیح صلیب پر مرگیا۔ حالانکہ حضرت مسیح خدا تعالیٰ کا حکم پا کر جیسا کہ کنز العمال کی حدیث میں ہے اس ملک سے نکل گئے اور وہ تاریخی

---

[1] :- مسیح ہندوستان میں صفحہ ۹۴۔ جلد ۱۵؛

ثبوت جو ہمیں ملے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ نصیبین سے ہوتے ہوئے پشاور کی راہ سے پنجاب میں پہنچے اور چونکہ سرد ملک کے باشندے تھے اسلئے اس ملک کی شدت گرمی کا تحمل نہ کر سکے۔ لہٰذا کشمیر میں پہنچ گئے اور سرینگر کو اپنے وجود باجود سے شرف بخشا۔۔۔۔۔ سرینگر کی زمین مسیح کے قدم رکھنے کی جگہ ہے۔ غرض حضرت مسیح۔۔۔۔ سیاحت کرتے کرتے کشمیر پہنچ گئے" لہ

(۲) "میں نے ایک وسیع تحقیقات سے ثابت کیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں اور مجھے بڑے پختہ ثبوت اس بات کے ملے ہیں کہ آپ کو خدا تعالیٰ نے صلیب سے نجات دے کر ہندوستان کی طرف ان یہودیوں کی دعوت کے لئے روانہ کیا جو بخت نصر کے ہاتھ سے متفرق ہو کر فارس اور تبت اور کشمیر میں آکر سکونت پذیر ہو گئے تھے۔ چنانچہ آپ نے ان ملکوں میں ایک مدت تک رہ کر اور پیغام الٰہی پہنچا کر آخر سری نگر میں وفات پائی اور آپ کا مزار مقدس سرینگر محلہ خانیار میں موجود ہے جو شہزادہ نبی یوز آسف کی مزار کہلاتی ہے۔ یسوع کا لفظ جیزس کے لفظ کی طرح اختلاطِ زبان کی وجہ سے یوز آسف ہو گیا" ۲ہ

(۳) "یوز آسف کا نام عبرانی سے مشابہ ہونا اور یوز آسف کا نام نبی مشہور ہونا جو ایسا لفظ ہے کہ صرف اسرائیلی اور اسلامی انبیاء پر بولا گیا ہے اور پھر اس نبی کے ساتھ شہزادہ کا لفظ ہونا اور پھر اس نبی کی صفات حضرت مسیح علیہ السلام سے بالکل مطابق ہونا اور اس کی تعلیم انجیل کی اخلاقی تعلیم سے بالکل ہم رنگ ہونا اور پھر مسلمانوں کے محلہ میں اس کا مدفون ہونا اور پھر ۱۹ سو سال تک اسکی مزار کی مدت بیان کئے جانا اور پھر اس زمانہ میں ایک انگریز کے ذریعہ سے بھی انجیل برآمد ہونا اور اس انجیل سے صریح طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اس ملک میں آنا ثابت ہونا۔ یہ تمام ایسے امور ہیں کہ ان کو یکجائی طور پر دیکھنے سے ضرور یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ بلاشبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس ملک میں آئے تھے اور اسی جگہ فوت ہوئے"۔ ۳ہ

الغرض اس طرح حضور نے حضرت مسیح علیہ السلام کے کشمیر آنے کے متعلق اپنی تحقیق کو مکمل فرمایا ہے اس تحقیق سے یہ حقیقت دو اور دو چار کی طرح ثابت ہو جاتی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام ہرگز صلیب پر

لہ:۔ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۲ ۔ جلد ۱۷ ٭ ۲ہ:۔ کشف الغطاء صفحہ ۲ ۔ جلد ۱۴ ٭

۳ہ:۔ رازِ حقیقت حاشیہ صفحہ ۱ ۔ جلد ۱۴ ٭

فوت نہیں ہوئے بلکہ وہ صلیب سے زندہ اتر آئے اور بعد ازاں انہوں نے کشمیر کی طرف ہجرت کی۔ ہجرتِ مسیح وغیرہ سے متعلق تحقیق کی اہمیت کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"یہ واقعات اس طرح سے عیسائی مذہب کو مٹاتے ہیں جیسا کہ دن چڑھ جانے سے رات مٹ جاتی ہے۔ اس واقعہ کے ثابت ہونے سے عیسائی مذہب کو یہ صدمہ پہنچتا ہے جو اس چھت کو پہنچ سکتا ہے جس کا تمام مدار ایک شہتیر پر تھا۔ شہتیر ٹوٹا اور چھت گری پس اسی طرح اس واقعہ کے ثبوت سے عیسائی مذہب کا خاتمہ ہے۔" ؎۱

اور سچ یہ ہے کہ ہجرتِ مسیح علیہ السلام کے واقعہ نے جو (صلیبی موت) تردید میں ایک ناقابل تردید ثبوت ہے، واقعی عیسائی مذہب کو ایسے طور پر باطل ثابت کر دیا ہے کہ اب عیسائیوں کے پاس کوئی بھی واضح اور قطعی دلیل حضرت مسیح علیہ السلام کی صلیبی موت کی نہیں رہی۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کشمیر آئے تھے تو پھر کیسے یہ مانا جا سکتا ہے کہ وہ صلیب پر فوت ہو گئے تھے۔ ہجرت اور صلیبی موت باہم اکٹھے نہیں ہو سکتے اور جب ہجرت ایک قطعی اور یقینی امر ہے تو پھر صلیبی موت لازماً ایک باطل امر ہے۔

اٹھائیسویں دلیل

صلیبی موت کی تردید میں اٹھائیسویں دلیل کشمیر میں حضرت مسیح علیہ السلام کی قبر کا موجود ہونا ہے۔ یہ قبر ہجرت کا ایک ناقابلِ تردید ثبوت ہے نیز اس سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب سے زندہ اتر آئے تھے تب ہی تو وہ چل کر کشمیر آئے اور یہاں فوت ہو کر مدفون ہوئے۔ پس قبر مسیح کا کشمیر میں ہونا صلیبی موت کی تردید کا ایک منہ بولتا ثبوت ہے۔ حضور فرماتے ہیں:۔

"حضرت عیسٰی کا زندہ آسمان پر جانا محض گپ ہے بلکہ وہ صلیب سے بچ کر پوشیدہ طور پر ایران اور افغانستان کا سیر کرتے ہوئے کشمیر میں پہنچے اور ایک لمبی عمر وہاں بسر کی۔ آخر فوت ہو کر سرینگر محلہ خانیار میں مدفون ہوئے اور اب تک آپ کی وہیں قبر ہے۔ یُزَارُ وَ یُتَبَرَّکُ بِہٖ۔" ؎۲

نیز فرمایا:۔

"تحقیقات سے ان کی قبر کشمیر میں ثابت ہوتی ہے۔" ؎۳

؎۱:۔ راز حقیقت حاشیہ صفحہ ۱۳، ۱۲ جلد ۱۴؛ ؎۲:۔ ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم حاشیہ صفحہ ۲۶۲ جلد ۲۱؛
؎۳:۔ ست بچن حاشیہ صفحہ ۱۶۴۔ جلد ۱۰؛

اس بات کے ثبوت میں کہ کشمیر والی قبر حضرت مسیح علیہ السلام کی ہی ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مفصل بحث اپنی کتب "مسیح ہندوستان میں" اور "رازِ حقیقت" وغیرہ میں فرمائی ہے۔ کتاب رازِ حقیقت میں تو حضور نے اس قبر کا نقشہ بھی درج فرمایا ہے۔ حضور نے اس ضمن میں متعدد دلائل بیان فرمائے ہیں اور تحریری بیانات کے علاوہ زبانی روایات وغیرہ سے بھی استدلال فرمایا ہے۔ اس ساری کی ساری تحقیق اور دلائل کا اس جگہ بیان کرنا تو باعثِ تطویل ہوگا۔ بطور نمونہ اس جگہ صرف ایک حوالہ درج کرتا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"سب سے اخیر شاہزادہ نبی کی قبر جو سری نگر محلہ خانیار میں ہے جس کو عوام شہزادہ یوز آسف نبی کی قبر اور بعض عیسیٰ صاحب کی قبر کہتے ہیں۔ اس مطلب کی مؤید ہے اور اس میں ایک کھڑکی بھی ہے جو برخلاف دنیا کی تمام قبروں کے اب تک موجود ہے ...... اور نبی کا لفظ بھی جو اس صاحب قبر کی نسبت کشمیر کے ہزارہا لوگوں کی زبان پر جاری ہے یہ بھی ہمارے مدعا کے لئے ایک دلیل ہے کیونکہ نبی کا لفظ عبری اور عربی دونوں زبانوں میں مشترک ہے۔ دوسری کسی زبان میں یہ لفظ نہیں آیا..... پھر شہزادہ کے لفظ پر غور کرکے اور بھی ہم اصل حقیقت سے نزدیک آجاتے ہیں اور پھر کشمیر کے تمام باشندوں کا اس بات پر اتفاق دیکھ کر کہ یہ نبی جس کی کشمیر میں قبر ہے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے چھ سو برس پہلے گزرا ہے صاف طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو متعین کررہا ہے اور صفائی سے یہ فیصلہ ہوجاتا ہے کہ یہ ہے وہ پاک اور معصوم نبی اور خدا تعالیٰ کے جلال کے تخت سے ابدی شہزادہ ہے جس کو نالائق اور بدقسمت یہودیوں نے صلیب کے ذریعہ سے مارنا چاہا تھا۔"[۱]

الغرض اس قسم کے متعدد دلائل بیان کرنے کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ استدلال فرمایا ہے کہ یہ کشمیر والی قبر واقعی حضرت مسیح علیہ السلام کی ہے۔ اس انکشاف کی اہمیت کیا ہے؟ اس سلسلہ میں حضور فرماتے ہیں:۔

"ہر ایک دانشمند سمجھ سکتا ہے کہ یہ ایک ایسا ثبوت ہے کہ اس سے یکدفعہ عیسائی مذہب کا تانا بانا ٹوٹتا ہے اور انیس سو برس کا منصوبہ یکدفعہ کالعدم ہوجاتا ہے۔"[۲]

قبر مسیح کے کشمیر میں موجود ہونے سے صلیبی موت کی تردید کا استدلال بہت واضح ہے۔ کشمیر میں قبر اسی صورت میں ہوسکتی ہے کہ حضرت مسیح نے صلیب سے نجات پاکر کشمیر کی طرف ہجرت کی ہو ورنہ اگر وہ

---

[۱]:۔ کشف الغطاء صفحہ ۳۵-۳۶۔ جلد ۱۴ ؂ [۲]:۔ رازِ حقیقت حاشیہ صفحہ ۱۲۰-۱۲۱۔ جلد ۱۴ ؂

صلیب پر مر گئے ہوتے تو کشمیر میں ان کی قبر کا وجود ایک بے معنی امر ہو جاتا ہے۔ پس کشمیر میں ان کی قبر کا ہونا، صلیبی موت کی تردید کا ایک واضح ثبوت ہے۔ حضور اس استدلال کو اور اس کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

"پھر ان سب باتوں کے علاوہ ایک اور امر پیدا ہو گیا ہے جس نے قطعی طور پر ثابت کر دیا ہے کہ مسیح کا صلیب پر مرنا بالکل غلط اور جھوٹ ہے۔ وہ ہرگز ہرگز صلیب پر نہیں مرے اور وہ ہے مسیح کی قبر۔ مسیح کی قبر سری نگر خانیار کے محلہ میں ثابت ہو گئی ہے اور یہ وہ بات ہے جو دنیا کو ایک زلزلہ میں ڈال دے گی۔ کیونکہ اگر مسیح صلیب پر مرے تھے تو یہ قبر کہاں سے آگئی۔"[1]

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان واضح بیانات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی قبر کا کشمیر میں موجود ہونا ایک قطعی امر ہے اور یہ اس بات کا ایک منہ بولتا اور واقعاتی ثبوت ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام ہرگز صلیب پر فوت نہیں ہوئے تھے۔ بلکہ انہوں نے صلیب سے نجات پا کر ہجرت کی، کشمیر میں فوت ہوئے اور وہیں مدفون ہوئے۔

۲۹
انتیسویں دلیل

حضرت مسیح علیہ السلام کی صلیبی موت کی تردید میں ایک اور دلیل حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ بیان فرمائی ہے کہ عیسائیوں میں بھی ایک طبقہ کا خیال ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر فوت نہیں ہوئے ان محقق عیسائیوں کی یہ شہادت اس بات کو واضح کرتی ہے کہ اب حقائق پر غور کرنے کے نتیجہ میں انہوں نے بھی اسی بات اور نظریہ کو اپنایا ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پیش فرمایا ہے۔ اس سے یہ اشارہ بھی ملتا ہے کہ جو کوئی بھی حقائق پر نظر کرے گا وہ اسی نتیجہ پر پہنچے گا کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر فوت نہیں ہوئے کیونکہ اصل حقیقت یہی ہے۔

اس دلیل کے ضمن میں مَیں صرف ان دو حوالوں کو درج کرنا چاہتا ہوں جو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتب میں درج فرمائے ہیں :-

پہلا حوالہ کتاب Supernatural Religion کا ہے۔ اصل حوالہ جو حضور نے اپنی کتاب تحفہ گولڑویہ میں درج فرمایا ہے بہت طویل ہے۔ مَیں اس جگہ اس حوالہ کا ابتدائی حصہ درج کرتا ہوں جس میں گویا سارے حوالہ کا خلاصہ بیان کر دیا ہے۔ حوالہ یہ ہے :-

---

[1] :- ملفوظات جلد دوم صفحہ ۲

The first explanation adopted by some able critics is that Jesus did not really die on the cross but being taken alive and his body being delivered to friends, he subsequently revived........" [1]

یعنی پہلی تفسیر جو بعض لائق محققین نے کی ہے وہ یہ ہے کہ یسوع دراصل صلیب پر نہیں مرا بلکہ صلیب سے زندہ اتار کر اس کا جسم اس کے دوستوں کے حوالے کیا گیا اور وہ آخر بچ نکلا۔

دوسرا حوالہ کتاب MODERN THOUGHT AND CHRISTIAN BELIEF کا ہے۔ اس حوالہ کو درج کرتے ہوئے حضور فرماتے ہیں:۔

"کتاب ماڈرن تھاٹ اینڈ کرسچین بیلیف کے صفحہ ۴۵۵، ۴۵۷، ۴۴۲ میں یہ عبارت ہے:۔

The former of these byhotheses that of apparent death was employed by the old rationalists and more recently by sehleiermacher in his life christ sehleiermacher's supposition. that Jesus afterwards lived for a time with the disciples and than retired into entire solitude for his second death.

ترجمہ: شیلر میخر اور نیز قدیم محققین کا یہ مذہب تھا کہ یسوع صلیب پر نہیں مرا بلکہ ایک ظاہرا موت کی سی حالت ہوگئی تھی اور قبر سے نکلنے کے بعد کچھ مدت تک اپنے حواریوں کے ساتھ پھرتا رہا اور پھر دوسری یعنی اصلی موت کے واسطے کسی علیحدگی کے مقام کی طرف روانہ ہوگیا۔" [1]

عیسائی محققین کے یہ دو حوالے (جو بطور نمونہ درج کئے گئے ہیں) ثابت کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ تحقیق کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر فوت نہیں ہوئے، بالکل درست اور سچی تحقیق ہے پس عیسائی محققین کی یہ تحقیق اس بات کا ایک اور ثبوت ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام ہرگز صلیب پر فوت نہیں ہوئے۔

تیسویں دلیل ۳۰

ترتیب کے لحاظ سے تیسویں اور میرے اس بیان کے لحاظ سے آخری دلیل مرہم عیسیٰ کی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس دلیل کو پوری وضاحت کے ساتھ اپنی متعدد کتب میں بار بار بیان فرمایا ہے۔ حضور نے

---

[1] تحفہ گولڑویہ صفحہ ۲۲۶-۲۲۸۔ جلد ۱۷۔

اس مرہم سے صلیبی موت کی تردید کا استدلال اس طور سے کیا ہے کہ کتب طب میں اس مرہم کا بڑی کثرت سے تذکرہ ہے۔ قریبًا ہر قوم کے اطباء نے اس کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ مرہم حضرت عیسٰی علیہ السلام کے زخموں کے لئے بنائی گئی تھی۔ دوسری طرف حضرت عیسٰی علیہ السلام کے حالات زندگی دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو ساری زندگی میں صرف صلیب کے حادثہ کے وقت ہی زخم آئے تھے۔ پس ثابت ہوا کہ یہ مرہم صلیب کے زخموں کے لئے تھی۔ اور یہ تو ظاہر ہی ہے کہ مرہم تب ہی بنائی گئی ہوگی جب حضرت مسیح مجروح اور زخمی ہوئے ہوں۔ اگر وہ صلیب پر مرگئے ہوتے تو اس مرہم کا کوئی وجود نہ ہوتا کیونکہ مُردوں کے زخموں کا علاج نہیں کیا جاتا۔ پس ہر پہلو سے مرہم عیسٰی صلیبی موت کی تردید کا ایک زبردست ثبوت ہے۔ اس ثبوت کی اہمیت کے بارہ میں حضور فرماتے ہیں :۔

"مرہم عیسٰی حق کے طالبوں کے لئے ایک عظیم الشان شہادت ہے اگر اس شہادت کو قبول نہ کیا جائے تو پھر دنیا کے تمام تاریخی ثبوت اعتبار سے گر جاویں گے۔" [۱]

نیز فرمایا :۔

"مرہم عیسٰی کی علمی گواہی ان عقائد کو رد کرتی ہے اور تمام عمارت کفارہ و تثلیث وغیرہ کی یک دفعہ گر جاتی ہے۔" [۲]

پھر اسی سلسلہ میں آپ فرماتے ہیں :۔

"یہ مرہم عیسٰی حضرت عیسٰی کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے۔" [۳]

مرہم عیسٰی سے صلیبی موت کا رد کس طرح ہوتا ہے ؟ یہ استدلال حضور نے بڑی وضاحت کے ساتھ مختلف انداز میں فرمایا ہے۔ حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے حوالہ جات درج ذیل ہیں :۔

(۱) "میری یہ تحقیق عارضی اور سرسری نہیں بلکہ نہایت مکمل ہے چنانچہ ابتداء اس تحقیق کا اس مرہم سے ہے جو مرہم عیسٰی کہلاتی ہے اور مرہم حواریین بھی اس کو کہتے ہیں اور طب کی ہزار کتب سے زیادہ میں اس کا ذکر ہے (اور مجوسی اور یہودی اور عیسائی اور مسلمان طبیبوں نے اپنی اپنی کتابوں میں اس کا ذکر کیا ہے چونکہ میں نے بہت سا حصہ اپنی عمر کا فن طبابت کے پڑھنے میں بسر کیا ہے اور ایک بڑا ذخیرہ کتابوں کا بھی مجھ کو ملا ہے اس لئے بچشم دید طور پر یہ دلیل مجھ کو ملی ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام خدا تعالیٰ کے فضل سے اور اپنی دردمندانہ دعاؤں

---

[۱] :۔ مسیح ہندوستان میں صفحہ ۶۱۔ جلد ۱۵ ؛ [۲] :۔ راز حقیقت حاشیہ صفحہ ۹۔ جلد ۱۴ ؛
[۳] :۔ ایّام الصلح صفحہ ۱۳۱۔ جلد ۱۴ ؛

کی برکت سے صلیب سے نجات پاکر اور پھر عالم اسباب کی وجہ سے مرہم حواریین کو استعمال کر کے اور صلیبی زخموں سے شفا پاکر ہندوستان کی طرف آئے تھے۔ صلیب پر ہرگز فوت نہیں ہوئے۔" ؎۱

(۲) "صلیبی واقعہ کی اصل حقیقت شناخت کرنے کے لئے مرہم عیسیٰ ایک علمی ذریعہ اور اعلیٰ درجہ کا معیار حق شناسی ہے۔۔۔۔ میں اپنی ذاتی واقفیت سے بیان کرتا ہوں کہ ہزار کتاب سے زیادہ ایسی کتاب ہوگی جن میں مرہم عیسیٰ کا ذکر ہے اور ان میں یہ بھی لکھا ہے کہ یہ مرہم حضرت عیسیٰ کے لئے بنائی گئی تھی۔ ان کتابوں میں سے بعض یہودیوں کی کتابیں ہیں اور بعض عیسائیوں کی اور بعض مجوسیوں کی۔ سو یہ ایک علمی تحقیقات سے ثبوت ملتا ہے کہ ضرور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے صلیب سے رہائی پائی تھی۔" ؎۲

(۳) "مرہم عیسیٰ جس پر طب کی ہزار کتاب بلکہ اس سے زیادہ گواہی دے رہی ہے اس بات کا پہلا ثبوت ہے کہ جناب مسیح علیہ السلام نے صلیب سے نجات پائی تھی وہ ہرگز صلیب پر فوت نہیں ہوئے۔ اس مرہم کی تفصیل میں کھلی کھلی عبارتوں میں طبیبوں نے لکھا ہے کہ "یہ مرہم ضربہ سقطہ اور ہر قسم کے زخم کے لئے بنائی جاتی ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی چوٹوں کے لئے طیار ہوئی تھی۔ یعنی ان زخموں کے لئے جو آپ کے ہاتھوں اور پیروں پر تھے۔" اس مرہم کے ثبوت میں میرے پاس بعض وہ طبی کتابیں بھی ہیں جو قریباً سات سو برس کی قلمی لکھی ہوئی ہیں۔ یہ طبیب صرف مسلمان نہیں ہیں بلکہ عیسائی، یہودی اور مجوسی بھی ہیں جنکی کتابیں اب تک موجود ہیں۔ قیصر روم کے کتب خانہ میں بھی رومی زبان میں ایک قرابادین تھی اور واقعہ صلیب سے دو سو برس گزرنے سے پہلے ہی اکثر کتابیں دنیا میں شائع ہو چکی تھیں۔ پس بنیاد اس مسئلہ کی کہ حضرت مسیح صلیب پر فوت نہیں ہوئے اوّل تو خود انجیلوں سے پیدا ہوئی ہے جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں اور پھر مرہم عیسیٰ نے علمی تحقیقات کے رنگ میں اس ثبوت کو دکھلایا۔" ؎۳

(۴) "مرہم عیسیٰ جو ہزار طبیب سے زیادہ اس کو اپنی اپنی کتابوں میں لکھتے چلے آئے ہیں جن کے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ مرہم جو زخموں اور خون جاری کے لئے نہایت مفید ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے تیار کی گئی تھی اور واقعات سے ثابت ہے کہ نبوت کے زمانہ میں صرف ایک

؎۱: کشف الغطاء ص۳۴ - جلد ۱۴؛ ؎۲: راز حقیقت حاشیہ ص۶۰ - جلد ۱۴؛
؎۳: راز حقیقت ص۲ - جلد ۱۴؛

ہی صلیب کا حادثہ ان کو پیش آیا تھا کسی اور سقطہ یا ضربہ کا واقعہ نہیں ہوا۔ پس بلاشبہ وہ مرہم انہی زخموں کے لئے تھی۔ اس میں شک نہیں کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام صلیب سے زندہ بچ گئے اور مرہم کے استعمال سے شفا پائی۔" [1]

(۵) "مرہم حواریین جس کا دوسرا نام مرہم عیسٰی بھی ہے۔ یہ مرہم نہایت مبارک مرہم ہے جو زخموں اور جراحتوں اور نیز زخموں کے نشان معدوم کرنے کے لئے نہایت نافع ہے طبیبوں کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ مرہم حواریوں نے حضرت عیسٰی کے لئے تیار کی تھی یعنی جبکہ حضرت عیسٰی علیہ السلام یہود علیہم اللعنت کے نیتجہ میں گرفتار ہوگئے اور یہودیوں نے چاہا کہ حضرت مسیح کو صلیب پر کھینچ کر قتل کریں تو انہوں نے گرفتار کرکے صلیب پر کھینچنے کی کارروائی شروع کی مگر خدا تعالیٰ نے یہود کے بد ارادہ سے حضرت عیسٰی کو بچا لیا کچھ خفیف سے زخم بدن پر لگ گئے سو وہ اس عجیب و غریب مرہم کے چند روز استعمال کرنے سے بالکل دُور ہوگئے۔ یہانتک کہ نشان بھی جو دوبارہ گرفتاری کے لئے کھلی کھلی علامتیں تھیں بالکل مٹ گئے۔" [2]

(۶) "اس مرہم کی تعریف میں اس قدر لکھنا کافی ہے کہ مسیح تو بیماروں کو اچھا کرتا تھا مگر اس مرہم نے مسیح کو اچھا کیا۔ ... عیسائیوں اور نیم عیسائیوں کو معلوم ہو کہ یہ مرہم معہ اسکی وجہ تسمیہ کے طب کی ہزارہا کتابوں میں موجود ہے اور اس مرہم کا ذکر کرنے والے نہ صرف مسلمان طبیب ہیں بلکہ مسلمان، مجوسی، عیسائی سب اس میں شامل ہیں۔ اگر چاہیں تو ہم ہزار کتاب سے زیادہ اس کا حوالہ دے سکتے ہیں اور کئی کتابیں حضرت مسیح کے زمانہ کے قریب قریب کی ہیں اور سب اس پر اتفاق رکھتی ہیں کہ یہ مرہم حواریوں نے حضرت مسیح کے لئے یعنی ان کے زخموں کے لئے تیار کی تھی۔" [3]

(۷) "یہ مرہم ...... قطعی طور پر ظاہر کرتی ہے کہ درحقیقت حضرت عیسٰی علیہ السلام صلیبی موت سے بچائے گئے تھے کیونکہ اس مرہم کا تذکرہ صرف اہل اسلام کی ہی کتابوں میں نہیں کیا گیا۔ بلکہ قدیم سے عیسائی۔ یہودی۔ مجوسی اور اطباء اسلام اپنی اپنی کتابوں میں ذکر کرتے آئے ہیں اور نیز یہ بھی لکھتے آئے ہیں کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کی چوٹوں کے لئے یہ مرہم تیار کی گئی تھی۔ حسنِ اتفاق سے یہ سب کتابیں موجود ہیں اور اکثر چھپ چکی ہیں۔ اس مرہم کو

---

[1] :۔ تحفہ گولڑویہ ص۱۳۔ جلد: ۱۷ ؎ [2] :۔ ست بچن حاشیہ ۱۶۴ جلد ۱۰ ؎

[3] :۔ ست بچن حاشیہ ص۱۶۴۔ جلد ۱۰ ؎

ادنیٰ ادنیٰ طبابت کا مذاق رکھنے والے بھی جانتے ہیں۔ یہانتک کہ قرابادین قادری میں بھی جو ایک فارسی کی کتاب ہے تمام مرہموں کے ذکر کے باب میں اس مرہم کا نسخہ بھی لکھا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ یہی مرہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے بنائی گئی تھی۔ پس اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہوگا کہ دنیا کے تمام طبیبوں کے اتفاق سے جو ایک گروہ خواص ہے جن کو سب سے زیادہ تحقیق کرنے کی عادت ہوتی ہے۔ اور مذہبی تعصبات سے پاک ہوتے ہیں یہ ثابت ہوگیا ہے کہ یہ مرہم حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی چوٹوں کے لئے طیار کی تھی"۔ [1]

(۸) "چالیس دن تک ان کے ان زخموں کا اس مرہم کے ساتھ علاج ہوتا رہا جس کو قرابادینوں میں مرہم عیسیٰ یا مرہم رسل یا مرہم حواریین کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ یہ مرہم چوٹ وغیرہ کے زخموں کے لئے بہت مفید ہے اور قریباً طب کی ہزار کتاب میں اس مرہم کا ذکر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی چوٹوں کے لئے اس کو بنایا گیا تھا۔ وہ یونانی طب کی کتابیں عیسائیوں کی جو آج سے چودہ سو برس پہلے رومی زبان میں تصنیف ہو چکی تھیں ان میں اس مرہم کا ذکر ہے اور یہودیوں اور مجوسیوں کی طبابت کی کتابوں میں بھی یہ نسخہ مرہم عیسیٰ کا لکھا گیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مرہم الہامی ہے اور اس وقت جبکہ حضرت مسیح علیہ السلام کو صلیب پر کسی قدر زخم پہنچے تھے انہی دنوں میں خدا تعالیٰ نے بطور الہام یہ دوائیں ان پر ظاہر کی تھیں"۔ [2]

(۹) "عیسائی اور رومی اور یہودی اور مجوسی دفتروں کی قدیم طبی کتابیں جو اب تک موجود ہیں گواہی دے رہی ہیں کہ یسوع کی چوٹوں کے لئے ایک مرہم طیار کیا گیا تھا جس کا نام مرہم عیسیٰ ہے جو اب تک قرابادینوں میں موجود ہے۔ نہیں کہہ سکتے کہ وہ مرہم نبوت کے زمانہ سے پہلے بنا ہوگا کیونکہ یہ مرہم حواریوں نے طیار کیا تھا اور نبوت سے پہلے حواری کہاں تھے یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ ان زخموں کا کوئی اور باعث ہوگا نہ صلیب کیونکہ نبوت کے تین برس کے عرصہ میں کوئی اور ایسا واقعہ بجز صلیب ثابت نہیں ہو سکتا اور اگر ایسا دعویٰ ہو تو بار ثبوت بذمہ مدعی ہے۔ حیائے شرم ہے کہ یہ خدا اور یہ زخم اور یہ مرہم!"۔ [3]

(۱۰) "ایک اعلیٰ درجہ کی شہادت جو حضرت مسیح کے صلیب سے بچنے پر ہم کو ملی ہے اور جو ایسی شہادت ہے کہ بجز ماننے کے کچھ بن نہیں پڑتا۔ وہ ایک نسخہ ہے جس کا نام مرہم عیسیٰ ہے

---

[1]: کتاب البریہ صفحہ ۲۲۔ جلد ۱۳؀ [2]: کتاب البریہ صفحہ ۲۱۔ جلد ۱۳
[3]: سراج منیر صفحہ ۲۳-۲۴۔ جلد ۱۲؀

جو طب کی صدہا کتابوں میں لکھا ہوا پایا جاتا ہے۔ ان کتابوں میں سے بعض ایسی ہیں جو عیسائیوں کی تالیف ہیں اور بعض ایسی ہیں کہ جن کے مؤلف مجوسی یا یہودی ہیں اور بعض کے بنانے والے مسلمان ہیں اور اکثر ان میں بہت قدیم زمانہ کی ہیں۔" ؎۱

(۱۱) "یہ خدا کی عجیب قدرت ہے کہ ہر ایک مذہب کے فاضل طبیب نے کیا عیسائی کیا یہودی اور کیا مجوسی اور کیا مسلمان سب نے اس نسخہ کو اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔ اور سب نے اس نسخہ کے بارے میں یہی بیان کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے ان کے حواریوں نے طیار کیا تھا اور جن کتابوں میں ادویہ مفردہ کے خواص لکھے ہیں ان کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسخہ ان چوٹوں کے لئے نہایت مفید ہے جو کسی ضربہ یا سقطہ سے لگ جاتی ہیں اور چوٹوں سے جو خون رواں ہوتا ہے وہ فی الفور اس سے خشک ہو جاتا ہے اور چونکہ اس میں مُر بھی داخل ہے اسلئے زخم کیڑا پڑنے سے بھی محفوظ رہتا ہے۔" ؎۲

(۱۲) "نسخہ مرہم عیسیٰ .... کیسی صفائی سے ظاہر کر رہا ہے کہ حضرت عیسیٰ واقعۂ صلیب کے وقت آسمان پر نہیں اٹھائے گئے بلکہ زخمی ہو کر ایک مکان میں پوشیدہ پڑے رہے اور چالیس دن تک ان کی مرہم پٹی ہوتی رہی۔ کیا یہ تمام دنیا کے طبیب، اسلامی اور عیسائی اور مجوسی اور رومی اور یہودی، جھوٹے ہیں اور تم سچے ہو؟" ؎۳

(۱۳) "اس مرکب کا نام مرہم عیسیٰ ہے اور مرہم حواریین بھی اسے کہتے ہیں اور مرہم الرسل بھی اس کا نام ہے۔ کیونکہ عیسائی لوگ حواریوں کو مسیح کے رسول یعنی ایلچی کہتے تھے کیونکہ ان کو جس جگہ جانے کے لئے حکم دیا جاتا تھا وہ ایلچی کی طرح جاتے تھے یہ نہایت عجیب بات ہے کہ جیسا کہ یہ نسخہ طبّ کے تمام نسخوں سے قدیم اور پرانا ثابت ہوا ہے ویسا ہی یہ بھی ثابت ہوا ہے کہ دنیا کی اکثر قوموں کے طبیبوں نے اس نسخہ کو اپنی اپنی کتابوں میں لکھا ہے چنانچہ جس طرح عیسائی طبیب اس نسخہ کو اپنی کتابوں میں لکھتے آئے تھے ایسا ہی رومی طبابت کی قدیم کتابوں میں بھی یہ نسخہ پایا جاتا ہے۔ اور زیادہ تر تعجب یہ کہ یہودی طبیبوں نے بھی اس نسخہ کو اپنی کتابوں میں درج کیا ہے اور وہ بھی اس

؎۱:۔ مسیح ہندوستان میں ص۵۶-۵۷۔ جلد ۱۵؛ ؎۲:۔ مسیح ہندوستان میں ص۵۸۔ جلد ۱۵

؎۳:۔ ایام الصلح ص۱۶۵۔ جلد ۱۴؛

بات کے قائل ہو گئے ہیں کہ یہ نسخہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی چوٹوں کے لئے بنایا گیا تھا۔ اور نصرانی طبیبوں کی کتابیں اور مجوسیوں اور مسلمان طبیبوں اور دوسرے تمام طبیبوں نے جو مختلف قوموں میں گزرے ہیں اس بات کو بالاتفاق تسلیم کر لیا ہے کہ نسخہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے بنایا گیا تھا۔ چنانچہ ان مختلف فرقوں کی کتابوں میں سے ہزار کتاب ایسی پائی گئی ہے جن میں یہ نسخہ ہے وجہ تسمیہ درج ہے اور وہ کتابیں اب تک موجود ہیں۔" [۱]

(۱۴) "اس دوا کے استعمال سے حضرت مسیح علیہ السلام کے زخم چند روز میں ہی اچھے ہو گئے اور اس قدر طاقت آگئی کہ آپ تین روز میں یروشلم سے جلیل کی طرف ستر کوس تک پیادہ پا گئے۔ پس اس دوا کی تعریف میں اس قدر کافی ہے کہ مسیح تو اوروں کو اچھا کرتا تھا مگر اس دوا نے مسیح کو اچھا کیا۔" [۲]

(۱۵) "مرہم عیسیٰ ایک نہایت مبارک مرہم ہے جس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زخم اچھے ہوئے تھے۔ جبکہ آپ نے خدا تعالیٰ کے فضل سے سولی سے نجات پائی تو صلیب کی کیلوں کے جو زخم تھے جن کو آپ نے حواریوں کو بھی دکھلایا تھا وہ اسی مرہم سے اچھے ہوئے تھے۔ یہ مرہم طب کی ہزار کتاب میں درج ہے اور قانون بوعلی سینا میں بھی مندرج ہے اور رومیوں اور یونانیوں اور عیسائیوں اور یہودیوں اور مسلمانوں غرض تمام فرقوں کے طبیبوں نے اس مرہم کو اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔" [۳]

(۱۶) "نویں دلیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صلیبی موت سے محفوظ رہنے پر یہی نسخہ مرہم عیسیٰ ہے کیونکہ ہرگز خیال نہیں ہو سکتا کہ مسلمان طبیبوں اور عیسائی ڈاکٹروں اور رومی، مجوسی اور یہودی طبیبوں نے باہم سازش کر کے یہ بے بنیاد قصہ بنا لیا ہو بلکہ یہ نسخہ طبابت کی صدہا کتابوں میں لکھا ہوا اب تک موجود ہے۔ ایک ادنیٰ استعداد کا آدمی بھی قرابادین قادری میں اس نسخہ کو امراض الجلد میں لکھا ہوا پائے گا۔ یہ بات ظاہر ہے کہ مذہبی رنگ کی تحریروں میں کسی قسم کی کمی، زیادتی ممکن ہے کیونکہ تعصبات کی اکثر آمیزش ہو جاتی ہے لیکن جو کتابیں علمی رنگ میں لکھی گئیں ان میں نہایت تحقیق اور تدقیق سے کام لیا جاتا ہے لہٰذا یہ نسخہ مرہم عیسیٰ اصل حقیقت کے دریافت کرنے کیلئے نہایت اعلیٰ درجہ کا ذریعہ ہے۔" [۴]

---

[۱] :۔ ایام الصلح صفحہ ۱۲۱-۱۲۲ ۔ جلد ۱۴ ؛
[۲] :۔ مسیح ہندوستان میں صفحہ ۵۶-۵۸ ۔ جلد ۱۵ ؛
[۳] :۔ تریاق القلوب حاشیہ صفحہ ۳۷ ۔ جلد ۱۵ ؛
[۴] :۔ ایام الصلح صفحہ ۱۲۶ ۔ جلد ۱۴ ؛

ان سولہ منتخب حوالہ جات کے مطالعہ کے بعد مرہم عیسیٰ کی دلیل میں کسی شک کی گنجائش نہیں رہتی لیکن بعض عیسائی حضرات عجیب قسم کے عذر پیش کرتے ہیں۔ حضرت کاسر صلیب مسیح موعود علیہ السلام نے عیسائیوں کے ہر عذر کو باطل ثابت فرما کر ان پر اتمام حجت کر دی ہے۔ مرہم عیسیٰ کے بارہ میں وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ دلیل اس وجہ سے قطعی نہیں ہے کہ عین ممکن ہے کہ جن زخموں کے لئے یہ مرہم تیار کی گئی ہے وہ زخم حضرت مسیح کو حادثہ صلیب سے قبل کسی وقت آئے ہوں۔ اس شبہ کا کسی قدر جواب گذشتہ حوالوں میں بھی آگیا ہے لیکن خاص اس شبہ کا ازالہ کرتے ہوئے بھی حضور نے اس دلیل کی قطعیت واضح فرمائی ہے۔ حضور فرماتے ہیں:۔

"اگر یہ شبہ پیش ہو کہ ممکن ہے کہ حضرت عیسیٰ کو نبوت سے پہلے کہیں سے چوٹیں لگی ہوں یا گر گئے ہوں یا کسی نے مارا ہو اور حواریوں نے ان کے زخموں کے اورام اور قروح کی تکالیف کے لئے یہ نسخہ طیار کیا ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ نبوت سے پہلے حواریوں سے ان کا کچھ تعلق نہ تھا بلکہ حواریوں کو حواری کا لقب اسی وقت سے ملا کہ جب وہ لوگ حضرت عیسیٰ کی نبوت کے بعد ان پر ایمان لائے اور ان کا ساتھ اختیار کیا اور پہلے تو ان کا نام مچھیئے یا ماہی گیر تھا۔ سو اس سے صاف تر اور کیا قرینہ ہوگا کہ یہ مرہم اس نام کی طرف منسوب ہے جو حواریوں کو حضرت مسیح کی نبوت کے بعد ملا اور پھر ایک اور قرینہ یہ ہے کہ اس مرہم کو مرہم رسل بھی کہتے ہیں کیونکہ حواری حضرت عیسیٰ کے رسول تھے اور اگر یہ گمان ہو کہ ممکن ہے کہ یہ چوٹیں حضرت مسیح کو نبوت کے بعد کسی اور حادثہ سے لگ گئی ہوں اور صلیب پر مر گئے ہوں جیسا کہ نصاریٰ کا زعم ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تو ثابت ہو چکا ہے کہ یہ چوٹیں نبوت کے بعد لگی ہیں اور ظاہر ہے کہ اس ملک میں نبوت کا زمانہ صرف تین برس بلکہ اس سے بھی کم ہے پس اگر اس مختصر زمانہ میں بجز صلیب کے چوٹوں کے کسی اور حادثہ سے بھی یسوع کو چوٹیں لگی تھیں اور ان چوٹوں کے لئے یہ مرہم طیار ہوئی تھی تو اس دعویٰ کا بار ثبوت عیسائیوں کی گردن پر ہے ...... یہ مرہم حواریین متواترات میں سے ہے اور متواترات علوم حسیہ بدیہیہ کی طرح ہوتے ہیں جن سے انکار کرنا حماقت ہے۔"[1]

پھر اسی سلسلہ میں آپ فرماتے ہیں:۔

---

[1] ست بچن حاشیہ صفحہ ۱۶۴۔ جلد ۱۰

"یہ وہم بالکل لغو اور بے ہودہ ہے کہ ممکن ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبوت کے زمانہ سے پہلے چوٹیں لگی ہوں یا نبوت کے زمانہ کی ہی چوٹیں ہوں مگر وہ صلیب کی نہیں بلکہ کسی اور وجہ سے ہاتھ اور پیر زخمی ہو گئے ہوں۔ مثلاً وہ کسی کوٹھے پر سے گر گئے ہوں اور اس صدمہ کے لئے یہ مرہم طیار کی گئی ہو کیونکہ نبوت کے زمانہ سے پہلے حواری نہ تھے اور اس مرہم میں حواریوں کا ذکر ہے۔ شلیخا کا لفظ جو یونانی ہے جو باراں کو کہتے ہیں ان کتابوں میں اب تک موجود ہے اور نیز نبوت کے زمانہ سے پہلے حضرت مسیح کی کوئی عظمت تسلیم نہیں کی گئی تھی تا اس کی یادگار محفوظ رکھی جاتی اور نبوت کا زمانہ صرف ساڑھے تین برس تھا اور اس مدت میں کوئی واقعہ ضربہ یا سقطہ کا بجز واقعہ صلیب کے حضرت مسیح علیہ السلام کی نسبت تاریخوں سے ثابت نہیں اور اگر کسی کو یہ خیال ہو کہ ممکن ہے کہ ایسی چوٹیں کسی اور سبب سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو لگی ہوں تو یہ ثبوت اسکے ذمہ ہے۔ کیونکہ ہم جس واقعہ کو پیش کرتے ہیں وہ ایک ایسا ثابت شدہ اور جانا ہوا واقعہ ہے کہ نہ یہود کو اس سے انکار ہے اور نہ عیسائیوں کو یعنی صلیب کا واقعہ لیکن یہ خیال کہ کسی اور سبب سے کوئی چوٹ حضرت مسیح کو لگی ہو گی کسی قوم کی تاریخ سے ثابت نہیں۔ اس لئے ایسا خیال کرنا عمداً سچائی کی راہ کو چھوڑنا ہے۔ یہ ثبوت ایسا نہیں ہے۔ کہ اس قسم کے بے ہودہ عذرات سے رد ہو سکے۔" [1]

الغرض حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مرہم عیسیٰ کی دلیل کو پوری تحدی اور وضاحت کے ساتھ پیش فرمایا ہے اور اس سلسلہ میں عیسائیوں کے سب شبہات کا ایسا مدلل جواب دیا ہے کہ ان کے لئے فرار کی کوئی راہ باقی نہیں ہے۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ مرہم عیسیٰ واقعی ایک معجزہ ہے جس نے مسیح علیہ السلام کے زمانہ میں ان کے زخموں کو معجزانہ طور پر درست اور اچھا کر دیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں صلیبی موت کی تردید میں ایسا قطعی اور یقینی ثبوت مہیا کیا ہے کہ عیسائیوں کے پاس اس کا کوئی معقول جواب نہیں ہے۔ اس ثبوت کی قطعیت اور واضح حجت ہونے کا اندازہ اس امر سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس ثبوت کو بڑی تحدی کے ساتھ پیش فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں :-

"اے محققوں کی روحو! اس اعلیٰ ثبوت کی طرف دوڑو اور اے منصف مزاجو! اس

---

[1] :- مسیح ہندوستان میں صفحہ ۴۲ - جلد ۱۵ ؛

معاملہ میں ذرا غور کرو۔ کیا ایسا چمکتا ہوا ثبوت اس لائق ہے کہ اس پر توجہ نہ کی جائے؟
کیا مناسب ہے کہ ہم اس آفتاب صداقت سے روشنی حاصل نہ کریں "۔ ؎۱

الغرض مرہم عیسیٰ ایک قطعی اور واضح دلیل ہے جس سے یہ بات اچھی طرح سے ثابت ہو جاتی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے صلیب پر وفات نہیں پائی بلکہ وہ صلیب پر صرف زخمی ہوئے تھے اور مرہم عیسیٰ کے ذریعہ اپنے زخموں سے شفا پائی۔

حرف آخر

حضرت مسیح علیہ السلام کی صلیبی موت کی تردید میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بیان فرمودہ تیس ۳۰ دلائل گذشتہ صفحات میں بیان کیے گئے ہیں۔ حق یہ ہے کہ ان دلائل میں سے ہر ایک دلیل اپنی قطعیت کی بناء پر انفرادی طور پر ایک مکمل مضمون کی حیثیت رکھتی ہے اور ایسی وزنی دلیل ہے کہ دوسرے دلائل سے مستغنی اور بے نیاز کر دیتی ہے اور پھر جب اس اعلیٰ پایہ کے تیس دلائل اکٹھے ہو جائیں تو پھر تو اس بات میں ذرّہ برابر بھی شک کرنے کی گنجائش نہیں رہتی کہ حضرت مسیح علیہ السلام ہرگز ہرگز صلیب پر فوت نہیں ہوئے۔ اور لاریب یہی بات حق ہے۔

صلیبی موت کی تردید کے یہ دلائل تردید کفّارہ کے ضمن میں لکھے گئے ہیں کیونکہ کفارہ کی حقیقی بنیاد، جیسا کہ ہم تفصیل سے بیان کر چکے ہیں، حضرت مسیح علیہ السلام کی صلیبی موت پر ہے۔ پس جب ان دلائل کی وجہ سے ثابت ہو گیا کہ صلیبی موت کا خیال باطل ہے تو یہ بھی ثابت ہو گیا کہ کفّارہ کا عقیدہ بھی باطل ہے بالآخر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ پر اس باب کو ختم کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔ حضور فرماتے ہیں:۔

"عیسائی مذہب کا تمام مدار کفّارہ پر ہے اور کفّارہ کا تمام مدار صلیب پر۔ اور جب صلیب ہی نہ رہی تو کفّارہ بھی نہ رہا اور جب کفّارہ نہ رہا تو مذہب بنیاد سے گر گیا"۔ ؎۲

؎۱:- مسیح ہندوستان میں صفحہ ۶۲۔ جلد ۱۵؎ ؎۲:- تریاق القلوب صفحہ ۱۴۔ جلد ۱۵؎

باب ہشتم

اختتامیہ

- کسرِ صلیب کا ظہور
- غلبۂ اسلام کا آغاز

بانیٔ احمدیت، سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا علم کلام اپنے اندر بے پناہ وسعت اور جامعیت رکھتا ہے۔ کیونکہ اس علم کلام میں ہر مذہب کا محاسبہ کیا گیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی بعثت کے مقصد کے پیش نظر خاص طور پر عیسائیت کی پُرزور تردید فرمائی ہے۔ صرف عیسائیت ہی کے خلاف آپ کا علم کلام اس قدر وسعت رکھتا ہے کہ اس کے سب پہلوؤں کا احاطہ بہت مشکل امر ہے تاہم اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اس کی توفیق سے مجھے ان ذیلی عناوین کے مطابق، جو کمیٹی مقالہ جات نے مقرر کئے تھے، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علم کلام کا تذکرہ کرنے کا موقع مل گیا ہے۔ فالحمد للّٰہ علیٰ ذالک۔

مقالہ کے تیسرے باب میں ہم دیکھ آئے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کی غرض یہ ہے کہ آپ کے ذریعہ کسرِ صلیب کا کام پورا ہو اور اسلام کو سب ادیان پر مکمل اور دائمی غلبہ حاصل ہو۔ اس مقصدِ بعثت کو مدِّنظر رکھتے ہوئے اگر ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پیش فرمودہ ماموانہ علم کلام اور آپ کے کارہائے نمایاں پر نظر کریں تو یہ حقیقت آفتاب نیم روز کی طرح عیاں ہو جاتی ہے۔ کہ لاریب خدا کے اس برگزیدہ مسیح نے جو جری اللہ فی حلل الانبیاء کے طور پر دنیا میں آیا، اپنی بعثت کے عظیم مقصد کو بتمام وکمال پورا کر دکھایا۔ اصل کام تو خدا نے کرنا تھا اور اسی نے کیا لیکن یہ سعادت سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حصہ میں آئی کہ خدا تعالیٰ نے اپنی قدرت نمائی کے لئے آپ کو منتخب فرمایا۔ اور پھر آپ سے اس طور پر کام لیا کہ آپ کے ہاتھوں عیسائیت کا طلسم باطل ہو گیا۔ عیسوی مذہب کی شان وشوکت ختم ہو گئی اور عیسائیت کی باطل تعلیمات کی حقیقت اور اس کا تشت از بام ہو گئی۔ ذالک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء

این سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

الغرض سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ کسرِ صلیب کا شاندار ظہور ہوا۔ یہ صرف ہمارا دعویٰ نہیں بلکہ ہر صاحب بصیرت اگر حق وانصاف کی نظر سے دیکھے تو اس حقیقت کو اور اس

کے شواہد کو بچشمِ خود مشاہدہ کرسکتا ہے۔

کسرِ صلیب کا اس سے زیادہ واضح اور کیا ثبوت ہوگا کہ عیسائیوں میں اپنے مذہب سے نفرت اور بیزاری پیدا ہو رہی ہے۔ ان میں مذہب سے بغاوت کے جذبات پیدا ہو رہے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ گرجا گھروں کی ویران حالت اور ان کا بے آباد ہو کر ہوٹلوں اور کلبوں میں تبدیل ہوتے چلے جانا عیسائیت کی شکست کی واضح علامت ہے۔ کسرِ صلیب کا ایک عجیب پہلو یہ ہے کہ اب عیسائیت میں اندرونی طور پر پُرانے عقائد سے انحراف کی ایک رَو پیدا ہو گئی ہے۔ وہ عقائد جو کسی زمانہ میں عیسائیوں کے لئے سرمایۂ افتخار بنے ہُوئے تھے۔ آج حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے کڑی تنقید اور محاسبہ کی وجہ سے ان کو قابلِ نفرت قرار دے کر الوداع کہا جا رہا ہے۔ اس کی ایک تازہ مثال عیسائیوں کے موجودہ پوپ کا وہ اعلان ہے جس میں اس نے سابقہ عیسائی عقائد کو خیرباد کہتے ہُوئے یہ بیان کیا ہے کہ مسیح کا صلیب پر مرنا نہیں بلکہ مسیح کا خون ہمارے گناہوں کا کفّارہ ہے۔ ظاہر ہے کہ فلسفۂ نجات کی بنیاد میں یہ واضح تبدیلی صرف اور صرف حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے علمِ کلام کا نتیجہ ہے جس میں مسیح کی صلیبی موت کی پُرزور تردید کی گئی ہے۔ پھر مسیحی حضرات کے عقائد سے انحراف کرنے کا ایک اور ثبوت یہ حوالہ ہے جس میں لکھا ہے کہ:۔

”نجات کے بارہ میں اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ اس کے لئے کفّارے کی ضرورت نہیں۔ ہم مسیح کی موت کے سبب نہیں بلکہ اس کی تعلیم پر عمل کرنے اور اس کے نمونے کی پیروی کرنے اور اس کی مرضی پر چلنے سے بچ سکتے ہیں۔ اس قسم کے خیالات پروٹسٹنٹ کلیسیا میں عام طور پر پائے جاتے ہیں۔“ [۱]

مسیحی عقائد میں انحراف کی ان دو مثالوں سے یہ بتانا مقصود ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علمِ کلام کی کاری ضرب سے عیسائی عقائد کی بنیاد ہل گئی ہے۔ یہی کسرِ صلیب کا حقیقی مفہوم ہے جس کے ظہور کا آغاز ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اور جوں جوں زمانہ گزرتا چلا جائیگا کسرِ صلیب کا ظہور روشن تر ہوتا چلا جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

کسرِ صلیب کے ظہور کے بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

”مسیح موعود کے وجود کی علّتِ غائی احادیث نبویہ میں یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ عیسائی قوم کے دجل کو دُور کرے گا اور ان کے صلیبی خیالات کو پاش پاش کرکے دکھلا دے گا۔

---

[۱]:۔ بارہ سوالات صفحہ ۴۳

چنانچہ یہ امر میرے ہاتھ پر خدا تعالیٰ نے ایسا انجام دیا کہ عیسائی مذہب کے اصول کا خاتمہ کر دیا۔ میں نے خدا تعالیٰ سے بصیرتِ کاملہ پا کر ثابت کر دیا کہ وہ لعنتی موت کہ جو نعوذ باللہ حضرت مسیح کی طرف منسوب کی جاتی ہے جس پر تمام مدار صلیبی نجات کا ہے وہ کسی طرح حضرت مسیح علیہ السلام کی طرف منسوب نہیں ہو سکتی اور کسی طرح لعنت کا مفہوم کسی راستباز پر صادق نہیں آسکتا۔ چنانچہ فرقہ پادریاں اس جدید طرز کے سوال سے جو حقیقت میں ان کے مذہب کو پاش پاش کرتا ہے ایسے لاجواب ہو گئے کہ جن جن لوگوں نے اس تحقیق پر اطلاع پائی ہے وہ سمجھ گئے ہیں کہ اس اعلیٰ درجہ کی تحقیق نے صلیبی مذہب کو توڑ دیا ہے۔ بعض پادریوں کے خطوط سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ اس فیصلہ کرنے والی تحقیق سے نہایت ڈر گئے ہیں اور وہ سمجھ گئے ہیں کہ اس سے ضرور صلیبی مذہب کی بنیاد گرے گی اور اس کا گرنا نہایت ہولناک ہوگا اور وہ لوگ درحقیقت اس مثل کے مصداق ہیں کہ یرجی برء من جرحه السنان ولا یرجی برء من مزّقه البرهان یعنی جو شخص نیزہ سے زخمی کیا جائے اس کا اچھا ہونا اُمید کی جاتی ہے لیکن جو شخص برہان سے ٹکڑے کیا جائے اس کا اچھا ہونا اُمید نہیں کی جاتی۔" [1]

پھر آپ فرماتے ہیں :-

"صلیب کی شکست میں کیا کوئی کسر باقی ہے؟ موتِ مسیح کے مسئلہ نے ہی صلیب کو پاش پاش کر دیا ہے کیونکہ جب یہ ثابت ہو گیا کہ مسیح صلیب پر مرا ہی نہیں بلکہ وہ اپنی طبعی موت سے کشمیر میں آکر مرا تو کوئی عقلمند ہمیں بتائے کہ اس سے صلیب کا باقی کیا رہتا ہے۔ اگر تعصب اور ضد نے بالکل ہی انسان کے دل کو تاریک اور اس کی عقل کو ناقابلِ فیصلہ نہ بنا دیا ہو تو ایک عیسائی کو بھی یہ اقرار کرنا پڑے گا کہ اس مسئلہ سے عیسائی دین کا سارا تار و پود ادھڑ جاتا ہے۔" [2]

کسرِ صلیب کے نتیجہ میں عیسائیت اب حقیقت کے اعتبار سے ایک مُردہ مذہب بن چکی ہے حق یہ ہے کہ اب عیسائیت ایک جسدِ بے جان کی طرح بے فیض لاشہ بن چکی ہے۔ بحیثیتِ مذہب عیسائیت کی عظمت ختم ہو چکی ہے اور اب وہ اس قابل نہیں رہی کہ تا قیامت دوبارہ سربلندی حاصل کر سکے۔ سیدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :-

---

[1] :- کتاب البریہ صفحہ ۲۶۲ تا صفحہ ۲۶۴ حاشیہ۔ جلد ۱۳ ۔ [2] :- ملفوظات جلد چہارم صفحہ ۱۹ ۔

"مسیح کی زندگی کے حالات ان کی موت تک ثابت کر کے اور ان کی قبر تک کا نشان نکال کر حضرت مسیح موعود نے مسیح کی خدائی پر ایسا زبردست حملہ کیا ہے کہ مسیح کی خدائی کا عقیدہ ہمیشہ کے لئے ایک مُردہ عقیدہ بن گیا ہے اور اب کبھی بھی مسیحیت دوبارہ سر نہیں اُٹھا سکتی۔" لے

ایک طرف تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس خداداد علم کلام کے نتیجہ میں کسرِ صلیب کا عظیم الشان معرکہ سرانجام پایا اور دنیا نے اس باطل مذہب کو سرنگوں اور رسوا ہوتے دیکھ لیا اور دوسری طرف خدا کے اس روحانی پہلوان کے ہاتھوں غلبۂ اسلام کا ایسا شاندار آغاز ہُوا کہ اسلام کے دائمی اور عالمگیر غلبہ کی مستحکم بنیادیں قائم ہو گئیں۔ یہ دو طرفہ مقاصد اپنی پوری شان اور عظمت کے ساتھ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھوں آپ کے علم کلام کے ذریعہ پورے ہُوئے عیسائیت کے خلاف اپنے دلائل بیان کرنے کے بعد حضور علیہ السلام نے ایک موقعہ پر فرمایا :۔

"یہ دلائل اور حقائق اور معارف ہیں جو عیسائی مذہب کے باطل کرنے کے لئے خدا تعالیٰ نے میرے ہاتھ پر ثابت کئے جن کو مَیں نے اپنی تالیفات میں بڑے بسط سے لکھا ہے اور ظاہر ہے کہ ان روشن دلائل کے بعد نہ عیسائی مذہب قائم رہ سکتا ہے اور نہ اس کا کفّارہ ٹھہر سکتا ہے بلکہ اس ثبوت کے ساتھ یہ عمارت یکدفعہ گرتی ہے کیونکہ جبکہ حضرت مسیح علیہ السلام کا مصلوب ہونا ہی ثابت نہ ہُوا تو کفّارہ کی تمام اُمیدیں خاک میں مل گئیں۔ اور یہ وہ فتحِ عظیم ہے جو حدیث کسرِ صلیب کی منشاء کو کامل طور پر پُورا کرتی ہے۔ اور وہ کام جو مسیح موعود کو کرنا چاہیئے یہی تھا کہ ایسے دلائل واضح سے عیسائی مذہب کو گرا دے نہ یہ کہ تلواروں اور بندوقوں سے لوگوں کو قتل کرتا پھرے اور یہ فتح صرف ایک شخص کے نام پر مقدر تھی جو عین وقت فتنۂ صلیب میں خدا تعالےٰ کی طرف سے بھیجا گیا اور یہ فتح اس کے ہاتھ سے کامل طور پر ظہور میں آگئی۔ اب کسی کاسر الصلیب اور مسیح موعود کی انتظار کرنا عبث اور طلب محال ہے کیونکہ جن حقائق کے کھلنے سے عیسائیت کو شکست آتی ہے وہ حقائق بفضلہٖ تعالیٰ میرے ہاتھ پر کھل گئے۔ اب کسی دوسرے مسیح کے لئے کوئی روحانی کام باقی نہیں ...... غرض جیسا کہ خدا تعالیٰ نے مسیح موعود کی یہ علامت قرآن شریف میں بیان فرمائی تھی کہ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی

لے :۔ دعوۃ الامیر صفحہ ۱۱۴ ؎

الدِّیْنِ کُلِّہٖ وہ علامت میرے ہاتھ سے پوری ہو گئی ۔" [1]

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس حوالہ سے پُوری طرح واضح ہو جاتا ہے کہ کسرِ صلیب اور غلبۂ اسلام کے دونوں مقاصد آپ کے ذریعہ پُورے ہُوئے ۔ آپؑ کی آمد سے اسلام نے دنیا کے سب مذاہب اور خاص طور پر عیسائیت کے مقابل پر عظمت اور سربلندی حاصل کی اور آپ نے خدا تعالیٰ سے خبر پاکر اس بات کا بڑے یقین اور وثوق کے ساتھ اعلان فرمادیا کہ اب اسلام ہی دنیا میں غالب آئے گا اور تا قیامت غالب رہے گا ۔ آپ کی کتب میں اس ضمن میں متعدد حوالے ملتے ہیں ۔ بطور نمونہ مَیں چند حوالے درج کرتا ہوں اور انہی پر اپنے مقالہ کے اس باب کو ختم کرتا ہوں ان حوالوں سے ظاہر ہو گا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علمِ کلام کے نتیجہ میں کسرِ صلیب کے ساتھ ساتھ غلبۂ اسلام کا وعدہ اپنی پوری شان و شوکت کے ساتھ پُورا ہُوا اور تا قیامت پورا ہوتا چلا جائے گا ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کس یقین اور تحدّی کے ساتھ فرماتے ہیں : ۔

" اے تمام لوگو سُن رکھو کہ یہ اس کی پیشگوئی ہے جس نے زمین و آسمان بنایا وہ اپنی اس جماعت کو تمام ملکوں میں پھیلا دے گا اور حجّت و برہان کے رُو سے سب پر ان کو غلبہ بخشے گا ۔ وہ دن آتے ہیں بلکہ قریب ہیں کہ دنیا میں صرف یہی ایک مذہب ہو گا وہ عزّت کے ساتھ یاد کیا جائے گا ۔ خدا اس مذہب اور اس سلسلہ میں نہایت درجہ فوق العادت برکت ڈالے گا اور ہر ایک کو جو اس کی معدوم کرنے کا فکر رکھتا ہے نامراد رکھے گا اور یہ غلبہ ہمیشہ رہے گا ۔ یہانتک کہ قیامت آجائے گی ۔" [2]

" جھوٹے خُدا کے لئے اتنا ہی غنیمت ہے کہ اس نے ایک ہزار نو سو برس تک اپنی خدائی کا سکّہ قلب چلا لیا ۔ آگے یاد رکھو کہ یہ جھوٹی خدائی بہت جلد ختم ہونے والی ہے وہ دن آتے ہیں ۔ کہ عیسائیوں کے سعادتمند لڑکے سچے خدا کو پہچان لیں گے اور پرانے بچھڑے ہُوئے وحدہٗ لاشریک کو روتے ہُوئے آملیں گے ۔ یہ مَیں نہیں کہتا بلکہ وہ رُوح کہتی ہے جو میرے اندر ہے ۔ جس قدر کوئی سچائی سے لڑ سکتا ہے لڑلے ۔ جسقدر کوئی مکر کرسکتا ہے ، کرلے ۔ بیشک کرے ۔ لیکن آخر ایسا ہی ہو گا ۔ یہ سہل بات ہے کہ زمین و آسمان مبدّل ہو جائیں ۔ یہ آسان ہے کہ پہاڑ اپنی جگہ

---

[1] :۔ تریاق القلوب صفحہ ۱۶۱-۱۶۲ ۔ جلد ۱۵ ؛ [2] :۔ تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۶۶ ۔ جلد ۲۰ ؛

چھوڑ دیں لیکن یہ وعدے مبدّل نہیں ہوں گے"۔ ۱؎

"مَیں ہر دم اس فکر میں ہوں کہ ہمارا اور نصاریٰ کا کسی طرح فیصلہ ہو جائے میرا دل مُردہ پرستی کے فتنہ سے خون ہوتا جاتا ہے اور میری جان عجب تنگی میں ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کون سا دلی درد کا مقام ہوگا کہ ایک عاجز انسان کو خدا بنایا گیا ہے۔ اور ایک مُشتِ خاک کو رب العالمین سمجھا گیا ہے۔ مَیں کبھی کا اس غم سے فنا ہو جاتا اگر میرا مولیٰ اور میرا قادر توانا مجھے تسلّی نہ دیتا کہ آخر توحید کی فتح ہے۔ غیر معبُود ہلاک ہوں گے اور جھوٹے خدا اپنی خدائی کے وجود سے منقطع کئے جائیں گے۔ مریم کی معبودانہ زندگی پر موت آئے گی اور نیز اسکا بیٹا اب ضرور مرے گا۔ اب دونوں مریں گے کوئی ان کو بچا نہیں سکتا اور وہ تمام خراب استعدادیں بھی مریں گی جو جھوٹے خداؤں کو قبول کر لیتی تھیں۔ نئی زمین ہوگی اور نیا آسمان ہوگا۔ اب وہ دن نزدیک آتے ہیں کہ جو سچائی کا آفتاب مغرب کی طرف سے چڑھے گا اور یورپ کو سچے خدا کا پتہ لگے گا۔۔۔۔ قریب ہے کہ سب ملّتیں ہلاک ہوں گی مگر اسلام۔ اور سب حربے ٹوٹ جائیں گے مگر اسلام کا آسمانی حربہ کہ وہ نہ ٹوٹے گا نہ کُند ہوگا جب تک دجّالیت کو پاش پاش نہ کر دے۔ وہ وقت قریب ہے کہ خدا کی سچی توحید جس کو بیابانوں کے رہنے والے اور تمام تعلیموں سے غافل بھی اپنے اندر محسوس کرتے ہیں، ملکوں میں پھیلے گی اس دن نہ کوئی مصنوعی کفارہ باقی رہے گا اور نہ کوئی مصنوعی خدا۔ اور خدا کا ایک ہی ہاتھ کفر کی سب تدبیروں کو باطل کر دے گا لیکن نہ کسی تلوار سے اور نہ کسی بندوق سے بلکہ مستعد روحوں کو روشنی عطا کرنے سے اور پاک دلوں پر ایک نُور اتارنے سے۔ تب یہ باتیں جو مَیں کہتا ہُوں سمجھ میں آئیں گی"۔ ۲؎

"دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا اور ایک ہی پیشوا۔ مَیں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا اور اب وہ بڑھے گا اور پھُولے گا اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے"۔ ۳؎

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

۱؎: ۔ سراج منیر ص۶۶ ۔ جلد ۱۲؛ ۲؎: ۔ تبلیغ رسالت ص۸ ۔ جلد ششم ۔
۳؎: ۔ تذکرۃ الشہادتین ص۶۷ ۔ روحانی خزائن جلد ۲۰؛

فہرست کتب

جن سے اس مقالہ کے لکھنے میں استمداد کی گئی

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنّف	نمبر شمار	نام کتب	نام مصنّف
۱	قرآن مجید	-	۲۱	علم الکلام	مولانا محمد ادریس کاندھلوی
۲	صحیح بخاری	امام محمد بن اسماعیل بخاری	۲۲	الکلام	مولانا شبلی نعمانی
۳	صحیح مسلم	امام مسلم بن حجاج قشیری	۲۳	مجدد اعظم (تین حصے)	ڈاکٹر بشارت احمد
۴	بائیبل (کتاب مقدس)	-	۲۴	مقدمہ ابن خلدون	علامہ ابن خلدون
۵	روحانی خزائن تصنیفات	حضرت مسیح موعود علیہ السلام	۲۵	شرح فقہ اکبر	ملا علی قاری
۶	ملفوظات	حضرت مسیح موعود علیہ السلام	۲۶	جامع اللغات جلد چہارم	عبد المجید
۷	اشتہارات	حضرت مسیح موعود علیہ السلام	۲۷	غیاث اللغات	سراج الدین علی خاں
۸	تذکرہ	مجموعہ الہامات " " "	۲۸	فیروز اللغات اردو	مولوی فیروز الدین
۹	دعوۃ الامیر	حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد	۲۹	المنجد	لویس معلوف
۱۰	تفسیر کبیر (سورہ مریم)	" " "	۳۰	علم الکلام	مولانا شبلی نعمانی
۱۱	سلسلہ احمدیہ	حضرت مرزا بشیر احمد صاحب	۳۱	مجدد کامل	خواجہ کمال الدین صاحب
۱۲	مباحثہ مصر	مولانا ابو العطاء صاحب جالندھری	۳۲	تشریح التثلیث	پادری ڈبلیو ٹامس
۱۳	ماہنامہ الفرقان ربوہ	ایڈیٹر " " "	۳۳	بارہ ضروری سوالات	ڈاکٹر سی ای میکارٹنی
۱۴	کفارہ کی حقیقت	" " "	۳۴	اہل مسجد	پادری بیون جونز
۱۵	ندائے حق (حصہ اول)	حضرت میر محمد اسحٰق صاحب	۳۵	تحقیق الایمان	پادری عماد الدین
۱۶	ندائے حق (حصہ دوم)	" " " "	۳۶	مسیحی دین کا بیان	پادری بیون جونز
۱۷	حضرت مرزا غلام احمد قادیانی	سید میر داؤد احمد صاحب	۳۷	تفسیر متی	ڈاکٹر ایچ بوسٹینٹن
۱۸	نظام ربوبیت	غلام احمد پرویز	۳۸	خدائے ثالوث	ڈبلیو ایچ ٹی گیرڈنر
۱۹	کلید کلام الامام		۳۹	مسیح مصلوب	پادری بوٹا مل
۲۰	کلید حوالہ جات بائیبل	شیخ سمیع اللہ شاکر	۴۰	السیف العجیب فی فخر الصلیب	ڈاکٹر صموئیل زویمر

نمبرشمار	نام کتاب	نام مصنف
۴۱	معجزاتِ مسیح	پادری طالب الدین
۴۲	تواریخ بائیبل	ڈاکٹر ڈبلیو جی بیکی
۴۳	یسوع مسیح کی گرفتاری اور موت	ڈاکٹر جیمس سٹاکر

44. ENCYCLOPEDIA BRITANICA
45. POPULAR ENCYCLOPEDIA
46. ENCYCLOPEDIA OF RELIGIONS& ETHICS.
47. THE LIFE OF JESUS. ERNEST RENAN NEW YORK.
48. THE BOOK OF KNOWLEDGE V.8. GORDON STOWELL LONDON 1960.
49. THE USES OF THE PAST. HERBERT MILLER NEW AMERICAN LIBRARY.
50. THE TEACHERS, COMMENTARY 1-G HENTON DAVIS 2-ALAN RICHARDSON 6TH EDITION LONDON 1955.
51. BRIDGE TO ISLAM E. N. BETHMANN U. S. A. 1950.
52. THE RELIGIONS OF THE WORLD V. I. LECTURE BY PROF. J. R. BANERJEA FIRST EDITION 1938.
53. CHRIST OR MOHAMMAD S. G. WILLIAMSON
54. THE BEGINING OF CHRISTIANITY CLARENCE TUCKER CRAIG.
55. WHAT CATHOLIC CHURCH IS AND WHAT SHE TEACHES. REV. E. R. HUL.
56. ISLAM AND CHRISTIANITY MAJOR ABDUL HAMEED FIRST EDITION NEW YORK.